مکمل و مدلل

فتاوی دار العلوم دیوبند

جلد ١٧

بقیة کتاب الحظر والإباحة، الرهن، الوصیة، الفرائض

افادات

مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ

مرتب

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

حسب ہدایت

حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مہتمم دار العلوم دیوبند

ناشر مکتبہ دار العلوم دیوبند

افادات

مفتیِ اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رح

مفتی اوّل دار العلوم دیوبند

(ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ترتیب وتعلیق

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

مکمل و مدلل

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

جلد ۱۷

بقیة کتاب الحظر والإباحة، الرّهن،
الوصية، الفرائض

افادات | مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی

مفتی اوّل دار العلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

مرتّب | حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

ملاحظہ | حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

حسب ہدایت | حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مدظلہ

مہتمم دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ دار العلوم دیوبند

نام کتاب	:	مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند (جلد ۱۷)
مسائل	:	بقیة كتاب الحظر و الأباحة، الرّهن، الوصية، الفرائض
افادات	:	مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)
مرتب	:	مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند
ملاحظہ	:	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند
سن اشاعت	:	
تعداد صفحات	:	۵۶۸ (تعداد فتاوی: ۱۰۶۱)
ناشر	:	مکتبہ دارالعلوم دیوبند

فہرست مضامین

بقیة كتاب الحظر والإباحة

تصوف کا بیان

ذکر و دعا کا بیان

گناہ اور توبہ کا بیان

رشوت اور چوری کا بیان

سلام، مصافحہ ومعانقہ کے آداب

علم کا بیان

قراءت وتجوید کا بیان

چندہ کے احکام

خواب اور تعبیر کا بیان

رسم ورواج کا بیان

متفرق مسائل

رہن کا بیان

وصیت کا بیان

میراث کا بیان

آگاہی

اس جلد میں جن کتابوں کے حوالے بار بار آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں

اسمائے کتب	مطبوعہ
صحاح ستہ	مکتبہ بلال، دیو بند
فتح القدیر شرح ہدایہ	مکتبہ زکریا، دیو بند
شرح معانی الآثار	مکتبہ بلال، دیو بند
مشکوٰۃ شریف	کتب خانہ نعیمیہ، دیو بند
ہدایہ	الامین کتابستان، دیو بند
فتاوی شامی	دار الکتاب، دیو بند
فتاوی ہندیہ	دار الکتاب، دیو بند
بدائع الصنائع	دار الکتاب، دیو بند
شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر	زکریا بک ڈپو، دیو بند
حلبی کبیری	دار الکتاب، دیو بند
طحطاوی علی مراقی الفلاح	دار الکتاب، دیو بند
البحر الرائق	زکریا بک ڈپو، دیو بند
قواعد الفقہ	اشرفی بک ڈپو، دیو بند
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح	المکتبۃ الاشرفیہ، دیو بند
غایۃ الاوطار شرح الدر المختار	دکن ٹریڈرس بک سیلر، مغل پورہ، حیدر آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بقیة کتاب الحظر والإباحة

مکروہ اور مباح امور کا بیان

تصوف کا بیان

تصوف کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت

سوال:(۱۰۹۹)......(الف) تصوف کیا ہے؟

(ب) تصوف کا وجود یہود ونصاریٰ وہنود میں قبل اسلام تھا، پھر اسلام میں ان کے میل جول سے پیدا ہوگیا، اس لیے تصوف کو محدث فی الدین کہنا درست ہے؟

(ج) کیا تصوف ایسا گناہ ہے کہ جس سے ملت حنیفیہ بیضاء کا چہرہ داغدار اور بدنما ہوگیا؟

(د) مسائل تصوف سے دین حنیف کو کیا تعلق ہے؟

(ھ) یہود ونصاریٰ میں بھی صوفی ہیں، جوگیوں (۱) جوتشوں میں بھی اسی طرح خاندانوں میں مرید ہونا شجرہ لینا وغیرہ وغیرہ امور محدث فی الدین وبدعت ہیں؟

(و) کیا انہیں امور کے لیے وکلّ بدعة ضلالة تیرہ سو سال قبل فرمایا گیا؟(۱۰۳۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

---

(۱) جوگی: ہندو فقیر، پجاری............جوتشی: نجومی (فیروز اللغات)

الجواب: (الف) تصوف وطریقت کوئی چیز شریعت سے جدا گانہ نہیں ہے، احکام شرعیہ پر استقامت اور اخلاق ظاہریہ و باطنیہ کا درست کرنا یہی تصوف ہے۔

(ب) تصوف محدث فی الدین نہیں، اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم و اخلاق صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین عین تصوف ہے۔

(ج) یہ غلط ہے، بلکہ تصوف تو موجبِ حصولِ حلاوتِ ایمان ہے۔

(د) تصوف وملت حنیفیہ میں تغایر وتخالف نہیں ہے۔ وَمَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ. (جس نے چکھا نہیں وہ کیا جانے!)

(ھ) یہ غلط ہے، تصوف اسلام حقیقی کے حصول کا نام ہے، یہود ونصاریٰ وکفار کو تصوف سے کیا کام وتعلق؟! اور مرید ہونا اور شجرہ لینا بدعت نہیں ہے۔ وحقّقه الشّيخ ولي اللّه المحدّث الدّهلوي في القول الجميل بما لا مزيد عليه(۱)

(و) امورِ تصوف كلّ بدعة ضلالة (۲) کا مصداق نہیں ہیں، یہ خیال غلط وناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) فلنبحث عن البيعة من أي قسم هي؟ فظنّ قوم أنّها مقصورة على قبول الخلافة وأنّ الّذي تعتاده الصّوفية من مبايعة المتصوّفين ليس بشيء، وهذا ظنّ فاسد لما ذكرنا من أن النّبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم كان يبايع تارة علىٰ إقامة أركان الإسلام وتارة على التّمسّك بالسّنّة وهذا صحيح البخاري شاهدا على أنّه صلّى اللّه عليه وسلّم اشترط على جرير عند مبايعته، فقال: والنّصح لكلّ مسلم، و أنّه بايع قوما من الأنصار ، فاشترط أن لا يخافوا في اللّه لومة لائم ويقولوا بالحقّ حيث كانوا، فكان أحدهم يجاهر الأمراء والملوك بالرّدّ والإنكار و أنّه صلّى اللّه عليه وسلّم بايع نسوةً من الأنصار واشترط الاجتنابَ عن النّوحة إلى غير ذلك وكلّ ذلك من باب التّزكية والأمرِ بالمعروف والنّهيِ عن المنكر إلخ (شفاء العليل ترجمة القول الجميل، ص:۹-۱۰، فصل اوّل، استدلالِ بیعت) اور حقَّقهُ کی ضمیر کا مرجع یہ جملہ ہے: ”تصوف اسلام حقیقی کے حصول کا نام ہے“۔

(۲) مشكاة المصابيح، ص:۲۷، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة .

بیعت کی شرعی حیثیت

سوال: (۱۱۰۰)......(الف) کیا بیعت ہونا ضروری امر ہے، اور اگر بیعت نہ ہو تو گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

(ب) مسلم شریف کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص مرا اس حال میں کہ اس کی گردن میں بیعت نہیں ہے تو مرے گا موت جاہلیت کی (۱) یہ حدیث کیسی ہے؟ اور جاہلیت سے کیا مراد ہے؟

(۱۳۶۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) بیعت ہونا فرض اور واجب نہیں بلکہ سنت ہے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے قول جمیل میں ثابت فرمایا ہے (۲)

(ب) یہ حدیث صحیح ہے، اور موت جاہلیت سے مراد اس حالت کی موت ہے کہ امام کی اطاعت میں نہ ہو بلکہ امام سے بغاوت کرے، اور اس کی اطاعت سے خارج ہو جاوے، جیسا کہ دوسری حدیث مسلم میں ہے: من خرج من الطّاعة و فارق الجماعة فمات مات ميتةً جاهليةً الحديث (۳) جاہلیت کا زمانہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ہے، تو گویا

(۱) عن نافع قال: جاء عبدالله بن عمر إلى عبدالله بن مطيع حين كان من أمر الحرّة ما كان زمن يزيد بن معاوية، فقال: اطرحوا لأبي عبدالرّحمان وسادة، فقال: إنّي لم آتك لِأَجْلِسَ أَتَيْتُكَ لِأُحَدِّثَكَ حَدِيْثًا سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: من خلع يدا من طاعة لقي الله يوم القيامة لاحجّة له، ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية (الصّحيح لمسلم: ۲/ ۱۲۸، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن إلخ)

(۲) أمّا المسئلة الأولىٰ فاعلم أنّ البيعة سنّة وليست بواجبة، لأنّ النّاس بايعوا النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وتقربوا بها إلى الله تعالىٰ ولم يدل دليل على تأثيم تاركها ولم ينكر أحد من الأئمة على تاركها كان كالإجماع على أنّها ليست بواجبة (شفاء العليل ترجمة القول الجميل، ص: ۱۳، فصل ثانی، مسنون بودن بیعت)

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من خرج من الطّاعة وفارق الجماعة ثمّ مات مات ميتة جاهلية الحديث (الصّحيح لمسلم: ۲/ ۱۲۸، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن إلخ)

خروج عن طاعۃ الامام کو آنحضرت ﷺ نے جاہلیت کے امر سے قرار دیا(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۰۱)...... (الف) کیا بیعت ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے؟ اور اس کا تارک گنہگار ہے؟

(ب) جو شخص بیعت نہ ہو اس کے لیے کیا سزا مقرر ہے؟ (۱۴۷۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) جو بیعت حضرات صوفیہ علیہم الرحمۃ کے یہاں متعارف ہے وہ سنت ہے۔ **كما قال مولانا الشّاه ولي الله الدّهلوي ولا شبهة أنّه إذا ثبت عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فعل على سبيل العبادة والاهتمام بشأنه ، فإنّه لا ينزل عن كونه سنّة في الدّين** (۲) اور مرد اور عورت دونوں اس حکم میں مساوی ہیں۔ (**القول الجميل**)

(ب) چونکہ بیعت کا سنت ہونا اوپر ثابت ہوا، لہٰذا جو شخص بیعت نہ کرے وہ تارک سنت ہے، اور استحقارًا (ذلیل وحقیر سمجھتے ہوئے) اگر ترک کرے تو عاصی اور گنہگار ہے، کیونکہ منکر سنت کو جو کہ بغیر کسی تاویل کے انکار واستحقار کرتا ہے خطرۂ کفر ہے، اور اگر سستی یا کسی عذر کی وجہ سے بیعت نہ کی تو عاصی نہیں، جو شخص پابند شریعت ہے اور استحقارًا **للسّنّة** بیعت کا تارک نہیں وہ ناجی ہے۔ **كما في القول الجميل: ولم يدل دليل على تأثيم تاركها ولم ينكر أحد من الأئمة على تاركها كان كالإجماع على أنها ليست بواجبة** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۰۲) بیعت ہونا شرعًا کیسا ہے؟ (۹۰۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس مسئلہ بیعت کی تحقیق **القول الجميل** اور **شفاء العليل** میں دیکھ لی جائے (۴) حاصل یہ ہے کہ بیعت ہونا شیخ کامل متبع سنت سے سنت ہے، فرض اور واجب نہیں ہے، اور پیر متبع شریعت اور عالم باعمل متقی صاحب باطن ہونا چاہیے، خلاف شریعت پیر سے بیعت ہونا ناجائز ہے،

---

(۱) زمانۂ جاہلیت میں انارکی تھی، لوگ کسی ایک شخصیت پر متفق نہیں تھے، اس لیے جاہلیت سے تشبیہ دے کر موتِ جاہلیت فرمایا ہے۔۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) **شفاء العليل ترجمة القول الجميل**، ص:۸، فصل اوّل، استدلال بیعت۔

(۳) **شفاء العليل ترجمة القول الجميل**، ص:۱۳، فصل دوم، سنیت بیعت۔

(۴) **شفاء العليل ترجمة القول الجميل**، ص:۷-۸، فصل اوّل، استدلال بیعت۔

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شعر:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ❁ پس بہ ہر دستے نشاید داد دست(۱)

و قال العارف الشّیرازي رحمة الله عليه: شعر:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ❁ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید(۲)

بیعت کا مسنون ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے

سوال: (۱۱۰۳) بیعت کا حکم اور اس کے شرائط وطرق قرآن وحدیث سے تحریر فرمادیں۔

(۲۶۰۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بیعت کی اصل اور اس کا مسنون ہونا قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی خِطَابًا لِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (سورۂ فتح، آیت: ۱۰) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الآية (سورۂ فتح، آیت: ۱۸) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى خِطَابًا لِنَبِيِّهٖ عَلَيْهِ السَّلَام: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلاَ يَسْرِقْنَ وَلاَيَزْنِيْنَ ...... فَبَايِعْهُنَّ الآية﴾ (سورۂ ممتحنہ، آیت: ۱۲)

واستفاض عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أنّ النّاس كانوا يبايعونه تارةً على الهجرة والجهاد، وتارةً على إقامة أركان الإسلام، وتارةً على الثّبات والقرار في معركة الكفّار، وتارةً على التّمسّك بالسّنّة والاجتناب عن البدعة والحرص على الطّاعات، كما صحّ أنّه صلّى الله عليه وسلّم بايع نسوةً من الأنصار على أن لاينحن (۳) (القول الجميل للشّيخ ولي الله الدّهلوي) ان آیات قرآنیہ اور متفرق حدیثوں کے ٹکڑوں سے ثابت ہوگیا کہ

---

(۱) ترجمہ: او! بہت سے شیطان انسان کی شکل میں ہوتے ہیں، پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے، یعنی بہت سے انسان بزرگوں کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آتے ہیں، پس بیعت ہونے پر لازم ہے کہ وہ اچھی طرح پرکھ کر بیعت کرے۔ (یہ شعر آگے بار بار آئے گا)

(۲) ترجمہ: نبی کے برخلاف جو بھی راستہ اپنائے گا وہ ہرگز منزل تک نہیں پہنچے گا۔ (یہ شیخ سعدیؒ کا شعر ہے)

(۳) القول الجميل مع ترجمة شفاء العليل، ص: ۷-۸، فصل أوّل، استدلالِ بيعت.

بیعت کرنا کوئی امر محدث نہیں بلکہ سنن نبویہ میں سے ہے، اور یہ کہ عہد نبوی میں اس کا پورا اہتمام تھا، البتہ اگر کوئی ما بہ الفرق ہے تو وہ صرف یہی کہ پہلے اس کے مختلف طریقے تھے (یعنی مختلف مقاصد سے بیعت کی جاتی تھی) اب یہی مروج طریقہ ہے (یعنی اب بیعت اصلاح حال کے لیے کی جاتی ہے) شروط بیعت کو اگر تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہے تو **شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل** منگا کر دیکھ لیجیے(۱) لیکن مجمل (یعنی مختصر) مگر جامع شرط یہ ہے کہ بیعت کرنے والا عالم ومتمسک بہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور متقی ہونا چاہیے، ہر کس وناکس اور ہر شعبدہ باز اس کا اہل نہیں۔ **و نعم ما قیل:**

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ❁ پس بہ ہر دستے نشاید داد دست(۲)

پیری مریدی کے مقاصد کیا ہیں؟

سوال: (۱۱۰۴) پیری مریدی کی اغراض کیا ہیں؟ (۷/۴۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہدایتِ خلق اللہ واتباعِ شریعت واتباعِ سنت کے لیے یہ سلسلہ پیری ومریدی ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محض مجاہدہ وریاضت مقصود نہیں

سوال: (۱۱۰۵) ایک شخص شرح وقایہ تک پڑھا ہے مسجد میں امامت کرتا ہے، اور لڑکوں کو تعلیم دیتا ہے، بہ وجہ مشغولی کے ذکر دائمی نہیں ہوسکتا، اگر یہ دو چار سالہ سخت ریاضت کرے تو کیا حکم ہے؟ (۳۸۲/۴۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مرشدِ کامل متبعِ سنت عالم سے بیعت ہوکر کام کرے کہ محض مجاہدہ وریاضت مقصود نہیں، بلکہ مقصود رضائے حق تعالیٰ ہے، جو مرشد کامل بتلائے وہ عمل کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام مذہب کی تقلید واجب ہے یا شیخ کامل کی؟

سوال: (۱۱۰۶) شریعت میں شیخ کامل کے مریدوں کو مذہب کے امام کی تقلید واجب ہے،

(۱) دیکھیے **القول الجمیل**، ص: ۱۴-۲۰، دوسری فصل - شروط مرشد۔
(۲) اس شعر کا ترجمہ کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۱۰۲) کے حاشیہ (۲) میں ہے۔

یا شیخ کامل کی؟

الجواب: احکام شرعیہ میں اپنے امام مذہب کی تقلید کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیری مریدی کا سلسلہ کب سے ہے؟

سوال: (۱۱۰۷) سلسلۂ پیری مریدی کب سے ہے؟ اور مسنون و مستحب ہے یا کیا؟

(۲۰۰۷-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: سلسلۂ پیری مریدی مسنون طریقہ ہے، اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے ثابت اور متوارث ہے۔ کما حقّقه الشّيخ العلامة الشّاه ولي الله المحدث الدّهلوي في "القول الجميل" ومن شاء التّفصيل والاطلاع على النّصوص المثبتة للبيعة فليرجع إليه (۱) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ الآية﴾ (سورۂ فتح، آیت: ۱۰) اور جس پیر کا طریقہ خلاف شریعت ہے، تو اس سے مرید ہونا بھی درست نہیں، اور اگر ہو گیا ہے تو بیعت توڑ دے، اور ہرگز خلاف (شرع) امور میں پیر کا اتباع نہ کرے: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صحابۂ کرام کا تصوف اور ان کی نسبت کس طرح حاصل ہوسکتی ہے؟

سوال: (۱۱۰۸) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تصوف کیا تھا؟ اور نسبت صحابیت کس طریق سے حاصل ہوتی ہے؟ (۸۰۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تصوف اتباعِ شریعت مطہرہ تھا، اور نسبت: نسبتِ احسانیہ تھی، جس کی نسبت وارد ہے۔ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ الحديث (۳) فقط واللہ اعلم

---

(۱) شفاء العليل ترجمة القول الجميل، ص: ۷-۸، فصل اوّل، استدلالِ بیعت۔

(۲) عن النّوّاس بن سِمْعان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لاطاعة لمخلوقٍ الحديث (مشكاة المصابيح، ص: ۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثّاني)

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان النّبي صلّى الله عليه وسلّم بارزًا يومًا للنّاس، فأتاه رجلٌ، فقال: ما الإيمان؟ .... قال: ما الإحسان؟ قال: أن تعبد الله الحديث (صحيح البخاري: ۱/۱۲، كتاب الإيمان، باب سؤال جبرئيل النبي صلّى الله عليه وسلّم =

سلسلۂ اُویسیہ کی حقیقت

سوال: (۱۱۰۹) سلاسل اولیاء کرام سے کوئی سلسلہ اویسیہ بھی ہے یا نہیں؟ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مرید ہوا یا نہیں؟ آج کل ان کے سلسلہ میں کون شخص مرید کرتا ہے؟ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں کون سی کتاب ہے؟ بعض علماء طریقۂ اویسیہ کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں جو شخص اویسیہ طریقہ میں مرید ہوگا وہ کافر ہے، حضور ﷺ کی خدمت میں تین مرتبہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، لیکن حضرت سے ملاقات نہیں ہوئی واپس چلے گئے، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ (۶۴۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اویسیہ طریقہ کے معنی اب اصطلاحاً یہ ہیں کہ جس بزرگ کو کسی دوسرے بزرگ سے روحی (روحانی) فیض حاصل ہو اور بہ ظاہر فیضِ صحبت حاصل نہ ہوا ہو اس کو کہا جاوے گا کہ بہ طریق اویسیہ ان کو فیض حاصل ہے، جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے مولانا خرم علی صاحب مترجم قول جمیل (شفاء العلیل) میں نقل فرماتے ہیں:

فائدہ: مولانا نے فرمایا کہ میں نے حضرت ولیٔ نعمت یعنی مصنف سے پوچھا کہ شیخ ابوعلی فارمدی کو کہ ابوالحسن خرقانی کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اس رسالہ میں کیوں نہ ذکر کیا؟ فرمایا کہ یہ نسبت اویسیت کی ہے، یعنی روحی فیض ہے، اور اس رسالہ میں غرض یہ ہے کہ نسبت صحبت کی من وعن عالم شہادت میں جو ثابت ہے مذکور ہو، ولیکن اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے، شیخ ابوعلی فارمدی کو ابو الحسن خرقانی سے روحی فیض ہے، اور ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے، چنانچہ رسالۂ قدسیہ میں خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ نے مذکور کیا ہے انتہی

= عن الإيمان والإسلام وغيرهما)

احسان کے معنی ہیں: نکو کردن: عمدہ کرنا یعنی شریعت پر عمدہ طریقہ پر عمل پیرا ہونا، یعنی اس طرح عبادت وغیرہ کرنا کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اس طرح جو بھی شریعت پر عمل کرے گا اس کا عمل شاندار ہوگا، اور آدمی میں یہ ملکہ (استحضار) پیدا ہو جائے اُسی کا نام نسبتِ احسانیہ ہے، اور یہ ملکہ کثرت ذکر سے حاصل ہوتا ہے، اور تصوف کا بنیادی عمل یہی ہے، جو مامور بہ ہے، سورۃ الاحزاب (آیت: ۴۱-۴۲) میں ہے: اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کو بہ کثرت یاد کیا کرو، اور صبح وشام یعنی علی الدوام اس کی تسبیح وتقدیس کیا کرو۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

شفاء العلیل ترجمہ قول جمیل(١)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ نسبت اویسیت کے معنی روحی فیض کے ہیں، اور یہ نسبت قوی اور صحیح ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ نسبت اویسیت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مرید ہوا ہو، اور یہ بھی واضح ہوا کہ نسبت اویسیت کا انکار غلط ہے، چونکہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحی فیض حاصل ہوا اور صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کو حاصل نہیں ہوئی، جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: خير التّابعين أويس القرني أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم (٢) اس لیے جس کو روحی فیض کسی بزرگ سے حاصل ہوگا اس کو نسبت اویسیت سے تعبیر کریں گے۔ وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه : أن رسول الله صلّى اللّه عليه وسلّم قال: إن رجلاً يأتيكم من اليمن يقال له أويس، لايدع باليمن غير أم له ، قد كان به بياض، فدعا الله فأذهبه عنه إلاّ موضع الدينار أو الدرهم ، فمن لقيه منكم فليستغفر لكم (٣) وفي رواية: قال: سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: إن خير التابعين رجل يقال له أويس وله والدة، وكان به بياض، فمروه فليستغفر لكم رواه مسلم(٢)(مشكاة شريف، ص:۵٧۴)

اس حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اویس قرنی آپ کی خدمت میں نہیں حاضر ہوئے، اور وجہ اس کی دوسری روایات سے یہ معلوم ہوئی ہے کہ ماں

(١) شفاء العليل ترجمة القول الجميل، ص:١٦٢، فصل أحدعشر، ذکر سلاسل طریقت مصنف۔

(٢) عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال : إنّي سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: إن خير التّابعين رجل يقال له أويس وله والدة وكان به بياض فمروه فليستغفر لكم (الصّحيح لمسلم: ٢/٣١١، كتاب الفضائل، باب من فضائل أويس القرني رحمه اللّٰه تعالىٰ)

(٣) عن أسير بن جابر رضي الله عنه أنّ أهل الكوفة وفدوا إلى عُمرو فيهم رجل ممّن كان يسخر بأويس، فقال عمر: هل هٰهنا أحد من القرنيين؟ فجاء ذلك الرّجل، فقال عمر: إنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قد قال : إنّ رجلاً يأتيكم من اليمن إلخ (مشكاة، ص:۵٨١-۵٨٢، باب ذكر اليمن والشّام وذكر أويس القرني، الفصل الأوّل والصّحيح لمسلم: ٢/٣١١، كتاب الفضائل، باب من فضائل أويس القرني رحمه اللّٰه تعالىٰ)

کی خدمت کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکے، آپ کے ان الفاظ سے إنّ رجلاً یأتیکم إلخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اویس قرنی صحابہ کی خدمت میں آویں گے، اور خود آپ کا ان کو تابعی فرمانا بھی اس کی دلیل ہے، باقی یہ کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں آئے ہوں، اور ملاقات نہ ہوئی ہو کہیں ثابت نہیں معلوم ہوتا، اور حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کی کوئی کتاب بھی بندہ کو معلوم نہیں ہے، اور ان کے سلسلہ کا بھی حال معلوم نہیں ہے کہ ان کا مرید کون ہوا؟ پھر کون ہوا؟ الخ اور نہ یہ معلوم کہ آج کل ان کے سلسلہ میں کوئی مرید کرتا ہے یا نہیں؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ولی کی پہچان

سوال: (۱۱۱۰) خلاصہ سوال یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی کیا پہچان ہے؟ (۴۵۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ نے علامت اولیاء اللہ کی یہ (بیان) فرمائی ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ، الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ (سورۂ یونس، آیت: ۶۲-۶۳) یعنی آگاہ رہو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، وہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے ہیں، اور متقی ہیں۔ دوسری آیت میں ہے: ﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ (سورۂ انفال، آیت: ۳۴) یعنی اولیاء اللہ وہی ہیں جو متقی ہیں، پس معلوم ہوا کہ جو پورے متقی ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں وہی ولی ہیں، اور اہل تصوف میں یہ روایت منقول ہے: أولیائي تحت قِبَابِي لایعرفهم غیري (۱) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے اولیاء میرے قبوں میں ہیں، ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا، لہٰذا اس امر کے پیچھے نہ پڑیں کہ ولی اس زمانہ میں کون ہے؟ اور فلاں شخص ولی ہے

---

(۱) مرقاة المفاتيح، شرح مشكاة المصابيح: ۵۱۳/۹، كتاب الرّقاق، باب الرّياء والسّمعة، الفصل الثّالث، حديث: ۵۳۲۸ کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کو حدیث قدسی کے طور پر لکھا ہے، اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، اور اس میں قَبائي ہے، قَباء کے معنی ہیں: چوغہ، پس ترجمہ یہ ہے: ''میرے اولیاء میرے چوغے میں ہیں، ان کو میرے سوائے کوئی نہیں پہچانتا'' مگر رجسٹر فتاویٰ میں قِبَــابِيْ ہے، یہ قُبّة کی جمع ہے، فتویٰ میں اس کا ترجمہ کیا ہے، اس کے بعد جاننا چاہیے کہ یہ محض بے اصل روایت ہے، حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے، اور حیرت کی بات ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے موضوعات پر دو کتابیں لکھی ہیں، پھر اُن کا ذہن اس طرف کیوں نہیں گیا۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

یا نہیں؟ اور اگر بیعت ہونے کا کسی بزرگ سے خیال ہے تو اس کی علامت صوفیائے کرام نے یہ لکھی ہے کہ جو بزرگ عالم اور صاحب باطن ہو اور کسی بزرگ کا مجاز ہو، اور اس کی صحبت میں دل جمعی حاصل ہو، اور اللہ یاد آئے، اس سے بیعت کرلی جائے۔ خوش گفت:

باہر کہ نشستی ، و نشد جمع دلت ❁ وزتو نہ رمید صحبتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش ❁ ورنہ نکند روحِ عزیزاں بہ حَلَتْ(۱)

جاہل مکار اور بے نمازی ولی نہیں ہوسکتا

سوال: (۱۱۱۱)......(الف) ایک فقیر جاہل لوگوں کو مرید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں سال بھر یا چھ ماہ کی بلا بیائی ہوئی گائے کے نیچے سے دودھ نکال دیتا ہوں، ایسے شخص کا مرید ہونا کیسا ہے؟

(ب) ایک شخص مسجد میں برہنہ بیٹھا رہتا ہے، اور نماز بھی نہیں پڑھتا، اور ہوش وحواس بھی درست ہے، ایسے شخص کو ولی کہہ سکتے ہیں؟ اور ولی ہوسکتا ہے یا نہ؟ (۶۳۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) ایسے مکار فریبی کا مرید ہونا درست نہیں ہے، حضرت مولانا رومی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ❁ پس بہ ہردستے نشاید داد دست(۲)

(ب) باوجود درستیٔ ہوش وحواس وعقل کے جو شخص خلاف شریعت ہو اور تارک فرائض ومرتکب محرمات ہو وہ ولی نہیں ہوسکتا۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ (سورۂ انفال، آیت:۳۴) وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ الَّذِیْنَ

(۱) یہ حضرت عزیزانِ علی رامیتنی کی رباعی ہے (مالا بدمنہ،ص:۱۷۹، کتاب الاحسان) اور شاعر نے چوتھے مصرعہ میں اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

جس کسی کے پاس بیٹھے تو اور تجھے دل جمعی حاصل نہ ہو، اور تجھ سے نہ بھاگے تیری دنیا کا تعلق (آب و گِل یعنی دنیا، صحبت، یعنی تعلق) یعنی تیری دنیا کی محبت کم نہ ہوئی۔

تو سن! اس شخص کی صحبت سے گریزاں رہ، ورنہ عزیزاں کی روح تجھ کو معاف نہیں کرے گی (فارسی میں بہ حل کردن کے معنی ہیں: معاف کرنا ـــــ یہ رباعی آگے بار بار آئے گی)

(۲) اس شعر کا ترجمہ کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۱۰۲) کے حاشیہ (۲) میں ہے۔

آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ (سورۂ یونس، آیت: ۶۲-۶۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیر کے اوصاف

سوال: (۱۱۱۲)......(الف) صوفی کی بیعت واجب ہے یا عالم کی؟

(ب) کس عمر میں بیعت کرنی چاہیے؟ پیر کے اوصاف کیا ہوں؟

(ج) کیا بغیر بیعت کے انسان صراط مستقیم پر نہیں چل سکتا باوجودیکہ عالم ہو؟ (۱۴۷۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف-ج) بیعت اس شخص کی کرنی چاہیے جس میں امور ذیل موجود ہوں، قرآن شریف کی تفسیر سے کم ازکم مدارک اور جلالین پر حاوی ہو، اور حدیث شریف سے کم ازکم مصابیح اور مشکاۃ سے اچھی طرح آگاہ ہو، یعنی علم دین سے خوب آگاہی رکھتا ہو اور حلال وحرام سے واقف ہو، متقی ہو، زاہد ہو، اور پابند طاعات مؤکدہ واذکار ماثورۂ منقولہ فی الصحاح بھی ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ دل کا غافل نہ ہو، بلکہ نصیحت یادداشت یعنی پاس انفاس سے خوب مانوس ہو۔ آمر بالمعروف، ناھی عن المنکر ہو۔ کامل مرشدوں کی خدمت میں کچھ عرصہ گذارا ہوا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیر متبع سنت عالم باعمل ہونا چاہیے

سوال: (۱۱۱۳) پیر ہونے کے لیے کن کن شرائط کی ضرورت ہے؟ (۱۵۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پیر متبع سنت عالم باعمل ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۱۴) پیر طریقت کی کون سی شرائط ہیں؟ ہر سید اور ہر عالم بغیر پابندی احکام شرعیہ کے پیر بن سکتا ہے؟ اور بغیر اجازت شیخ کامل کے مرید کرسکتا ہے؟ (۱۶۱۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: بدون اتقاء اور اتباع احکام شریعت کے کوئی شخص پیر بنانے کے لائق نہیں ہے، اور پیر بنانا ایسے شخص کو حرام اور ممنوع ہے: قال العارف الشّیرازي: شعر:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۞ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید(۱)

وقال العارف الرّومي قدّس سرّہٗ: شعر:

(۱) ترجمہ: نبی کے برخلاف جو بھی راستہ اپنائے گا وہ ہرگز منزل تک نہیں پہنچے گا۔۱۲

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ❁ پس بہ ہر دستے نشاید داد دست (۱)

اور باقی شرائط پیر طریقت کی قول جمیل میں مشرح مذکور ہیں، شفاء العلیل ترجمہ قول جمیل مطبوعہ ملتا ہے، اس کو لے کر دیکھیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کامل ومقبول ولی کی شناخت

سوال: (۱۱۱۵) کامل مقبول کی کیا شناخت ہے؟ کتب تصوف میں لکھا ہے کہ اہل اللہ برائے فتوح کوئی عمل نہیں پڑھتے تو پھر ان کو فتوحات کس طرح حاصل ہوجاتی ہیں؟ (۳۸۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عندالشرع کامل مقبول کی شناخت یہ ہے کہ کبائر سے مجتنب ہو، صغائر پر مصر نہ ہو، زاہد فی الدنیا ہو، راغب فی الآخرت ہو، طاعات پر مواظبت ہو، تعلق دل کا اللہ پاک سے رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ، اور اس عمل ورسوخ کا ثمرہ دنیا میں بھی من جانب اللہ بلا طلب یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ ہر چیز اس کی طرف میلان کرنے لگتی ہے، اور حق تعالیٰ بھی خود اس کا حامی ومتکفل ہوجاتا ہے۔ من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ (۳) جب وہ دنیا سے معرض ہوجاتا ہے اور حق تعالیٰ کی خدمت واطاعت میں مصروف ہوتا ہے تو دنیا اس کی خدمت کے لیے متوجہ ہوتی ہے۔ غرض ان کو فتوح بوجہ عملیات مروجہ نہیں ہوتی بلکہ حسبِ ارشاد خداوندی: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ (سورۂ مریم، آیت: ۹۶) ہر چیز ان کی مطیع ومنقاد ہوجاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

متبع سنت کی بیعت سے منع کرنا صحیح نہیں

سوال: (۱۱۱۶) ہمارے ملک میں ولی صالح ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے واسطے بیعت کرنے عوام الناس کے، اور بہت سے لوگ بہ ذریعہ بیعت اس کی نیکی کی طرف مائل

---

(۱) اس شعر کا ترجمہ کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۱۰۲) کے حاشیہ (۲) میں ہے۔

(۲) شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل، ص: ۱۴-۲۰، فصل دوم، شروط مرشد۔

(۳) مرقاۃ المفاتیح: ۳/۳۵۵، کتاب الصّلاۃ — باب صلاۃ الضّحٰی، أوائل الفصل الثّاني. میں اس کو ایک مقولہ کے طور پر لکھا ہے مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس کو حدیث نہیں کہا۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

ہوئے، ایسے لوگ کہ بغیر زنا وخمر خواری وجوا کھیلنے کے اور کچھ نہیں جانتے، وہی لوگ عابد ومعتکف مسجد ہوگئے، ایسی حالت میں ایک فریقِ علماء اس ولی کی بیعت کو جائز رکھتے ہیں، اور فریقِ دوم ناجائز کہتے ہیں، نہایت صالح وپُر تاثیر آدمی ہے، دفعۃً بیعت کے واسطے توجہ کرنے پر مرید مجذوب ہوجاتا ہے۔ بینوا توجروا. (۳۵۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ولی صالح متبع سنت سے بیعت ہونا درست بلکہ مستحب ہے، ایسے شخص متبع سنت کی بیعت سے منع کرنا جس کی صحبت مؤثر ہو، اور صلاح وتقوی واتباع سنت کی طرف بلائے صحیح نہیں ہے، بلکہ اس سے بیعت ہونا عین حکم شرعی ہے، اور شیخ صالح کی علامت بزرگوں نے یہی لکھی ہے کہ ان کی صحبت میں صلاح وتقوی کی طرف رغبت ہو، اور منہیات سے پرہیز ہو وغیرہ، اور إذا رُءُ وْا ذُکِرَاللّٰہُ (۱) حدیث شریف کا جملہ ہے کہ ان کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے، اور کسی بزرگ نے فرمایا:

باہر کہ نشستی، ونشد جمع دلت ۞ وزتو نہ رمید صحبتِ آب و گلت
زنہار زصحبتش گریزاں می باش ۞ ورنہ نکند روح عزیزاں بہ حلَتْ (۲)

پس اس کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ جس کی صحبت میں دل جمعی اور دنیا کی محبت سرد ہو اس کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیر ہونے کے لیے سید ہونا ضروری نہیں

سوال: (۱۱۱۷) پیر ہونے کے لیے سید ہونا ضروری ہے یا دوسری قوم کا بھی پیر ہوسکتا ہے؟ (۱۷۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: سید ہونا شرط نہیں ہے، عالم باعمل واقف شریعت اور طریقت ہونا چاہیے۔ شیخ ہو یا سید یا اور کوئی قوم۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۳)

---

(۱) عن أسماء بنت يزيد رضي الله عنها أنّها سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: ألا أنبئكم بخياركم؟ قالوا: بلىٰ يا رسول الله! قال: خياركم الّذين إذا رُءُوْا ذُكرالله عزّوجلّ (سنن ابن ماجة، ص:۳۰۳، أبواب الزّهد، باب من لا يؤبه له)

(۲) اس رباعی کا ترجمہ کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۱۱۰) کے حاشیہ (۲) میں ہے۔

دخولِ جنت کے لیے بیعت شرط نہیں

سوال: (۱۱۱۸) ایک شخص بیعت کا منکر ہے، مگر شریعت کا پابند ہے، تو وہ شخص ناجی اور داخل جنت ہوگا یا نہیں؟ (۳۲/۲۵۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے قول جمیل میں ثابت فرمایا ہے کہ بیعت مسنون ہے(۱) اور انکار اس سے غلط اور نادانی ہے، لیکن اگر کوئی شخص پابند شریعت وسنت ہو اور بیعت نہ ہوا ہو تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں، اور نجات ودخول جنت کے لیے اتباع شریعت کافی ووافی ہے، اور در حقیقت بیعت سے غرض بھی تکمیل اتباع شریعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صرف بیعت ہونا نجات کے لیے کافی نہیں

سوال: (۱۱۱۹) زید ایک بزرگ سے بیعت ہے، مگر صوم وصلاۃ کا پابند نہیں ہے، جب لوگ اس کو سمجھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ ہم بڑے بزرگ کے مرید ہیں، ہماری نجات کا سامان ہوجائے گا، یہ کہنا زید کا درست ہے یا نہیں؟ (۳۲/۲۱۲۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایسا کہنا جائز نہیں ہے، قیامت میں اپنے اعمال کام آویں گے پیر کے اعمال اور بزرگی سے بغیر اپنے اعمال کے کچھ نفع نہیں ہے، ایسا شخص فاسق ومبتدع ہے، توبہ کرے۔ فقط

مَردوں سے بیعت لینے کا مستحب طریقہ

سوال: (۱۱۲۰) بیعت ہونے کے لیے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا لازم اور ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۲۴۰ھ)

---

(۱) واستفاض عن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم أنّ النّاس كانوا يبايعونه تارةً على الهجرة والجهاد وتارةً على إقامة أركان الإسلام وتارةً على الثّبات والقرار في معركة الكفّار و تارةً على التّمسّك بالسّنّة والاجتناب عن البدعة والحرص على الطّاعات كما صحّ أنّه صلّى اللّٰه عليه وسلّم بايع نسوة من الأنصار على أن لا ينحن ...... مما لا شكّ فيه ولا شبهة أنّه إذا ثبت عن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم فعل على سبيل العبادة والاهتمام بشأنه ، فإنّه لاينزل عن كونه سنّة في الدّين (شفاء العليل ترجمة القول الجميل، ص: ۷-۸، فصل اوّل)

الجواب: بیعت کرنے میں ہاتھ میں ہاتھ دینا ضروری اور شرط نہیں ہے، البتہ مردوں کے بیعت کرنے میں یہ مستحب اور سنت ہے، پس اگر زبانی کسی شیخ سے مرید ہوگیا اور عہد استقامت علی الشریعت کرلیا بیعت ہوگیا، اگر چہ ہاتھ میں ہاتھ نہ لیا گیا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں سے بیعت لینے کا صحیح طریقہ

سوال: (۱۱۲۱) عورتوں کو بیعت کرتے وقت جب کہ وہ پردہ میں ہوں چادر پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۰۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بیعت کا یہ طریقہ محمود ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ وغیرہ نے اس کو تفصیل سے لکھا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۲۲) بیعت اجنبیہ عورتوں کی مرد کو ہاتھ سے ہاتھ ملا کر یا ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر، یا کنارہ کپڑے کا پکڑ کر، یا ہاتھ کو پیالے پانی بھرے ہوئے میں ڈبو کر بیعت لینی جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ حدیثیں کہ تفسیر کبیر اور روح البیان اور احمدی میں مشعر جواز ان سب امور کی ہیں، صحیح اور قابل استدلال مجوزین ہیں یا نہیں؟ (۱۳۶۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عورتوں کو ہاتھ سے ہاتھ ملا کر بیعت نہ کرے، بلکہ احادیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ عورتوں کو صرف زبان سے بیعت فرماتے تھے، کسی عورت کے ہاتھ کو آپ ﷺ نے ہاتھ نہیں لگایا(۲) باقی کنارہ کپڑے کا پکڑا دینے میں حرج نہیں ہے، اور ان روایات کا حال معلوم نہیں جو آپ نے تفسیر کبیر وغیرہ کے حوالہ سے بیان کیا(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) أمّا بيعة النّساء فبأن يأخذ الشّيخُ طرفَ ثوبٍ والّتي تبايعُ طرفَه الآخرَ واللّٰهُ أعلم (القول الجميل مع ترجمۂ اردو شفاء العليل ص:۲۹، دوسری فصل)

(۲) عن عروة أنّ عائشة رضي الله عنها أخبرته عن بيعة النّساء، قالت: ما مسّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بيده امرأة قطّ إلّا أن يأخذ عليها، فإذا أخذ عليها فأعطته: قال: اذهبي فقد بايعتكِ (الصّحيح لمسلم: ۱۳۱/۲، كتاب الإمارة، باب كيفية بيعة النّساء؟)

(۳) ایسی روایات ہیں اور قابل استدلال بھی ہیں، مگر معتمد علیہ نہیں ہیں، روح المعانی: (۸۱/۲۸، سورۂ ممتحنہ، آیت: ۱۲ کی تفسیر) میں ہے: ومن يُثْبتُ ذلك يقول بالمصافحة وقت المبايعة، والأشهر المعوّل عليه: أن لا مصافحة. بلکہ اعتماد مسلم شریف کی روایت پر ہے جو گذشتہ حاشیہ میں آئی ہے۔۱۲ سعید احمد پالن پوری

سوال: (۱۱۲۳) عورتوں سے بیعت لینے کا کیا طریقہ ہے؟ اور پیغمبر خدا ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین عورتوں کی بیعت کس طرح لیتے تھے؟ (۱۱۷۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: عورتوں کو بیعت کرنا زبانی ہے۔ زبان سے ان سے اقرار کرایا جاوے موافق مضمون آیت کریمہ: ﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَ كَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ الآية ﴾ (سورۂ ممتحنہ، آیت: ۱۲) فقط

بغیر نیت کے صرف الفاظ کہنے سے بیعت نہیں ہوتی

سوال: (۱۱۲۴) زید کا یہ ارادہ تھا کہ میں کسی عالم کامل سے بیعت ہوں، ایک روز ایک شخص زید کے پاس آیا اور کہا کہ تم کسی سے مرید ہو چکے ہو؟ زید نے کہا نہیں، اس نے کہا کہ مستعد ہو جاؤ اور ہاتھ لاؤ، زید نے ٹلانا بھی چاہا، مگر کہنے سننے سے شرما شرمائی بیعت ہو گیا، مگر جو کچھ الفاظ کہے وہ بہ نیت بیعت نہیں کہے، اور زید کا دل اس شخص سے بیعت ہونے کے لیے ہرگز راغب نہیں تھا، اس صورت میں زید دوسری جگہ بیعت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۳۰/۷-۳۳/۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس حالت میں زید دوسری جگہ بیعت کر سکتا ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے: إنّما الأعمال بالنّيات (۱) اور زید کی نیت چونکہ اس شخص سے بیعت کی نہ تھی، اور اس نے جو الفاظ کہے وہ بہ نیت بیعت نہیں کہے، تو زید اس شخص کا مرید نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کو بیعت کرنا درست ہے

سوال: (۱۱۲۵) عورتوں کو بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۷۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: عورتوں کو بیعت کرنا درست ہے، آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو بیعت کیا ہے، اور سلف وخلف سے ہر زمانے میں یہ سنت جاری رہی ہے، البتہ عورتوں کی بیعت صرف زبانی ہوتی ہے، ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہ کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) صحيح البخاري: ۲/۱، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدؤ الوحي إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إلخ .

عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی پیر سے بیعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۲۶) عورتیں خاوند کی بلا اجازت مرشد کی بیعت کر سکتی ہیں یا نہیں؟

(۷۹۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بیعت کر سکتی ہیں، بہ شرطیکہ شرائط بیعت اس بزرگ میں موجود ہوں۔ **والتفصيل في القول الجميل** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۲۷) کوئی عورت بلا رضا مندی شوہر کے کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر باوجود شوہر کے ناراضی کے بیعت کر لی تو ایسی عورت کے متعلق شرعًا کیا حکم ہے؟ اور اس صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۰۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: شیخ کامل متبع سنت سے بیعت ہونے کے لیے شوہر کی رضا مندی اور اجازت لینا شرعًا ضروری نہیں ہے، لیکن بہتر ہے کہ شوہر کی اجازت سے اور اس کو اطلاع کر کے بیعت ہو، تا کہ اس کے دل پر کچھ خیال اور ملال نہ ہو اور بدظنی نہ ہو، اور یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ پیر خلاف شرع نہ ہو، ورنہ اس سے بیعت ہونا حرام ہوگا۔ شعر:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ❁ پس بہ ہر دستے نشاید داد دست (۲)

سوال: (۱۱۲۸) کیا عورت بلا اجازت خاوند کے بیعت کر سکتی ہے؟ (۱۴۷۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: عورت پیر کامل کے ساتھ بدون اجازتِ شوہر بیعت کر سکتی ہے کیونکہ مامورات شرعیہ میں شوہر کا اذن ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیعت ہونے کے بعد عورت کو پیر سے پردہ کرنا فرض ہے

سوال: (۱۱۲۹) کیا پیر پکڑنا فرض ہے؟ اور پیر پکڑنے کے وقت پیر عورت کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر بیعت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور عورت کو پیر سے پردہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ (۲۴۵۶/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) شفاء العليل ترجمة القول الجميل، ص: ۱۴-۲۰، فصل دوم، شروط مرشد۔

(۲) اس شعر کا ترجمہ کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۱۰۲) کے حاشیہ (۲) میں ہے۔

الجواب: بیعت ہونا یعنی پیر پکڑنا فرض نہیں ہے بلکہ سنت اور مستحب ہے، اور غرض پیر پکڑنے سے بھی اتباع شریعت پر قائم ہونا اور پختہ ہونا ہے، پس جب کہ کوئی مرد اور عورت احکام شریعت پورے طور سے بجالائے، اور فرائض وواجبات وسنن حسب حکم شریعت ادا کرے، اور محرمات اور معاصی سے حتی الوسع مجتنب رہے، وہ شخص پکا مؤمن ومتقی ہے، اور اللہ کا محبوب ومقرب ہے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ الآية ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۳۱) پس جب کہ معلوم ہوا کہ بیعت ہونا اور پیر پکڑنا فرض نہیں ہے تو اگر بیعت ہونے کا ارادہ ہو اور برکت حاصل کرنی ہو تو ایسے پیر سے بیعت ہو جو عالم ربانی اور متبع شریعت ہو، کوئی امر خلاف شریعت اس میں موجود نہ ہو، اور عورت کے لیے بیعت ہونے میں یہ بھی ضروری ہے کہ پیر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں نہ لیوے جیسا کہ مردوں کی بیعت کا طریقہ ہے، بلکہ صرف زبانی بیعت کر لیوے، اور بعد بیعت ہونے کے عورت کو پیر سے ایسا ہی پردہ کرنا فرض ہے جیسا کہ اجنبی مردوں سے، اور جو پیر اپنی مریدنیوں کے سامنے بے حجاب ہو جائے اور ان کو پردہ کو نہ کہے وہ فاسق وعاصی ہے، وہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کو پیر بنایا جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عورتوں کو بیعت فرماتے تھے تو صرف زبان سے اقرار کرا لیتے تھے، کسی عورت کے ہاتھ کو آپ نے کبھی ہاتھ نہیں لگایا(۱) وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآية ﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۲۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن عروة بن الزّبير رضي الله عنه أن عائشة زوج النّبي صلّى الله عليه وسلّم قالت: كان المؤمنات إذا هاجرن إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يُمتحنّ بقول الله تعالىٰ: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ إلى آخر الآية﴾ قالت عائشة رضي اللّٰه عنها: فمن أقر بهذا من المؤمنات فقد أقر بالمحنة، وكان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إذا أقررن بذلك من قولهن، قال لهنّ رسول الله صلّى اللّٰه عليه وسلّم: انطلقن، فقد بايعتكنّ، ولا واللّٰهِ! ما مسّت يد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يد امرأة قطّ غير أنّه يبايعهنّ بالكلام الحديث (الصّحيح لمسلم: ۱۳۱/۲، كتاب الإمارة، باب كيفية بيعة النّساء؟)

شوہر کے راز پیر سے کہنا

سوال: (۱۱۳۰) شوہر کے راز پیر سے کہنا کیسا ہے؟ (۱۴۷۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: شوہر کے وہ راز جن کو وہ مخفی رکھنا چاہتا ہے اور اپنی عورت کو امین تصور کر کے اس پر آگاہ کرتا ہے ایسے راز کا کہنا خیانت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میاں بیوی کا ایک ہی پیر سے مرید ہونا

سوال: (۱۱۳۱) ایک شخص ایک شاہ صاحب کے مرید ہوئے ہیں، اور ان کی زوجہ بھی ان کی مرید ہوئی ہے، اور بچے بھی ان ہی کے مرید ہیں، ایسی حالت میں اس عورت اور شوہر کا برتاؤ بدستور رہا یا فرق ہوگیا؟ اور زوجہ وشوہر پیر بھائی بہن ہوئے یا نہیں؟ (۱۱۶۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شوہر اور زوجہ اگر ایک پیر سے مرید ہوگئے تو اس سے نکاح میں اور کسی معاملہ میں کچھ فرق نہیں آتا، بلکہ چاہیے کہ تعلق زوجیت کا زیادہ قوی ہو جائے، آخر رسول اللہ ﷺ سے خاوند و بیوی صحابہ میں سے دونوں ہی بیعت ہوتے تھے، اور ویسے بھی سب مسلمان مرد اور عورتیں بھائی بہن ہیں۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (سورۂ حجرات، آیت: ۱۰) قرآن شریف میں وارد ہے، الحاصل اس میں کچھ وہم نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۳۲) اگر میاں بیوی ایک پیر سے مرید ہوں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۹۰۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: زوجین اگر دونوں ایک پیر سے مرید ہوں تو یہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مریدنی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۳۳) مریدنی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ پہلے مرید کر لیا جائے پھر نکاح کرے؟ (۹۷۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مریدنی سے نکاح درست ہے، لیکن دھوکا بازی کرنا حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

عورتوں کو خلوت میں بیعت کرنا

سوال: (۱۱۳۴) عورتوں کو خلوت میں بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۶۶۵ھ)

الجواب: خلوة بالأجنبية حرام ہے اس لیے بیعت عورتوں کو خلوت میں نہ کرے البتہ اگر کوئی دوسرا مرد وہاں موجود ہو یا کوئی عورت محرمہ موجود ہو تو پھر درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کو علیحدہ مکان میں لے جا کر وظیفہ بتانا یا ان کا حلقہ کرانا

سوال: (۱۱۳۵) پیر کے سامنے بے پردہ یعنی منہ سے عورت کو پردہ اتار کر دیدار کرنا اور پیر کا عورت کو علیحدہ مکان میں لے جا کر وظیفہ وغیرہ بتانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۳۱۹ھ)

الجواب: نہیں چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۳۶) ایک شخص عورتوں اور مردوں اور نابالغ بچوں کو بیعت کرتا ہے اور عورتوں کو تنہائی میں حلقہ کراتا ہے، یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۹۸۹ھ)

الجواب: بیعت کرنا عورتوں اور مردوں اور بچوں کو جائز ہے مگر عورتوں کے ساتھ تنہائی میں جہاں کوئی دوسرا مرد یا عورت محرم نہ ہو حلقہ کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں ہے کہ تنہا عورتوں کا امام ہونا سوائے مسجد کے جہاں کوئی دوسرا مرد یا عورت محرم نہ ہو مکروہ ہے(۱) فما ظنّك بالحلقة المرسومة؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیر کا مع مریدین حلقہ کرنا

سوال: (۱۱۳۷) پیر کا معہ مریدین کے حلقہ کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۶۱۱ھ)

---

(۱) تکره إمامة الرّجل لهنّ في بيت ليس معهنّ رجل غيره ولا محرم منه كأخته أو زوجته أو أمته أمّا إذا كان معهنّ واحدٌ ممّن ذكر أو أمّهنّ في المسجد لا يكره. بحر (الدّر) وفي الشّامي: قوله: (في المسجد) لعدم تحقّق الخلوة فيه، ولذا لو اجتمع بزوجته فيه لا يعدّ خلوة (الدّرّ مع الرّدّ: ۲/۲۶۴، كتاب الصّلاة، باب الإمامة، مطلب: إذا صلّى الشّافعي قبل الحنفي هل الأفضل إلخ)

الجواب: حلقہ کرنا اور کرانا بہ غرض افادہ واستفادہ اور ذکر اللہ اور درود شریف و تسبیح و تہلیل یہ سب امور مستحبہ مشروعہ ہیں، البتہ التزام بعض خصوصیات زائدہ کا اس کو بدعت کر دیتا ہے، اور اسی وجہ سے سلف سے ایسے امور پر انکار ثابت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کو بلا حجاب بٹھا کر مرید کرنا درست نہیں

سوال: (۱۱۳۸) کوئی پیر صاحب عورتوں کو بلا حجاب بیٹھا کر رومال پکڑ کے مرید بناتے ہیں یہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۱/۱۲۷۵ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ عورتوں کو صرف زبان سے بیعت فرماتے تھے، کسی عورت کو آپ نے کبھی مصافحہ کے ساتھ بیعت نہیں فرمایا(۱) البتہ مشائخ کرام نے یہ لکھا ہے کہ اگر رومال وغیرہ کا ایک کونہ اس کو پکڑا دیا جاوے پردہ کے ساتھ تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، اور بلا پردہ سامنے آنا عورتوں کا درست نہیں ہے، اس سے بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ فقط

ایک غیر معتبر تلقین

سوال: (۱۱۳۹) ایک پیر صاحب اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں کہ کہو: اے اللہ! میں رجوع ہوا اپنے قلب کی طرف، اور میرا قلب رجوع ہوا پیر دادا پیر کے قلب کی طرف، اور ان کا قلب رجوع ہے عرش کی طرف، اور عرش سے فیض میرے قلب پر پہنچتا ہے، اس طرح سے تلقین کرنا تصوف کی معتبر کتب سے ثابت ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۳۶۹ھ)

الجواب: اس طرح مشائخ طریقت سے منقول نہیں ہے، بلکہ مشائخ طریقت وقوف قلبی و یاد داشت کی کیفیت میں تصریح فرماتے ہیں کہ ذاکر اپنے قلب کی طرف متوجہ ہو، اور قلب کو متوجہ الی اللہ کرے، القول الجمیل میں ہے: **وأمّا یاد داشت فعبارة عن التّوجه الصّرف المجرّد عن**

---

(۱) قال عروة قالت عائشة رضي الله عنها: ...... وَاللّٰهِ! ما مست يده يد امرأة قطّ في المبايعة، ما بايعهنّ إلا بقوله. (صحيح البخاري: ۱/۳۷۴-۳۷۵، كتاب الشّروط، باب ما يجوز من الشّروط في الإسلام والأحكام والمبايعة)

الألفاظ والتّخیّلات إلٰی حقیقة واجب الوجود إلخ و أمّا وقوف قلبي فمعناه التّوجه إلی القلب إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعدد بیعت کا حکم

سوال: (۱۱۴۰) تعدد بیعت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر ایک پیر سے نفع حاصل نہ ہو یا اس میں کچھ نقصان وخلل معلوم ہو یا اس کی وفات ہو جائے یا بہت دور ہو کہ ملاقات وصحبت دشوار ہو، تو ایسی حالتوں میں دوسرے بزرگ سے بیعت ہونا اور دوسرا پیر اختیار کرنا اہل تحقیق کے نزدیک جائز ہے، اسی طرح تیسرے اور چوتھے پیر کا حال ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ قول جمیل میں فرماتے ہیں: وأمّا المسئلة السّادسة: فاعلم أنّ تکرار البیعة من رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم مأثور، وکذلك من الصّوفیة، أمّا من الشّخصین فإن کان بظهور خلل في من بایعه فلا بأس، وکذلك بعد موته أو غیبته المنقطعة وأمّا بلا عذر فإنّه یشبه المتلاعب ویذهب بالبرکة إلخ (۲)

سوال: (۱۱۴۱)...... (الف) کوئی شخص دو یا تین طریقوں میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً چشتیہ ونقشبندیہ دونوں میں بیعت ہو جاوے وغیرہ وغیرہ؟

(ب) سادات دیو بند چشتی طریقہ میں ہیں، مگر چاروں طریقہ کی سند رکھتے ہیں، ان حضرات سے کوئی شخص نقشبندی ہوسکتا ہے؟ (۲۰۷۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) طریقت میں یہ جائز ہے کہ حسب شرائط اہل طریقت تکرار بیعت کرے، اور چند طریقوں میں داخل ہو جاوے، اس میں کچھ ممانعت نہیں ہے۔

(ب) چشتی طریقہ کے ساتھ یہ حضرات نقشبندی بھی ہیں، پس طریقۂ نقشبندی ان سے لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۴۲) کئی پیر سے بیعت ہونا جائز ہے تو کس وجہ سے؟ (۲۲۱۷/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) شفاء العلیل ترجمة القول الجمیل، ص:۸۲-۸۳، فوائد فصل سادس، بیان یادداشت۔

(۲) شفاء العلیل، ص:۲۴، فصل دوم، حکم تکرار بیعت۔

الجواب: یہ اس وقت جائز ہے کہ پہلے پیر سے فائدہ نہ ہو، یا اگر وہ مبتدع ہو تو اس حالت میں دوسرا پیر متبع سنت بنانا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۴۳) ایک شخص ایک پیر سے بیعت ہوا، کچھ عرصہ بعد ایک دوسرے عالم درویش سے بیعت ہوا، تو اس پر کچھ مؤاخذہ ہے یا نہیں؟ (۶۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر دوسرا پیر عالم متبع سنت و متقی ہے، اور پہلا پیر ایسا نہ تھا تو دوسرے پیر سے بیعت ہونا اچھا ہوا، اور اس میں کچھ مواخذہ شرعی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنے مرشد کی موجودگی میں دوسرے بزرگ سے تعلیم حاصل کرنا

سوال: (۱۱۴۴)......(الف) ایک پیر مرشد کے انتقال کے بعد دوسرے بزرگ سے بہ غرض حصول تعلیم وغیرہ دوسری بیعت جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اپنے مرشد کی موجودگی میں دوسرے بزرگ سے تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟ خواہ اس کے مرشد کا علم ہو یا نہ ہو؟

(ج) ایک شخص قادریہ طریقہ پر بیعت ہے، مگر اب وہ دوسرے بزرگ سے دوسرے طریقہ پر تعلیم حاصل کرتا ہے، تو کیا یہ تعلیم طریقۂ بیعت کے منافی ہے؟ (۱۰۲۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) جائز ہے۔ (ب) اگر نفع دوسری جگہ معلوم ہو تو کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ بہتر ہے، خواہ اذن مرشد اول کا ہو یا نہ ہو۔ **وتفصيله في القول الجميل**(۱)

(ج) اس میں کچھ حرج نہیں ہے، طالب اپنے نفس کو دیکھے جس تعلیم سے نفع ہو اگرچہ وہ کسی طریقہ کی ہو اس کو اختیار کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنے پیر کے انتقال کے بعد دوسرے پیر کامل سے مرید ہونا درست ہے

سوال: (۱۱۴۵) جو شخص کسی پیر سے مرید ہوا ہو، اور قبل اس کے کہ وہ طریقت کی تعلیم پورے طور سے پائے، اس کے پیر نے انتقال کیا، تو وہ شخص کسی دوسرے عالم کامل سے مرید ہو سکتا ہے؟ اور

(۱) حوالۂ سابقہ۔

درست بھی ہے یا نہیں؟ (۱۷۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مرید ہونا دوسرے پیر کامل سے اس صورت میں درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۴۶) جس شخص کا پیر فوت ہوجاوے وہ دوسرے شخص کو پیر بنا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲۵۴۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیخ کی موجودگی میں شیخ الشیخ سے بیعت درست ہے

سوال: (۱۱۴۷) شیخ کے ہوتے ہوئے شیخ الشیخ سے بیعت درست ہے یا نہیں؟

(۲۱۰۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شیخ کی موجودگی میں شیخ الشیخ سے بیعت درست ہے کیونکہ وہ حقیقت میں ایک ہی بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر شیخ اوّل سے باطنی نفع نہ ہو تو دوسرے شیخ سے بیعت ہوسکتا ہے

سوال: (۱۱۴۸) میں ملازم سرکار محکمہ نہر بہ طور نقشہ نویسی کے سہارن پور میں کام کر رہا ہوں، اور رہنے والا میرٹھ شہر کا ہوں، یہاں پر میرے مکان کے قریب ایک منشی صاحب رہتے ہیں، جو کہ کہتے ہیں کہ وہ چشتیہ خاندان سے بیعت ہیں، اور عرصہ مدت دراز گزرا ہے کہ ان کے پیر صاحب اس دنیائے فانی سے رحلت فرما چکے ہیں، کہا جاتا ہے کہ مزار شریف مراد آباد کی طرف ہے، نیز منشی صاحب مذکور نے بندہ کو ترغیب دے کر اپنے خلیفہ سے بیعت کرادیا، میں نے صرف بیعت کے وقت خلیفہ صاحب کو دیکھا، مگر اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھا تھا، بندہ کو تسلی نہ وقت بیعت کے ہوئی نہ اس وقت تک کوئی نئی بات معلوم ہوتی ہے، منشی صاحب مذکور سے اگر کہا جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ تم خاموش بیٹھے رہو، کچھ نہ کرو، لہٰذا اس وقت جو کہ بندہ کی دلی خواہش ہے وہ پوری ہوتی نظر نہیں آتی، اس واسطے امیدوار ہوں کہ حضور تکلیف فرما کر خادم کو فتویٰ سے اطلاع فرمائیں۔

(۲۶۴۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ مسئلہ بیعت کا تصوف کا مسئلہ ہی ہے، شریعت میں اختیار ہے کہ کوئی مسلمان کسی بزرگ سے بھی بیعت نہ ہو، اور شریعت اور طریقۂ سنت کے موافق عمل کرتا رہے۔ **و ذلك هو الشّرطالعظيم** باقی اہل حقیقت نے اس کی تصریح فرمادی ہے کہ اگر شیخ اوّل سے کسی مرید کو کچھ نفع باطنی نہ ہوتو وہ دوسرے شیخ سے بیعت ہوسکتا ہے، اور یہ جائز ہے؛ لیکن پہلے شیخ کا انکار نہ کرے، اور اس سے بھی عقیدت مندرہے، بہ شرطیکہ وہ بدعتی نہ ہو۔ **وقد صرح الجواز إمامنا شيخ الشّيوخ شيخ ولي الله الدّهلوي في القول الجميل** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک پیر کی بیعت توڑ کر دوسرے پیر سے بیعت ہونا

سوال: (۱۱۴۹) جو شخص ایک پیر سے بہ وجہ شرعی بیعت توڑ کر دوسرے بزرگ سے بیعت کرے وہ حنفی ہے یا مرتد یا غیر مقلد؟ (۱۰۱۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جس پیر سے شرعًا بیعت توڑنا ضروری ہے مثلاً اس وجہ سے کہ وہ متبع سنت نہیں، ایسے پیر کی بیعت توڑ کر دوسرے پیر سے بیعت ہونا موافق شرع اور بہ طریق تصوف ضروری ہے، پس وہ مرتد یا غیر مقلد کیسے ہوسکتا ہے؟! پورا حنفی متبع سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۵۰) ایک پیر کو چھوڑ کر دوسرے پیر سے بیعت ہوسکتا ہے یا نہیں؟
(۲۰۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر پہلے پیر میں کوئی قصور ہو یعنی وہ خلاف شرع ہے تو اس کو چھوڑ کر دوسرے پیر سے بیعت ہونا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سلسلہ بدلنے والے کو مرتد کہنا درست نہیں

سوال: (۱۱۵۱) قادریہ سلسلہ کا مرید اپنے پیر کی حیات میں سلسلہ نقشبندیہ میں مرید ہوگیا،

---

(۱) فاعلم أنّ تكرار البيعة من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم مأثور و كذلك من الصّوفية، أمّا من الشّخصين فإن كان بظهور خلل في من بايعه فلا بأس، و كذلك بعد موته أو غيبته المنقطعة وأمّا بلا عذر فإنّه يشبه المتلاعب ويذهب بالبركة ويصرف قلوب الشّيوخ عن تعهده والله أعلم (شفاء العليل ترجمة القول الجميل، ص:۲۴، فصل ثانی، حکم تکرار بیعت)

بلا اجازت پیر کے، اس کو مرتد کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۷۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس کو مرتد کہنا حرام ہے، اور خوف کفر ہے، فاسق و عاصی بھی نہیں کہہ سکتے، اور اس کی تحقیق قول جمیل وغیرہ میں ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گمراہ شخص سے بیعت ہونا حرام ہے

سوال: (۱۱۵۲) ایک شخص پیشوائے اَنام ہوکر مثلاً طبلہ وسارنگی کے ساتھ سرود سنتا ہو اور غزلیں سنتا ہو، بزرگوں کی قبور کو طواف کرتا ہو، سالانہ شب معین میں بزرگوں کی خانقاہوں پر مثل دیوالیٔ ہنود بہ کثرت چراغ جلاتا ہو، مریدوں سے طوعًا وکرہًا اصناف اموال جمع کرتا ہو، اپنی عوتوں کو پردہ میں نہ رکھتا ہو، اپنے قبیلہ کی بیواؤں کا دوسرا نکاح نہ کرتا ہو، ایسے شخص سے بیعت ہونے کا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس سے بیعت ہونے سے باز نہ آویں اور ان رسوم میں شریک ہوکر اس کے عرس وغیرہ کو ترقی دیتے ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۶۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ایسا شخص اور ایسے اشخاص بہ حکم حدیث شریف فضلّوا و أضلّوا الحدیث (۲) ضال اور مضل ہیں، ان کو مقتدا بنانا اور ان سے بیعت ہونا حرام ہے، اور ان کی بدعات میں شریک ہونا اور ان کو ترقی دینا سبب بُعد کا ہے رحمت خدا تعالیٰ سے اور ان کی نماز، روزہ وغیرہ کچھ مقبول نہیں ہے (۳)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول: إنّ اللّٰه لا يقبض العلم انتزاعًا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتّى إذا لم يبق عالم اتّخذ النّاس رء وسًا جهالا، فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بغير علم، فَضَلُّوا و أَضَلُّوا (صحيح البخاري: ۱/۲۰، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم؟)

(۳) عن حذيفة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: لا يقبل اللّٰه لصاحب بدعة صومًا و لا صلاةً ولا صدقةً ولاحجًّا ولا عمرةً ولا جهادًا ولا صرفًا ولا عدلاً، يخرج من الإسلام كما تخرج الشّعرة من العجين.

وعن عبداللّٰه بن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: أبى اللّٰه أن يقبل عمل صاحب بدعة حتّى يدعَ بدعته (سنن ابن ماجة، ص:۶، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل)

وفي الحديث: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من وقّر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام (۱) یعنی جس نے توقیر کی بدعتی کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں اس کی مدد کی، اس سے معلوم ہوا کہ بدعتی اسلام کی بنیاد اکھاڑتا ہے، اور اس کی مدد کرنے والے اور اس کی توقیر کرنے والے اسلام کی بنیاد اکھاڑنے میں اور قصر ایمان گرانے میں اس کے معاون و مددگار ہیں، اور یہ مضمون بھی حدیث شریف میں ہے کہ جس نے بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی لعنت ہے (۲)

سوال: (۱۱۵۳) جو شخص ۲۷-۲۸ محرم کو پابندی کے ساتھ ایک پرانا کپڑا پہنے جس کو خرقہ کہتے ہیں، اس کو پہن کر ایک تالاب سے پانی بھر کر لاوے، اور انہیں تاریخوں میں گائے اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، اس کے خون میں تعویذ لکھے، جو بچوں کو مرض میں پہنائے جاتے ہیں، اور گوشت بہ طور تبرک تقسیم کیا جاوے، تاریخوں مذکورہ میں ڈھول سارنگی باجا وغیرہ بجواتے ہیں، اور ڈاڑھی منڈوں رافضیوں سے گانا گواتے ہیں، اور سنتے ہیں، اور کودتے پھاندتے ہیں، اور اس قسم کے بہت سے رسوم کرتے ہیں، ایسے شخص سے مرید ہونا کیسا ہے؟ (۲۳۲۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ سب امور رسوم ناجائز اور بدعت ہیں، ان امور کا کرنے والا اور اس پر اصرار کرنے والا اور مواظبت و مداومت کرنے والا ہرگز سنی حنفی نہیں ہے، بلکہ بدعتی اور فاسق ہے، بیعت ہونا اس سے جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے۔ قال عليه الصّلاة والسّلام: كلّ بدعة ضلالة الحديث (۳)

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من وقّر صاحب بدعة الحديث (المعجم الأوسط للطّبراني: ۵/۱۱۸، بقية ذكر من اسمه محمّد، رقم الحديث: ۶۷۷۲ المطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ومشكاة المصابيح، ص:۳۱، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، الفصل الثّالث)

(۲) عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: ما عندنا شيء إلّا كتاب الله، وهذه الصحيفة عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم المدينة حَرم ما بين عآئر إلى كذا من أحدث فيها حدثًا، أو آوى مُحْدِثًا فعليه لعنة الله والملائكة والنّاس أجمعين (صحيح البخاري: ۱/۲۵۱، كتاب فضائل المدينة، أوائل باب حرم المدينة)

(۳) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أمّا بعد! فإنّ خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمّد صلّى الله عليه وسلّم وشر الأمور محدثاتها وكلّ بدعة ضلالة رواه مسلم (مشكاة المصابيح، ص: ۲۷، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة)

اورفرمایا: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو ردّ الحديث(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق ومبتدع سے بیعت ہونا ہرگز جائز نہیں

سوال: (۱۱۵۴) ایک شخص ایسی روایتیں بیان کرتا ہے کہ جو شخص محرم کے مہینے میں آنسو بہائے تو دوزخ کی آگ بجھ جائے گی، مردوں اور عورتوں کو بیعت کرتا ہے، مگر عورتوں کو بلا حجاب اپنے ہاتھ میں ہاتھ (لے کر) اور خصوصًا ایسی عورتوں کو جو بازاری ہیں، اور ثبوت میں آنحضرت ﷺ کا حوالہ دیتا ہے کہ وہ بھی ہاتھ میں ہاتھ لیتے تھے، ایسے شخص سے بیعت ہونا کیسا ہے؟ (۱۱۴۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ اس شخص نے افتراء کیا رسول اللہ ﷺ پر کہ آپ بھی عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرماتے تھے، حالانکہ حدیث میں بہ تاکید وارد ہے: واللّٰه! مامسّت يده يد امرءة قطّ (۲) قسم اللہ کی! نہیں مس کیا آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو بیعت میں، اور جو کچھ روایتیں وہ شخص دربارۂ محرم بیان کرتا ہے وہ بھی افتراء وکذب ہے، پس وہ جاہل مخالف سنت اور فاسق ومبتدع ہے، ہرگز لائق اس کے نہیں کہ اس سے بیعت کی جائے، اور اس کو مقتدا بنایا جائے۔

سوال: (۱۱۵۵) ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ میں سلطان الاولیاء ہوں، اور جو شخص چاہے میں اس کو جناب رسول اللہ ﷺ کی کچہری میں حاضر کرسکتا ہوں، اور جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کراسکتا ہوں اور بدعات بہت سی کرتا ہے، ایسے شخص کی بیعت کرنا کیسا ہے؟

(۸۹۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ونعم ما قال العارف الرّومي قدّس اللّٰه تعالٰى أسراره:

---

(۱) عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: من أحدث في أمرنا هذا، الحديث (صحيح البخاري: ۳۷۱/۱، كتاب الصّلح، باب قول اللّٰه أن يصالحا بينهما صلحًا إلخ)

(۲) قال عروة قالت عائشة رضي اللّٰه عنها: فمن أقر بهذا الشّرط منهن، قال لها رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قد بايعتك كلامًا يكلمهابهٖ، واللّٰهِ! ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة ما بايعهن إلاّ بقولهٖ (صحيح البخاري: ۳۷۵/۱، كتاب الشّروط، باب ما يجوز من الشّروط في الإسلام والأحكام والمبايعة)

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ❁ پس بہ ہر دستے نشاید داد دست(۱)

جو شخص دعوی طویل کرے اور خود اس کے اعمال اس کے مکذب ہوں، اتباع سنت میں سست اور ارتکاب بدعات میں چست، آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حضوری کا دعویٰ اور اعمال فواحش اور خبائث کے ساتھ ملوث ہو، معاذ اللہ ہر گز ہر گز وہ شخص قابل بیعت کے نہیں، مردود و مبتدع، فاسق اور بدکار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بہ وقت بیعت ڈاڑھی مونچھ منڈانا

سوال: (۱۱۵۶) حضرت رسول اللہ ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت خواجہ حبیب عجمی، حضرت خواجہ بایزید بسطامی، حضرت خواجہ معروف کرخی، حضرت خواجہ سرّی سقطی، حضرت خواجہ جنید بغدادی وغیرہ یہ حضرات جس وقت مرید ہوئے تھے تو انہوں نے چار ابرو کا صفایا یعنی ڈاڑھی مونچھ منڈائی تھی یا نہیں؟ (۱۱۵۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: حضرت ﷺ کا ارشاد پاک ہے: **اعفوا اللّحی واحفوا الشّوارب** (۲) یعنی ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتراؤ، پس اس کے خلاف جو کوئی جاہل آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین اور ائمہ دین پر افتراء کرے کہ معاذ اللہ انہوں نے چار ابرو کا صفایا کرایا تھا تو وہ مفتری کذاب ہے، اور مستحق وعید **من کذب علیّ متعمّدًا فلیتبوّأ مقعده من النّار** (۳) کا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ! ایسے خیالات سے توبہ کرنی چاہیے، اور جو کوئی ایسا کہے اس کو جھوٹا اور مفتری سمجھنا چاہیے۔

پیر کو حاجت روا سمجھنا

سوال: (۱۱۵۷) فی زمانہ مروجہ پیروں سے لوگ عموماً بیعت کرتے ہیں اور ان کو حاجت روا

(۱) اس شعر کا ترجمہ کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۱۰۲) کے حاشیہ (۲) میں ہے۔

(۲) عن ابن عمر رضي اللّه عنهما عن النّبي صلّى اللّه عليه وسلّم قال: احفوا الشّوارب واعفوا اللّحى (سنن النّسائي: ۲۳۴/۲، كتاب الزّينة من السّنن الفطرة، إحفاء الشّارب)

(۳) عن المغيرة رضي اللّه عنه قال: سمعت النّبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم يقول: إنّ كذبا عليّ ليس ككذب على أحدٍ، من كذب عليّ متعمّدًا فليتبوّأ مقعده من النّار (صحيح البخاري: ۱۷۲/۱، كتاب الجنائز، باب ما يكره من النّياحة على الميّت إلخ)

جانتے ہیں، یہ بیعت فرض، واجب ہے؟ یا سنت ومستحب؟ (۱۸۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بیعت کسی بزرگ متبع سنت صاحب باطن سے ہونا سنت ہے، **القول الجمیل** میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی پوری تحقیق فرمائی ہے، اس کا ترجمہ شفاء العلیل ہے اس کو دیکھ لیں (۱) اہل بدعت سے بیعت نہ ہونا چاہیے، اور حاجت روا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں ہے، پس یہ عقیدہ رکھنا چاہیے اور پیر کو حاجت روا نہ سمجھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیر کو سجدہ کرنا حرام ہے

سوال: (۱۱۵۸) پیر کو سجدہ کرنا جائز ہے یا کیا؟ جو پیر مریدوں سے سجدہ کرائے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۲۸۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: سجدہ کرنا پیر کو اور کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے سوا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور جو پیر مریدوں سے سجدہ کرائے اور اس کو جائز سمجھے وہ فاسق وجاہل ہے، لائق پیر بنانے کے نہیں ہے، آیات واحادیث کثیرہ غیر اللہ کے لیے سجدہ کی حرمت میں وارد ہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) بیعت سنت ہے واجب نہیں، اس واسطے کہ اصحاب نے رسول کریم ﷺ سے بیعت کی، اور اس کے سبب سے حق تعالیٰ کی نزدیکی چاہی اور کسی دلیل شرعی نے تارکِ بیعت کے گنہ گار ہونے پر دلالت نہ کی، اور ائمۂ دین نے تارکِ بیعت پر انکار نہ کیا تو یہ عدم انکار گویا اجماع ہو گیا اس پر کہ وہ واجب نہیں۔ (شفاء العلیل ترجمة القول الجمیل، ص:۱۳۰، فصل ثانی، مسنون بودن بیعت)

(۲) لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (سورۂ حٰمٓ السّجدة، آیت:۳۷)

وعن قيس بن سعد رضي الله عنه قال: أتيت الحيرة، فرأيتهم يسجدون لمرزُبان لهم، فقلت: لَرَسولُ الله صلّى الله عليه وسلّم أحقُّ أن يُسجدَ لهٗ ، فأتيتُ رسولَ الله صلّى الله عليه وسلّم، فقلتُ: إنّي أتيت الحيرةَ فرأيتهم يسجُدون لمرزبان لهم، فأنت أحقّ بأن يُسجدَ لك، فقال لي: أرأيت لو مررتَ بقبري أكنتَ تسجدُ له ؟ فقلتُ لا، فقال: لَا تفعلوا، لو كنتُ آمرُ أحدًا أن يسجُدَ لأحدٍ لأمرتُ النّساءَ أن يسجُدْن لأزواجهنّ، لما جعل الله لهم عليهنّ من حقّ رواه أبوداوٗد و رواه أحمد عن معاذ بن جبل (مشكاة المصابيح، ص:۲۸۲، كتابُ النّكاح، باب عشرة النّساء وما لكلّ وَّاحدٍ من الحقوق، الفصل الثّالث)

جو شخص یہ کہتا ہے کہ طریقت شریعت سے افضل ہے وہ گمراہ ہے

سوال: (۱۱۵۹) ایک مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے افضل ہے، طریقت کے مقابلہ میں شریعت کوئی چیز نہیں ہے، اور نماز روزہ کی کچھ ضرورت نہیں ہے، وہ مولوی صاحب حق پر ہیں یا نہیں؟ ان کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ جاہلوں کا قول ہے کہ شریعت کوئی چیز نہیں ہے، مدارنجات شریعت کی اتباع پر ہے، شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ❁ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید(۱)

الحاصل قول اس شخص کا جو اپنے کو مولوی کہتا ہے بالکل غلط ہے، اور وہ مولوی نہیں ہے، بلکہ جھوٹا اور دجال ہے، جو مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہے، اور اسلام سے نکالتا ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَ ةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۸۵)

یہ کہنا کہ پیر کا حکم اللہ کے حکم سے بڑھ کر ہے کلمۂ کفر ہے

سوال: (۱۱۶۰) ایک شخص پیر کہلائے اور پیری مریدی کرے، اور شخص مذکور عالم بھی نہیں، صرف کچھ انگریزی پڑھا ہوا ہے، جس کی وجہ سے کچھ عربی بھی جانتا ہے، اس کا پیر لوگوں سے سجدہ کراتا ہے، سماع معہ مزامیر سنتے ہیں، اور اکثر اس کی مجلسوں میں مستورات بھی شریک ہوتی ہیں، غرض خوب کود پھاند ہوتی ہے، تو یہ طریقہ جو غیر محرم سے رکھتے ہیں، کیا نا جائز ہے؟ اور ایسے شخص کو شرعًا کیا کہنا چاہیے؟ اور بعض کا قول ہے کہ پیر کا حکم، قول مقدم ہے خدا کے حکم سے کیا صحیح ہے؟

(۲۰۲۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ طریق نا جائز اور حرام ہے، اور وہ شخص جو مرید کرتا ہے فاسق اور بدکار ہے، لائق پیر بنانے کے نہیں ہے، اور جو کہتا ہے کہ پیر کا حکم اللہ کے حکم سے بڑھ کر ہے وہ غلط کہتا ہے، اور کلمہ کفر کا کہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ترجمہ: نبی کے برخلاف جو بھی راستہ اپنائے گا وہ ہرگز منزل تک نہیں پہنچے گا۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ میری مجلس میں کوئی حدیث نہ بیان کرے وہ فاسق ہے

سوال: (۱۱۶۱) ایک عالم نے ایک مجلس میں حدیث مرفوع بیان کی، ایک اہل مجلس نے کہا کہ میں اس حدیث کو نہیں مانتا، اور میری مجلس میں آج سے کوئی حدیث نہ بیان کرے، اور مولوی صاحب کی بہت اہانت کی، اور حدیث پر طعن کیا، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے ہاتھ پر بیعت درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۳۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق ہے، اور اس سے بیعت ہونا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص یہ کہتا ہے کہ راگ سننا سنت ہے وہ گمراہ ہے

سوال: (۱۱۶۲) عمرو کہتا ہے کہ راگ کا سننا سنت ہے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور لڑکیوں کی حدیث کو استدلال میں لاتا ہے، اور کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے بھی گانا سنا ہے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا ناچ دکھایا ہے، اور جتنی احادیث گانے کی حرمت میں آئی ہیں ان کو نہیں مانتا، اور مرید بھی کرتا ہے، ایسے شخص کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ (۱۹۶۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق ومبتدع ہے، اور بیعت ہونا اس سے حرام ہے کہ وہ ضال اور مضل ہے، ہادی اور مقتدا کیسے ہوسکتا ہے؟! اور میل جول اس سے بہ طریق محبت وموانست ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیروں کو ہدیہ دینا

سوال: (۱۱۶۳) اس زمانے میں جو پیر ہیں ان کو نقدی دینے سے ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟ (۳۳۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: إنّما الأعمال بالنِّيّات (۱) اگر اخلاص کے ساتھ کچھ خرچ کیا جائے گا اس کا ثواب

(۱) صحیح البخاري: ۲/۱، کتاب بدء الوحي، باب کیف کان بدؤ الوحي إلی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم إلخ .

حاصل ہوگا، باقی فی الحال کے پیروں سے معلوم نہیں کون سے پیر مراد ہیں، فی الحال زمانۂ حال میں دونوں طرح کے پیر عالم (دنیا) میں ہیں، درویش صادق، متبع سنت، عالِم باعمل بھی ہیں، اور مبتدع وجاہل، خلاف شرع بھی ہیں، اوّل قسم سے بیعت ہو اور ان کی خدمت کرے، اور ثانی قسم سے مرید نہ ہو اور ان سے علیحدہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیر صاحب کے بڑے بیٹے کو جو ہدیہ ملا ہے اس میں دوسری اولاد کا حصہ ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۶۴) ایک بزرگ فوت ہوگئے، ان کی اولاد بیٹے بیٹیاں موجود ہیں، اب لوگ ان کے بڑے لڑکے کو بہ وجہ علم وتقویٰ کے تحائف ونذر دیتے ہیں، تو ان تحائف کے وہی مالک ہیں یا دیگر اولاد بھی اس میں شریک ہے؟ (۱۴۷۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: تحائف وہدایا جو کچھ بڑے صاحب زادہ کو دیئے جائیں، وہ اُن ہی کی ملک ہیں، ملکیت میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے، وہ اپنی طرف سے جس کو دیں یہ تبرع واحسان ہے، دعویٰ کسی کو نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مریدوں سے چندہ اور مالی جرمانہ وصول کرنا

سوال: (۱۱۶۵) بعضے لوگ پیری مریدی کرتے ہیں اور اس کے وسیلے سے روزی کھاتے ہیں، ہر سال میں دو ایک دفعہ مریدوں سے چندہ وصول کرتے ہیں، جو نہیں دیتا جبرًا و مار پیٹ سے ادا کرتے ہیں، اور جو کوئی قصور کرے اس کو جرمانہ کرکے خود لیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟
(۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زبردستی لوگوں سے روپیہ پیسہ لینا اور جرمانہ مالی کرنا حرام ہے، حدیث شریف میں ہے کہ کسی مسلمان بھائی کا مال بدون اس کے دل کی خوشی سے لینا جائز نہیں ہے (۱) فقط واللہ اعلم

(۱) عن أبي حرّة الرّقاشي عن عمّه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ألا لا تظلموا، ألا لايحلّ مال امرىء إلّا بطيب نفس منه، رواه البيهقي في شعب الإيمان (مشكاة المصابيح، ص:۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثّاني)

استدراج کا ظہور فاسق وفاجر مسلمان سے بھی ہوتا ہے

سوال: (۱۱۶۶) استدراج (۱) مسلمان میں آتا ہے یا نہیں؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمان اور کافر دونوں میں آتا ہے، اور دلیل میں عبارت ملا علی قاریؒ کی شرح فقہ اکبر کی پیش کرتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ استدراج اور خوارق عادات مسلمان وکافر وغیرہ کو عام ہے، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ استدراج مسلمان میں نہیں آتا خاص کافر میں آتا ہے اور دلیل میں قول باری تعالیٰ: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۂ قلم، آیت: ۴۴) پیش کرتے ہیں۔ (۱۳۷۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: استدراج (۱) مسلمان فاسق وفاجر وعاصی اور کافر کو عام ہے جیسا کہ عبارت شرح فقہ اکبر (۲) سے ظاہر ہے اور نزاع اس میں لا حاصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ مقولہ بے اصل ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے

سوال: (۱۱۶۷) جس کا پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے: یہ مقولہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۷۲۰/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) استدراج کے لغوی معنی ہیں: ڈھیل دینا، یکا یک گرفت میں نہ لینا۔ ارشاد پاک ہے: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۸۲) ہم ان (کفار) کو بہ تدریج (جہنم کی طرف) لیے جا رہے ہیں، اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں، اور اصطلاحی معنی ہیں: غیر مسلم سے خرقِ عادت کا ظاہر ہونا، نبی سے ایسا کام ظاہر ہو تو وہ ''معجزہ'' کہلاتا ہے، اور ولی کے ہاتھ سے ظاہر ہو تو ''کرامت'' کہلاتا ہے۔ ۱۲ سعید احمد

(۲) و أمّا الّتي تكون أي الخوارق للعادة الّتي توجد لأعدائه أي لأعداء اللّٰه سبحانه مثلُ ابليس أي في طى الأرض له حتّى يوسوس من في الشّرق والغرب .... وفرعون أي حيث كان يأمر النّيل بأنّه يجرى على وفق حكمه .... والدّجّال أي حيث ورد أنّه يقتل شخصًا و يحييه ممّا روى في الأخبار .... أنّه كان أي بعض الخوارق لهم .... فلا نسمّيها أي تلك الخوارق آياتٍ أي معجزات .... ولا كرامات .... ولكن نسميها قضاءَ حاجات لهم أي للأعداء من الأغبياء أعمّ من الكفّار والفجّار ، وذلك أي ما ذكر من أن خوارق العادات قد تكون للأعداء على وفق قضاء الحاجات، لأنّ اللّٰه تعالىٰ .... يقضى حاجات أعداءه استدراجًا لهم أي مكرا بهم في الدّنيا وعقوبةً لهم في العقبىٰ كما قال اللّٰه تعالىٰ : ﴿ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ إلخ (شرح الفقة الأكبر لملّا على القارى، ص: ۹۷-۹۸، بيان الفراسة ، المطبوعة: المطبع المجتبائي الواقع في الدّهلي)

الجواب: یہ مقولہ عموماً صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۶۸) جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر قیامت میں شیطان ہوگا؟ (۱۶۵۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ افتراء اور بے اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من لا شیخ له فهو شیطان کا مطلب

سوال: (۱۱۶۹) کتاب گنج الابرار میں درج ہے: **لا دین لمن لا شیخ له، و من لا شیخ له فهو شیطان** (اس شخص کا کوئی مذہب نہیں جس کا کوئی پیر ومرشد نہیں، اور جس کا کوئی پیر ومرشد نہیں وہ شیطان ہے) یہ حدیث ہے یا مقولہ؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ (۷۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ حدیث نہیں ہے، کسی کا مقولہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ بلا وساطت و بیعت پیر مرشد کامل متبع سنت کے مکاید شیطان ونفس سے بچنا دشوار ہے، جیسا کہ مولانا جامی قدس سرہ کا قول ہے:

تو اے بے پیر تا پیرت نباشد ❁ ہوائے معصیت جان می خراشد(۱)

مگر واضح ہو کہ یہ حکم کلی نہیں ہے اور شرعاً بیعت مرشد کامل کی فرض اور واجب نہیں ہے، سنت ومستحب ضرور ہے۔ **كما حققه في القول الجميل**(۲)

یہ کہنا غلط ہے کہ جو کسی کا مرید نہیں وہ شفاعت سے محروم ہے

سوال: (۱۱۷۰) دو شخص نیک صالح نمازی اور حتی الوسع محرمات ومکروہات سے بھی پرہیز کرتے ہیں، ان میں سے ایک شخص تو کسی بزرگ کا مرید ہے، مگر اس کے پیر نے اس کو مرید کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، تو آیا اس کو مرید کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ یہ اس نیت سے مرید کرتا ہے کہ لوگ مرید ہونے کے بعد میری نصیحت مانیں گے، اور رفتہ رفتہ راہ راست پر آجائیں گے، اور دوسرا شخص کسی کا مرید نہیں ہے، لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ جو کسی کا مرید نہیں ہوتا وہ شفاعت سے محروم رہتا

(۱) اے بے پیر والے! جب تک تیرا کوئی پیر نہیں ہوگا: گناہوں کی خواہش تیری جان چھیلے گی! یعنی گناہوں سے تو بچ نہیں سکے گا۔۱۲

(۲) شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ص: ۱۳۰، فصل ثانی، مسنون بودن بیعت۔۱۲

ہے، آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۳۰۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ غلط ہے کہ جو کسی بزرگ کا مرید نہ ہو وہ شفاعت سے محروم ہوگا معاذ اللہ، جو مسلمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں ہے، اور متبع سنت ہے وہ آنحضرت ﷺ کا مرید ہے اور تابع ہے، بس یہ کافی ہے، اور بلا اجازت شیخ کامل مرید کرنا ناجائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بیعت کے بعد کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو کیا کرے؟

سوال: (۱۱۷۱) اگر بیعت کر کے کوئی حرکت سخت ہو تو اپنے شیخ سے ظاہر کر کے معاف کرالے یا دوبارہ بیعت ہو؟ (۱۲۸۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: توبہ کر لیوے، اور آئندہ کو اس معصیت سے مجتنب رہے، یہی کافی ہے، اور اگر تجدید بیعت کر لیوے تو یہ بھی اچھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تصور شیخ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۷۲) تصور شیخ از روئے قرآن مجید و حدیث شریف جائز ہے یا نہ؟

(۱۳۲۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے **القول الجمیل** میں یہ ارقام فرمایا ہے: **قالوا: طرق الوصول إلى الله ثلاث إلخ وثالثها: الرّابطة بشيخه، وشرطها: أن يكون الشّيخ قَوِيَّ التّوجّه، دائم الْيَادْ داشت، فإذا صحبه خلّى نفسه عن كلّ شيءٍ إلاّ محبّته، وينتظر لما يفيض منه ويغمّض عينيه أو يفتحهما وينظر بين عينَي الشّيخ، فإذا أفاض شيء فليتبعه بمجامع قلبه، وليحافظ عليه، و إذا غاب الشّيخ عنه يخيل صورته بين عينيه بوصف المحبة والتّعظيم، فيفيد صورته ماتفيد صحبته إلخ**(۱)

سوال: (۱۱۷۳) تصور پیر یا شیخ عورت کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ (۱۴۷۲/۱۳۴۱ھ)

---

(۱) شفاء العلیل ترجمة القول الجمیل، ص: ۶۶-۶۷، فصل سادس، أشغال نقشبندیة.

الجواب: تصورِ شیخ جس کو ''ربطِ قلب بہ شیخ'' کہتے ہیں صوفیہ کے یہاں صفائی قلب کے لیے ضروری ہے، اور علماء نے بھی اس کو جائز رکھا ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے قول جمیل میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے، اور اشارۃً یہ بھی بتایا ہے کہ تصورِ شیخ اس طرح پر ہونا چاہیے کہ شیخ کو محض ذریعہ وصول فیوض خداوندی سمجھ کر اس کی صورت کو عقیدت کے ساتھ ملحوظ رکھے، اس طرح یہ تصور جائز ہے، کیونکہ اس میں نہ تو شیخ کے ساتھ عابد و معبود کا معاملہ کیا گیا، نہ اس کو مستقل بالذات مقصود اصلی قرار دیا گیا، اور اس کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے ہر عمل میں احتیاط ملحوظ ہوگا، کیونکہ جب کوئی عمل کرے گا تو پہلے یہ خیال کرے گا کہ گویا شیخ کے سامنے کرتا ہوں، لہٰذا شیخ کے سامنے ہونے کا اثر ضرور رہے گا(۱)

بزرگ کے مزار پر حصول فیض کے لیے مراقبہ کرنا

سوال: (۱۱۷۴) کسی بزرگ کے مزار کے قریب انتظار فیض میں مراقبہ کرنا، نیز مرشد کی صورت کا تصور کر کے اخذ فیض کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۰/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) اب بزرگانِ دیوبند نے تصورِ شیخ کو ختم کر دیا ہے، وہ سالکین کو اس کی تعلیم نہیں دیتے، اب ان کا عمل شیخ الطائفہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مندرجہ ذیل فتویٰ پر ہے:

سوال: تصورِ شیخ و شغلِ برزخ جو برائے جمعیتِ خاطر و دفعِ خطرات مشائخِ زمانہ کرتے ہیں اور اس کو رکن طریقت و واجبات سے جانتے ہیں کہ بدون اس کے حصول فیوض و برکات محال ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں یہ شغل کرنا کیسا ہے؟ اور قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں کسی صحابی و تابعین و ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیونکہ جب ایسا ضروری ہو تو صحابہ کس طرح اس فعل سے محروم رہے ہوں گے؟! اور جو زمانۂ خیر القرون میں اس کا وجود نہ تھا تو پھر کس طرح ایسا ضروری مذکور سوال ہو سکتا ہے گو عقیدہ شرک تک نہ پہنچا ہو۔

جواب: اس شغل میں متأخرینِ صوفیہ نے غلو کیا اور شرک تک نوبت پہنچی، لہٰذا متأخرین علماء نے اس کو منع فرمایا، اور اب علمائے متأخرین کے قول پر عمل کرنا چاہیے، اس شغل کی کچھ ضرورت نہیں، اور نہ صحابہ میں اس شغل کا کچھ اثر تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۲۰، اخلاق اور تصوف کے مسائل، شیخ کے تصور کا حکم، مطبوعہ، جسیم بک ڈپو، دہلی)

پیر کو راضی رکھنا چاہیے

سوال: (۱۱۷۵) پیر کو نذرانہ لینا کیسا ہے؟ پیر کو معمولی بات پر بددعا دینا کیسا ہے؟

(۲۰۲۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: پیر کو ہدیہ لینا درست ہے حتی الوسع پیر کو راضی رکھنا چاہیے، جس سے وہ خفا ہو کر بددعا نہ کرے، لیکن جس امر میں اللہ کی معصیت ہوتی ہو اس میں پیر کی اطاعت درست نہیں ہے، اگرچہ وہ بددعا کرے کچھ ان شاء اللہ تعالیٰ اثر نہ ہوگا، اور پیر کو متحمل مزاج اور متبع سنت ہونا چاہیے، یہ نہیں کہ ذرا سی بات میں بددعا کرنے لگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سجادہ اور جانشیں کیسا ہونا چاہیے؟

سوال: (۱۱۷۶) سجادہ اور متولی کس کو کہتے ہیں؟ اور سجادہ و متولی کس کو بنانا چاہیے؟

(۷۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو مرید کسی شیخ کامل کا ہو جائے، اور اتباع سنت و علم و عمل میں و معرفت میں اس کا قدم راسخ ہو جائے وہ سجادہ اور جانشیں ہونا چاہیے، باقی شرائط و اجازت و خلافت قول جمیل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھنا چاہیے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۷۷) سجادہ نشین طریقت کے لیے کونسی صفات کا ہونا واجب ہے؟ جن کے نہ ہونے سے سجادہ نشینی ناجائز ہو؟ (۵۱۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کسی بزرگ کی جانشینی اور خلافت کے لیے اوّل تو علم دین کی ضرورت ہے، پھر اتباع شریعت اور تقوی اور تواضع و جمیع اوصاف حسنہ موجود ہونا ضروری ہے، اور کمال باطنی حسب تفصیل محققین صوفیائے کرام حاصل ہونا ضروری ہے، تفصیل ان امور کی القول الجمیل تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھنا چاہیے(۱)

---

(۱) شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل، ص: ۱۴-۲۰، فصل دوم، شروط مرشد۔

سرکاری سجادہ نشیں کا حکم

سوال: (۱۱۷۸)......(الف) خلاصہ سوال یہ ہے کہ ایک خانقاہ بہ حکم گورنمنٹ وقف قرار دی گئی، اوراس کا سجادہ نشیں خاندان میں سے ایک شخص جس کا مجاز بیعت ہونا ثابت نہیں مقرر ہوا، تو سجادہ نشینی کی وجہ سے وہ لائق پیر بنانے کے ہوگیا یا نہیں؟

(ب) سجادہ نشیں مذکور اپنے چچا کو اوقات مقررہ سابقہ کے اندر زیارت مزارات سے روک سکتا ہے یا نہیں؟

(ج) چچا صاحب کو خانقاہ میں بیٹھنے سے منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۱/۸۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) یہ سجادہ نشینی بہ طریق تولیت ہے یعنی چونکہ گورنمنٹ نے اس کو متولی اور سجادہ نشین بنادیا۔ لہٰذا وہ سجادہ نشین ہوگیا، اس رسم سجادہ نشینی سے وہ لائق بیعت لینے اور مرید کرنے اور معلم طریقت و پیر بننے کے نہیں ہوا، اس کے لیے جداگانہ شرائط ہیں جو کہ کتب تصوف میں مبسوط ہیں، اور تحقیق اس کی القول الجمیل میں مذکور ہے، اس کو دیکھ لیا جائے (۱)

(ب) سجادہ نشین مذکور کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ چچا صاب موصوف کو اوقات مقررہ میں زیارات مزارات سے منع کرے۔

(ج) سجادہ نشیں مذکور کو یہ ممانعت بھی جائز نہیں ہے، اور خانقاہ کے اندر جہاں چچا صاحب بیٹھتے ہیں، بیٹھنے سے ان کو روکنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیخ کامل کی اجازت کے بغیر بیعت کرنا درست نہیں

سوال: (۱۱۷۹) زید اور اس کا بھائی عمرو کسی پیر صاحبِ اجازت کے مرید نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کو کسی پیر صاحب اجازت سے پیری مریدی کی اجازت ہے، باوجود اس بات کے دونوں نے پیری مریدی کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے، اور بدعات سیئہ اور محرمات قبیحہ کا ارتکاب کرتے ہیں، اور

(۱) شفاء العلیل ترجمۃ اردو القول الجمیل، ص: ۱۴-۲۰، دوسری فصل، جواب سوال سوم وشروط مرشد، از شرط اوّل تا شرط پنجم۔

مکاری اور کذب ودغل سے رات دن کام ہے، پرہیزگاری نہیں ہے، ان کا بیعت اور امامت کرنا کیسا ہے؟ (۱۴۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بدون کسی شیخ کامل متبع شریعت سے مجاز ہونے کے بیعت کرنا کسی کو درست نہیں ہے، اور سلسلہ پیری مریدی کا جاری کرنا درست نہیں، اور بدعتی سے مرید ہونا درست نہیں، اور مبتدع کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اکابر دارالعلوم دیوبند پر افتراء کرنے والے سے مرید ہونا

سوال: (۱۱۸۰) ایک شخص مرید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب اور مدرسہ اسلامیہ دیوبند اور مرزا قادیانی یہ سب وہابی ہیں، اور ان کے یہاں جھوٹ بولنا بھی جائز ہے، اور انہوں نے لکھا ہے کہ اگر نماز میں گدھے کا خیال آجاوے تو نماز ہوجاتی ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کا خیال آوے تو نماز نہیں ہوتی، اس شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۲۱۰۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ سب اس شخص کا افترا ہے، اور وہ اور اس کے اَتباع ضال ومضل ہیں، مرید ہونا ایسے جاہل ومفتری کذاب سے درست نہیں ہے، وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے، ہرگز حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ اور مولانا اشرف علی صاحب ایسے نہیں ہیں جیسا کہ وہ کذاب کہتا ہے، اور ایسا انہوں نے کہیں نہیں لکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس پیر کا معاملہ اچھا نہیں اس سے قطع تعلق کرنا

سوال: (۱۱۸۱) میں نے ایک سید صاحب سے بیعت کی، ایک دفعہ انہوں نے مجھ سے پچیس روپیہ قرض مانگے، میں نے دوسرے سے لے کر دے دیئے، آج کل کرتے ہوئے سال بھر ہوگیا اور ادا نہیں کرتے، معلوم ہوا ہے کہ ایک دوسرے سے بھی یک صد روپیہ لے گئے تھے، اور ادا نہیں کیے گئے، ایسے شخص کی بیعت رکھنی اچھی ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اگر ان کا معاملہ اچھا نہیں ہے اور یہ محقق ہوجاوے کہ وہ اس حیلہ سے دنیا طلبی کرتے ہیں اور کوئی عذر شرعی افلاس وغیرہ کا بھی نہیں ہے جو کہ مانع ادائے قرض سے ہو، تو ان سے قطع تعلق

کر کے کسی دوسرے بزرگ متبع سنت عالم باعمل تارک دنیا سے بیعت ہو جانا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

مسجد میں اشعار پڑھ کر رونا پیٹنا اور شور مچانا

سوال: (۱۱۸۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی صاحب نے کچھ لوگوں کو اپنا مرید بنایا اور جمعرات کی شب کو وہ مع اپنے مریدین کے مسجد میں جا کر مختلف قسم کے اشعار اور غزلیات پڑھ پڑھ کر چلا چلا کر روتے ہیں، اور انتہا درجہ جزع وفزع دکھلاتے ہیں، اور خوب تالیاں بجاتے ہیں، غرض مسجد میں اس درجہ کا شور مچاتے ہیں کہ محلّہ تک گونج جاتا ہے، کبھی کبھی جوش میں آ کر کوئی ناچتا ہے اور کودتا بھی ہے، اور وہ اپنے مریدین کو تعلیم دیتے ہیں کہ اس وقت ایک قطرہ آنسو کا بہانا بھی تمہارے لیے باعث نجات ہوگا، اس پر مریدین اور بھی رونا پیٹنا اور شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔

اور جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو وہ مولوی صاحب تیرہویں اور چودہویں تاریخ کو جلسۂ عرس منعقد کرتے ہیں، اس میں صرف اسی طرح کودنا، اور اشعار پڑھنا، تالیاں بجانا، رونا پیٹنا، اور شور مچانا ہی ہوتا ہے، اور اس وقت کے لیے عام مخلوق پر یہ حتمی حکم لگا دیتے ہیں کہ ہر شخص پر ضروری ہے کہ اس رسم میں ہمارے اس عرس میں گائے، بکری، مرغی کوئی نہ کوئی جانور اور کوئی چیز لے کر شرکت کرے، اور اگر کوئی شخص نہایت مفلس اور مسکین ہو تو اس پر لازم ہے کہ کم سے کم تھوڑا بہت آٹا یا چاول سہی لے کر شرکت کرے محض خالی ہاتھ کوئی شرکت نہ کرے، چنانچہ اس طور پر لوگوں کی شرکت ہو بھی رہی ہے، تو اس صورت میں اس قسم کے افعال اور احکام شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟ اور بر تقدیر ثانی اس مولوی صاحب اور مریدین وغیرہ پر کیا حکم شرعاً عائد ہوتا ہے؟ جواب مدلل مفصل با حوالۂ کتب وصفحات مرحمت ہو، عند اللہ ماجور اور عند اللہ مشکور ہوں گے۔ (۳۹۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ تمام تر خرافات یکسر بدعات سیئہ اور مخترعات قبیحہ سے لبریز ہیں، کسی مسلمان کے لیے ایک لمحہ بھی ایسی شیطانی مجالس میں شرکت جائز نہیں، ان کے موجد، ان کے مرتکب، ان میں شرکت کرنے والے، سب کے سب فاسق ومبتدع ہیں، سوال میں ان مدعیانِ تصوف کی جس قدر حرکات مذکور ہیں ان میں سے ہر ایک قابل نفرت اور تعلیمات اسلامیہ سے کوسوں دور ہیں، بھلا وہ

مساجد جن میں خوف اور تأذی مصلین سے بچنے کی خاطر ذکرالٰہی کی بلند آہنگی سے بھی ممانعت کا حکم ہے؛ وہاں تغنی بالاشعار اور جزع وفزع جائز ہوسکتا ہے؟! احکام اسلامیہ کی رو سے مسجدوں کا ایک ایک گوشہ ایسے لوگوں پر ملامت کناں ہے، تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ عام لوگوں کو اس فتنۂ عظیم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں، اور اس میں شرکت کرنے والے سے قاطبۃً مقاطعہ کردیں، اور اگر مسلمان اجتماعی حیثیت سے کوئی قوت رکھتے ہیں تو ان انسان نما شیطانوں سے کم سے کم مساجد الٰہیہ کو محفوظ رکھیں کہ ان کی وضع خالص عبادت اور ذکرالٰہی ہی کے لیے ہے۔ قول الشّامي في تحت قول الدّرّالمختار: هل يكره رفع الصّوت بالذّكر والدّعاء إلخ. لما صحّ عن ابن مسعود رضي الله عنه أنّه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلّون على النّبى صلّى الله عليه وسلّم جهرًا، وقال لهم: ما أراكم إلا مبتدعين إلخ (۱) (شامي: مطبوعة مصر: ۲۸۲/۵) وفيه أيضًا: اخرج الطّحاوي في شرح معاني الآثار أنّه صلّى الله عليه وسلّم نهى عن أن ينشد الأشعار في المسجد إلخ، ص:۴۴۴ (۲) و في البحر: واستماع صوت الملاهى حرام ...... قال عليه الصّلاة والسّلام: استماع الملاهى معصية، والجلوس عليها فسق، والتّلذّذ بها كفر (۳) (تكملة بحرالرّائق: مصر: ۱۸۹/۸) وقد بسط العلّامة الشّامى بسطًا طويلاً في تحقيق حقيقة التّغنى المحرمة وقال: عرف القهستاني الغناء بأنّه ترديد الصّوت بالألحان في الشّعرمع انضمام التّصفيق المناسب لها إلخ وفي الملتقى: وعن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم أنّه كره رفع الصّوت عندقراء ة القرآن (الحديث) فما ظنّك به عند الغناء الّذى يسمونه وجدًا ومحبة فإنّه مكروه لا أصل له في الدِّين. قال الشّارح: زاد في الجوهرة: وما يفعله متصوّفة زماننا حرام، لايجوز القصد والجلوس إليه إلخ (۴)

---

(۱) الدّر والشّامي: ۹/ ۴۸۵-۴۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع.

(۲) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جدّہٖ رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم نهٰى أن تنشدّ الأشعار في المسجد و أن يباع فيه السّلع و أن يّتحلّق فيه قبل الصّلاة (شرح معاني الآثار: ۲/ ۳۷۸، كتاب الزّيادات، باب انشاد الشّعر في المساجد)

(۳) تكملة البحرالرائق: ۹/ ۳۴۶، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشّرب تحت قوله: دعى إلى وليمة وثمة لعب وغناء يقعد و يأكل.

(۴) الشّامي: ۹/ ۴۲۵، كتاب الحظر والإباحة.

(شامی: ۵/۲۳۲) یہاں مختصراً اس وجد ومحبت کی حرمت پر دو چار روایات فقہیہ پیش کر دی گئی، ورنہ صدہا حدیثیں آثار سلف کا، بے انتہا ذخیرہ، کتب فقہ کی سیکڑوں عبارتیں، اس کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہیں، مساجد کے آداب تغنی بالاشعار کی حرمت وغیرہ وغیرہ پر اگر تفصیلی دلائل قائم کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، طالبان حق کے لیے جو کچھ لکھا گیا یہی کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خلفاء اپنے شیخ ومرشد کے ترکہ کے وارث نہیں

سوال: (۱۱۸۳) اگر کسی شیخ ومرشد کے متعدد خلفاء وجانشین ہوں تو کیا وہ اس کے ترکہ کے وارث ہوں گے؟ یا اس کے مستحق ورثہ ہوں گے؟ خلافت اور جانشینی کی مجلس میں اگر مرشد کے ورثہ موجود ہوں تو کیا یہ شرکت مبطل حق شرعی ہوگی یا نہ؟ (۴/۷-۱۳۳۴-۳۳ھ)

الجواب: وارث شرعی محروم نہیں ہوسکتے اور مریدین وخلفاء کسی شیخ کے وارث شرعی اس کے ترکہ کے نہیں ہیں، اور خلافت وجانشینی کی مجلس میں ورثہ شرعی کا موجود ہونا مبطل حق شرعی نہیں ہے۔

درود شریف میں اپنے پیر ومرشد کا نام شامل کرنا

سوال: (۱۱۸۴) ایک شخص لوگوں کو مرید کرتا ہے اور شجرہ دیتا ہے، اس میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں: **أللّٰهم صلّ وسلّم علی محمّد وسیّدنا وهادینا ومرشدنا ومخدومنا حافظ سیّد جماعت علی شاہ صاحب** —— رسول خدا ﷺ کے نام مبارک پر لفظ سیدنا وغیرہ نہیں، اور درود میں اپنے پیر کا نام بھی شامل کیا ہے۔ (۷/۵-۱۳۳۶-۳۵ھ)

الجواب: غیر انبیاء علیہم السلام پر درود شریف **تبعًا للأ نبیاء علیهم السّلام** فقہاء نے جائز لکھا ہے، تنہا **غیر أنبیاء علیهم السّلام** پر درود شریف منع لکھا ہے، باقی یہ عبارت وطریق درود شریف کا جو سوال میں درج ہے اچھا نہیں ہے، اور یہ امر نہایت مذموم اور سوئے ادبی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نام پر سیدنا بھی نہیں ہے اور آپ کے نام کے ساتھ ہی اپنے پیر کے نام کے ساتھ ایسے الفاظ لکھے جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیخ عبدالقادر جیلانی افضل ہیں یا سید احمد کبیر رفاعی؟

سوال: (۱۱۸۵) زید کہتا ہے کہ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنے وقت میں غوث یا قطب الاقطاب نہیں تھے، اور سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے مدینہ منورہ میں چند اولیاء کے ہمراہ بیعت کی ہے، یہ بیعت اس وقت ہوئی کہ جب سید احمد کبیر رفاعی کے لیے مزار انور سے دست مبارک نکلا تھا، عمر کہتا ہے کہ سید احمد کبیر رفاعی کی ولایت اور قطبیت میں ہمیں بالکل کلام نہیں، مگر ان کو سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر فضیلت نہیں ہوسکتی، دونوں حضرات میں فضیلت کس کو ہے؟ (۱۷/۹۱۷-۱۳۳۷ھ)

الجواب: طریق اسلم یہ ہے کہ دونوں بزرگوں کی بزرگی اور عظمت اور مقربِ بارگاہ حق تعالیٰ کے ہونے کا قائل اور معتقد ہو، اور تفضیل کسی ایک کی اولیاء اللہ میں سے دوسرے پر اس طرح کہ تنقیص دوسرے کی اس سے لازم آئے نہ کی جائے، انبیاء علیہم السلام میں باوجودیکہ فضیلت بعض کی بعض پر نص قطعی سے ثابت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۵۳) لیکن بہ ایں ہمہ ارشاد ہے: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۸۵) پس اولیاء اللہ میں بھی ایسا ہی اعتقاد رکھے کہ سب بزرگ اور سب مقرب بارگاہ الٰہی ہیں، باقی یہ کہ کون ان میں افضل ہے اور کون مفضول؟ اور کون قطب ہے یا کون قطب الاقطاب اور کون نہیں؟ اس کی کچھ تعیین نہ کرے، اور اس کو حوالہ بہ علم الٰہی کرے، کیونکہ اس کی تکلیف شریعت سے نہیں دی گئی، اور نہ کوئی نص اس بارے میں وارد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت شیخ الہندؒ کے مرثیہ پر اعتراض کا جواب

سوال: (۱۱۸۶) زید اپنے شیخ طریقت کا مرثیہ لکھتا ہوا مندرجہ ذیل کلمات کا استعمال کرتا ہے، آسمان نے ہم پر ظلم کیا، ہماری آرزو کو خاک میں ملا دیا، میرا شیخ غوثِ اعظم ہے، وہ بانئ اسلام کا ثانی ہے، وہ محی الدین جیلانی ہے، وہ لاثانی ہے، حیاتِ شیخ کا منکر بیوقوف ہے، بعد ظاہری کوئی چیز نہیں وہ مربی خلائق ہے، خانۂ کعبہ میں ہمیں شیخ کے مکان کی جستجو ہے، گو وہ نظر سے غائب ہے مگر دل کے

اندر ہے، کیا ان کلمات کا استعمال شرعًا جائز ہے؟ اور ان کے قائل کی امامت و بیعت جائز ہے یا نہ؟
(۱۳۴۳/۱۸۲ھ)

الجواب: امر اوّل جو آپ نے متعلق ایک مرثیہ کے دریافت فرمایا ہے اس کے متعلق اوّلاً بالاجمال تو اس قدر سمجھ لیجئے کہ وہ مرثیہ جس کے مضامین اور الفاظ کا آپ نے انتخاب کیا ہے وہ حضرت مولانا شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخِ طریقت قطب الاقطاب غوث اعظم محدث وفقیہ عالم محقق جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ گنگوہی کی وفات پر لکھا ہے، تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس مرثیہ کا لکھنے والا ایسا بڑا عالم محدث وفقیہ ہو کہ تقریبًا تمام ہندوستان میں ان کے علم کا فیض جاری ہے اس میں کوئی امر ناجائز اور خلاف شریعت نہ ہوگا۔

اور ثانیًا یہ کہ اشعار ونظم میں اکثر استعارات اور مجاز کا استعمال ہوتا ہے، اور اس قسم کے استعارات اور مجازات علماء وعرفاء کے کلام میں بہ کثرت ہوتے ہیں، حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کی نظم کو دیکھ لیجئے، بلکہ اس قسم کے استعارات ومجازات احادیث نبویہ اور نصوص قرآنیہ میں بھی موجود ہیں جو کہ ماہر کتاب وسنت پر مخفی نہیں ہے، اور اکثر مبنا اشعار کا عرف پر ہوتا ہے، اور محاورات میں ایسے استعارات بہ کثرت مروج ہیں، اور تشبیہات زیادہ ہوتی ہیں، حقیقت الفاظ مراد نہیں ہوتی، لہٰذا وہ محل اعتراض نہیں ہیں، سخی کو حاتم ثانی اور شجاع کو رستم ثانی بولتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے علمائے امت کو انبیاء کے مثل فرمایا: **علماء أمّتي كأنبياء بني اسرائيل** (۱) **من صلّى خلف عالم تقى فكأنّما صلّى خلف نبي** (۲) بزرگوں کو اپنے اوقات کا جنید اور شبلی وغیرہ کہا جاتا ہے، پس یہ محل اعتراض نہیں ہے،

(۱) وأمّا حديث ”علماء أمّتي كأنبياء بني إسرائيل“ فقد صرّح الحفّاظ كالزّركشي والعسقلاني والدّميري والسّيوطي أنّه لاأصل له إلخ (مرقاةالمفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۲۴۱/۱۱، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۶۰۸۸)

قال السّيوطي في الدّرر: لا أصل له، وقال في المقاصد شيخنا يعني ابن حجر: لاأصل له (كشف الخفاء ومزيل الإلباس: ۸۳/۲، رقم الحديث: ۱۷۴۴، المطبوعة: مؤسّسة الرّسالة؛ بيروت)

(۲) قال في الأصل: وما وقع في الهداية للحنفيّة بلفظ ”من صلّى خلف عالمٍ تقيٍ =

اور باقی تحقیق اس کی زبانی ہوسکتی ہے، اشعار مرثیہ وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر اس کے متعلق کچھ عرض کیا جاسکتا ہے، اس قدر تحریر کی نہ فرصت ہے اور نہ سمجھ میں آسکتا ہے، غرض مجملاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ایسے عالم محقق ومحدث وفقیہ کا کلام خلاف شریعت نہ ہوگا، ضرور اس میں گنجائش ہوگی، اور تاویل ممکن ہوگی، الغرض آپ کو اور ہم کو آئندہ اس بارے میں لکھنے کی حاجت نہیں ہے، اگر آپ غور اور انصاف کریں گے، تو خود سمجھ لیں گے، ورنہ سمجھانے سے بھی سمجھنا دشوار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
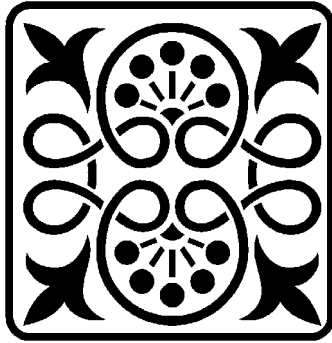
= فكأنّما صلّى خلف نبي" فلم أقف عليه بهذا اللّفظ (كشف الخفاء ومزيل الإلباس للعجلوني: ۱۲۲/۲، رقم الحديث: ۱۸۶۵، والمقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة للسّخاوي، ص:۳۰۴، رقم الحديث: ۷٦۴، المطبوعة: مكتبة الخانجي بمصر)

وقال الزّيلعي في" الدّراية في تخريج أحاديث الهداية ": لم أجده وقد روى الحاكم والطّبراني من حديث مرثد بن أبي مرثد الغنوى: إنْ سَرّكُم أنْ تُقبلَ صَلاَ تكم فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ إلخ. (الهداية مع الدّراية: ۱۲۳/۱، كتاب الصّلاة، باب الإمامة)

ذکرودعا کا بیان

مناجات کے لیے کون سی کتاب بہتر ہے؟

سوال: (۱۱۸۷) مناجات کے لیے کون کتاب بہتر ہے؟ ''مناجات مقبول'' جس میں ادعیہ ماثورہ ہیں، یا ''دلائل الخیرات''؟ (۱۷۴۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ادعیہ ماثورہ کا ورد بہت اچھا ہے، اور جو قبولیت اور برکت ادعیہ ماثورہ میں ہے وہ دیگر ادعیہ میں نہیں ہے، **الحزب الأعظم** میں ادعیہ ماثورہ جمع کی گئی ہیں، اور ''مناجات مقبول'' میں بھی **الحزب الأعظم** وغیرہ کا خلاصہ کیا گیا ہے اور ''مناجات مقبول'' میں چوں کہ ترجمہ ادعیہ ماثورہ کا نظم میں کیا ہے اس لیے مناجات کے لیے اس کا پڑھنا بہتر ہے، اور ''دلائل الخیرات'' میں درود شریف کے مختلف صیغے جمع کیے گئے ہیں، اس کا پڑھنا بھی اچھا ہے اور ثواب ہے، لیکن ادعیہ ماثورہ کے اعتبار سے **الحزب الأعظم** اور ''مناجات مقبول'' بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دعائے کنز العرش، عہد نامہ، درود لکھّی، درود تنجینا اور درود تاج کی خاصیات واسناد ثابت ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۱۸۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین دربارۂ دعائے کنز العرش مطبوعہ وعہد نامہ ودرود لکھّی ودرود تنجینا ودرود تاج وغیرہ کہ ان کی جو خاصیات وتاثیرات اور اسناد وغیرہ لکھی ہوئی ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ اور ان پر اعتقاد رکھنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۶۰۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اسانید دعائے کنز العرش کی بالکل بے اصل اور بالیقین موضوع وباطل ہیں، ان

اسانید کو دیکھنا اور اس پر اعتقاد کرنا جائز نہیں، اگر دیکھے تو رد کرنے کے لیے دیکھے جیسا کہ روایات موضوعہ کا حکم ہے، اور عہد نامہ کی اسانید کا بھی یہی حکم اور حال معلوم ہوتا ہے، اور درود لکھی کی اسناد محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب لکھا ہے وہ حجت شرعیہ نہیں ہے، یعنی اگر بالفرض انہوں نے خواب میں ایسا دیکھا بھی ہو تو کچھ حجت نہیں ہے اور بہ ظاہر یہ خواب بھی صحیح نہیں ہے اور اس کی سند نہیں ہے، اور درود تنجینا کے بارے میں جو مناہج الحسنات سے قصہ نقل کیا ہے وہ ممکن ہے کہ صحیح ہو اور اس درود شریف کی برکت سے جہاز ڈوبنے سے بچ گیا ہو، مگر یقین اس سند کا بھی نہیں، البتہ ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو، لہٰذا اس کے انکار کی بھی ضرورت نہیں ہے، صرف اس قدر اعتقاد رکھے کہ اگر ایسا ہوا ہو تو ممکن ہے اور اس میں کوئی محذور اور خرابی نہیں ہے۔ باقی رہا درود تاج اس کی جو کچھ خاصیتیں لکھی ہیں ان کا کچھ ثبوت شرعی نہیں ہے اور اس میں بعض الفاظ ایسے ہیں کہ اس کو پڑھنا نہ چاہیے اور احتیاط اس کے ترک کرنے میں ہے اور جو شخص ان تاثیرات کا اعتقاد نہ رکھے اس پر کوئی جرم شرعی اور گناہ عائد نہیں ہوتا، اور باعتبار عربیت کے گنج العرش کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ العرش عربی لفظ ہے اور اس پر الف لام ہے اور گنج فارسی کا لفظ ہے اور گنج کو مضاف کیا ہے العرش کی طرف، پس فارسی لفظ کو عربی لفظ کی طرف مضاف کرنا موافق تراکیب عربی الفاظ کے صحیح نہیں ہے، البتہ کنز العرش لفظ صحیح ہے۔ فقط

سوال: (۱۱۸۹) درود تاج پڑھنا کیسا ہے؟ (۱۹۰۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: علمائے محققین وفقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جو صیغہ درود شریف کا رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے وہ افضل ہے دیگر صیغوں سے، اور وہ درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ سب سے بہتر ہے، درود تاج میں ایسے الفاظ موہمہ ہیں کہ ان سے احتراز لازم ہے، اور نیز سند درود تاج کی جو کچھ لکھتے ہیں اس کی کچھ اصل نہیں ہے، لہٰذا اس کو نہ پڑھنا چاہیے کہ یہ طریق أسلم للدّین ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۹۰)...... (الف) زید کہتا ہے کہ دعائے گنج العرش لوح محفوظ سے نقل ہو کر بوساطت حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس آئی، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ دعا احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور جو اسناد اس میں لکھی ہیں وہ صحیح ہیں یا نہ؟

(ب) درود تاج احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۴۸۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) قول زید کا کذب صریح ہے اور غلط ہے، اور اسانید اس کی ثابت نہیں ہیں، اور دعائے مذکور حدیث میں نہیں آئی۔

(ب) یہ بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۱۹۱) درود تاج میں وہ کون سے الفاظ ہیں جن کی وجہ سے اس کا پڑھنا جائز نہیں، اگر ان الفاظ کو نکال دیا جائے تب پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ (۵۶۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: دافع البلاء والوباء وغیرہ الفاظ موہم (شرک) ہیں اس وجہ سے اس سے ممانعت کی جاتی ہے، ان الفاظ کو اگر نہ پڑھا جاوے تو نفس درود شریف جائز ہے، اور افضل اور بہتر تمام درودوں سے وہ درود شریف ہے جو نماز میں بعد تشہد کے پڑھا جاتا ہے جس کو صلاۃ ابراہیمی کہتے ہیں۔ فقط

بے وضو درود شریف پڑھنا

سوال: (۱۱۹۲) درود شریف کا بے وضو پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز لیٹ کر، بیٹھ کر، کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۱۷۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بے وضو بھی جائز ہے، لیکن وضو سے پڑھنا افضل ہے اور کھڑے اور بیٹھے ہر حال درست ہے اور ثواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے وضو یا اللہ، یا رحمٰن وغیرہ پڑھنا

سوال: (۱۱۹۳) ایک شخص بلا لحاظ پاکی وناپاکی کے ہر وقت اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم پڑھا کرتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱۵۵۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم اٹھتے بیٹھتے پڑھنا اور اس کی عادت کر لینا جائز بلکہ عمدہ اور اولیٰ ہے، اور پڑھنے والے کے لیے اجر وثواب ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ، اور وضو سے ہو تو اچھا ہے، اور زیادہ ثواب ہے، اور بے وضو بھی درست ہے اور اس میں بھی ثواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ذکر کے دوران سر کو ہلانا

سوال: (۱۱۹۴) بعض لوگ بعد نماز تہجد کے بارہ تسبیح یا زیادہ کا ذکر کرتے ہیں، کبھی سر کو نیچے، کبھی اوپر کرتے ہیں، اور جب کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے استاد نے اسی طرح حکم کیا ہے، تو یہ لوگ کافر یا گنہ گار تو نہیں ہیں؟ (۱۶۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اس طرح ذکر کرنا درست اور جائز ہے، اور علمائے طریقت کا مجرب ہے کہ یہ حضور مع اللہ حاصل ہونے کا مقدمہ اور آلہ ہے، پس اشخاص مذکورین مخطی نہیں ہیں، بلکہ جب شیخِ کامل، متبعِ سنت کی تعلیم سے اس کو کریں لاریب درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ذکر اسم ذات کس طرح کرنا چاہیے؟

سوال: (۱۱۹۵) تفسیر مظہری میں قرآن شریف کو بلند آواز سے پڑھنا مستحب لکھا ہے، تو کتنی بلند آواز سے پڑھنا چاہیے؟ نقشبندیہ اور چشتیہ کے درمیان جو اختلاف ذکر اسم ذات اور دعا میں ہے تو اب میں ذکر اسم ذات قلب اور زبان دونوں سے کرسکتا ہوں یا نہیں؟ (۱۰۹۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قرآن شریف جہر سے پڑھنا مستحب ہے، لیکن متوسط جہر سے پڑھنا چاہیے نہ زیادہ بلند آواز سے پڑھنا چاہیے اور نہ زیادہ پست آواز سے۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۱۰) پس موافق اس حکم خداوندی کے درمیان کی آواز سے پڑھنا چاہیے اور ایسا ہی احادیث سے ثابت ہے(۱) اور ذکر اسم ذات

(۱) عن أبي قتادة رضي الله عنه أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم خرج ليلةً، فإذا هو بأبي بكر يصلّي يخفض من صوته، قال: ومرّ بعمرَ بن الخطّاب وهو يصلّي رافعًا صوته، قال: فلمّا اجتمعا عند النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم، قالالنّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: يا أبا بكر! مررت بك و أنت تصلّي تخفض صوتك، قال: قد أسمعتُ من ناجيتُ يا رسول الله ! قال: وقال لعمرَ: مررت بك و أنت تصلّي رافعًا صوتك، قال: فقال: يا رسول الله ! أوقظ الوسنان و اطّرد الشّيطان، زاد الحسن في حديثه، فقال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم : يا أبا بكر! ارفع من صوتك شيئًا وقال لعمر: اخفض من صوتك شيئًا. (سنن أبي داوٗد: ١/١٨٨، كتاب الصّلاة، باب رفع الصّوت بالقراء ة في صلاة اللّيل)

زبان سے کہنا بھی جائز اور مستحب ہے، لیکن نقشبندیہ کا معمول یہ ہے کہ دل سے ذکر کیا جاوے اور اگر زبان سے بھی کبھی کیا جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے، آپ کو اجازت ہے کہ اگر کسی وقت زبانی ذکر اچھا معلوم ہو تو زبان سے کرلیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لا حول و لا قوّة إلّا باللّٰه کے فضائل

سوال: (۱۱۹۶)...... (الف) حدیث میں وارد ہے: لاحول و لا قوّة إلّا باللّٰه جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے(۱) اس کا کیا سبب ہے؟

(ب) حدیث میں ہے کہ لاحول و لاقوّة إلّا باللّٰه ننانویں بیماریوں کی دوا ہے، جن کا ادنی غم ہے(۲) دنیا میں غم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں تو اور بیماریاں کونسی ہیں؟

(ج) حدیث میں ہے کہ جب بندہ لاحول و لاقوّة إلّا باللّٰه کہتا ہے، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نے اپنے کام میرے سپرد کردیے، پس اس حدیث سے تو اوراذ کار پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

(د) حدیث میں آیا ہے کہ لا حول و لا قوّة إلّا باللّٰه جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے(۳) اس کا کیا سبب ہے؟ (۱۳۴۳/۴۳ھ)

(۱) عن أبي موسىٰ رضي الله عنه قال: كنّا مع النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في سفر، فكنّا إذا علونا كبّرنا، فقال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: أيّها النّاس! أربَعوا على أنفسكم، فإنّكم لاتدعون أصمّ ولا غائبًا، ولكن تدعون سميعًا بصيرًا، ثمّ أتى عليَّ، وأنا أقول في نفسي: لاحول ولا قوّة إلّا باللّٰه، فقال: يا عبدالله بن قيس! قل: لاحول ولا قوّة إلّا باللّٰه، فإنّها كنز من كنوزالجنّة، أو قال: ألا أدلّك على كلمة هي كنز من كنوزالجنّة؟ لاحول ولاقوّة إلّا باللّٰه (صحيح البخاري: ۹۴۴/۲، كتاب الدّعوات، باب الدّعاء إذا علا عقبة. وفيه أيضًا: ۶۰۵/۲، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لاحول ولا قوّة إلّا باللّٰه دواءٌ من تسعة و تسعين داءً؛ أيسرها الهمّ (مشكاة المصابيح، ص:۲۰۲، كتاب أسماء اللّٰه تعالىٰ، باب ثواب التّسبيح، الفصل الثّالث)

(۳) عن قيس بن سعد بن عبادة أن أباه دفعه إلى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يخدمه، قال: فمرّبي النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وقد صلّيت، فضربني برجله، وقال: ألا أدلّك =

الجواب: (الف - د) جب بندہ نے یہ عقیدہ دل سے رکھا اور زبان سے بھی کہا کہ مجھ میں کوئی حول وقوت وطاقت نہیں ہے، مگر اللہ کی رحمت سے ہوتا ہے جو کچھ ہوتا ہے، پس اس نے سب کام اپنے اللہ کے حوالے کر دیے تو ظاہر ہے کہ اس نے جنت کا خزانہ حاصل کیا، اور جملہ ہموم وغموم وآلام سے محفوظ ہوا، اور جنت کا دروازہ اس کے لیے کھل گیا، غرض اس کلمہ کی یہ قبولیت اور خاصیت ہے اور حدیث شریف میں اس کی تفسیر اس طرح وارد ہے: **لاحول عن معصية الله ولاقوّة بطاعة الله إلّا بالله** (۱) زیادہ اس میں کُنج کاوی (۲) کی حاجت نہیں ہے جو کچھ احادیث میں اس کلمہ کی فضیلت آئی ہے اس پر یقین کرے اور حکمت اور علت کو حوالہ بہ علم الٰہی کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عصر اور فجر میں تسبیح فاطمہ دعا سے پہلے پڑھنا مستحب ہے

سوال: (۱۱۹۷) امام مسجد دو نمازوں یعنی عصر وصبح میں تسبیح فاطمہ پڑھتا ہے، تو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ امام صاحب بعد نماز کے لوگوں کو کیوں قید میں رکھتے ہیں؟ امام کو چاہیے کہ بعد دعا کے پڑھا کریں؛ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ (۲۰۲۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسا کرنا مستحب ہے، امام کے پڑھنے کی وجہ سے مقتدی پڑھیں گے اور ثواب پائیں گے، لوگوں کا اعتراض غلط ہے، اور یہ علماء اور صلحاء کا طریقہ ہے اور مستحب اور متوارث ہے۔

= على باب من أبواب الجنّة ؟ قلت: بلیٰ! قال: لاحول ولا قوّة إلّا بالله (جامع التّرمذي: ۱۹۸/۲-۱۹۹، أبواب الدّعوات — باب في فضل لاحول ولا قوّة إلّا بالله)

(۱) عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنهما قال: كنت عند النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يومًا، فقلت: لاحول ولا قوّة إلّا بالله، قال: هل تدري ما تفسيرها ؟ قلت: الله ورسوله أعلم، قال لاحول عن معصية الله إلا بعصمة الله ، ولا قوّة على طاعة الله إلّا بعون الله، هٰكذا أخبرني به جبريل عليه السّلام (لأبي يعلى) (المطالب العالية بزوائد المسانيد الثّمانية للحافظ ابن حجر العسقلاني: ۲۶۲/۳، كتاب الأذكار والدّعوات — باب فضل لاحول ولا قوّة إلّا بالله، حديث: ۳۴۳۸، المطبوعة: دارالمعرفة، بيروت)

(۲) کُنج کاوی: تجسس، غور، فکر۔ (لغات کشوری)

حالتِ جنابت میں کلمۂ طیبہ پڑھنا درست ہے

سوال: (۱۱۹۸) حالتِ جنابت میں کلمہ شریف پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۸۵/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: حالتِ جنابت میں کلمہ طیبہ پڑھنا درست ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قضائے حاجت کی دعا کب پڑھنی چاہیے؟

سوال: (۱۱۹۹) جو دعا قضائے حاجت کے شروع و بعد میں پڑھی جاتی ہے، ان میں سے شروع کی دعا پائخانہ سے باہر کس وقت پڑھی جاوے؟ اور بعد کی دعا بعد پاک کرنے پانی کے پڑھی جاوے یا پائخانہ سے نکلتے ہی؟ اس صورت میں کہ استنجا ڈھیلے سے کر رہا ہو۔ (۱۹۴۰/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پائخانہ میں جاتے وقت باہر پڑھی جاوے اور اگر جنگل میں قضائے حاجت کرے تو کپڑا کھولنے سے پہلے پڑھے (اور بعد کی دعا) پائخانہ سے باہر ہوتے ہی پڑھے اور جنگل میں ہو تو کپڑا باندھنے کے بعد پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اذان شروع ہوجانے کے بعد قضائے حاجت کو جانا

سوال: (۱۲۰۰) اذان شروع ہونے کے بعد پاخانہ پیشاب کو جانا درست ہے یا جب اذان ختم ہوجاوے اس وقت جاوے؟ اور اگر بہت زور سے آرہا ہو تو کیا حکم ہے؟ (۶۶۵/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر ضرورت زیادہ ہو فوراً پوری کرے، انتظار ختم اذان کا نہ کرے اور اگر سخت ضرورت نہیں تو بہتر ہے کہ بعد اذان پوری کرے (تاکہ اذان کا جواب دے سکے، بیت الخلاء میں جواب دینا درست نہیں)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قضائے حاجت کے وقت ذکر کرنا مکروہ ہے

سوال: (۱۲۰۱) بہ حالت پیشاب و پاخانہ اللہ کا نام لینا اور ذکر کرنا زبان سے خواہ جہراً خواہ سراً

---

(۱) ولا بأس لحائض وجنب بقراءة أدعية ومسّها وحملها وذكر الله تعالیٰ، وتسبيح إلخ (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱/۴۲۴، كتاب الطّهارة، باب الحيض)

ممنوع ہے؟ (۲۰۲۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بہ حالت پیشاب و پاخانہ اللہ کا نام لینا اور ذکر کرنا زبان سے خواہ جہرًا ہو یا سرًا مکروہ ہے اور ویسے درست ہے (یعنی بالفعل پیشاب و پاخانہ نہ کررہا ہو) **كما في الدّرّ المختار في بيان سنن الوضوء: إلّا حال انكشاف وفي محلّ نجاسة فيسمّى بقلبه، وفي الشّامي: فلو نسى فيهما سمّي بقلبه، ولايحرّك لسانه تعظيمًا لاسم اللّٰه تعالىٰ**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ذکر کرتے ہوئے وضوٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۰۲) اگر ذکر کرتے ہوئے وضوٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟ (۲۶۰۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ذکر بغیر وضو کے بھی جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ باوضو ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تسبیح جیب میں رکھ کر قضائے حاجت کو جانا

سوال: (۱۲۰۳) تسبیح جیب میں رکھ کر قضائے حاجت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۸۹۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں رکھی ہوئی تسبیح پڑھنے سے ثواب کس کو ملے گا؟

سوال: (۱۲۰۴) ایک شخص نے بہت سی تسبیح خرید کر مسجد میں رکھی ہیں، ان کے پڑھنے والوں کو بھی ثواب ہوگا؟ (۱۳۸۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: پڑھنے والوں کو بھی ثواب ہوگا اور دینے والوں کو بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

داہنے ہاتھ سے تسبیح پڑھنا بہتر ہے

سوال: (۱۲۰۵) بائیں ہاتھ سے تسبیح کا پڑھنا روا ہے یا نہیں؟ (۶۶۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار والشّامي: ۱/۲۰۴، كتاب الطّهارة، سنن الوضوء.

الجواب: بہتر داہنا ہاتھ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایام حیض میں عورت کا درود شریف اور تسبیح وغیرہ پڑھنا درست ہے

سوال: (۱۲۰۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟ ایک عورت وظیفۂ درود شریف اور کلمہ شریف پڑھتی ہے، وہ زمانۂ ایام ماہواری میں اس کو پڑھتی رہے یا چھوڑ دے؟ (۶۰۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایام حیض میں عورت کو وظیفۂ درود شریف و تسبیح و تہلیل پڑھنا درست ہے، مگر تلاوت قرآن شریف درست نہیں ہے، درمختار میں ہے: **ولا بأس لحائض وجنب بقراءة أدعية ومسّها وحملها وذكر الله تعالىٰ، وتسبيح إلخ** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۰۷) جنبی یا حائضہ وغیرہ کوئی آیت کلام مجید یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۴۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دعا اور درود شریف وغیرہ درست ہے اور آیت قرآنیہ درست نہیں (یعنی تلاوت کے طور پر جائز نہیں، دعا اور ذکر کے طور پر پڑھ سکتی ہے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حقہ پی کر کلی کرنے سے پہلے درود شریف یا کلمہ طیبہ پڑھنا

سوال: (۱۲۰۸) حقہ پی کر بغیر کلی کیے الحمد یا درود یا کلمہ شریف پڑھنا کیسا ہے جائز ہے یا منع؟ (۶۴۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بہتر یہ ہے کہ کلی کر کے پڑھے اور بلا کلی کیے بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جماع سے عبادت میں کمی آئے تو کیا کرے؟

سوال: (۱۲۰۹) ایک شخص کو جماع کا شوق ہے، اور جماع سے عبادت میں کمی آتی ہے، اور قوت کم ہوتی ہے، اور عبادت کا بھی شوق ہے، تو اب کیا کرے؟ (۳۰۱/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۴۲۴/۱، كتاب الطّهارة، باب الحيض.

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **ولزوجك عليك حقًا ولنفسك عليك حقًا** (۱) (الحدیث) اس سے معلوم ہوا کہ زوجہ کا بھی حق ہے، اور اپنے نفس کا بھی حق ہے، لہٰذا توسط ہر ایک امر میں محمود ہے، عبادت بھی کرے اور زوجہ اور عیال کا بھی حق ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تمام شب نوافل پڑھنا بہتر ہے یا ذکر جہری کرنا؟

سوال: (۱۲۱۰) تمام شب نوافل پڑھنا بہتر ہے یا ذکر جہر؟ (۲۶۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مختلف احوال کے ساتھ مختلف احکام ہوتے ہیں اور حد اعتدال اور طریق سنت سے تجاوز نہ کرنا چاہیے، سونا بھی چاہیے؛ یہ نہیں کہ تمام رات نماز وذکر میں مشغول رہیں، باقی جن راتوں کا احیاء مستحب ہے اس میں اختیار ہے خواہ نوافل پڑھے یا ذکر میں مشغول رہے۔ فقط واللہ اعلم

نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر کرنا مستحب ہے

سوال: (۱۲۱۱) بعد نماز فجر قبل طلوع آفتاب ذکر جائز ہے یا نہیں؟ (۵۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بعد نماز فجر کے طلوع آفتاب تک ذکر اور تسبیح وتہلیل واستغفار مستحب ہے، ایسا کرنا بہت ثواب رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دعا میں یہ کہنا کہ پروردگار! طفیل اپنے حبیب کے ہمارا یہ کام کردے

سوال: (۱۲۱۲) دعا میں یہ کہنا درست ہے یا نہیں کہ پروردگار! طفیل اپنے حبیب کے ہمارا یہ کام کردے۔ (۸۳۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ کہنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه قال: قال لي رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: يا عبدالله! ألم أخبر أنّك تصوم النّهار و تقوم اللّيل، فقلت: بلى يا رسول الله! قال: فلا تفعل، صم وأفطر وقم ونم، فإن لجسدك عليك حقا وإن لعينك عليك حقا وإن لزوجك عليك حقًا الحديث. (صحيح البخاري: ۱/۲۶۵، كتاب الصّوم، باب حقّ الجسم في الصّوم)

بزرگوں کے مزار پر جاکر دعا کرنے کا طریقہ

سوال: (۱۲۱۳) بزرگوں کے مزار پر جاکر دعا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ (۱۳۴۳/۸۳۴ھ)

الجواب: کسی بزرگ کے مزار پر جاکر اگر دعا کرے تو اس طرح کرے کہ یا اللہ! بہ برکت اس بزرگ کے میری دعا قبول فرما۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صبح وشام اور سوتے وقت کی دعائیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں

سوال: (۱۲۱۴) احادیث شریفہ میں جو ادعیہ مستحبہ یعنی سوتے وقت اور صبح اور شام کے وقت وغیرہ وغیرہ جو دعائیں آئی ہیں، وہ احادیث متواترہ سے ثابت ہیں یا موضوع؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۶۶۲ھ)

الجواب: اکثر ادعیہ اوقات مخصوصہ کی صحاح کی کتابوں میں مروی ہیں اور حصن حصین نے وہی ادعیہ جمع کی ہیں جو صحیح طریق سے ثابت ہیں ان کو پڑھے۔ سونے کے وقت کی دعا: **أللّٰهم باسمك أموت وأحيٰ** (۱) بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا اور چہرے پر ہاتھ پھیرنا

سوال: (۱۲۱۵) نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرکے منہ پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟ (۱۳۴۳/۲۵۳۸ھ)

الجواب: یہ طریقہ مسنونہ ومستحبہ ہے نورالایضاح میں ہے: **یدعون لأنفسهم وللمسلمین رافعی أیدیهم ثمّ یمسحون بها وجوههم في آخره** (۲) **أي عند الفراغ** یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کو چاہیے کہ مقتدیوں سمیت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے، پھر سب کے سب اپنے ہاتھوں کو چہروں پر پھیر لیں، حصن حصین میں اس کے متعلق روایات موجود ہیں (۳)

---

(۱) صحیح البخاري: ۹۳۴/۲، کتاب الدّعوات – باب وضع الید تحت الخد الیمنی .

(۲) نور الإیضاح، ص:۸۲، کتاب الصّلاة، فصل في الأذکار الواردة بعد الفرض .

(۳) و بسط الیدین و رفعهما و أن یکون رفعهما حذو المنکبین و کشفهما .... ومسح وجهه بیدیه بعد فراغه (الحصن الحصین، المنزل الأوّل – بیان آداب الدّعاء، ص:۲۳-۲۵ المطبوعة : المطبع المجتبائي، دهلي)

دعا میں کہاں تک ہاتھ اٹھانا مسنون ہے؟

سوال: (۱۲۱۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے تھے کہ بیاض ابطین (بغل شریف کی سفیدی) نظر آتی تھی، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اوراس طرح دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۷۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: **عن أنس رضي الله عنه قال: كان النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم لايرفع يديه في شيء من دعائه إلّا في الاستسقاء فإنّه يرفع حتّى يُرى بياض إبطيه** (۱) اس میں تصریح ہے کہ یہ صورت خاص استسقاء کی نماز میں ہے، بقیہ دعاؤں میں رفع ایدی کا وہی معمول طریقہ ہے کہ ہاتھ سینہ کے محاذی ہوجائیں جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے: **عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: المسئلة أن ترفع يديك حذو منكبيك أو نحوهما الحديث** (۲) پس حدیث انس رضی اللہ عنہ خاص استسقاء میں ہے، اوراس میں بقیہ اور دعاؤں میں رفع ایدی کی جو نفی کی گئی ہے وہ مؤول ہے یعنی چوں کہ اور دعاؤں میں رفع کے اندر مبالغہ نہیں اور خاص استسقاء میں مبالغہ ہے، لہٰذا اس میں اس کی نفی کردی گئی۔ **كما في المشكاة قوله: " لايرفع يديه" أي رفعًا بليغًا فوق حذاء الصّدر** (۳) **وقال النّووي في شرح الصّحيح لمسلم: ويتأوّل هذا الحديث على أنّه لم يرفع الرّفع البليغ بحيث يرى بياض إبطيه إلّا في الاستسقاء إلخ** (۴) **وقال الشّوكاني في نيل الأوطار: وذهب آخرون إلى تأويل حديث أنس المذكور لأجل الجمع بأن يحمل النّفى على جهة مخصوصة إمّا على الرّفع البليغ، و يدل عليه قوله: حتّى يرى بياض إبطيه، ويؤيده أنّ غالب الأحاديث الّتي وردت في رفع اليدين في الدّعاء إنّما المراد بها مدّ اليدين بسطهما عند الدّعاء وكأنّه عند الاستسقاء زاد على ذلك**

---

(۱) مشكاة المصابيح، ص: ۱۳۱، كتاب الصّلاة ، باب الاستسقاء، الفصل الأوّل .

(۲) سنن أبي داوٗد، ص: ۲۰۹، كتاب الصّلاة، باب الدّعاء .

(۳) بين سطور مشكاة المصابيح، ص: ۱۳۱، كتاب الصّلاة، باب الاستسقاء، الفصل الأوّل.

(۴) شرح النّووي على هامش الصّحيح لمسلم: ۲۹۳/۱، كتاب صلاة الاستسقاء .

فرفعهما إلى جهة وجهه حتّى حاذتاه وحينئذٍ يرى بياض إبطيه إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خوش آوازی کی دعا کرنا درست ہے

سوال: (۱۲۱۷) خوش آوازی کی دعا کرنا ممنوع تو نہیں ہے؟ (۲۶۳۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: خوش آوازی کی دعا کرنا ان امور میں سے نہیں ہے جن کی ممانعت وارد ہوئی ہے، کیوں کہ تغنی بالقرآن مامور بہ ہے۔ کما ورد: ليس منّا من لم يتغنّ بالقرآن (۲) اور تغنی خوش آوازی ہے پس اس میں کوشش کرنا مامور بہ ہے، اوراس کی دعا ممنوع نہیں ہے۔ فقط

تمام مرحوم مؤمنین کے واسطے دعا کرنا بہتر ہے

سوال: (۱۲۱۸) در دعا تخصیص کردن ببعض اموات مؤمنین جائز است یا نہ؟
(۸۱۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: دعا عام برائے کافۂ مؤمنین اموات را اولیٰ است، وتخصیص محض برائے زیادتی ثواب ہم جائز است۔

ترجمہ: سوال: (۱۲۱۸) دعا میں بعض مرحوم مؤمنین کو خاص کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دعا تمام مرحوم مؤمنین کے واسطے بہتر ہے، اورصرف ثواب کی زیادتی کے واسطے خاص کرنا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

طوائفوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا

سوال: (۱۲۱۹) طوائفوں کے قبرستان میں جا کر ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا جائز ہے

---

(۱) عون المعبود شرح سنن أبي داوٗد: ۲۴/۴، كتاب الصّلاة، جُماع أبواب صلاة الاستسقاء وتفريعها، باب رفع اليدين في الاستسقاء، المطبوعة: المكتبة الأشرفية ديوبند.

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ليس منّا من لم يتغنّ بالقرآن الحديث (صحيح البخاري: ۱۱۲۳/۲، كتاب الرّدّ على الجهمية وغيرهم — التّوحيد، باب قول الله ﴿وَ أَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ إلخ﴾

یا نہیں؟ (۸۹۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسلمان کے لیے بددعا کرنا

سوال: (۱۲۲۰) زید اور عمر میں باہم مخاصمت ہوئی، زید نے ایک دن روزہ رکھ کر عمر کی نقصان رسانی کے لیے بددعا کی، زید کی دعا قبول ہوگی یا نہیں؟ (۹۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بے وجہ شرعی کے کسی مسلمان کو ضرر رسانی کے لیے محض بر بنائے مخاصمتِ دنیاوی بد دعا کرنا جائز نہیں ہے، اور ایسی دعا قبول نہیں ہوتی، حدیث شریف میں ہے: **یستجاب للعبد مالم یدع بإثم أوقطیعة رحم الحدیث رواہ مسلم(۱)**

آسان درود شریف

سوال: (۱۲۲۱) بندہ بہ وجہ امراض جسمانی کے پریشان رہتا ہے، درود شریف پر بہت عقیدہ ہے، مگر درود پڑھنا شاق گزرتا ہے، لہٰذا کلمۂ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم جو نہایت آسان ہے اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے کے وقت پڑھ سکتا ہوں، شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس میں ثواب نہیں، آیا یہ کلمہ درود کے برابر ہے یا نہ؟ (۲۰۰۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: صلّی اللہ علیہ وسلّم درود شریف ہے، اور اس میں ثواب درود شریف کا اور ذکر کا حاصل ہوتا ہے، لیکن اگر اس میں بجائے علیہ کے **علی محمّد** ہو تو انسب ہے یعنی یوں کہا جائے: **صلّی اللہ علی سیّدنا محمّد وسلّم** اور پورا درود شریف اگر پڑھنا ہو تو یوں پڑھتے رہیں: **أللّٰھم صلّ علی سیّدنا محمّد وآلہ وصحبہ وبارِکْ وسلِّم** اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو وہی کافی ہے جو کہ آپ پڑھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي ھریرۃ رضي اللہ عنہ عن النّبيّ صلّی اللہ علیہ وسلّم أنّہ قال: لا یزال یستجاب الحدیث (الصّحیح لمسلم: ۳۵۲/۲، کتاب الذّکر والدّعاء والتّوبۃ والاستغفار – باب أنّہ یستجاب للدّاعي مالم یعجل إلخ)

رسول اللہ ﷺ کو درود شریف پہنچانے کا طریقہ

سوال: (۱۲۲۲) درود شریف کا ثواب آنحضرت ﷺ کو پہنچانے کا کیا طریقہ ہے؟ یا صرف پڑھنے ہی سے پہنچ جاتا ہے؟ (۱۳۴۳/۱۸۶۳ھ)

الجواب: درود شریف پڑھنے سے ہی فرشتے آنحضرت ﷺ کو پہنچادیتے ہیں۔ فقط

نماز میں رسول خدا ﷺ کا نام آئے یا باہر سے سنے تو درود شریف نہ پڑھے

سوال: (۱۲۲۳) نماز میں اگر رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک قراءت میں آجائے یا باہر سے سنے تو درود شریف پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۵۴۳ھ)

الجواب: نہ پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جماعت سے پہلے درود شریف پڑھنا اچھا ہے یا کوئی اور ذکر؟

سوال: (۱۲۲۴) مسجد میں قبل جماعت سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ پڑھنا اچھا ہے یا درود شریف؟ (۱۳۴۳/۲۰۹۲ھ)

الجواب: یہ سب عبادتیں ہیں نماز سے پہلے جتنی عبادت میں چاہے مشغول رہے، مگر یہ ظاہر ہے کہ قبل جماعت درود شریف پڑھنے کا وقت نہیں، بلکہ نوافل وغیرہ میں مشغول رہنے کا وقت ہے، البتہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت درود شریف پڑھنے کو علماء نے مستحب لکھا ہے(۱)

---

(۱) عن عبداللّٰہ بن الحسن عن أمّہٖ فاطمة بنت الحسين عن جدّتها فاطمة الكبرى رضي اللّٰہ عنها قالت : كان رسول اللّٰہ صلّى اللّٰہ عليه وسلّم إذا دخل المسجد صلّى على محمّد وسلّم وقال : ربّ اغفرلي ذنوبي وافتح لي أبواب رحمتك ، و إذا خرج صلّى على محمّد وسلّم وقال : ربّ اغفرلي الحديث (جامع التّرمذي: ۱/۷۱، أبواب الصّلاة، باب ما يقول عند دخولہٖ المسجد؟)

درود شریف کا ثواب حضور ﷺ کے سوا دوسروں کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲۲۵) درود شریف کا ثواب سوائے آپ کی ذات اطہر کے دوسروں کو بھی پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۹۴۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو ثواب پڑھنے والے کو حاصل ہو وہ دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صلعم لکھنا یا پڑھنا

سوال: (۱۲۲۶) اگر کوئی لفظ 'صلعم' کو مخفف پڑھے جس طرح لکھا جاتا ہے، تو کچھ گناہ تو نہیں؟ (۷۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جس طرح لکھا ہے اس طرح پڑھنا جائز نہیں ہے۔ پورا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم پڑھنا چاہیے، اور اسی وجہ سے اس طرح مخففًا لکھنا بھی نہیں چاہیے، پورا ہی درود شریف لکھنا چاہیے، تخفیفًا حروف لکھ دینے سے فرضیت یا استحباب درود شریف کا ساقط نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آپ ﷺ کے نام کے ساتھ صرف 'ﷺ' لکھنا

سوال: (۱۲۲۷) بعض جگہوں میں جو لفظ محمد آتا ہے اس پر یہ علامت 'ﷺ' بنانا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۴۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: علامت 'ﷺ' کی بنانا نہ چاہیے، بلکہ پورا درود شریف یعنی ﷺ آپ ﷺ کے نام کے ساتھ لکھنا چاہیے، صرف حرف ''ص'' لکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہے اور یہ اچھا بھی نہیں ہے۔

یا محمد کہنا

سوال: (۱۲۲۸) یا محمد کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۰۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ''یا محمدؐ'' کہنا آپ کو حاضر ناظر جان کر درست نہیں، اور درود شریف میں چونکہ ملائکہ درود شریف کو آپ کے پاس پہنچاتے ہیں صیغہ نداء وخطاب کہنا درست ہے، جیسا کہ التحیات میں ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِيُّ إلخ . أیُّهَا اور یَا ایک معنی میں ہے، اسی طرح اگر یہ کہے: الصّلاة والسّلام علیك یا رسول الله یہ بھی درست ہے بغیر ان مواقع (یعنی التحیات اور درود شریف) کے اس طرح نہ پکارے: یا محمّد۔

یا رسول اللہ اور یا ولی اللہ کہنا

سوال: (۱۲۲۹) درود شریف میں حرف ندا جائز ہے یا نہیں؟ اور حیات نبی ہونے کی وجہ سے جواز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۱۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: درود شریف میں حرف ندا جائز ہے(۱) جیسا کہ خود التحیات میں موجود ہے: السّلام علیك أیّها النبيّ و رحمة الله وبرکاته. درود شریف میں حرف ندا کے جواز کی یہ وجہ ہے کہ ملائکہ درود شریف آنحضرت ﷺ کے حضور میں پہنچاتے ہیں تو اس وقت آپ کی خدمت میں بہ صیغہ خطاب عرض کرتے ہوں گے کہ فلان یصلّی ویسلّم علیك یا رسول الله چونکہ ندا اور خطاب حاضر کو ہوتا ہے، اس لیے سوائے درود شریف کے غیر اللہ کو حاضر وناظر سمجھ کر خطاب نہ کرنا چاہیے اور اہل حال کا بہ حالت شوق و ذوق خطاب کرنا اس سے خارج ہے اور حیات النبی ہونے سے حاضر و ناظر ہونا لازم نہیں آتا تاکہ ندا بہ لفظ ''یا'' کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۳۰) یا رسول اللہ کہنا اور یا ولی اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درود شریف میں ندا اور خطاب رسول اللہ ﷺ کو وارد ہے، جیسا کہ التحیات میں بھی (۲) اس کے سوا وارد نہیں اور یا ولی اللہ تو کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) مگر صحیح طریقہ یہی ہے کہ دور سے درود وسلام بھیجنے کا جو طریقہ خود آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اسی کو اختیار کرے، غائبانہ درود میں خطاب کے صیغے استعمال نہ کرے، اس کے باوجود اگر اس کے عقیدے میں کسی قسم کا فساد نہیں، یا اس کے فعل سے کسی دوسرے کے عقیدے میں بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں تو اس کے ''یا رسول اللہ'' کہنے کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، ہاں! اگر فساد عقیدہ کا اندیشہ ہو تو ناجائز کہے بغیر چارہ نہیں۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم از مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ: ص: ۴۸-۴۹، مطبوعہ، مکتبہ حجاز دیوبند)

(۲) عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال : علّمنا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم =

سوال: (۱۲۳۱) یارسول اللہ، یایاولی اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۳۶/۴۶-۴۷-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ندائے غیر اللہ جائز نہیں ہے، لیکن درود شریف میں الصّلاۃ و السّلام علیک یا رسول اللّٰہ کہنا درست ہے، اور اگر عقیدہ صحیح ہے اور خدا کے سوا کسی کو نفع وضرر کا مالک نہیں سمجھتا تو نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پکڑنا بے شک صحیح اور متبرک ہونا چاہیے۔ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۳۵) میں اسی حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔ فقط واللہ اعلم

مسجد کی دیوار پر یا اللّٰہ کے مقابل یا محمّد لکھنا

سوال: (۱۲۳۲) یہاں ایک مسجد منشی محلّہ میں از سر نو تعمیر ہوئی ہے، جس میں معمار نے ایک جگہ مسجد میں یا اللّٰہ اور اس کے محاذ دوسری جگہ یا محمّد تحریر کر دیا ہے، جس پر ایک صاحب نے جو عالم ہونے کے مدعی ہیں معمار کو کہہ کر یا محمّد مٹا دیا، یا اللّٰہ کے مقابل یا محمّد ہونا شرک میں داخل ہے؟ اس حرکت سے اکثر لوگ چیں بہ جبیں ہیں، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶۹۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یا لفظِ نداء ہے، اس لیے آنحضرت ﷺ کے نام مبارک پر ملانا نہ چاہیے، یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آتا ہے، اور مسجد کے دیواروں پر مطلقاً کچھ لکھنا اور آیات قرآنیہ اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کا لکھنا مکروہ لکھا ہے، شامی میں ہے۔ وقدّمنا قبیل باب المیاہ عن الفتح أنّه تکرہ کتابة القرآن وأسماء اللّٰه تعالیٰ علی الدّراهم والمحاریب والجدران وما یفرش اھ (۱) پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا نام مسجد کے دیوار پر لکھنا ممنوع ومکروہ ہے، اس کو حک کرا دینا اور چھلوا دینا ہی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

= إذا قعدنا في الرّکعتین أن نقول: التّحیّات للّٰه والصّلوات والطّیّبات السّلام علیك أیّها النّبيّ ورحمة اللّٰه وبرکاتهٗ الحدیث (جامع التّرمذي: ۱/۶۵، أبواب الصّلاة، باب ماجاء في التّشهّد)

(۱) ردّ المحتار علی الدّرّ المختار شرح تنویر الأبصار: ۳/۱۴۶-۱۴۷، کتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فیما یکتب علی کفن المیّت.

غیر اللہ کے لیے لفظ ''یا'' استعمال کرنا

سوال: (١٢٣٣) یارسول اللہ یا یامعین الدین اجمیری پکار کر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(١٥٠٤/٣٣-١٣٣٤ھ)

الجواب: لفظ ''یـــا'' میں چونکہ ندا اور خطاب ہے اس لیے غیر اللہ کے لیے استعمال اس لفظ کا درست نہیں ہے، اور آنحضرت ﷺ کے لیے بھی سوائے درود شریف کے استعمال اس کا نہ چاہیے، اور چونکہ کلام اولیاء اللہ میں ایسا لفظ واقع ہے وہ غلبہ حال میں ہے، اس سے استدلال صحیح نہیں، درود شریف میں تو اس لیے درست ہے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچاتے ہیں، اور التحیات میں بھی وارد ہے (١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ کا وظیفہ پڑھنا

سوال: (١٢٣٤) **یا شیخ عبد القادر جیلا نی شیئًا للّٰہ** جوشخص اس وظیفہ کو اعتقاد سے پڑھتا ہے اور تعلیم کرتا ہے وہ مشرک ہوا یا نہیں؟ (١٧٨٣/٣٢-١٣٣٣ھ)

الجواب: وہ مشرک نہیں ہے، مشرک وکافر نہ کہا جاوے، البتہ ایسے الفاظ موہمہ سے احتراز کرنا لازم ہے۔ درمختار میں ہے: **كذا قول شيء للّٰه قيل: يكفر** (٢) شامی میں ہے: **وينبغي أن يرجح عدم التّكفير، فإنّه يمكن أن يقول: أردت أطلب شيئًا إكراما للّٰه تعالىٰ اهـ شرح الوهبانية: قلت: فينبغي أو يجب التّباعد عن هذه العبارة إلخ** (٣)

---

(١) عن عبداللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: علّمنا رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم إذا قعدنا في الرّكعتين أن نقول: التّحيات للّٰه والصّلوات والطّيّبات السّلام عليك أيّها النّبيّ و رحمة اللّٰه و بركاتهٗ الحديث (جامع التّرمذي: ١/٦٥، أبواب الصّلاة، باب ماجاء في التّشهّد)

(٢) ردّالمحتار: ٢/٣٧٦-٣٧٧، كتاب الصّلاة، مطلب في رفع الصّوت بالذّكر.

(٣) الدّرّالمختار والشّامي: ٦/٣١٣، كتاب الجهاد، قبيل باب البُغاة.

اَللّٰہُ الصَّمَدُ یا سورۂ واقعہ کا وظیفہ

سوال: (۱۲۳۵) سورۂ واقعہ یا اللہ الصمد کا وظیفہ اس نیت سے کیا جائے کہ ظاہری اسباب معاش حسب دل خواہ میسر ہوں، تا کہ فراغ دل سے عبادت کی جائے، یہ جائز ہے یا کیا؟

(۳۸۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ ورد تقوی کے خلاف ومنافی نہیں ہے، بلکہ سورۂ واقعہ کا وظیفہ حدیث شریف میں وارد ہے(۱) مقصود اس سے فراغ للعبادۃ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عشق الٰہی بڑھانے کا وظیفہ

سوال: (۱۲۳۶) کیا کوئی ایسی دعا یا کوئی ایسا خاص وظیفہ ہے جس سے عشق ومحبت الٰہی زیادہ ہو؟ وہ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ (۱۲۷۴/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا، اور تلاوت قرآن شریف وغیرہ کرنا، اور نماز کو بہ خشوع وخضوع پڑھنا، اور اتباع احکام شریعت یہ جملہ امور اللہ تعالیٰ کی محبت وعشق کو بڑھانے والے ہیں۔

جس جانماز پر کعبہ کا نقشہ ہو اس پر نماز پڑھنا اور بیٹھنا

سوال: (۱۲۳۷) جانماز پر اگر نقشہ کعبہ کا ہو تو اس پر نماز پڑھنا اور اس پر بیٹھنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن ابن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : من قرأ سورة الواقعة في كلّ ليلةٍ لم تُصبه فاقة أبدًا، وكان ابن مسعود يأمر بناته يَقْرَأْنَ بها في كلّ ليلةٍ (مشكاة المصابيح، ص:۱۸۹، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثّالث)

(۲) اصح یہ ہے کہ جن مصلوں پر کعبہ وغیرہ کی فرضی تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں ان کو استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ آدمی کبھی ان پر بیٹھتا بھی ہے اور یہ بات مناسب نہیں۔ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند تحفۃ الالمعی میں ارقام فرماتے ہیں: =

صحابہ اور تابعین وغیرہ کے لیے علیہ السلام کہنا

سوال: (۱۲۳۸) صحابہ اور تابعین وتبع تابعین کی شان میں علیہ السلام کہنا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۸۹۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ولا یصلّی علی غیر الأنبیاء ولا غیر الملائکة إلّا بطریق التّبع إلخ ویستحبّ التّرضی للصّحابة ...... والتّرحّم للتّابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخیار، وکذا یجوز عکسه التّرحم للصّحابة والتّرضی للتّابعین ومن بعدهم علی الرّاجح إلخ** (۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین وغیرہم کے لیے **علیه الصّلاة والسّلام** کہنا تبعًا جائز ہے مستقلاً کہنا جائز نہیں ہے۔ شامی میں ہے: **بأن یقول: أللّٰهم صلّ علی محمّد وآلهٖ وصحبه وسلّم، لأنّ فیه تعظیم النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم** (۱)

= متبرک چیزوں کی مثلاً کعبہ شریف کی اور روضۂ اقدس کی اصل یا قلمی تصاویر کی توہین کرنا مؤمن کی شایانِ شان نہیں، اس سے دل میں ان مقامات کی بے قدری پیدا ہوگی، البتہ اس کی تعظیم، اس سے توسل اور تبرک بھی جائز نہیں، کیوں کہ اصل کعبہ اور اصل روضۂ اقدس ہزار برکتوں کا محل ہے، مگر کیمرے سے اس کا جو فوٹو لیا جائے یا قلم سے اس کی جو تصویر بنائی جائے اس میں بھی وہی برکتیں پیدا ہو جائیں یہ بات نامعقول ہے، اور نہ اس کی کوئی دلیل ہے، اسی طرح جن مصلوں پر کعبہ وغیرہ کی فرضی تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں ان کو بھی استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ آدمی کبھی ان پر بیٹھتا بھی ہے اور یہ بات مناسب نہیں۔ (تحفۃ الألمعی: ۵/ ۹۹، ابواب اللباس، عنوان: نبی ﷺ کی چپلوں کا تذکرہ)

(۱) الدّرّالمختار والشّامي: ۱۰/ ۴۰۰-۴۰۲، کتاب الخنثٰی، مسائل شتّٰی.

وأمّا السّلام فنقل اللّقاني في شرح جوهرة التّوحید عن الإمام الجویني أنّه في معنی الصّلاة، فلا یستعمل في الغائب ولا یفرد به غیر الأنبیاء، فلا یقال: عليٌّ علیه السّلام، وسواء في هذا الأحیاء والأموات، إلّا في الحاضر فیقال: السّلامُ أو سلامٌ علیك أو علیکم، وهذا مُجمعٌ علیه اهـ .

أقولُ: ومن الحاضر السّلام علینا وعلی عباداللّٰه الصّالحین، والظّاهر أن العلّة في منع السّلام ما قاله النّووي في علّة منع الصّلاة أن ذلك شعار أهل البدع، ولأنّ ذلك مخصوص في لسان السّلف بالأنبیاء علیهم الصّلاة والسّلام، کما أن قولنا عزّ وجلّ مخصوص باللّٰه تعالٰی =

اللہ تعالیٰ کو 'تم' یا 'تو' کہہ کر پکارنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۲۳۹) اللہ تعالیٰ کو 'تم' کہہ کر پکارنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ جمع کا صیغہ ہے، اگر 'تو' کہہ کر پکارے تو گستاخی تو نہیں؟ (۱۵۰۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: واحد کا صیغہ استعمال کرنا گستاخی نہیں ہے، بلکہ تاکیدِ توحید باری تعالیٰ کے لیے لفظ واحد انسب ہے۔ اور صیغہ جمع بھی بہ غرضِ تعظیم جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں بلند آواز سے ذکر وغیرہ کرنا

سوال: (۱۲۴۰) ایک قاری اور چند مصلیان مسجد میں حلقہ باندھ کر زور شور سے شعر و اشعار اور درود شریف پڑھتے تھے، ایک ملاّ صاحب نے اس سے منع کیا، اور یہ کہا کہ مسجد میں قرآن شریف زور سے پڑھنا اور ذکر زور سے کرنا ممنوع اور ناجائز ہے، اس پر ایک مولوی صاحب نے اس ملا پر کفر کا فتویٰ لگایا، اور امامت سے علیحدہ کر دیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۴۵۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس بارے میں ملاّ صاحب کا قول صحیح ہے، جہر مفرط کے ساتھ درود شریف وغیرہ مسجد میں پڑھنا، اور ذکر جہر مفرط کے ساتھ مسجد میں کرنا جس سے مصلیوں وغیرہ کی نماز میں خلل واقع ہو، اسی طرح قرآن شریف جہر مفرط کے ساتھ مسجد میں پڑھنا جس سے نمازیوں وغیرہم کو تشویش ہو درست نہیں ہے، اس پر مولوی صاحب مذکور کا ملا صاحب پر کفر کا فتوی لگانا بالکل غلط اور

= فلا يقال: محمّد عزّ وجلّ وإن كان عزيزًا جليلاً، ثمّ قال اللّقاني: وقال القاضي عياض: الّذي ذهب إليه المحقّقون وأميلُ إليه ما قاله مالك وسفيان واختاره غير واحد من الفقهاء والمتكلّمين أنّه يجب تخصيص النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم وسائر الأنبياء بالصّلاة والتّسليم، كما يختصّ اللّٰه سبحانه عند ذكره بالتّقديس والتّنزيه، ويذكر من سواهم بالغفران والرّضى كما قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۱۱۹) ﴿يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ﴾ (سورۂ حشر، آیت: ۱۰) وأيضًا فهو أمر لم يكن معروفًا في الصّدر الأوّل، وإنّما أحدثه الرّافضة في بعض الأئمّة، والتّشبّه بأهل البدع منهيّ عنه فتجب مخالفتهم. اهـ (الشّامي: ۱۰/۴۰۱، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتّىٰ)

فسق ومعصیت ہے، اوراس بناء پرملاّ صاحب کوامامت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۱۲۴۱) تہجد کی نماز کے بعد مسجد کے اندر نعرہ لا إلٰہ إلاّ اللّٰہ کا لگانا جائز ہے یانہیں؟ جب کہ مسجد کے قرب وجوار میں اہل محلّہ سوتے ہوں۔ (۱۹۳۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ذکر جہراس طرح کرنا کہ جس سے نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف ہو، اچھا نہیں سمجھا گیا، پس چاہیے کہ ذکر جہر کرنے والے زیادہ جہر سے ذکر نہ کریں، بلکہ ایسی طرح ذکر کریں کہ کسی کو تکلیف وتشویش نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۴۲) دوتین بجے شب کو چند اشخاص مسجد میں آکر زور سے ألـلّٰـہ هـو کے نعرے لگاتے ہیں، اوران کے ساتھ ساتھ تلسی داس کبیر داس وغیرہ کے ہندی دوہے اور فارسی کے اشعار بہ بلند آواز پڑھتے ہیں، جس کی وجہ سے اہل محلّہ کی نیند میں خلل ہوتا ہے توان کا ذکر جہر سے کرنا جائز ہے؟ (۱۰۱۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شامی میں ہے کہ ذکر جہر جائز ہے اور مستحب ہے، لیکن اگر ذکر بالجہر سے سونے والوں یا نمازیوں کو ایذا ہو تو ممنوع ومکروہ ہے۔ **أجمع العلماء سلفًا وخلفًا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلاّ أن يشوّش جهرهم على نائم أومصلّ أو قاريء إلخ** (۱) پس ان لوگوں کو اتنے زور سے ذکر کرنا درست نہیں ہے کہ سونے والوں کو تکلیف ہو، اور حدیث شریف میں ہے: **يا أيّها النّاس أربعوا على أنفسكم فإنّكم لاتدعون أصم ولا غائبًا الحديث** (۲) **أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم** ترجمہ: اے لوگو! نرمی کرو اپنے نفس پر یعنی روکو اور بہت زور سے اللہ کو نہ پکارو، پس تحقیق تم بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے یعنی اللہ تعالیٰ سمیع و حاضر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکا اور لڑکی دونوں کی ولادت پر اذان واقامت کہنا مستحب ہے

سوال: (۱۲۴۳) لفظ مولود لڑکے اور لڑکی دونوں کو شامل ہے یا صرف لڑکے کو؟ اوراذان بعد

(۱) الشّامي: ۲/ ۳۷۷، كتاب الصّلاة، مطلب في رفع الصّوت بالذّكر.

(۲) مشكاة المصابيح، ص:۲۰۱، كتاب أسماء اللّٰه تعالىٰ، باب ثواب التّسبيح والتّحميد والتّهليل والتّكبير، الفصل الأوّل.

ولادت دونوں کے لیے مشروع ہے یا لڑکے ہی کے لیے؟ (۱۹۱۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: لڑکی کو بھی شامل ہے اور اذان دونوں کی مستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس کو نماز میں فاسد خیالات آتے ہوں وہ کیا کرے؟

سوال: (۱۲۴۴) ایک شخص دین دار بہ قضائے الٰہی عرصہ سے بہ عارضہ وہم شدید و وسواس شیطانی میں مبتلا ہے، نماز وغیرہ کے ادا کرنے میں بھی خیالات فاسدہ پیدا ہوتے ہیں، اور زبان پر بھی بلا اختیار وقصد جاری ہوتے ہیں، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۳۹۶/۷-۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ شخص موسوس اور وہمی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے وسوسہ اور وہم کو دفع فرماوے، اس کو بھی چاہیے کہ حتی الوسع وہم کو دفع کرتا رہے، اور حکم شریعت پر کاربند ہو، اگر وہ حکم شریعت کے مطابق پوری طرح عمل کرے گا تو اس کا یہ وسواس اور وہم ان شاء اللہ تعالیٰ دور ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم

نئے مکان اور نئی دکان میں برائے برکت قرآن خوانی کرانا

سوال: (۱۲۴۵) کوئی شخص نئی دکان کھولے اور برکت کے واسطے حفاظ کو جمع کرکے قرآن شریف ختم کرائے اور بعد ازاں شیرینی تقسیم کرے یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۷۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ نہ کچھ ضروری ہے اور نہ ممنوع ہے، اس کو ضروری سمجھ کر نہ کیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۱۲۴۶) جب کوئی نیا مکان بناوے تو قرآن خوانی کرانا اور کھانا وشیرینی کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن اس کا التزام نہ کیا جاوے اور اجرت پر قرآن شریف نہ پڑھوایا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گناہ اور توبہ کا بیان

توبہ کی ہر حال میں گنجائش ہے

سوال: (۱۲۴۷) زید نے عمر کی عورت سے زنا کیا، پھر اگر دونوں شخص خلوص نیت سے تائب ہونا چاہیں، تو ان کو اتنی گنجائش ہے کہ توبہ کرنے سے ان کی بخشش ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۱۵۱۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: توبہ کی ہر حال اور ہر وقت گنجائش ہے سوائے حالت مخصوصہ کے(۱) حدیث شریف میں ہے: التّائب من الذّنب کمن لاذنب له(۲) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا﴾ (سورۂ زمر، آیت:۵۳)

ایں درگاہ ما درگاہ نو امیدی نیست ۞ صدبار گر توبہ شکستی باز آ(۳)

سوال: (۱۲۴۸) زید ناجائز فعل میں مبتلا رہتا تھا، اس سے توبہ کرائی گئی، اس نے توبہ کرلی، ایک دین دار شخص نے کہا کہ اگر ۷۰ دفعہ بھی گناہ کرے اور توبہ کرے تو توبہ (قبول) ہوجاتی ہے، ان

---

(۱) حالتِ مخصوصہ: یعنی غرغرہ کی حالت، جب نزع شروع ہوجائے تو توبہ مقبول نہیں۔۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) عن أبی عُبیدة بن عبداللّٰه عن أبیه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: التّائب من الذّنب کمن لا ذنب له (سنن ابن ماجة، ص:۳۱۳، أبواب الزّهد – ذکر التوبة)

وعن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: التّائب من الذّنب الحدیث. (مشکاة المصابیح، ص:۲۰۶، کتاب الدّعوات، باب الاستغفار والتّوبة، الفصل الثّالث)

(۳) ترجمہ: یہ ہماری بارگاہ ناامیدی کی بارگاہ نہیں ہے۔ سو بار اگر توبہ توڑ چکا ہے تو بھی باز آ یعنی توبہ کر۔

کے اس کہنے سے عام ناواقف لوگ غلطی میں ہوگئے، اور گناہ پر اصرار سے نہیں رکتے؟

(۱۳۴۵-۴۴/۲۰۱ھ)

الجواب: توبہ کا باب عنداللہ وسیع ہے، کوئی شخص اگرچہ ایک ہی گناہ کو کتنی ہی مرتبہ کرے، لیکن توبہ نصوح کے بعد اس کے بھی عفو کی امید ہے، کیوں کہ حدیث میں مطلقاً وارد ہے: التّائب من الذّنب کمن لا ذنب له(۱) وقال تعالیٰ: ﴿عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ الآية﴾ (سورۂ توبہ، آیت:۱۰۲) مگر یہ ظاہر ہے کہ حقیقی تائب وہی ہے جو ایک دفعہ توبہ کرنے کے بعد پھر کبھی بھی کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے، گناہوں کا تکرار محرومیٔ توبہ کا باعث ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

توبہ کرنے کے لیے مسجد شرط نہیں

سوال: (۱۲۴۹) اگر کوئی لڑکا شراب پی کر مسجد میں آوے، نماز پڑھے، اس کے منہ سے بدبو آنے پر مسجد سے نکال دیں، کیا اس کی توبہ مسجد کے سوا دوسری جگہ بھی مقبول ہوگی یا نہیں؟ اس کے لیے اور کیا سزا ہے؟ (۱۳۴۱/۲۷۶۹ھ)

الجواب: ہر جگہ توبہ قبول ہو جاتی ہے، جس جگہ ہو فوراً توبہ کرے، یہی اس کا کفارہ ہے۔ فقط

صرف لفظی توبہ ہرگز معتبر نہیں

سوال: (۱۲۵۰) زید کی بیوی مذہب شیعہ رکھتی ہے، جس کو بہ وجہ شیعہ تبرائی ہونے کے طلاق مغلظہ دے دی گئی تھی، اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بھی ہے، لڑکا اہل سنت والجماعت ہوگیا ہے اور لڑکی جس کی عمر اب بارہ تیرہ سال کی ہے وہ اس عورت کے پاس ہے، اس کا مذہب شیعہ ہے، اس عورت نے بعد طلاق دوسرا نکاح نہیں کیا، اب وہ عورت شیعہ مطلقہ؛ مذہب شیعہ سے توبہ کرتی ہے، مگر بہ وجہ خوف برادری کے برسر عام توبہ نہیں کرتی، اور یہ شرط بھی لگاتی ہے کہ میں محرم شیعوں میں رہ کر کروں گی، اور اپنی لڑکی کا نکاح شیعوں میں کروں گی، دریافت یہ ہے کہ ان شرائط کے ساتھ اس کی توبہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور نکاح بھی بغیر حلالہ کے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵-۴۴/۲۸۲ھ)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

الجواب: اگرچہ صحت توبہ کے لیے اعلان اتنا ضروری نہیں کہ اس کے بغیر توبہ کا اعتبار نہ ہو، مگر صورت مسئولہ میں جو شرطیں ذکر کی گئی ہیں ان میں سے بعض تو صراحۃً توبہ کے منافی ہیں، غالی روافض بہ اتفاق علمائے اہل سنت کافر و مرتد ہیں، ان کے ساتھ اشتراک عمل، ان کی محفلِ سب وشتم میں شرکت، عشرۂ محرم میں انہیں جیسے افعال شنیعہ کا ارتکاب اگر رفض نہیں تو اور کیا ہے؟! خدا کی بارگاہ میں ایسی مخلوط اور ادھوری یا دوسرے لفظوں میں صرف لفظی توبہ ہرگز معتبر نہیں، اعتبار صرف اسی توبہ کا ہے کہ اعمال رفضیہ کفریہ سے دائمی اجتناب کا محکم اور غیر متزلزل ارادہ ہو، ان کے تمام عقائد کو اصول اسلامی کے خلاف سمجھ کر ان سے مجتنب رہنے کا دائمی عقیدہ اور کسی طرح کا اشتراک عمل نہ رکھا جاوے اگرچہ بتدریج ہو، پس صورت مذکورہ میں اگر اس کے موافق توبہ نہیں ہے تو وہ معتبر نہیں، لیکن اگر وہ بصدق دل توبہ کر لے تو تجدید اسلام کے بعد اس سے نکاح جائز ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ فقط

اپنے قصور کی معافی چاہنا، معافی کے لیے کافی ہے

سوال: (۱۲۵۱) اگر کسی سے کچھ قصور ہو جاوے اور وہ اپنے بزرگ سے معافی چاہے اور وہ معاف نہ کرے، تو چھوٹا گناہ سے بری ہوگا یا نہیں؟ (۱۱۸۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب اس نے اپنی جانب سے اپنے قصور پر معافی چاہی تو وہ سبکدوش ہو گیا، معاف نہ کرنے والے کے ذمے اس کا گناہ رہے گا، معافی کی درخواست پر فوراً معافی ہونی چاہیے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۱۳۴)

صدقِ دل سے بار بار توبہ کرنا

سوال: (۱۲۵۲) اگر کسی گنہ گار نے اپنے گناہ سے بہ صدق دل توبہ کی، لیکن پھر اسی گناہ کا مرتکب ہوا، اور پھر بہ صدق دل توبہ کی، اسی طرح متعدد مرتبہ اسی گناہ کا مرتکب ہوتا رہا، اور ہر مرتبہ خلوص نیت وصدق دلی سے پشیمانی کے ساتھ بہ موجب شرائط توبہ کرتا گیا، تو اس کو ہر مرتبہ امید توبہ قبول ہونے کی رکھنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہر مرتبہ توبہ قبول ہے، حدیث شریف میں ہے: ولا يَمَلُّ اللّٰهُ حتّى تَمَلُّوْا

الحديث (۱) ونعم ما قال في الفارسية :

این درگاه ما درگاه نو امیدی نیست ❁ صدبار گر توبہ شکستی باز آ (۲)

سوال: (۱۲۵۳) مجھ سے ایک مرتبہ ایک گناہ صادر ہوا، میں نے توبہ کی کہ اب ایسی حرکت نہ کروں گا، لیکن پھر بھی مجھ سے وہی حرکت صادر ہوئی، تو اب میری توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور کس طور سے میرا گناہ معاف ہو؟ (۳۲/۷-۱۳۴۰ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ الآية﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت:۲۵) اور حدیث شریف میں ہے: إنّ اللّٰه يقبل توبة العبد مالم يُغَرْغِرْ (۳) وفي حديث آخر: ما أصر من استغفر و إن عاد في اليوم سبعين مرّة الحديث (۴) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیے، اور ہر حال میں توبہ واستغفار کرنا چاہیے، اگرچہ بار بار توبہ ٹوٹ جائے، لیکن توبہ پھر بھی قبول ہوتی ہے، پس آپ صدق دل سے گناہ معہود سے توبہ کیجئے اور امید مغفرت رکھئے، اور جب کبھی کوئی گناہ ہو برابر توبہ واستغفار کرتے رہیں، اور اگر اس امر پر قسم کھائی تھی کہ میں آئندہ فلاں گناہ نہ کروں گا اور پھر وہ گناہ سرزد ہوگیا تو علاوہ توبہ واستغفار کے کفارہ قسم کا بھی دینا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جاوے یا دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کے کھانا کھلایا جاوے، یا دس مسکینوں کو کپڑا پورا جوڑا جوڑا ہر ایک کو دیا جاوے، اور چونکہ اس زمانے اور ملک میں آزاد کرنا غلام کا متعذر رہے، لہٰذا آخر کے دونوں امر میں سے کوئی امر اختیار کیا جاوے، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین روزے

---

(۱) عن عائشة رضي اللّٰه عنها أنّ النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم دخل عليها وعندها امرأة ، قال : من هذه ؟ قالت : فلانة تذكر من صلاتها ، قال : مه ، عليكم بما تطيقون ، فواللّٰه ! لا يَمَلُّ اللّٰهُ حتّى تَمَلُّوْا، الحديث (صحيح البخاري: ۱/۱۱ ، كتاب الإيمان، باب أحبّ الدّين إلى اللّٰه عزّ و جلّ أدومُه)

(۲) ترجمہ: یہ ہماری بارگاہ ناامیدی کی بارگاہ نہیں ہے۔ سوبار اگر توبہ توڑ چکا ہے تو بھی باز آ یعنی توبہ کر۔

(۳) عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال : قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : إنّ اللّٰه يقبل توبة العبد الحديث (مشكاة المصابيح، ص:۲۰۴، كتاب الدّعوات، باب الاستغفار والتّوبة ، الفصل الثّاني)

(۴) عن أبي بكر الصديق رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ما أصر من استغفر الحديث (مشكاة المصابيح، ص:۲۰۴، كتاب الدّعوات، باب الاستغفار والتّوبة، الفصل الثّاني)

متواتر رکھے جاویں، یہ کفارہ ہے آئندہ کی قسم کو توڑنے کا (یعنی یمینِ منعقدہ کو توڑنے کا)(۱) فقط

سوال: (۱۲۵۴) جو شخص توبہ صدق دل سے کرتا ہو، مگر نفس امارہ کی شرارت سے دو چار دن میں عود کر جاتا ہے طرف گناہ کے تو توبہ اس کی عنداللہ مقبول ہے یا مردود؟ (۱۰۳۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: توبہ اس کی مقبول ہے۔ كذا ورد في الأحاديث (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۵۵) تائب محبوس عصیان کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: التائب من الذّنب كمن لا ذنب له(۳) اور قرآن شریف میں ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۲۲) پس معلوم ہوا کہ توبہ کرنے والا اللہ کے نزدیک محبوب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سچے دل سے توبہ کرنے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

سوال: (۱۲۵۶) علماء سے سنا ہے کہ اگر انسان سچے دل سے گڑگڑا کر توبہ کرے یا پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ اگر خود توبہ کرنے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں تو پھر پیر کی کیا ضرورت رہی؟ (۳۷۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ توبہ کرنے سے اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں رونے اور گڑگڑانے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اگر پیر متبع سنت، عالم وعامل شریعت کے ہاتھ پر توبہ کرے گا تب بھی گناہ معاف ہوں گے، اور ایسے کامل پیر جامع شریعت وطریقت سے بیعت ہونا بہتر ہے، فرض وواجب نہیں ہے، فرض تو اتباع شریعت ہے وبس، اور بدعتی جاہل خلاف شریعت پیر سے بیعت ہونا درست نہیں ہے، بلکہ حرام ہے، ایسے پیر سے مرید ہونے سے بے پیر رہنا بدرجہا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَیْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ. (سورۂ مائدہ، آیت:۸۹)

(۲) عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: مَا أَصَرَّ مَن استغفر و إن عاد في اليوم سبعين مرّة، رواه التّرمذی و أبوداؤد. (مشكاة المصابيح، ص: ۲۰۴، كتاب الدّعوات، باب الاستغفار والتّوبة، الفصل الثّاني)

(۳) اس حدیث کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۴۷) کے جواب میں ہے۔

حق العبد کب معاف ہوگا؟

سوال: (۱۲۵۷) بکر وعمر حقیقی بھائی ہیں، ان دونوں کا خالد سے تکرار ہوا، مار پیٹ ہوئی، قضائے الٰہی سے خالد کو اس مار پیٹ میں ایسے صدمات پہنچے کہ وہ فوت ہوگیا، بکر کو تین سال اور عمر کو تین ماہ کی قید ہوئی، اب بعد اختتام سزا ہم سب کو عمرو بکر کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟

(۱۰۱۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بکر وعمر کے ذمے گناہ سے پاک ہونے کے لیے یہ ضرور ہے کہ اولاً وہ توبہ واستغفار کریں، اور ثانیاً خالد کے ورثاء سے خطا معاف کراویں یا کچھ دے کر ان کو راضی کریں، اس کے بعد وہ گناہ سے پاک ہوں گے (وہاں تک ان سے ترکِ تعلقات کا برتاؤ کیا جائے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

توبہ کے بعد دوبارہ گناہ ہوجائے تو اس کا کیا کفارہ ہے؟

سوال: (۱۲۵۸) خلاصہ یہ ہے کہ میں نے قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر چند بار گناہ سے عہد کیا، اور پھر وہ گناہ مجھ سے ہوا اس لیے میں بے قرار ہوں، غالباً یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ اس کے کفارہ کے بعد اگر مجھے موت نصیب ہو تو بہت ہی اچھا ہو، اور اگر شریعت مانع نہ ہوتی تو خودکشی کر لیتا، اس لیے ملتجی ہوں کہ اس گناہ کا کفارہ تحریر فرماویں۔ (۱۲۰۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو گناہ بعد عہد کے آپ سے ہوا اس کا کفارہ توبہ واستغفار ہے، اللہ کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کریں، اور اس ارادہ سے توبہ کریں کہ پھر کبھی ایسی عہد شکنی اور ایسا گناہ کبیرہ نہ کروں گا، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو معاف فرماوے گا، حدیث شریف میں ہے کہ کسی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا پاک ہوجاتا ہے کہ گویا اس نے گناہ نہیں کیا(۱) اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے سے ملول نہیں ہوتا جب تک بندہ توبہ سے ملول نہ ہو(۲) اور خود قرآن شریف میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

(۱) اس حدیث کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۴۷) کے جواب میں ہے۔
(۲) اس حدیث کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۵۲) کے جواب میں ہے۔

جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ (سورۂ زمر، آیت: ۵۳) یعنی فرما دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور گناہ میں حد سے گزر گئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشتا ہے، کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

الغرض آپ توبہ واستغفار کرتے رہیں اور فعل بد سے نادم ہوں، اور خودکشی کا خیال بھی دل میں نہ لاویں، اللہ کی رحمت وسیع ہے، اور موت کی طلب میں جلدی نہ کریں، جو وقت مقرر ہو چکا ہے موت اسی وقت آوے گی، ہاں یہ دعا کرتے رہیں کہ موت ایمان پر آوے، اور خاتمہ ایمان پر ہو، اور زندگی کو غنیمت سمجھیں، اور اعمال خیر کی طرف جلدی کریں، اور جو نیک کام ہو سکے اس چند روزہ زندگی میں کرلیں، مر کر سب اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، خوف الٰہی ہر وقت پیش نظر رکھیں، اور اس کی رحمت کے امیدوار رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس نے خلوص دل سے توبہ کی ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے

سوال: (۱۲۵۹) ایک زانی نے چند بار توبہ کی اور توڑ دی، اب اس نے خلوص دل سے توبہ کی اور اپنے کرتوت پر سخت نادم ہوا، ایسے شخص کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور نماز اس کے پیچھے صحیح ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵/۱۷۰ھ)

الجواب: توبہ اس کی قبول ہے، اور نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زانیہ عورت کی توبہ سن ایاس میں بھی مقبول ہے

سوال: (۱۲۶۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قوم نورباف زمانہ سے اپنے لڑکے اور شوہر کو چھوڑ کر پیشۂ کسب اختیار کیا، قریب بیس سال کے اس کے اوقات کسب میں بسر ہوئے، اب جب سنّ ایاس کو پہنچی اور لوگوں کا رجحان اس کی طرف سے کم ہوا تو وہ اپنے فعل سے توبہ کرتی ہے، اور وہ اپنی قوم کو کہتی ہے کہ میں توبہ کرتی ہوں، تم مجھ کو اپنی قوم سے متصل کرلو، توبہ اس کی اس حالت میں شرعاً مقبول ہے یا نہیں؟ یا کوئی کفارہ وغیرہ اس پر عائد ہوگا؟ اور اس کی قوم اس کو صرف توبہ کرنے پر اس کے شریک حال ہو یا نہیں؟ بینوا وتوجروا
(۱۳۳۳-۳۲/۶۶۲ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: التّائب من الذّنب کمن لا ذنب له (۱) یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں، پس توبہ اس کی مقبول ہے، اس کو داخل برادری کیا جاوے، اور کچھ کفارہ اس پر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زنا سے بچہ پیدا ہونے کے بعد گناہ سے بچنے کی صورت

سوال: (۱۲۶۱) ایک شخص کا ناجائز تعلق ایک عورت سے ہے، ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی، جو اس وقت دس گیارہ ماہ کی ہے، اور یہ اندیشہ ہے کہ یہ بڑی ہوکر اس پیشہ میں نہ رہے، تو وہ شخص اس عورت سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے، گناہ کے معاف ہونے کی کیا صورت ہے؟ (۱۸۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ضروری ہے کہ وہ شخص اس عورت سے فوراً قطع تعلق کردے اور توبہ کرے، گناہ سے بچنے کی یہی صورت ہے، دوسری صورت یہ ہے اور یہ بہتر ہے کہ نکاح کرلے، اس صورت میں اس عورت کو بھی اور اس کی دختر کو بھی معصیت سے بچانا ہوجاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کذب کے گناہ کی معافی کے لیے توبہ واستغفار ضروری ہے

سوال: (۱۲۶۲) زید نے عمداً جھوٹ بولا اور پھر کسی روز اس نے کہہ دیا کہ واقع میں یہ بات اس طرح ہے، گناہ سے بری ہوا یا نہیں؟ (۴۲۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایسے کذب کے گناہ سے بری ہونا توبہ واستغفار پر ہے، اس کو اطلاع دینا بھی اچھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آتش بازی خریدنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی خرید وفروخت حرام ہے تو گناہ کس طرح معاف ہوگا؟

سوال: (۱۲۶۳) زید کو بعد خرید آتش بازی معلوم ہوا کہ اس کی خرید وفروخت حرام ہے، اس

---

(۱) سنن ابن ماجة، ص:۳۱۳، أبواب الزّهد – ذكر التّوبة .

نے اس کو فروخت کردی، تو اس معصیت سے براءت کی کیا صورت ہے؟ (۲۲۹۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کو ضائع کردے، مثلاً دفن کردے، اور فروخت کا جو گناہ ہوگا وہ توبہ سے معاف ہوجاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص توبہ کرنے سے انکار کرے اس کے لیے کیا سزا ہے؟

سوال: (۱۲۶۴) جو شخص ایک عالم سند یافتہ کے کہنے سے توبہ کرنے سے انکار کرے، اس کے لیے کیا سزا ہے؟ (۱۹۲۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وہ فاسق ہے، اور عنداللہ ماخوذ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

توبہ کرانے والے کو پیسہ دینا

سوال: (۱۲۶۵) ہمارے یہاں عام طور سے دستور ہے کہ معصیت کی توبہ دوسرے کسی عالم کے ہاتھ پکڑ کر کرتے ہیں، اور توبہ کرانے والے کو پیسہ ضرور دیتے ہیں، ایک صاحب اس کو بدعت بتلاتے ہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۸۴۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ صورت درست نہیں ہے، یعنی یہ رسم مقرر کرنا کہ توبہ کرانے والا ضرور کچھ پیسہ لے اور اس کو کچھ پیسہ دینا ضروری سمجھا جاوے، یہ بدعت قبیحہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قریب المرگ کو توبہ کرانے کے لیے ملا جی کو بلانا اور ہدیہ دینا

سوال: (۱۲۶۶) بعض ملک میں رواج ہے کہ جب کوئی شخص مرض شدید میں مبتلا ہوکر نہایت ضعیف اور قریب المرگ ہوجاتا ہے تو کسی میاں جی یا مولوی صاحب کو بلاکر اس سے توبہ کراتے ہیں، اور بہ وقت رخصت حسب طاقت کچھ روپیہ پیسہ بھی دے دیتے ہیں، تو یہ توبہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ (۱۱۳۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: توبہ کرنا ہر حال اچھا ہے اور ضروری ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۱) وفي الحديث: التّائب من

الذّنب کمن لا ذنب له(۱) پس توبہ کرنا کسی بزرگ کے ہاتھ پر درست ہے، لیکن اگر مراد اس توبہ سے بیعت مسنونہ ہے تو پھر یہ ضرور ہے کہ جس سے بیعت کی جاوے وہ بزرگ ہو، لیاقت بیعت کرنے کی رکھتا ہو، بدعتی نہ ہو جو کہ طمع دنیا میں بدعات کو رواج دیتا ہو، ایسا نہ ہو جس کی نسبت مولانا رومی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ❁ پس بہ ہر دستے نشاید داد دست (۲)

علامہ زمخشری کے لیے استغفار کرنا

سوال: (۱۲۶۷) علامہ زمخشری جو معتزلی تھے ان کے لیے استغفار جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شاتمِ انبیاء کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲۶۸) چہ می فرمایند علمائے دین متین ومظہرین شرع مبین کہ اگر از کسے تخفیف انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام صادر شود، نعوذ باللہ منہا قصداً یا خطاءً و یا نسیانًا و بعد ازآں توبہ بصدق دل بکند، پس توبۂ او قبول عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ حسب مذہب قویم ابوحنیفہ رحمہ اللہ وقول مفتی بہ می شود یا نہ؟ وایضاً قصداً یا خطاءً و یا نسیانًا درامر قبول برابر است یا نہ؟ بر تقدیر جواب مشرح و مدلل معہ حوالہ کتاب تحریر فرمایند۔ (۱۵۶۰/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: حسب مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ توبۂ او مقبول است، وبعد توبہ وتجدید اسلام حکم باسلامِ او کردہ خواہد شد۔ هٰذا هو الصّحيح من مذهب أبي حنيفة رحمة اللّٰه عليه قال في

---

(۱) مشکاۃ المصابیح، ص:۲۰۶، کتاب أسماء اللّٰه تعالیٰ، باب الاستغفار والتّوبة، الفصل الثّالث.

(۲) ترجمہ: او! بہت سے شیطان انسان کی شکل میں ہوتے ہیں، پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے، یعنی بہت سے انسان بزرگوں کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آتے ہیں، پس بیعت ہونے پر لازم ہے کہ وہ اچھی طرح پرکھ کر بیعت کرے۔ ۱۲

الدّرّالمختار: لکن صرّح في آخر الشّفاء بأن حکمه کالمرتدّ ومفاده، قبول التّوبة. وفي الشّامي: فهذا کلام الشّفاء صریح في أنّ مذهب أبي حنیفة و أصحابه القول بقبول التّوبة إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ سوال: (۱۲۶۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومظہرین شرع مبین کہ اگر کسی سے تخفیف (توہین) انبیاء علیہم الصلاۃ والسّلام قصدًا یا خطاءً یا نسیانًا صادر ہوجائے نعوذ باللہ من ذلک، اوراس کے بعد صدق دل سے توبہ کرے، تواس کی توبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب قویم اور مفتی بہ قول کے مطابق قبول ہوگی یا نہیں؟ قصد، نیز خطاء اور نسیان تینوں توبہ قبول ہونے میں برابر ہیں یا نہیں؟ جواب مفصل ومدلل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق اس کی توبہ مقبول ہے، اورتوبہ و تجدید اسلام کے بعد اس کے مسلمان ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اچھے افعال سے نفرت اور برے افعال سے رغبت کیوں ہوتی ہے؟

سوال: (۱۲۶۹) بعض وقت کئی کئی روز نماز وغیرہ میں طبیعت نہیں لگتی اور نہ خوف خدا رہتا ہے، اور اچھے افعال سے نفرت اور برے افعال سے رغبت ہوتی ہے، اس کا کیا سبب ہے؟

(۴۵۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس کا سبب کوئی معصیت اور قساوت قلبی ہوتی ہے، توبہ واستغفار کرتا رہے۔ فقط

وہ مسلمان کیسا ہے جو یہ کہتا ہے کہ معلوم نہیں سور کو کیوں حرام کردیا؟!

سوال: (۱۲۷۰) ایک مسلمان نے ہندو عدالت میں یہ کہہ دیا کہ سور ایک معمولی جنگلی جاندار اور جانور اور جانداروں کی طرح ہے، اوروں کو تو حلال، اس کو معلوم نہیں کیوں حرام مطلق کردیا؟ ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۹۲۹/۱۳۴۲ھ)

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۲۸۲/۶-۲۸۳، کتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب مهم في حکم سابّ الأنبیاء.

الجواب: اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص سور کو حرام جانتا ہے، مگر اس کو وجہ حرمت کچھ معلوم نہ ہوئی، اس لیے کہتا ہے کہ معلوم نہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے کیوں حرام کردیا، اور دوسرے جانوروں کو حلال کیا؟! یہ قول اس کا جہالت کی وجہ سے ہے، اس کو چاہیے کہ توبہ کرے اور پھر ایسا لفظ نہ کہے، اس میں شک نہیں کہ وجہ فرق مابین حیوانات حلال وحرام تو بہت سے مسلمانوں کو معلوم نہیں، بلکہ بہت سے علماء کو بھی معلوم نہیں ہے کہ فلاں جانور کیوں حلال کیا گیا، اور فلاں جانور کیوں حرام کیا گیا، لیکن مسلمان کو لائق یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اور جس کسی کو حلال اور جس کسی کو حرام فرمایا اس کو تسلیم کریں اگرچہ سمجھ میں نہ آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان کو گالی دینا موجب فسق ہے، اور اس سے توبہ کرنے کا طریقہ

سوال: (۱۲۷۱) اگر کسی شخص نے کسی عالم متورع باعمل کو بلا وجہ شرعی بے ہودہ اور فحش گالیاں دے دی، پھر جا کر اس عالم سے معافی لے لی، تو اس صورت میں اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟
(۱۴۳۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **سباب المسلم فسوق** (۱) (الحدیث) پس عالم متورع کو فحش گالیاں دینا موجب فسق ہے اور اگر اس نے توبہ کرلی اور اس عالم سے معافی چاہی تو بحکم **التّائب من الذّنب كمن لا ذنب له** (۲) وہ شخص گناہ مذکور سے پاک ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۷۲) ایک سید صاحب کو ایک کافر نے برے لفظ سے پکارا ہے، اس پر ایک مولوی صاحب نے فتوی دیا کہ اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر چڑھا کر تمام بازار میں پھرایا جاوے، کیا یہ سزا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۶/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنهما أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: سباب المسلم فسوق الحديث. (صحيح البخاري: ۱۲/۱، كتاب الإيمان– باب خوف المؤمن أن يحبط عمله و هو لايشعر وفيه أيضًا: ۸۹۳/۲، كتاب الأدب – باب ما ينهى عن السّباب واللّعن، وفيه أيضًا: ۱۰۴۷/۲-۱۰۴۸، كتاب الفتن – باب قول النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم لاترجعوا بعدي كفّارًا)

(۲) سنن ابن ماجة، ص:۳۱۳، أبواب الزّهد – باب ذكر التّوبة.

الجواب: یہ سزا اس شخص کو دینا حکم شرعی نہیں ہے، حکم شرعی تو یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی مسلمان بھائی کو خواہ وہ سید ہو یا شیخ یا کوئی دوسری قوم بے وجہ برا کہا اور گالی دی تو وہ گنہ گار ہوا اس سے معاف کرادے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو علماء کی توہین کرے وہ فاسق ہے یا کافر؟

سوال: (۱۲۷۳) خالق صوفی نے بارہا ایک عالم محدث متبحر کی اہانت کی اور گالی دی کہ اس عالم نے فیصلہ حق کیوں کیا؟ (۱۵۶۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: سَبّ علماء کو فقہاء نے **مفضي إلی الکفر** قرار دیا ہے، لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ عالم کو بہ اعتبار صفت علم کے گالیاں دیتا ہو، اور اگر عالم میں کوئی دوسری صفت ہو جو کہ قابل مذمت ہو سکتی ہے، یا فی الواقع عالم میں ایسی صفت موجود بھی نہ ہو مگر گالی دینے والے نے غلط فہمی کی وجہ سے اس میں وہ صفت مذمومہ ثابت سمجھ کر اس کے اعتبار سے توہین کی؛ تو پہلی صورت میں سابّ کاذب نہ ہوگا، دوسری صورت میں خاطی یا کاذب ومفتری ہے، لہٰذا اگر صورت مذکورہ بالا میں اہانت کرنے والے کے ذہن میں ایسے عالم کے متعلق یہ غلط فہمی ہوئی ہو کہ اس نے جس حکم کو شریعت کی طرف منسوب کیا ہے وہ فی الحقیقت شرعی حکم ہی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، البتہ تجہیل وتضلیل ضرور کی جائے گی، اور فقہاء کے تعامل کے موافق بھی بہتر بلکہ ضروری ہوگا۔ **کما في الدّرّ المختار: إذا کان في المسئلة وجوہ توجب التّکفیر و وجه واحد یمنعه، فعلی المفتی أن یّمیل إلی الوجه الّذي یمنع التّکفیر إلخ** (۱) بہرحال خالق صوفی سے دریافت کیا جائے، پس اگر اس کی نیت میں سبّ عالم بہ اعتبار علم شرعی ہونے کے ہے تو تکفیر کی جائے گی ورنہ نہیں کی جائے گی اور اس صورت میں اسے توبہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۷۴) جو شخص علماء کو غیر مقلد اور وہابی کہے حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ (۲۵۹۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) حاشیة ابن عابدین: ۲۷۱/۶، کتاب الجهاد — باب المرتدّ — مطلب: ما یشكّ أنّه ردّة لایحکم بها .

الجواب: وہ شخص جو بے وجہ علماء کی توہین کرے فاسق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۷۵) کسی شخص نے دعوت کی مجلس میں کسی عالم کو غصہ کے ساتھ کہا ـــــ انہوں نے بے نمازی کے ساتھ کھانے سے انکار کیا تھا، یا بلا انکار ان کے کسی غیر شخص نے اپنی طرف سے انکار ظاہر کیا تھا ـــــ کہ کیا یہ آسمان کا چاند ہے؟ جو اُن کے ساتھ نہیں کھاتے ہیں ایسے مولوی کیوں مجلس میں آتے ہیں؟ کہاں کا مولوی اور ٹولوی ہے؟ کیا اس کہنے سے عالم کی توہین تو نہیں ہے؟ اور عالم کو اس کہنے سے کہنے والے کو کافر کہا جائے گا یا نہیں؟ اور اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

(۱۰۲۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عالم دین دار کو ایسا کہنا معصیت ہے اور کہنے والا گنہ گار ہوتا ہے، اور فاسق ہے توبہ کرے، لیکن کافر نہیں ہوا، پس کافر اس کو نہ کہا جائے اور جب کہ وہ کافر نہیں ہوا تو اس کا نکاح بھی نہیں ٹوٹا، مسلمان کو کافر کہنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے جیسا کہ کتب فقہ سے ظاہر ہوتا ہے(۱) فقط

سوال: (۱۲۷۶) عالم جو بدعات سے منع کرتا ہے اگر کوئی اس کو رافضی یا وہابی کہے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۲۷۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بدعات سے منع کرنے والے عالم سنی حنفی کو رافضی اور وہابی کہنا فسق اور معصیت ہے اور کہنے والا فاسق اور عاصی اور مستحق تعزیر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۷۷) ایک مولوی صاحب بچوں کو تعلیم قرآن پاک کی دیتے تھے، دوسرے بچوں نے آکر بہت شور وغل کیا جس کی وجہ سے تعلیم میں حرج ہوتا تھا، مولوی صاحب نے چند بار منع بھی کیا

---

(۱) وفي الفتاوى الصّغرى : الكفرشيء عظيم، فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدتُ رواية أنّه لا يكفر اهـ. وفي الخلاصة وغيرها : إذا كان في المسألة وجوه توجب التّكفير و وجه واحد يمنعه، فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الّذي يمنع التّكفير تحسينا للظّنّ بالمسلم (الشامي:۶/۲۷۱، كتاب الجهاد، باب المرتدّ ، مطلب : ما يشكّ أنّه ردّة لا يحكم بها)

وقد ذكروا أنّ المسئلة المتعلقة بالكفر إذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر واحتمال واحد في نفيه، فالأولى للمفتى والقاضي أن يعمل بالاحتمال النّافي ، لأنّ الخطأ في إبقاء ألف كافر أهون من الخطأ في إفناء مسلم واحدٍ (شرح الفقه الأكبر، ص:۱۹۹، المطبوعة: مطبع مجتبائي، دهلى)

مگر وہ باز نہ آئے، بالآخر مولوی صاحب نے ایک بچہ کو جو زیادہ شور وغل کرتا تھا پکڑوا کر دو تین چھڑی اس کے ماری، وہ روتا ہوا اپنے وارث کے پاس گیا، اس نے آکر مولوی صاحب کو بلا تحقیق گالیاں دینا شروع کر دیا، مولوی صاحب کو اس کا از حد رنج ہوا مگر مولوی صاحب نے ضبط سے کام لیا اس واقعہ میں حق بہ جانب کون ہے؟ (۴۲۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں قصور لڑکے کے وارث کا ہے، جس نے مولوی صاحب معلم قرآن شریف کو سب وشتم کیا، حدیث شریف میں گالی دینا ہر ایک مسلمان کو فسق فرمایا ہے: **سباب المسلم فسوق** (۱) پس وہ شخص جس نے مولوی صاحب موصوف کو گالیاں دی فاسق ہوگیا توبہ کرنی چاہیے اور مولوی صاحب سے قصور معاف کرانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علماء وصلحاء کی شان میں گستاخی کرنا

سوال: (۱۲۷۸) چند علماء اور متقی کسی گھر میں دعوت کھانے کو جارہے ہیں، راستے میں صاحب دعوت کے مکان کے ایک آدمی مع چند اشخاص کے راستے میں بات چیت کررہے تھے، ان علماء کو دیکھ کر صاحب دعوت کے مکان کے آدمی کو دوسروں نے کہا کہ آج تمہارے مکان میں یہ چند ٹھاکر کریا اور پوچا کرنے کو جارہے ہیں، اور اس کہنے سے ان کی مراد استہزاء اور اہانتِ علماء اور صلحاء ہے، اب ان پر شرعًا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ (۳۳۸۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: وہ لوگ جنہوں نے علماء وصلحاء کی شان میں ایسے بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ کہے وہ فاسق اور گنہ گار ہیں، ان کو توبہ کرنی چاہیے، اور علماء سے قصور معاف کرانا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

عالم کی شان تواضع ہے

سوال: (۱۲۷۹) ایک جاہل شخص ایک عالم کو گستاخی کے کلمات کہتا ہے اور راستے میں اس عالم سے آگے چلتا ہے، عالم کو اس کے پیچھے چلنا عار نظر آتا ہے تو ایسے جاہل کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ (۳۰۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

(۱) اس حدیث کی تخریج باب: گناہ اور توبہ کا بیان سوال (۱۲۷۱) کے تحت درج ہے۔

الجواب: اس جاہل کے حق میں تو یہ برا ہے کہ عالم کو حقیر سمجھے اور اس کی گستاخی کرے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **سباب المسلم فسوق** (۱) یعنی کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ **فما ظنّك بالعالم التّقی؟!** باقی اس عالم کو اس میں عار نہ سمجھنی چاہیے کہ وہ جاہل اس سے آگے چلے، عالم کو یہی مناسب ہے کہ تواضع سے رہے اور اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے اور اپنی تعظیم کو درست نہ رکھے، کیونکہ کبر اور بڑائی کرنا بہت سخت گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اخلاق سب سے کرنا تسخیر ہے تو یہ ہے ۞ خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے

حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **الکبریاء ردائی. (الحدیث)** (۲) فقط

استاذ کو گالیاں دینا سخت گناہ ہے

سوال: (۱۲۸۰) عمر امامِ مسجد ہے اور زید نے اس سے مسائل نماز وغیرہا سیکھے، اگر کسی موقع پر زید مذکور عمر امام کی بے عزتی کرے اور گالیاں دے تو زید پر کیا تعزیر ہے؟ (۱۳۳۸/۳۲۲ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **سباب المسلم فسوق** (۱) اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَان الآية**﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۱) الغرض جب کہ ہر ایک مسلمان کو گالی دینا اور سب وشتم کرنا اور طَعن کرنا حرام اور معصیت ہے، پس امام مذکور کو جو کہ اس کا استاد بھی ہے، گالیاں بے وجہ دینا، اور سب وشتم وایذا رسانی کرنا اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے، اور زید اس صورت میں فاسق ہے اس کو لازم ہے کہ توبہ کرے اور امام مذکور سے قصور معاف کرائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص استاذ کی تکفیر کرے اس سے قطع تعلق کرنا

سوال: (۱۲۸۱) جو شخص استاذ کی تعظیم اور احترام کے بجائے جو شرعاً واجب ہے تکفیر بلا کسی وجہ

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۷۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال هنّاد: قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: قال الله تعالىٰ: الكبرياء ردائي الحديث (سنن أبي داوٗد، ص: ۵۶۶، كتاب اللّباس — باب ما جاء في الكبر)

شرعی کے وتجہیل وتحقیر وتذلیل کے درپے ہر وقت رہتا ہے، اور علی رؤس الاشہاد تکذیب وتوہین میں کوشاں رہتا ہے، شرعاً ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس سے اہل اسلام کو مقاطعہ تمام معاملات میں کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۹۶۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: أیّما رجل قال لأخیه: کافر، فقد باء بها أحدهما، رواہ البخاري ومسلم**(۱) اور دوسری روایت صحیحین میں ہے: **لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر إلّا ارتدّت علیه إن لم یکن صاحبُه کذلك** (۲) پس جب کہ عام مؤمنین ومسلمین کے بارے میں یہ حکم ہے اور ایسی وعید شدید ہے کہ خود تفسیق وتکفیر کرنے والے کے ایمان واسلام کے زوال کا خوف ہے، تو استاذِ علم دین کی جو کہ واجب التعظیم ہے توہین وتذلیل وتفسیق وتکفیر کرنا ظاہر ہے کہ بہ درجہ اولیٰ وعید مذکور کا مورد بناتا ہے۔ ردالمحتار جلد خامس مسائل شتّٰی میں نقل کیا ہے: **وفي المنح عن البزّازیة: وقال الزّندویسي: حقّ العالم علی الجاهل، وحقّ الأستاذ علی التّلمیذ واحد علی السّواء وهو أن لایفتح الکلام قبله، ولایجلس مکانه وإن غاب، ولا یردّ علیه کلامه ولا یتقدّم علیه في مشیه إلخ** (۳) (شامی: ۵/۴۸۱) پس استاذ جس کی تعظیم اس قدر لازم ہے جو کہ عبارت مذکورہ میں مذکور ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی توہین وسوئے ادبی اس درجہ تک جو کہ سوال میں مذکور ہے سخت معصیت ہوگی اور مرتکب اس کا فاسق ہے اور فاسق سے حتی الوسع متارکت مامور بہ شرع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو اپنے استاذ کو کافر وحرامی کہتا ہے اس کی نماز روزہ وغیرہ عبادتیں قبول ہوتی ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۲۸۲) زید بکر کا استاذ ہے، بکر زید کو قولی وفعلی تکالیف پہنچاتا ہے، اور کافر وحرامی

(۱) مشکاة المصابیح، ص:۴۱۱، کتاب الآداب — باب حفظ اللّسان والغیبة والشّتم، الفصل الأوّل. وجامع التّرمذي: ۲/۹۲، أبواب الإیمان — باب ما جاء في من رمی أخاه بکفر.
(۲) عن أبي ذرّ رضي الله عنه أنّه سمع النّبيّ صلّی الله علیه وسلّم یقول: لا یرمی الحدیث. (صحیح البخاري: ۲/۸۹۳، کتاب الأدب — باب ما ینهی عن السّباب واللّعن)
(۳) ردّالمحتار: ۱۰/۴۰۵، کتاب الخنثیٰ — مسائل شتّی.

کہتا ہے، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ آیا صوم وصلاۃ وحج وزکاۃ کی عدم مقبولیت اس پر مبنی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۸۳۰ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق ہے، اولاً ہر ایک مسلمان کو گالی دینا اور فحش کہنا فسق اور معصیت ہے۔ کما ورد: سباب المسلم فسوق (۱) پھر عالم کو اور استاذ کو سب وشتم بلا کسی وجہ شرعی کے کرنا سخت کفرانِ نعمت اور معصیت کبیرہ ہے۔ قال في ردّالمحتار: وقال الزّندويسي: حقّ العالم على الجاهل وحقّ الأستاذ على التّلميذ واحد على السّواء وهو أن لايفتح الكلام قبله، ولا يجلس مكانه وإن غاب ولايردّ عليه كلامه، ولا يتقدّم عليه في مشيه، وحقّ الزّوج على الزّوجة أكثر من هذا، هو أن تطيعه في كلّ مباح إلخ (۲) (شامی) الغرض شخص مذکور فاسق وعاصی وظالم ہے اور اس معنی سے عاق بھی ہے کہ نافرمان استاذ کا ہے اور عاق نافرمان کو کہتے ہیں، مگر زیادہ تر لسانِ شرع میں یہ لفظ والدین کے نافرمان کے لیے وارد ہوا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے کبائر میں عقوق والدین کو شمار فرمایا ہے (۳) اور قبول وعدم قبول صوم وصلاۃ وحج وزکاۃ دیگر شرائط پر مبنی ہے، عاق استاذ کے لیے خاص یہ وعید وارد نہیں ہوئی، جس کی تفصیل کتب حدیث وفقہ میں ہے۔

جو استاذ کو گالیاں دیتا ہے اس سے قطع تعلق کرنا

سوال: (۱۲۸۳) ایک شخص نے اپنے استاد کو صرف نماز کی تاکید کرنے پر کہ تم نماز کیوں ترک کرتے ہو؟ نہایت سب وشتم کی، آیا جب تک وہ پشیمان ہو کر رضامندئ استاد حاصل نہ کرے، اس سے قطع تعلق کر دینا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۵۸۵ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ شخص استاد کو سب وشتم کرنے والا فاسق ہے، مگر بجائے قطع تعلق کرنے کے اگر بہ نرمی اس کو سمجھایا جائے اور راہ راست پر لایا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ فرمایا

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۷۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) ردّالمحتار: ۱۰/۴۰۵، کتاب الخنثیٰ — مسائل شتّی.
(۳) عن عبدالرّحمٰن بن أبي بكرة عن أبيه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟ قلنا: بلىٰ يا رسول الله! قال: الإشراك بالله وعقوق الوالدين الحديث (صحيح البخاري: ۲/۸۸۴، كتاب الأدب — باب عقوق الوالدين من الكبائر)

اللہ تعالیٰ نے: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۱۲۵)

عالم کو رسوا کرنے والے کے لیے کیا سزا ہے؟

سوال: (۱۲۸۴) عالم کو بے عزت کرنے سے کیا سزا لازم ہے؟ (۸۴۷/۳۹-۱۳۴۰ھ)

الجواب: بے وجہ ایسا کرنا گناہ ہے، توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۸۵) زید کے بیٹے عمر کی شادی مقرر ہوئی، عوام الناس کو اطلاع ہوئی کہ زید آتش بازی وباجا و دیگر رسم غیر شرعی کرے گا، اس پر ایک مولوی صاحب نے زید کو سمجھایا، زید نے بہت اصرار کیا اور آتش بازی اور باجا و ڈھول کے تمام کام کر لیے، جو شخص عالم کی ہتک کرے اور گناہ پر اصرار کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۵۵۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وہ شخص فاسق ہے ایسے شخص سے جب تک وہ توبہ نہ کرے متارکت اور مقاطعت کر دینا مناسب ہے، اور اگر مصلحت اس میں ہو کہ اس کو ملاطفت کے ساتھ دعوت إلی الحق کی جاوے اور آئندہ کو اس سے توبہ کرائی جاوے تو یہ بھی گنجائش ہے۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۱۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۸۶) اگر کوئی شخص علمائے دین کو سور کہے تو شریعت میں اس کے لیے کیا تعزیر ہے؟ (۱۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: وہ شخص فاسق ہے، توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ جو پڑھ کر آتا ہے وہی جانور ہوتا ہے: کیسا ہے؟

سوال: (۱۲۸۷) جو شخص یہ الفاظ کہے ''جو پڑھ کر آتا ہے وہی جانور ہوتا ہے'' ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ مقتدا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۸۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ کلمہ جہل کا ہے اور معصیت ہے، لیکن حکم کفر وارتداد قائل نہ کیا جائے گا، للاحتمال وامكان التّأويل، بہرحال اس کو توبہ کرنی چاہیے، اور بعد توبہ کے امامت اس کی صحیح ہے۔ اور لفظ اگرچہ عموم کا ہے لیکن تاویل ارادۂ خصوص ممکن ہے مثلاً جن پڑھے ہوؤں کو اس نے دیکھا یا اس کے

سامنے پڑھ کر آئے ان کو ان کے افعال کی وجہ سے ایسا کہا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمر رسیدہ آدمی کو گالی دینا

سوال: (۱۲۸۸) جو شخص کسی بے قصور بڈھے آدمی کو برسر اجلاس گالی دے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۵/۴۸۲ھ)

الجواب: گالی دینا کسی مسلمان کو فسق ہے۔ **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:** ﴿ **وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ** ﴾ (سورۂ حجرات، آیت: ۱۱) **وقال عليه الصّلاة والسّلام: سباب المسلم فسوق** (۱) پس اس شخص کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اس سے معاف کراوے جس کو گالی دی ہے، اگر حکومت اسلام ہوتی تو اس کو تعزیر دی جاتی۔

مسجد میں بچوں کو فحش گالیاں دینا

سوال: (۱۲۸۹) ایک امام مسجد اکثر وقت مسجد میں لڑکوں کو فحش گالیاں دیتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۹/۲۴۵ھ)

الجواب: ایسی بدزبانی کرنا اور فحش بکنا ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **ليس المؤمن بالطّعان ولا باللّعان ولا الفاحش ولا البذی** (۲) **أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم:** یعنی مسلمان فحش بکنے والا نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خسر کو گالیاں دینا

سوال: (۱۲۹۰) بکر نے اپنے خسر زید کو سرِ بازار گالیاں دیں اور پتھر اٹھا کر مارنے کو دوڑا، بکر کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۱/۱۲ھ)

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۷۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) **عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ليس المؤمن بالطّعان الحديث (مشكاة المصابيح،** ص: ۴۱۳، **كتاب الآداب — باب حفظ اللسان والغيبة والشّتم، الفصل الثّاني)**

الجواب: زید اس صورت میں سخت گنہ گار ہوا اور فاسق ہو گیا۔ حدیث شریف میں ہے: سباب المسلم فسوق (۱) پس اول تو ہر ایک مسلمان کے ساتھ اس طرح پیش آنا گناہ ہے اور بکر جو اس کا خسر ہے اور بڑا ہے وہ ہر طرح واجب التعظیم ہے اس کے ساتھ اس طرح پیش آنا اور بھی زیادہ گناہ اور امر قبیح ہے، اس کو چاہیے کہ توبہ کرے اور معاف کراوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خوش دامن کو گالیاں دینا

سوال: (۱۲۹۱) زید نے اپنی خوش دامن کو مجمع عام میں فحش گالیاں دی اور حملہ کیا، زید کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ (۱۴۷۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: زید اس فعل سے گنہ گار ہوا، کیونکہ سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر (۱) حدیث میں آیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احکامِ شرع کی تبلیغ کرنے والوں کو برا کہنا

سوال: (۱۲۹۲) احکامِ شریعت کی تبلیغ کرنے والوں کو برا کہنا کیسا ہے؟ (۱۶۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: احکام شرع کے پہنچانے والے کو برا کہنا اور اس پر طعن کرنا فسق و معصیت ہے۔ فقط

سوال: (۱۲۹۳) اگر کسی مالدار کو نماز کی ہدایت کی جائے اور وہ مالدار ہدایت کرنے والے کو سخت سست کہے اور نمازی کی ہجو کرے تو شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۶۱۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: کسی امر بالمعروف کرنے والے کو اس پر برا کہنا اور پھر عمل بھی نہ کرنا سخت گناہ کا باعث ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سید کو گالی دینا

سوال: (۱۲۹۴) عبداللہ خان نے چند مزدور لگائے ان میں بعض سیدزادے بھی تھے، برموقع ان سیدزادوں کو گالیاں دی تو وہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں؟ (۲۷۴۹/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) اس حدیث کی تخریج باب: گناہ اور توبہ کا بیان، سوال (۱۲۷۱) میں درج ہو چکی ہے۔

الجواب: دین مسلم اور بنی ہاشم کو سب وشتم کرنے والا بہ اتفاق فاسق وفاجر ہے، بلکہ مظنۂ کفر ہے، اس کو چاہیے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے، لیکن کافر نہیں ہوتا۔ **کما في الشّامي (۲۸۹/۳) ثمّ إن مقتضى كلامهم أيضًا أنّه لا يكفر بشتم دِين مسلم أي لا يحكم بكفره لإمكان التّأويل إلخ(۱)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۹۵) زید نے ایک سید کو اس طرح گالی دی کہ تیرے بڑے سید کے، آیا یہ دشنام دہی نبی کریم ﷺ تک منتہی ہوسکتی ہے یا کیا؟ اور زید کے لیے کیا حکم ہے؟ توبہ اس کی مقبول ہے یا نہیں؟ ایک حاکم نے یہ فیصلہ کیا کہ زید کافر مرتد ہے اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۵/۱۵۲۳ھ)

الجواب: جب تک گنجائش تاویل ہو حکم کفر نہ دیا جاوے: **كما فصّله في كتب الفقه (۲) والتّأويل في هذه الواقعة ممكن على أنّ توبة المرتدّ مقبولة في الصّحيح.**

سوال: (۱۲۹۶) ایک شخص نے ایک مسلمان باشرع قوم سید کو سب وشتم کیا، روکنے پر سیدوں کا نام لے کر گالیاں دینی شروع کی اور باز نہیں آیا، ایسے شخص کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۸/۱۲۵۲ھ)

الجواب: وہ شخص فاسق ہے اور شریعت اسلام میں وہ مستحق تعزیر ہے۔ **كما ورد: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر (۳) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:﴿ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ، بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾** (سورۂ حجرات، آیت:۱۱) پس معلوم ہوا کہ شخص مذکور ظالم وفاسق ہے توبہ کرے اور اس سید مظلوم ومشتوم سے قصور معاف کراوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۹۷) بکر نے ایک سید کی شان میں کچھ فحش کلام کہا اس کے لیے کیا حکم ہے؟ آب ودانہ بند کرنا اس کا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵-۴۴/۱۱۳۲ھ)

---

(۱) ردّالمحتار: ۲۷۸/۶، كتاب الجهاد– باب المرتد– مطلب: في حكم من شَتَمَ دِينَ مسلم.

(۲) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شامی اور شرح فقہ اکبر کی وہ عبارتیں جو کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۷۵) کے حاشیہ میں گزری ہیں۔۱۲

(۳) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۷۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب: کسی مسلمان کو خصوصًا سید کو سب وشتم کرنا فسق اور معصیت ہے۔ **کما ورد في الحدیث: سباب المسلم فسوق (۱) وھٰذا عام في السّادات وغیرھم** پس اس سے توبہ کرائی جاوے کھانا پینا اس کا بند کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نومسلم کو اُلّو کا پٹھا اور ولد الزنا کہنا

سوال: (۱۲۹۸)......(الف) ایک واعظ نے اثنائے وعظ میں عبدالغفور عرف غازی محمود سابق دھرمپال آریہ کے متعلق لفظ اُلو کا پٹھا چند مرتبہ استعمال کیا، واعظ صاحب اور ان کے معتقدین کا یہ بھی خیال ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے نہ صرف یہی لفظ بلکہ ولد الزنا اور اس سے بھی زیادہ مکروہ تر الفاظ کا استعمال جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے، آیا ان الفاظ کا استعمال مستحسن ہے یا کیا؟ جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اس میں موصوف کے علاوہ اس کے باپ کی بھی توہین لازم آتی ہے، گمان غالب یہی ہے کہ وہ مسلمان مرا ہے۔

(ب) عبدالغفور کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ اس نے آریہ مذہب کے عقائد سے کنارہ کشی کرلی ہے اور اپنے آریہ مذہب کے نام کو تبدیل کرکے غازی محمود نام رکھ لیا ہے، البتہ بہ قول واعظ صاحب اس کا صحت کے ساتھ اسلام لانا معلوم نہیں، مگر گمان غالب یہی ہے کہ وہ اسلام لاچکا ہے۔

(ج) اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ عبدالغفور بدستور اپنے آریہ عقائد پر قائم ہے تو اس کے متعلق لفظ اُلو کا پٹھا یا ولد الحرام استعمال کرنا اس شخص کو جو مدعیٔ اسلام ہو کیسا ہے؟ (۱۲۵۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) ایسے الفاظ کا استعمال شرعًا جائز نہیں ہے، اور خُلق محمدی اور شانِ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۱۲۵) ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور نیز ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوْا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوْا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ﴾ (سورۂ اَنعام، آیت: ۱۰۸) اور اگر درحقیقت وہ مسلمان مرا ہے تو اس کو برا کہنا اور توہین وطعن کرنا اور بھی زیادہ برا ہے اور معصیت ہے جیسا کہ نصوص آیات واحادیث اس پر شاہد ہیں۔ **سباب المسلم فسوق و قتاله کفر** (۱)

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۷۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) عبدالغفور نے جب کہ مذہب اسلام قبول کرکے تبدیل نام کرلیا ہے اور اپنے کو مسلمان کہتا ہے تو اس پر یہ بدظنی کرنا کہ اس کا اسلام صحت کے ساتھ معلوم نہیں ہے سخت بدظنی اور معصیت ہے، ایسے ہی موقع میں أفَلاَ شققت عن قلبه احادیث میں وارد ہے(۱)

(ج) پھر بھی ایسے الفاظ کا استعمال جو اشتعال انگیز اور سب وشتم کے درجے میں ہیں درست نہیں، اور مدعیٔ اصلاح اور واعظ کے لیے تو بالکل ہی نا ملائم ونا زیبا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابینا استاذ کو لڑکوں کی شرارت کی اطلاع دینا چغل خوری نہیں

سوال: (۱۲۹۹) اگر کسی استاد نابینا نے لڑکے سے کہا کہ اگر لڑکے شرارت کریں تو مجھ کو خبر کرنا، اگر وہ لڑکا خبر کرے تو چغل خور تو نہیں ہوگا؟ اور اگر نہ کرے تو استاذ کا نافرمان تو نہیں ہوگا؟

(۲۱۵۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اطلاع دینے سے چغل خور نہ ہوگا، اس کو اطلاع دے دینی چاہیے، اور اگر مصلحت اطلاع نہ دینے کی ہو، تو اس میں بھی کچھ مواخذہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باشرع مسلمان کی غیبت کرنا

سوال: (۱۳۰۰) جو شخص مسلمان متشرع کی غیبت کرے، شرعاً اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۱۵۷۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ شخص غیبت کرنے والا گنہ گار اور فاسق ہوا، توبہ کرے اور اس سے معاف کراوے جس کی غیبت کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أسامة بن زيد ...... قال: بعثنا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم في سرية، فَصَبَّحْنَا الحُرَقات من جُهَيْنَة، فأدركتُ رجلاً، فقال: لا إله إلاّ الله فطعنته فوقع في نفسي من ذلك، فذكرته للنّبيّ صلّى الله عليه وسلّم، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أقال لا إله إلاّ الله وقتلته؟ قال: قلتُ: يا رسول الله! إنّما قالها خوفًا من السّلاح، قال: أفلا شققت عن قلبه. الحديث (الصّحيح المسلم: ۱/ ۶۷-۶۸، كتاب الإيمان – باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لآ إله إلاّ الله)

عالم ہوکر مسلمانوں کی غیبت کرنا

سوال: (۱۳۰۱) اگر کوئی عالم مسلمانوں کی غیبت کرے تو اس پر کیا حکم ہے؟ (۱۱۰۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: غیبت کا جو کچھ گناہ ہے وہ ظاہر و مشہور ہے، اور غیبت کرنے والے پر جو کچھ وعید ہے، وہ بھی معروف ہے اور عالم ہوکر غیبت سے اجتناب نہ کرنا اور بھی سخت گناہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

کافر اور فاسق کی غیبت کرنا

سوال: (۱۳۰۲) کافر کی غیبت کرنا جائز ہے یا نہیں اور ان کی غیبت کرنی چاہیے یا نہیں؟ (۳۵۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کافر اور فاسق کی غیبت نہیں ہوتی ان کے عیوب کو بیان کرنا ہوتا ہے، ان کے عیوب کو بیان کرنا اور برائی ظاہر کرنا درست بلکہ ضروری ہے کہ ان سے اور ایسے افعال سے سامعین احتراز کریں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیبت کرنا، جھوٹ بولنا اور مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنا

سوال: (۱۳۰۳) غیبت کرنا، جھوٹ بولنا اور مسلمانوں کے عیوب کا تجسس کرنا اور ان کے عیوب کو مشہور کرنا کیسا ہے؟ (۱۷۴۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: غیبت و کذبِ صریح اور مسلمانوں کے عیوب کا تجسس اور تشہیر اگر کسی غرض شرعی پر مبنی نہیں ہیں، تو فسق اور معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ اور ہندو کی غیبت کرنا

سوال: (۱۳۰۴) غیبت نابالغ کی اور اسی طرح ہندو اور مسلمان کی برابر ہے یا نہیں؟ (۶۴۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) قوله: (فذكره بما فيه ليس بغيبة) أي ليحذر النّاس ولا يغتروا بصومه وصلاته، فقد أخرج الطّبراني والبيهقي والتّرمذي: أَتَرْعَوُوْنَ فِيْ الْغِيْبَةِ عن ذكرِ الفاجرِ أُذْكُرُوْهُ بِمَا فِيْهِ يَحْذَرْهُ النَّاسُ (الدّر والرّد: ۴۹۹/۹-۵۰۰، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع)

الجواب: شامی میں ہے کہ جیسی مسلمان کی غیبت حرام ہے، ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور نابالغ کی بھی غیبت حرام ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لعنت کس کے لیے مخصوص ہے؟

سوال: (۱۳۰۵) لعنت کس کے لیے مخصوص ہے؟ کیا کسی کو کسی مسلمان شخص پر لعنت کہنے کا مجاز ہے؟ صرف لفظ لعنت کہنے سے لعنت اللہ کا اطلاق ہے یا نہیں؟ (۱۹۸۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: لعنت کے معنی اللہ کی رحمت سے دور ہونا ہے، لہٰذا دراصل مورد ومحل اس کے کفار ہیں مسلمانوں کو لعنت نہ کرنی چاہیے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ کبیرہ ہے

سوال: (۱۳۰۶) کلمہ گو کو کافر کہہ دینا جائز ہے؟ اور کہنے والے کے لیے کیا سزا ہے؟

(۲۱۸۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنا درست نہیں ہے اور کسی مسلمان کو تاوقتیکہ قطعی طور سے اس کا کفر معلوم نہ ہو کافر کہنا روا نہیں ہے، اور اس بارے میں احتیاط تام کرنی لازم ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے: أيّما رجل قال لأخيه كافر، فقد باء بها أحدهما (۳) یعنی جو شخص اپنے بھائی

---

(۱) قال في الشّامي : قوله (الغيبة أن تصف أخاك) أي المسلم و لو ميتا، و كذا الذّمّي، لأنّ له مالنا وعليه ما علينا، وقدم المصنّف في فصل المستأمن: أنّه بعد مكثه عندنا سنة و وضع الجزية عليه كف الأذى عنه، وتحرم غيبته كالمسلم، قوله(بما يكره)...... وجزم ابن حجر بحرمة غيبة الصّبي والمجنون(الدّر والشّامي:۵۰۲/۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(۲) ﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ م بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ بالكفر والمعاصى ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ ﴾ البعد من رحمة الله ﴿ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (تفسير جلالين، ص:۲۰۳— سورۂ رعد، آیت:۲۵)

وقال تعالىٰ:﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (سورۂ ہود، آیت:۱۸)

(۳) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أيّما رجل =

مسلمان کو کافر کہے تو یہ کلمہ ان میں سے ایک کو پہنچے گا یعنی اگر وہ کافر نہ ہو جس کو کافر کہا گیا ہے تو وبال اس کا کہنے والے پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۳۰۷) اگر کسی نے کسی کو کافر کہا یا یہ لفظ کہا کہ ''جس کو بہ وقت ذکر اللہ وجد نہ آئے، وہ کافر مرتد ملعون ہے'' اگر وجد نہ آنے سے کافر نہ ہوا تو کہنے والے پر اس کا کفر ہوگا یا نہ؟ اگر ہوگا تو عورت اس کی مطلقہ بائنہ ہوگی یا نہ؟ (۲۰۱۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: وجد نہ آنے سے کافر نہیں ہوتا، کافر کہنا اس کو سخت معصیت و گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے تو ان میں سے ایک نہ ایک پر وہ کلمہ عود کرتا ہے (۱) ظاہر اس حدیث کا یہ ہے کہ اگر وہ شخص جس کو کافر کہا ہے کافر نہیں تو کہنے والا کافر ہونا چاہیے، مگر محققین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کہنے والے پر گناہ کافر کہنے کا عود کرتا ہے (۲) اور وہ فاسق و عاصی ہوتا ہے، مگر کافر اس کو نہ کہا جاوے گا اور اس کی عورت کا نکاح فسخ نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان کس عمل سے کافر ہو جاتا ہے؟

سوال: (۱۳۰۸) جو شخص مسلمان کو کافر کہے اس کی کیا سزا ہے؟ اور کس عمل سے کافر ہو جاتا ہے۔ (۷/۷۴۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسلمان کو کافر کہنے میں بہت احتیاط لازم ہے، جلدی سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہا جاوے، گناہوں کے ارتکاب سے فاسق ہوتا ہے کافر نہیں ہوتا، شرک اور ارتداد سے کافر ہوتا ہے (۳)

= قال لأخيه: كافر، فقد باء بها أحدهما، رواه البخاري ومسلم (مشكاة المصابيح، ص: ۴۱۱، كتاب الآداب – باب حفظ اللّسان والغيبة والشّتم، الفصل الأوّل. وجامع التّرمذي: ۹۲/۲، أبواب الإيمان – باب ما جاء في من رمى أخاه بكفر)

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) معناه رجع بإثم ذلك القول المفهوم من قال أحدهما (مرقاة المفاتيح، شرح المشكاة: ۵۵/۹، كتاب الآداب – باب حفظ اللّسان والغيبة والشّتم، الفصل الأوّل، حديث: ۴۸۱۵)

(۳) یعنی: لزوم کفر: کفر نہیں ہے، التزام کفر سے کافر ہوتا ہے، پس کسی مسلمان کو کافر کہنے سے حدیث شریف کی رو سے کفر لازم آتا ہے، مگر یہ کفر نہیں ہے، اور جو شریک ٹھہرائے یا دین اسلام سے پھر جائے تو اس نے کفر کا التزام کیا، یعنی کفر کو سر لیا پس وہ ضرور کافر ہوگا۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

مسلمان کو کافر، فرعون اور مرتد کہنا

سوال: (۱۳۰۹) زید مسلمان پابند شریعت کو عمر کافر اور فرعون اور مرتد کے الفاظ سے پکارے تو عمر کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۶۳۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب زید مسلمان پابند شریعت ہے، پھر عمر اس کو کافر، فرعون اور مرتد کے الفاظ سے پکارے تو عمر فاسق ہوگیا، توبہ کرنا اس پر لازم ہے: **سباب المسلم فسوق الحديث**(۱) فقط

بدعتی کو کافر کہنا درست نہیں

سوال: (۱۳۱۰) بدعتی کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بدعتی کو کافر کہنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ماں نے اولاد کو کافر کہا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۱۱) ایک عورت نے اپنی صغیر السن اولاد کو کافر کہا، زوج نے اس سے کلام وحقوق زوجیت ترک کردیا، بدیں غرض کہ مبادا میری زوجہ میرے نکاح سے خارج ہوگئی یہ خیال صحیح ہے یا کیا حکم ہے؟ (۵۵۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **أيّما رجل قال لأخيه: كافر، فقد باء بها أحدهما** (۲) **أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم** اور یہ بھی حدیث شریف میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کافر کہے اور وہ کافر نہیں ہے تو وہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے الحدیث (۳)

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۷۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۳۰۶) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) عن أبي ذرّ رضي الله عنه أنّه سمع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول:...... من دَعَا رجُلًا بالكفرِ، أو قال: عَدُوَّ اللّٰهِ، وليس كذلك إلاّ حَارَ عليه الحديث. (الصّحيح المسلم: ۱/ ۵۷، كتاب الإيمان— باب بيان حال إيمان من قال: لأخيه المسلم يا كافر)

اس حدیث کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ گناہ کافر کہنے کا اس پر عود کرتا ہے، **وفيه وجوه أخر** (۱)
اس صورت میں وہ عورت فاسقہ ہوئی اور نکاح نہیں ٹوٹا، پس وہ شخص بدستور سابق اپنی زوجہ کو رکھے
اور اگر احتیاطاً تجدید نکاح کرلے تو اچھا ہے جیسا کہ ظاہر حدیث کا مقتضی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یزید پر لعنت بھیجنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۳۱۲) یزید پر لعنت بھیجنا کیسا ہے؟ (۱۳۸۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس میں علماء کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ شخصی طور پر کسی فاسق سے فاسق پر بھی لعنت نہیں ہوسکتی، البتہ نام کی تعیین کے بغیر قاتل حسین پر لعنت بھیجنا صحیح ہے۔ **لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ الآية ﴾** (سورۂ ہود، آیت: ۱۸) **والتّفصيل في شرح الفقه الأكبر** (۲)

یزید اور شمر کو کافر سمجھنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۳۱۳) یزید اور شَمِر (۳) کو شرعًا کافر کہنا اور کافر سمجھنا کیسا ہے؟ (۳۵۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: چونکہ خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا، اس لیے اہل سنت و جماعت کا یہ مذہب ہے کہ کسی شخص معین پر یہ حکم نہ کیا جاوے کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا یا وہ بے ایمان مرا، لہٰذا یزید اور شمر اور

---

(۱) وفيه بحث بل الأولى أن معناه رجع بإثم ذلك القول المفهوم من قال أحدهما (مرقاة المفاتيح، شرح المشكاة: ۹/۵۵، كتاب الآداب ـــ باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الأول، حدیث: ۴۸۱۵)

(۲) ثـمّ قال: وبالجملة لم ينقل عن السّلف المجتهدين والعلماء الصّالحين جواز اللّعن على معاوية و أحزابه لأن غاية أمرهم البغي والخروج على الإمام الحقّ وهو لا يوجب اللّعن و إنما اختلفوا في يزيد بن معاوية حتّى ذكر في الخلاصة وغيره أنّه لا ينبغي اللّعن عليه أي ولا على اليزيد ولا على الحجّاج لأنّ النّبيّ صلّى اللّٰه تعالىٰ عليه و آلهٖ وسلّم نهى عن لعن المصلّين ومَن كان أهل القبلة .... قال : وبعضهم أطلق اللّعن عليه أي على اليزيد لما أنه كفر حين أمر بقتل الحسين الخ (شرح الفقه الأكبر، ص:۸۷، اختلفوا في اللّعن على اليزيد، المطبوعة: مطبع مجتبائي دهلي)

(۳) شَمِر: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل۔۱۲

کسی ظالم و فاسق و بدکار پر یہ حکم نہ کیا جاوے گا کہ وہ کافر ہے اور کفر پر مرا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے نمازی کو کافر نہ کہا جاوے

سوال: (۱۳۱۴) جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو اور چند مرتبہ اس کو ہدایت کی جاوے اور نہ مانے پھر اس کو کافر کہہ دیا جاوے تو کچھ برائی تو نہیں ہے؟ (۶۹۲/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: کافر نہ کہا جاوے، البتہ اگر یہ کہہ دیا جاوے کہ یہ کافروں کا سا فعل ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے کیوں کہ جو حدیث اس بارے میں وارد ہے: **من ترك الصّلاة متعمّدًا فقد كفر** (۱) اس کی تاً ویل کی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں گالی گلوچ کرنے والوں کو بے ایمان و کافر کہنا

سوال: (۱۳۱۵) ایک شخص وقت ۱۱ بجے شب کے مسجد کے اندر صحن میں بالکل ننگا سو رہا تھا، ایک شخص مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو اس نے سونے والے کو جگایا، اس پر کچھ تکرار ہوا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس جگانے والے کو مسجد میں بہت مارا اور گالی گلوچ ہوئی، امام نے منع کیا مگر وہ باز نہیں آئے اس پر امام نے ان کو کافر اور بے ایمان کہا کہ تم بڑے بے ایمان ہو اور کافر ہو اور پلید ہو، امام کو ایسا کہنے کا حق تھا یا نہیں؟ (۱۲۳/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ لوگ جنہوں نے مسجد میں مار پیٹ کی اور سب وشتم کیا اور حرمت مسجد کو نگاہ میں نہ رکھا وہ فاسق اور ظالم ہیں، لیکن اس فعل سے وہ کافر نہیں ہوئے اور کافر اور بے ایمان کہنا ان کو نہیں چاہیے تھا، البتہ پلید کہنا یا فاسق کہنا ٹھیک تھا، لیکن شاید امام مذکور کا مطلب یہ ہو کہ تم پورے اور پکے مسلمان نہیں ہو کہ مسجد میں ایسی حرکت کرتے ہو، بہر حال وہ لوگ کافر نہیں ہیں مگر گنہ گار ہیں، توبہ کریں اور جس کو مارا ہے اس سے معاف کراویں اور امام مذکور کافر کہنے سے توبہ کرے اور معافی

(۱) عن أنس بن مالك رضى اللّٰه عنهُ قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم :من ترك الصّلاة متعمّدًا فقد كفر جهارًا (المعجم الأوسط للطّبرانى: ۲/ ۲۹۹، باب الجيم، من اسمه جعفر، رقم الحديث: ۳۳۴۸، المطبوعة: دارالكتب العليمة، بيروت ، ومرقاة المفاتيح شرح المشكاة المصابيح: ۱/۱۳۲، كتاب الإيمان — الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۴)

چاہے اس کے بعد اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازیوں کو منافق کہنا

سوال: (۱۳۱۶) نمازیوں کو منافق کہنا کیسا ہے؟ (۱۳۴۳/۱۲۵۹ھ)

الجواب: یہ بہت برا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **من دَعَا رجُلاً بالکفرِ، أو قال: عَدُوَّاللّٰہِ، ولیس کذلك إلاّ حَارَ علیه** (۱) یعنی جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے یا اللہ کا دشمن کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو وہ اسی پر لوٹتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

متقی مسلمان کو ابوجہل کہنا

سوال: (۱۳۱۷) مسلمان متقی کو بہ وجہ عداوت کافر وابوجہل کہنا کیسا ہے؟ (۱۳۴۲/۸۵۱ھ)

الجواب: حرام ہے اور اس میں خوف کفر ہے۔ **کما ورد في الحدیث: أیّما رجل قال لأخیه کافر فقد باء بها أحدهما** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گنہ گار مسلمان کو شیطان کہنا

سوال: (۱۳۱۸) کسی شرابی، ڈاڑھی منڈانے والے یا بے نمازی یا چور کو شیطان کہنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۵۵۶ھ)

الجواب: وہ شخص گنہ گار فاسق ہے توبہ کرے، مگر اس کو شیطان نہ کہنا چاہیے حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي ذرّ رضي اللّٰه عنه أنّه سمع رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یقول: .... و من دعا رجلاً بالکفر الحدیث (صحیح المسلم: ۱/ ۵۷، کتاب الإیمان — باب بیان حال إیمان من قال: لأخیه المسلم یا کافر)

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۳۰۶) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

کسی مسلمان کو جہنمی کہنا درست نہیں

سوال: (۱۳۱۹) زید وعظ میں مسلمانان کو جہنمی بایں قول کہتا ہے کہ بغیر مولوی مستند ہوئے جو کوئی مسئلہ بتلاوے وہ جہنمی ہے یہ قول زید کا کیسا ہے؟ (۱۱۳۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بے شک ایسا کہنا جائز نہیں ہے اور کسی مسلمان کو جہنمی کہہ دینا روا نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے: **أيّما رجل قال لأخيه كافر فقد باء بها أحدهما**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ظلم کی معافی کس طرح ہوگی؟

سوال: (۱۳۲۰) اگر شخصے بر کسے ظلم کردہ باشد، آں شخص بہ چہ طور نجات دارین یابد؟ (۲۴۰۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: توبہ کنند، وہر آنکہ ظلم کردہ است از و معاف کنانند یا معاوضہ بدہد۔ فقط واللہ اعلم

ترجمہ سوال: (۱۳۲۰) اگر کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا تو وہ شخص کس طرح دونوں جہاں میں نجات پائے گا؟

الجواب: توبہ کرے، اور جس پر ظلم کیا ہے، اس سے معاف کرائے یا معاوضہ دے۔ فقط

ظالم کو ظلم سے روکنا ایمانی فریضہ ہے

سوال: (۱۳۲۱) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو مالی یا بدنی نقصان پہنچائے تو کیا مسلمانوں کو خاموش رہنا حلال ہے؟ یا ان کا یہ فرض ہے کہ سب مل کر زیادتی کرنے والے سے لڑیں، جب تک کہ وہ حکم خدا کی طرف پھر نہ آئے، بہ موجب آیت مقدسہ: ﴿وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا الآية﴾ (سورۂ حجرات، آیت: ۹) (۲۰۱۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **انصر أخاك ظالمًا أو مظلومًا إلخ** (۲) اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے عرض کیا کہ مظلوم کی مدد کرنا تو ظاہر ہے، ظالم کی کیوں کر مدد کریں؟

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۳۰۶) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله صلّى الله عليه وسلّم : انصر أخاك ظالمًا =

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ظالم کو ظلم سے روکو، یہی اس کی مدد ہے، الغرض اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرے تو دوسرے مسلمانوں کو اگر طاقت روکنے کی ہے تو اس کو روکیں، بہ صورت عدم قدرت مجبوری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ظالم اور مبتدع کے شر سے بچنے کے لیے کوئی عمل یا تدبیر کرنا

سوال: (۱۳۲۲) یہاں پر ایک امام مسجد دیوبند کے تعلیم یافتہ متشرع حق گو ہیں، اظہار حق میں کسی کا لحاظ نہیں کیا کرتے، اور زید بڑا سخت گو مبتدع اور غیر متشرع شخص ہے، حق بات کے سننے سے سخت مخالفت کرتا ہے۔ زید کے خلاف کوئی عمل دفعیۂ شر ظالم کے لیے کیا جاوے، تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۵۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ظالم اور مبتدع کے شر سے بچنے کے لیے جو عمل اور تدبیر کی جاوے درست ہے، اور دفع شر ضروری ہے، اور فتنہ وفساد کا مٹانا لوازمات سے ہے، لہٰذا جس طرح ممکن ہو اس شریر وظالم کے شر کو دفع کیا جاوے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنا حق جس طرح ہو سکے وصول کرنا درست ہے

سوال: (۱۳۲۳) کاشت کار موروثی جو زمین دار کا حق کھاتے ہیں، اگر زمین دار موقع پا کر جس طریق سے بھی ہو سکے اپنا حق وصول کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۵۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اپنا حق جس طرح ہو سکے، وصول کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دفعِ ظلم کے لیے جھوٹ بولنا

سوال: (۱۳۲۴) جھوٹ بولنا اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

= أو مظلومًا الحديث (صحيح البخاري: ۳۳۱/۱، أبواب المظالم والقصاص، باب أعن أخاك ظالمًا أو مظلومًا)

(۱) مگر ظالم پر سحر کرنا یا کروانا نہیں چاہیے کہ سحر قطعی حرام ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

الجواب: درمختار میں ہے: **الكذب مباح لإحياء حقّه ودفع الظّلم عن نفسه، والمراد التّعريض لأنّ عين الكذب حرام إلخ. وفيه تفصيل فصّله الشّامي** (۱) الغرض دفع ظلم کے لیے جھوٹ بولنا درست ہے؛ مگر حتی الوسع تعریض سے کام لے، صریح جھوٹ نہ بولے۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۱۳۲۵) شریعت میں جھوٹ بولنا کس وقت جائز ہے؟ (۵/۷۷۵-۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں جھوٹ کے متعلق یہ لکھا ہے: **الكذب مباح لإحياء حقّه ودفع الظّلم عن نفسه، والمراد التّعريض، لأنّ عين الكذب حرام، قال وهو الحقّ قال تعالىٰ: ﴿قُتِلَ الْخَرّاصُوْنَ إلخ﴾** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احیائے حق کے لیے تعریضاً جھوٹ بولنا

سوال: (۱۳۲۶) زید نے عمر پر دعوی کیا کہ میرے پانچ درخت آنبہ کے عمر کے قبضہ میں ہیں، اور میں ان کا مالک ہوں، عمر مالک نہیں ہے، عدالت نے دونوں کی رضامندی سے خالد کو حکم اور پنچ اس دعوے کے فیصل کرنے کے واسطے مقرر کردیا، خالد کو تحقیقات سے یہ ثابت ہوا کہ درختان متدعویہ تو زید کے عمر کے قبضہ میں نہیں ہیں، مگر دوسرے اور پانچ درخت آنبہ کے عمر کے قبضہ میں ہیں، جن کا درحقیقت مالک زید ہے، اور کسی قدر روپیہ بھی زید کے عمر کے ذمے واجب الاداء ہیں، زید کے درختوں کی قیمت اور روپیہ کی تعداد دونوں مل کر درختان متدعویہ کی قیمت سے زیادہ ہیں، ایسی حالت معلوم ہونے سے خالد نے عدالت کو اس طرح سے لکھا کہ میرے نزدیک فریقین اپنے اپنے معاملہ میں ایمان دار ہیں، عدالت نے خالد کو اس کی وضاحت کرنے کے واسطے طلب کرلیا ہے، تو صورت مسئولہ میں خالد عدالت کے روبہ رو کیا بیان کرے؟ اگر خالد اپنی تحقیقات واقعی بیان کرتا ہے تو زید کا حق تلف ہوتا ہے، اس لیے کہ درختان متدعویہ عدالت زید کو بہ وجہ قبضہ نہ ہونے کے تجویز

---

(۱) **الدّر مع الرّدّ: ۹/۵۲۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع .**

(۲) ترجمہ: جھوٹ بولنا مباح ہے، اپنا حق حاصل کرنے اور اپنی ذات سے ظلم کو دفع کرنے کے لیے، اور کذب سے مراد تعریض (توریہ) ہے، اس لیے کہ صریح جھوٹ بولنا حرام ہے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”غارت ہوجائیں بے سند باتیں کرنے والے الخ“ (**الدّرّ مع الرّد: ۹/۵۲۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع**)

نہ کرے گی اور درختان زید کے اور روپیہ بہ وجہ دعوی نہ ہونے کے عدالت زید کو عمر سے نہ دلائے گی، اور دوسری بار زید عدالت میں دعوی بہ وجہ تمادی عارض ہونے (۱) کے نہیں کر سکتا، اور اگر خالد اپنی تحقیقات کے خلاف ایسے طریق سے بیان کرے کہ جس سے درختان متدعویہ زید کو مل جاویں جو زید کے حق سے کم ہیں؛ تو وہ کذب اور جھوٹ ہے، تو صورت مسئولہ میں خالد کو عدالت کے روبہ رو جھوٹ بولنا ظلم سے بچانے کی غرض سے واجب ہے یا نہیں؟ اگر خالد نے جھوٹ نہ بولا تو خالد عنداللہ گنہ گار ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۶-۳۵/۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں وہبانیہ سے نقل فرمایا ہے:

ع: وِللصُّلح جاز الكذب أودفع ظالم (۲)

وفي الشّامي تحت قوله: (الكذب مباح لاحياء حقه): وإن تعلقّ بنفسه استحبّ أن لايكذب وإن تعلق بغيره لم تجز المسامحة لحقّ غيره إلخ (۳) اس قسم کی روایات سے واضح ہے کہ سچ بولنے سے اگر کسی مسلمان کا حق ضائع ہوتا ہو اور جھوٹ بولنے سے حق ملتا ہو تو ایسے موقع پر تعریضاً جھوٹ کہنا درست ہے، بلکہ ضروری ہے۔ قال في الدّرالمختار: والمراد التّعريض وفي الشّامي: واعلم أنّ الكذب قد يباح وقد يجب إلخ ثمّ ذكر ضابطةً فيه فلينظر فيه (۴) فقط

سوال: (۱۳۲۷) زید وعمر ہر دو حقیقی برادر پیش امام مسجد ہیں، زید نے زینب کا نکاح ہمراہ خالد پڑھایا، بعد مرور عرصۂ کثیر زینب کو بکر اغوا کر کے لے گیا، خالد نے بکر پر دعوی کیا، بروقت طلبِ ثبوتِ عقدِ نکاح زید نکاح خواں دھمکیٔ بکر سے ادائے شہادت سے اعراض کر گیا، چونکہ عمر کو خبر اور علم نکاح زینب کا ہمراہ خالد تھا اور دل میں خیال کیا زید تو خوف بکر سے انکاری ہو گیا ہے، اب اگر

(۱) تمادی عارض ہونا: اتنی مدت گزر جانا کہ دعوی دائر کرنے کا حق نہ رہے (فیروز اللغات)
(۲) الدّر مع الرّد: ۵۲۶/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع.
(۳) الشّامي: ۵۲۵/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع.
(۴) والضّابط فيه كما في تبيين المحارم وغيره عن الإحياء: أن كل مقصود محمود يمكن التّوسّل إليه بالصّدق والكذب جميعًا، فالكذب فيه حرامٌ، و إن أمكن التّوسّل إليه بالكذب وحده فمباحٌ إن أبيح تحصيل ذلك المقصود، و واجب إن وجب تحصيله إلخ. (ردّالمحتار: ۵۲۵/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع)

زینب کے عقد نکاح کا ثبوت من جانب خالد نہ گذرا تو زینب بکر اغوا کنندہ کو مل جائے گی، اور وہ ہمیشہ کے لیے ہمراہ زینب ناجائز فعل کرے گا، اب عمر نے کچہری میں شہادت دی کہ میں نے خود نکاح زینب ہمراہ خالد پڑھا ہے اور زینب منکوحۂ خالد ہے، اس شہادت عمر پر زینب خالد کو مل گئی، اب عمر پر یہ الزام عائد کررہے ہیں کہ یہ کاذب ہے اور شہادت زور کا مرتکب ہوا ہے، اس کو امامت سے علیحدہ اور معزول کیا جاوے، کیا اس فعل عمر پر جو ایک مصلحت آمیز تھا کچھ تعزیر ہے؟ اور معزول امامت سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور زید جو ادائے شہادت سے اعراض کرگیا اس پر کیا حکم ہے؟

(۷۹۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: احیائے حق کے لیے کذب کو فقہاء نے تعریضا جائز لکھا ہے، لہٰذا اس صورت میں عمر پر الزام جھوٹی شہادت کا نہ ہوگا، کیونکہ واقعہ صحیح ہے اور عمر اس صورت میں لائق معزول کرنے کے امامت سے نہیں ہے، اور زید اس صورت میں بہ وجہ عدم ادائے شہادتِ واجبہ و کتمانِ حق عاصی و موردِ عتاب ہوگا۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهٗ آثِمٌ قَلْبُهٗ الآية﴾

(سورۂ بقرہ، آیت: ۲۸۳)

اپنی جائداد حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا

سوال: (۱۳۲۸) ایک شخص نے عمر کی جائداد پر قبضہ مخالفانہ کررکھا ہے اور اس کو زائد از بارہ سال گذر چکے ہیں، فریق مخالف نے عمر کو جو کہ مالک ہے شہادت میں طلب کیا ہے، اگر حسب واقعہ شہادت دی جاتی ہے تو جائداد حسب قانون عدالت انگریزی قبضہ سے نکل جانے کا احتمال ہے، اگر اس کے خلاف شہادت دی جاتی ہے تو جائداد اصل مالک کی محفوظ رہتی ہے، آیا کوئی مؤاخذہ عنداللہ تو نہ ہوگا؟ اور گواہان میں سے اگر کوئی گواہ حسب واقعہ شہادت دے جس سے اصل مالک کی حق تلفی ہوجائے حالاں کہ ان کو یقینی علم ہے کہ جائداد عمر کی ہے، کوئی مؤاخذہ عنداللہ ہوگا یا نہیں؟

(۱۱۷۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایسی صورت میں عمر کو خلاف واقع بیان کرکے اپنی جائداد کو محفوظ رکھنا جائز ہے، اور گواہوں کو بھی ایسا بیان دینا جائز نہیں ہے جس سے عمر کی حق تلفی ہو اور جائداد اس کے قبضہ سے نکل

جائے، ایسی حالت میں کذب پر مواخذہ نہیں ہے، اور اگر گواہان نے عمر کی حق تلفی میں ظالم و غاصب کی مدد کی تو وہ عاصی و آثم ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کو ویرانی اور مسلمان کو نقصان سے بچانے کے لیے جھوٹ بولنا

سوال: (۱۳۲۹) سوال یہ ہے کہ مسجد کو ویرانی سے بچانے کے لیے اور ایک مسلمان کو نقصان سے بچانے کے لیے عدالت میں جھوٹے بیانات دینا اور جھوٹ بولنا جائز ہے یا نہیں؟

(۸۱۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: الكذب مباح لإحياء حقّه ودفع الظّلم عن نفسه والمراد التّعريض إلخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دفع ظلم وغیرہ کے لیے جھوٹ بولنا درست ہے، اور شامی میں ہے: و إن أمكن التّوصّل إليه بالكذب وحده فمباح إن أبيح تحصيل ذلك المقصود، و واجب إن وجب تحصيله إلى أن قال: وله أيضًا أن ينكر سرّ أخيه إلخ (۱) پس صورت مذکورہ میں مسجد کو بے حرمتی و بربادی سے بچانے کے لیے اور اپنے بھائی مسلمان کو نقصان سے بچانے کے لیے کافر کے مقابلہ میں سائل کو بیانات مذکورہ حاکم کے سامنے دینا جائز ہے۔ فقط

جھوٹا دعوی کرنے والے سے وعدہ کر کے پورا نہ کرنا

سوال: (۱۳۳۰) زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے جو مجھ پر دعوی کیا ہے اس اراضی میں سے دو بسوہ (۲) یا اس کی قیمت لے لے، اور دعوی چھوڑ دے، عمرو نے کہا: میرا جو خرچہ ہوا ہے وہ کس کے ذمے ہوگا؟ زید نے کہا: وہ بھی میں دے دوں گا، اور درحقیقت عمرو نے یہ دعوی جھوٹا کیا ہے، اور کسی طرح کا حق عمرو کا اراضی میں نہیں ہے، اگر زید اس اقرار کو پورا نہ کرے تو گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

(۱۸۵۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید اگر اس وعدہ کو پورا نہ کرے اور صلح نہ کرے کچھ گناہ اس پر نہیں ہے کہ عمرو اس

---

(۱) الدّر والرّد: ۹/۵۲۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع.

(۲) بِسْوَہْ: ایک بیگہ کا بیسواں حصہ۔ (فیروز اللغات)

صورت میں ظالم ہے، اور حدیث شریف میں ہے: **ولیس لعرق ظالم حقّ** (۱) (مشکاۃ شریف)

صاحب حق یا اس کے ورثہ کا پتا نہ چلے تو حق کی ادائیگی کس طرح ہوگی؟

سوال: (۱۳۳۱) زید ایک دکان پر آیا، اس دکان پر اتفاق سے ۵۲ تولہ چاندی چھوڑ گیا، اور بھول گیا، جب یاد آیا دکاندار سے دریافت کیا، دکان دار نے صاف انکار کردیا، اور دکان دار اپنے کام میں لے آیا، جس کو عرصہ چالیس سال کا ہوا، اس کے بعد وہ دکاندار مال دار ہوگیا، جب بیمار ہوا تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ وہ چاندی مالک کو دے دینا، اب عرصہ کثیر گزر گیا اس مالک چاندی کا کچھ پتا و نشان نہیں، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ ہندو تھا یا مسلمان؟ اب وارثوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اور وہ دکاندار جو وصیت کر کے مر گیا اس دین سے کس طرح بری ہوسکتا ہے؟ (۱۹۵۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کہ مالک کا پتا نہ لگے اور نہ اس کے ورثہ کا پتا لگے، اس قدر چاندی فقراء و مساکین پر صدقہ کردی جائے، امید ہے کہ اس طرح کرنے سے مواخذہ حق العباد سے بری ہوجائے گا، یہ صدقہ کرنا مالک چاندی کی طرف سے سمجھا جائے، اور بعد صدقہ کردینے کے مالک یا اس کے ورثہ کا پتا لگ جائے تو ان سے کہہ دیا جائے، اگر وہ صدقہ پر راضی ہوجائیں فبہا، ورنہ ان کو دینا ہوگا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے وجہ لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنا

سوال: (۱۳۳۲) کوئی شخص اپنا رسوخ حکام کے نزدیک بڑھانے کے لیے بے گناہوں پر اور بے خطا لوگوں پر ظلم و تعدی کرتا ہے، اس کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۵۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

---

(۱) عن سعيد بن زيد رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم أنّه قال : من أحيىٰ أرضا ميتة فهي له، وليس لعرق ظالم حقّ (مشكاة المصابيح، ص:۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثّاني)

(۲) و إن لم يجد المديونُ ولا وارثُه صاحبَ الدّين ولا وارثَه فتصدق المديونُ أو وارثُه عن صاحب الدّين، برئ في الآخرة (الشّامي: ۳۴۲/۶، كتاب اللّقطة، قبيل مطلب في من عليه ديون ومظالم جهل أربابها)

الجواب: بے وجہ کسی مسلمان کو ستانا اور ظلم وتعدی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، سخت وعیدیں اس میں وارد ہیں، حدیث شریف میں ہے: **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده** (۱) **وأمن النّاس بوائقه دخل الجنّة الحديث** (۲) یعنی کامل مسلمان وہ ہے جس کے زبان وہاتھ سے مسلمان بھائیوں کو تکلیف نہ پہنچے، اور پورا ایمان والا وہ شخص ہے جو پڑوسیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے، پس ناحق لوگوں کو ستانا اور تکلیف دینا انسانیت کے بھی خلاف ہے اور کمال اسلام اور ایمان کے بھی مناسب نہیں، مگر ان گناہوں سے اس کو کافر نہ کہنا چاہیے کہ آخر وہ بھی مسلمان ہے، اگرچہ بد اور شریر ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص نماز پڑھ رہا ہے اس کو مارنا گناہ کبیرہ ہے

سوال: (۱۳۳۳) جو شخص کسی کو حالت نماز میں زدوکوب کرے اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۸۴۵ھ)

الجواب: وہ شخص سخت ظالم اور عاصی وفاسق ہے، اور وہ اس فعل سے سخت گنہ گار ہوا، جب تک وہ توبہ نہ کرے اور جس کو حالت نماز میں مارا ہے اس سے معافی نہ مانگے اس وقت تک اس سے کچھ تعلق نہ رکھنا چاہیے، حدیث شریف میں ہے: **سباب المسلم فسوق وقتاله كفر** (۳) پس یہ فعل اس شخص کا گناہ کبیرہ ہے، توبہ کرنا اور اس مظلوم سے معاف کرانا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی عالم کو بے وجہ مارنا اور اس کی اہانت کرنا

سوال: (۱۳۳۴) ایک شخص نے ایک عالم کو خوب مارا، مارنے والا کافر ہوا یا نہیں؟ مارنے والے کو کافر کہتے ہیں؟ (۱۲۰۰/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: المسلم الحديث (صحيح البخاري: ۱/۶، كتاب الإيمان— باب: المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده)

(۲) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من أكل طيّبا، وعمل في سنّة، و أمن النّاس الحديث. (جامع التّرمذي: ۲/۷۸، أبواب صفة القيامة)

(۳) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۷۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب: بے وجہ زد وکوب کرنا کسی مسلمان کو عالم ہو یا غیر عالم گناہ ہے اور فسق ہے، اور مرتکب اس فعلِ شنیع کا ظالم اور فاسق ہے، لیکن تکفیر اس کی نہ کرنی چاہیے کہ تکفیر مسلم میں فقہاءؒ نے بہت احتیاط فرمائی ہے، شامی وغیرہ میں ہے کہ اگر بہت سے وجوہ کسی میں کفر کی پائی جاویں اور ایک وجہِ ضعیف اسلام کی ہو، تو اس کو مسلمان ہی کہنا چاہیے۔ والتّفصیل فیه (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۳۳۵) کسی مولوی بے قصور کو بازار میں پکڑ کر اهانةً وظلمًا مارنا شرعًا کیا حکم رکھتا ہے؟ (۱۵۹۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ظلم کے معصیت ہونے میں کچھ شبہ اور تردد نہیں ہوسکتا، اور جو وعیدیں ظالموں کے لیے قرآن شریف اور احادیث میں وارد ہیں وہ مخفی نہیں ہیں، ظالمین اللہ کے نزدیک مبغوض اور موجبِ لعن وطرد ہیں۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۵۷) اور حدیث شریف میں ہے: الظّلم ظلمات یوم القیامة (مشکاة، ص: ۴۳۴، باب الظّلم) اور فرمایا: ألا لا تظلموا (مشکاة، ص: ۲۵۵، باب الغصب والعاریة) الحدیث، پس بے وجہ شرعی کے کسی عالم کو مارنا اور زد وکوب کرنا اور اس کی اہانت کرنا اور اس کو ایذا پہنچانا ظلم صریح اور معصیت کبیرہ ہے، اور جس نے یہ فعل کیا وہ عاصی وظالم وفاسق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بلا وجہ امام کو امامت سے برطرف کرنا

سوال: (۱۳۳۶) ایک شخص حافظ عالم صالح کو ایک قوم نے امامت کے لیے مقرر کیا، وہ شخص عرصہ دس سال سے اپنا کام پورا انجام دے رہا ہے، وہ رخصت پر تھا، تو اس کو ایک شخص نے یہ لکھا کہ آپ اپنے اہل وعیال کو ساتھ نہ لاویں، امام مذکور مجبوری کی وجہ سے عیال کو ہمراہ لایا، جس پر اس شخص نے چند کلمات ہتک آمیز ناگفتہ بہ کہے، اور چند مفسدین کو جمع کر کے دستخط کرائے اور مشورہ کیا کہ یہ شخص امامت کے لائق نہیں ہے، اور اس کو نکالنے پر مجبور کیا، اور لوگوں سے کہا کہ مسجد میں نہ جاؤ، اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو، وہ شخص ظالم ہے یا نہیں ہے؟ اور مفسدین مذکورین کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۸۳۸/۱۳۳۸ھ)

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شامی اور شرح فقہ اکبر کی وہ عبارتیں جو کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۷۵) کے حاشیہ میں گزری ہیں۔۱۲

الجواب: اگر بے وجہ شرعی کے اس شخص نے ایسا کیا تو وہ ظالم ہے، اور مصداق آیت موصوفہ: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۱۴) کا ہے، اور جو لوگ ظلم پر ظالم کے معاون ہوں گے، وہ بھی ظالم ہوں گے۔ قال تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لوگوں کو بلا وجہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا

سوال: (۱۳۳۷) ایک چھوٹا سا قصبہ جس میں متعدد مسلمان ہوں اور چند مسلمان نمازی ہوں وہ مسجد کہ جس میں قدیم الایام سے نماز جمعہ ہوتی ہو اور جامع مسجد کے نام سے موسوم ہو اور ہر طرح کا انتظام ہو، طرح طرح کے اتہام لایعنی لگا کر اور مسلمانان قصبہ کو بہکا کر نماز جمعہ کے واسطے مسجد میں نہ آنے دینا، اور آنے والوں کو راستہ میں روک لینا کہ ہمارے پیچھے نماز پڑھو، وہاں نماز نہیں ہوتی، غیر آباد کرنا، اور اپنے کو جہلاء کے سامنے مجتہد عصر قرار دینا کیسا ہے؟ (۱۶۷۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بلا وجہ شرعی کے روکنا اور مسلمانوں میں تفریق کرنا اور امور خلاف شریعت کا ارتکاب اور تکبر و تفاخر کرنا یہ سب امور حرام اور معصیت ہیں، اور جو شخص ایسا کرے وہ فاسق و عاصی و ظالم ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رذیل عورت کا دودھ بچہ کو پلانا

سوال: (۱۳۳۸) اگر کوئی عورت اپنے شیر خوار بچے کو کوئی بدشگونی یا عمر درازی تصور کر کے رذیل عورت کا دودھ پلائے تو وہ عورت گنہ گار ہوگی یا نہ؟ (۱۱۸۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: محض دودھ پلا دینا بچہ کو کسی رذیل عورت کا کوئی گناہ نہیں ہے، البتہ اگر کسی شگون وغیرہ کی وجہ سے اس نے ایسا کیا ہے تو یہ فعل برا ہے، توبہ کرے، بچہ پر کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ فقط

جادو کرانے اور کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۳۹) زید نے خالد جادوگر کو کچھ روپیہ دے کر جادو کے ذریعہ سے عمر کو جان سے

مروادیا، اب اس صورت میں آمر و مامور یعنی زید و خالد دونوں گنہ گار ہوں گے یا ایک؟ بر تقدیر اول دونوں کے گناہ میں کیا فرق ہے؟ (۱۶۷۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: دونوں گنہ گار ہیں اور دونوں عنداللہ ماخوذ اور مستحق عذاب ہیں، لیکن جادو کرنے والا چونکہ مرتکب اس فعل حرام کا اور قاتل مسلمان کا ہوا وہ زیادہ تر مستحق عذاب وسزا ہے، یہاں تک کہ ساحر کے قتل کا حکم کتب فقہ میں لکھا ہے اور اس کو کافر کہا ہے۔ شامی جلد ثالث کتاب المرتد میں ہے: السّحر حرام بلاخلاف بين أهل العلم، واعتقاد إباحته كفر، وعن أصحابنا ومالك وأحمد: يكفر السّاحر بتعلّمه وفعله ، سواء اعتقد الحرمة أولا و يقتل، وفيه حديث مرفوع: حدّ السّاحر ضربة بالسّيف يعني القتل إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رمضان المبارک میں شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں تو پھر گناہ کیوں ہوتے ہیں؟

سوال: (۱۳۴۰) حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان شریف میں شیطان پکڑ لیے جاتے ہیں، تو بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب وہ پکڑ لیے جاتے ہیں تو پھر گناہ کیوں ہوتا ہے؟ (۲۱۵۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نفس کی شرارت سے یا اقتضائے طبعِ بد سے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمل صالح کے وقت عامل کا فسق وفجور علاحدہ ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۴۱) جس طرح ایمان زانی کا زنا کی مشغولیت کے وقت علیحدہ ہو جاتا ہے اور بعد فراغ کے عود کر آتا ہے، اسی طرح کوئی عمل صالح ایسا بھی ہے کہ جس کی مشغولیت کے وقت عامل کا فسق وفجور علیحدہ ہو جائے اور بعد فراغ عود کر آئے، اگر نہ ہو تو حدیث قدسی: سبقت رحمتي غضبي کے کیا معنی ہوں گے؟ (۲۵۷۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: آیات واحادیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ کسی عمل صالح کے وقت اس کا فسق وفجور

---

(۱) حاشية ابن عابدين: ۲۹۱/۶، كتاب الجهاد — باب المرتدّ — مطلب في السّاحر والزّنديق .

اس سے علیحدہ ہو جائے اور پھر وہ فسق و فجور عود کر آئے، بلکہ اعمال صالحہ کی وجہ سے جو گناہ ساقط ہوتے ہیں وہ پھر عود نہیں کرتے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ (سورۂ ہود، آیت: ۱۱۴) بے شک نیکیاں دور کر دیتی ہے اور مٹا دیتی ہے بدیوں کو یعنی اعمال صالحہ سے ان بدیوں کا گناہ زائل ہو جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جو گناہ معاف ہو جاتا ہے وہ پھر عود نہیں کرتا، مگر بہ اتفاق جمہور اہل سنت و جماعت مراد یہ ہے کہ اعمال صالحہ اور حسنات سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں نہ کبیرہ گناہ، بلکہ کبائر کی معافی صرف توبہ سے ہی ہوتی ہے۔ کما ورد: التّائب من الذّنب کمن لاذنب (۱) اور توبہ سے جو کبائر معاف ہوتے ہیں وہ پھر عود نہیں کرتے، اور حدیث: سبقت رحمتي غضبي (۲) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مقتضا یہ تھا کہ بندہ کی توبہ بھی قبول نہ ہوتی، مگر یہ اس کی رحمت کی سبقت ہے کہ بندہ کی تھوڑی سی توجہ الی اللہ اور توبہ واستغفار سے سب گناہ دھل جاتے ہیں اور وہ پاک وصاف کر دیا جاتا ہے، اسی طرح ہر ایک امر میں اللہ کی رحمت کی سبقت کا ظہور ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَیْهَا مِنْ دَآبَّةٍ الآیة﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۶۱) اسی طرح بہ کثرت آیات واحادیث اس بارے میں وارد ہیں۔ فقط

مکروہ تنزیہی گناہ ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۴۲) مکروہ تنزیہی میں گناہ ہے یا نہیں؟ (۶۸۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: في الدّرّالمختار وحاشیة ردّالمحتار: و أمّا المکروہ کراهة تنزیة فإلی الحلّ أقرب اتّفاقًا و في الشّامي: قوله: (فإلی الحلّ أقرب) بمعنی أنّه لایعاقب فاعله أصلاً لکن یثاب تارکه أدنی ثواب (۳) معلوم ہوا مکروہ تنزیہی میں معصیت موجب عقاب نہیں۔ فقط

---

(۱) سنن ابن ماجة، ص: ۳۱۳، أبواب الزّهد – باب ذکر التّوبة .

(۲) عن أبي هریرة رضي الله عنه عن النبيّ صلّی الله علیه وسلّم قال الله عزّ و جلّ : سبقت الحدیث (الصّحیح لمسلم: ۳۵۶/۲، کتاب التّوبة – باب سعة رحمة الله تعالیٰ أنّها تغلب غضبه)

(۳) درمختار اور شامی میں ہے: مکروہ تنزیہی بالاتفاق حلت سے قریب تر ہے، یعنی مکروہ تنزیہی کا ارتکاب کرنے والے کو بالکل سزا نہیں دی جاتی، بلکہ اس کے تارک کو کچھ ثواب سے نوازا جاتا ہے (الدّرّالمختار والشّامي: ۴۰۹/۹، أوائل کتاب الحظر والإباحة)

مانگنے والا فقیر مال دار ہے اس کو خیرات دینا

سوال: (۱۳۴۳) آج کل جو مانگتے پھرتے ہیں، ایسے مانگنے والوں کو خیرات دینا ثواب ہے یا نہیں؟ نیز شرعاً کون کون کیسے کیسے سوالی مانے جائیں جن کا سوال بے فائدہ نہ سمجھا جایا کرے؟

(۶۰۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب کہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ مانگنے والا غنی ہے محتاج نہیں ہے، اور سوال کو پیشہ کرلیا ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض فقیر جن کا پیشہ سوال کا ہے گھر سے غنی ہوتے ہیں اور بہت ساز وسامان رکھتے ہیں، اور شرعاً ان کو سوال کرنا حرام ہے تو ایسوں کو دینا بھی گناہ ہے، بہ وجہ اعانت علی المعصیت کے، اور اگر بہ وجہ عدم علم احوال ان کے؛ ان کو کچھ دے دے تو گناہ نہیں ہے، الغرض اس بارے میں کوئی کلیہ قاعدہ نہیں ہے، وقت پر جیسا کچھ ثابت ہو اور محقق ہو اس کے موافق عمل کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹا حلف اٹھانا

سوال: (۱۳۴۴) ایک شخص نے جھوٹا حلف اٹھایا، اور دوسرے کا جو کچھ مطالبہ اس کے ذمے تھا، اس سے انکار کردیا، ایسے شخص سے مسلمانوں کو بائیکاٹ کردینا چاہیے یا نہیں؟ (۱۰۴۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر واقعی اس مسلمان نے جھوٹا حلف کیا تو وہ سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ، حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ (سورۂ حج، آیت: ۳۰-۳۱) اور حدیث شریف میں ہے کہ جھوٹی شہادت اور جھوٹا حلف شرک کے برابر ہے(۱) پس اس کو توبہ کرنی چاہیے اور جس کا جو کچھ حق اس کے ذمے ہے ادا کردینا چاہیے، مگر دوسرے مسلمانوں کو چونکہ واقعی

---

(۱) عن خُريم بن فاتك رضي اللّٰه عنه قال: صلّى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم صلاة الصّبح فلمّا انصرف قام قائمًا، فقال: عدلت شهادة الزّور بالاشراك باللّٰه ثلاث مرّات، ثمّ قرأ: ﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ (مشكاة المصابيح، ص: ۳۲۸، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشّهادات، الفصل الثّاني)

حال نہیں معلوم ہوسکتا اس لیے بائیکاٹ کرنا اس کا حکم شرعی نہیں ہے، اس پر جو کچھ عذاب اور مواخذہ ہے وہ عند اللہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اجرت دے کر زنا کرنا اور مفت زنا کرنا دونوں کا گناہ برابر ہے

سوال: (۱۳۴۵) ایک شخص کہتا ہے کہ کسی نے زنا اجرت دے کر کیا اور کسی نے مفت زنا کیا، یا کسی نے شراب قیمت دے کر پی اور کسی نے مفت پی، تو گناہ دونوں صورت میں برابر ہے یا کم؟

(۴۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ہر طرح زنا اور شراب خواری کا گناہ دونوں صورت میں برابر ہے، دونوں حرام ہیں۔

ربڑ کی چڑیاں خریدنا اور فروخت کرنا

سوال: (۱۳۴۶) ربڑ وغیرہ کی چھوٹی چھوٹی چڑیاں خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۱۶۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جاندار کی تصویر حرام ہے، اور خرید وفروخت تصاویر ذی روح کی کسی طرح اور کسی ضرورت سے جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح نہ کرنا اور نکاح کو برا کہنا

سوال: (۱۳۴۷) اگر کوئی شخص عمر بھر شادی نہ کرے اور مخالفت کرتا رہے اور برا کہتا رہے تو یہ کیسا ہے؟ اور اگر خاموش رہے تو کیسا؟ نکاح کرنا فرض ہے یا سنت؟ (۴۵/۱۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: نکاح کرنا سنت ہے(۱) محض ترک کرنے سے گناہ نہیں ہوتا، مگر نکاح کو برا کہنے سے اور مخالفت کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت : قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : النّكاح من سنّتي، فمن لم يعمل بسنّتي فليس منّي الحديث (سنن ابن ماجة، ص:۱۳۳،أبواب النّكاح – باب ما جاء في فضل النّكاح)

کسی پر جھوٹی تہمت لگانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے

سوال: (۱۳۴۸) جو شخص کسی پر جھوٹی تہمت؛ بغض اور حسد کی وجہ سے لگائے، اس کے لیے کیا سزا ہے؟ (۱۶۷۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جھوٹی تہمت کسی مسلمان پر لگانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اس کو توبہ کرنی چاہیے، اور اس مسلمان سے معاف کراوے، یہ اس گناہ کا کفارہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۳۴۹) اگر کوئی شخص کسی ناکردہ گناہ پر جھوٹا بہتان لگاوے، اور الفاظ ناشائستہ کہے تو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۸۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جھوٹ بولنا اور بہتان باندھنا کسی مسلمان پر گناہ کبیرہ ہے، ایسا کرنے والا فاسق ہو جاتا ہے، تاوقتیکہ توبہ نہ کرے اور اس سے معاف نہ کراوے گناہ اس کا معاف نہیں ہوتا۔ فقط

جو عورت نکاح ثانی کرے اس کے بارے میں بدگمانی کرنا درست نہیں

سوال: (۱۳۵۰) ایک محلّہ میں چند واقعے ایسے ہوئے کہ عورتوں نے نکاح ثانی کیا، بعد نکاح کے معلوم ہوا کہ یہ عورت کے ساتھ پہلے سے ناجائز تعلق رکھتے تھے، اب جو عورت نکاح ثانی کرے اس کی طرف بدگمانی کرنا مسلمانوں کو منع ہے یا نہیں؟ (۱۹۰۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسا گمان عموماً کرنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عقد ثانی کرنے کی وجہ سے زوجین سے ناراض ہونا

سوال: (۱۳۵۱) جس بیوہ نے عقد ثانی کرلیا ہو، اس سے اور اس کے شوہر ثانی سے اگر بیوہ کا کوئی رشتہ دار ناراض ہو، تو شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۸۹۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: عقد ثانی کی وجہ سے ناراض ہونا اور عقد ثانی کو برا سمجھنا شرعاً بہت برا ہے، اور وہ شخص جو اس وجہ سے ناراض ہو عاصی وظالم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۲) پس جو امر مامور من اللہ ہے، اس کو برا سمجھنا بہت اندیشہ ناک امر ہے۔

والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی پر ناحق قتل کا الزام لگانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے

سوال: (۱۳۵۲) زید نے بکر پر الزام قتل کا لگایا، لیکن حاکم وقت کی تحقیق سے بکر پر کسی قسم کا الزام ثابت نہیں ہوا، اب بہ وجہ نا کردہ گناہ بکر کے زید پر کچھ الزام شرعی آتا ہے یا نہیں؟ زید نے ہندہ کی — جو اس کی دختر تھی اور جس کے بکر کے ہاتھ سے قتل ہونے کو زید کہتا تھا — نعش کو جب کہ سرکاری تحقیقات میں وہ قبر سے کھود کر نکالی گئی، اور چاک کی گئی دفن نہ کیا باوجود دینے حاکم وقت کے، اور اس وجہ سے نعش مذکور کو دوبارہ خلاف شرع بھنگیوں کے ہاتھ جو عموماً کافر تھے سرکاری طریقہ سے پیوند زمین کی گئی، اب زید پر کچھ الزام شرعی ہے یا نہیں؟ (۶۰۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر واقعی زید نے بکر پر جھوٹا الزام لگایا تھا اور بہتان باندھا تھا تو زید کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، اور فاسق ہوا توبہ کرے اور بکر سے معاف کرائے، اور زید کا اپنی دختر کو باوجود اختیار کے دوبارہ دفن نہ کرانا اور کفار کے حوالہ کرا دینا یہ بھی گناہ ہے، توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹ بول کر کسی کی جائداد حاصل کی، اب نادم ہے تو کیا کرے؟

سوال: (۱۳۵۳) ایک شخص نے قصداً کسی جائداد کے واسطے جھوٹ بولا، عدالت نے اس کی قسم کا اعتبار کر کے اس کو ڈگری (۱) دے دی، اب وہ نادم ہے اور توبہ کرنا چاہتا ہے، شرعاً اس شخص کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۴/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: توبہ اس کی یہ ہے کہ اس جائداد کو واپس کرے جو اس نے جھوٹ بول کر لی، یا جس قدر حصہ کسی دوسرے کا ہو وہ اس کو واپس دیوے اور توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹ بولنا اور جھوٹا وعدہ کرنا گناہ کبیرہ ہے

سوال: (۱۳۵۴) جھوٹ بولنے والا اور جھوٹا وعدہ کرنے والا کس درجہ کا گنہ گار ہے؟ (۱۱۸۶/ ۱۳۴۵ھ)

(۱) ڈگری: انگریزی Decree (ڈکری) کا بگڑا ہوا: حکم، سرکاری فیصلہ (فیروز اللغات)

الجواب: یہ گناہ کبیرہ ہے اور جس شخص کی عادت یہ ہو کہ وعدے کر کر کے خلاف کرتا رہے، حدیث میں اس کو خصالِ منافق میں شمار کیا ہے۔ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السّلَامْ: و إذا وعد أخلف الحدیث(۱)

جھوٹ بول کر یا وزن میں کمی بیشی کر کے روپیہ کمانا

سوال:(۱۳۵۵) کفار اہل یونان سے جھوٹ بول کر یا کم زیادہ تول کر روپیہ کمانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۱۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جھوٹ بول کر روپیہ کمانا یا وزن میں کمی بیشی کر کے روپیہ کمانا حرام ہے اس سے احتراز لازم ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹ بول کر جو روپیہ وصول کیا ہے اس کو مسجد میں دینا

سوال:(۱۳۵۶) ایک شخص کے مبلغ چھ روپیہ ایک شخص کے ذمے چاہیے تھے، اس نے عدالت میں مبلغ اٹھارہ روپیہ کی نالش کی، اور جھوٹ بول کر اٹھارہ روپیہ مدعاعلیہ سے وصول کیے، اور مدعی نے وہ روپیہ مسجد میں دے دیے، یہ روپیہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ سود کا روپیہ جس سے لیا ہے اسی کو واپس کرنا چاہیے یا نہ؟ (۵۱۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس روپیہ کا مسجد میں لگانا درست نہیں ہے، مدعی سے کہنا چاہیے کہ توبہ کرے اور اس روپیہ کو اسی کو واپس کردے، جس سے ظلماً جھوٹ بول کر لیا ہے، صرف اپنے چھ روپیہ لے لے، باقی واپس کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي هریرة رضي اللّٰہ عنہ عن النّبيّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: آیة المنافق ثلاث : إذا حدّث کذب، و إذا وعد أخلف، و إذا اؤتمن خان (صحیح البخاري: ۱/۱۰، کتاب الإیمان باب علامة المنافق)

(۲)﴿ وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ. الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ. وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ﴾ (سورۂ مطففین، آیت:۱-۳)

کسی مسلمان کو بدنام کرنے کے لیے اس پر جھوٹا الزام لگانا

سوال: (۱۳۵۷) اگر کوئی شخص کسی مسلمان پر جھوٹا الزام لگا کر اس کو بدنام کرے اس کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۱/۱۰۹۹ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق وظالم ہے، اس کو توبہ کرنی چاہیے، اور معاف کرانا چاہیے۔ فقط

سوال: (۱۳۵۸) ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی نسبت سور کا گوشت کھانے کی خبر مشہور کی، تحقیقات سے یہ بات غلط ثابت ہوئی، ایسا واقعہ غلط بیان کرنا کس گناہ میں شمار ہے؟

(۱۳۴۵/۲۴۲۸ھ)

الجواب: بدون تحقیق کے کسی مسلمان کے ذمہ ایسی تہمت لگانا جائز نہیں ہے، اس کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اس سے معافی چاہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منشی پر واجب ہے کہ جھوٹی تحریریں لکھنے سے احتراز کرے

سوال: (۱۳۵۹) اگر کوئی شخص کسی مقدمہ میں جوابِ دعوی اور بیان تحریری ظاہرا جھوٹ لکھائے تو ایسی تحریر لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۰۹۲ھ)

الجواب: جب کہ لکھنے والے کو معلوم ہے تو پھر اس کے لیے جائز نہیں کہ ایسی جھوٹی تحریر لکھے، محرر پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کی تحریریں لکھنے سے احتراز کرے، اور احیائے حق کے لیے فقہاء نے جھوٹ کو جائز لکھا ہے، مگر مراد اس سے تعریض ہے نہ صریح جھوٹ (۱) (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیان حلفی کو جھوٹا سمجھنا

سوال: (۱۳۶۰) زید نے قسم کھا کر ایک واقعہ بیان کیا، اس بیان کو گروہ کے بڑے حصہ نے صحیح مانا، اور دوسرے چھوٹے حصہ نے بیان کو لغو ولا طائل (بیکار) جانا، تو ان لوگوں کے لیے کیا حکم

---

(۱) الكذب مباح لإحياء حقّه و دفع الظّلم عن نفسه والمراد التّعريض ، لأنّ عين الكذب حرام (الدّر مع الرّد: ۵۲۵/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع)

ہے، جنھوں نے بیان حلفی کو جھوٹا جانا؟ (۶۶۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: چوں کہ احتمال ہے کہ زید نے جھوٹی قسم کھائی ہو، اس لیے یقین نہ کرنے والوں پر کچھ گناہ نہیں ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ بدون کسی قرینۂ کذب کے اس کا اعتبار کریں۔ فقط واللہ اعلم

غرور وفخر کرنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا

سوال: (۱۳۶۱) غرور اور فخر کرنا اور اپنے نفس کو دوسروں سے بہتر جاننا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا شرعًا کیسا ہے؟ (۱۱۷۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قرآن شریف میں بہت جگہ تکبر اور غرور کی مذمت وارد ہے۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ (سورۂ لقمان، آیت: ۱۸) یعنی اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ہے ہر ایک متکبر فخر کرنے والے کو، پس اس سے حال اس کا ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام کی عیب جوئی کرنا اور اس سے عداوت رکھنا

سوال: (۱۳۶۲) امام کی عیب جوئی کرنا اور عداوت رکھنا شرعا کیسا ہے؟

(۳۴۰۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو پیسہ سیر گوشت نہ دینے پر قصائی کا بائیکاٹ کرنا

سوال: (۱۳۶۳) قصائی دو پیسہ سیر گوشت دیتے تھے، اور اب ایک آنہ سیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب جانور گراں ملتا ہے، اور ہم کو دو پیسہ سیر دینے پر نقصان ہوتا ہے، اب ایک قوم کی کل برادری نے گوشت لینا بند کردیا، حتی کہ ان کی دعوت بھی نہیں لیتے اور نہ ان کو دعوت دیتے ہیں، یہاں تک کہ گویا مسلمانی سے خارج کردیا، ایسے شخص مرتکب گناہ کبیرہ کے ہوئے یا نہیں؟

(۹۷۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: مجبور کرنا دو پیسہ سیر دینے پر اور بہ صورت نہ دینے کے ان کو برادری سے خارج کرنا

ظلم ہے، اور ظلم حرام ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: **الظّلم ظلمات یوم القیامة** (۱) اور فرمایا: **ألا لا تظلموا الحدیث** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کام سکھانے کے وعدے پر روپیہ لے کر نہ کام سکھانا نہ روپیہ واپس کرنا

سوال: (۱۳۶۴) کریم بخش اور رحیم بخش نے مولا بخش کو روپیہ دیا تھا، اور مولا بخش نے کہا تھا کہ ہم تمہارا خرچ اٹھاویں گے، اور تم کو کام سکھلاویں گے، چنانچہ اب وہ روپیہ سے انکار کرتا ہے، نہ کریم بخش کا روپیہ ادا کرتا ہے اور نہ اس کو کام سکھلاتا ہے۔ چند لوگوں کو جمع کر کے معاملہ پیش کیا، کریم بخش نے کہا کہ یا تو مولا بخش کام سکھلانے کا وعدہ کریں، یا رقم کی ادائیگی کا اقرار کریں، آنے والے لوگوں نے کہا کہ تم خاموش ہو جاؤ ہم ہمدردی اسلام کی کرتے ہیں، کریم بخش نے کہا کہ پہلے اصل معاملہ کو طے کر لو پھر ہمدردی اسلام کی کرنا، ان لوگوں اور مولا بخش وغیرہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۳-۳۲/۸۰ھ)

الجواب: صورت سوال کے موافق کریم بخش و رحیم بخش کی کوئی زیادتی معلوم نہیں ہوتی، مولا بخش کی زیادتی ثابت ہوتی ہے، وعدہ خلافی کی، اور بھائی کا روپیہ بلا وجہ دبا رکھا، یہ اس کی طرف سے صریح ظلم ہے، مولا بخش کو چاہیے کہ روپیہ بھائی کا ادا کرے، اگر کام سکھلانا اس کو منظور نہیں ہے وہ جانے، مگر خلاف وعدگی کا گناہ اس پر ضرور رہے گا، اور روپیہ ہر حال میں واپس کرنا لازم ہے، اور رحیم بخش نے جو گفتگو متعلق ہمدردی اسلام کے کی وہ صحیح ہے، آنے والوں کو لازم تھا کہ جو امر ان میں موجب نزاع تھا اوّل اس کو صاف کراتے اور باہم مصالحت کراتے، یہ کیا کہ اصل معاملہ کا تو نام نہیں اور ہمدردی اسلام کا دعویٰ؟! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: الظّلم ظلمات يوم القيامة (صحيح البخاري: ۳۳۱/۱، أبواب المظالم والقصاص، باب الظّلم ظلمات يوم القيامة و الصّحيح لمسلم: ۳۲۰/۲، كتاب البرّ والصّلة والأدب، باب تحريم الظّلم)

(۲) عن أبي حرة الرّقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ألا لا تظلموا، ألا لا يحلّ مال امرىء إلاّ بطيب نفس منه (مشكاة المصابيح، ص:۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثّاني)

جس نے کہا کہ کلمۂ توحید پڑھو: اس کو ڈانٹنے اور ذلیل کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۶۵) چند لوگ آپس میں مقدمہ فیصل کر رہے تھے، غوث محمد نہایت صالح پابند صوم وصلاۃ ہے، اس نے کہا کہ کلمۂ توحید پڑھو، جو لوگ مقدمہ فیصل کر رہے تھے انہوں نے مسمی غوث محمد کو خوب ڈانٹا، اور ذلیل کیا، ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ (۵۶۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جن لوگوں نے غوث محمد کو ڈانٹا اور اس کی تذلیل کی اور ایک مسلمان صالح کو ایذا دی، اور کلمہ حق کہنے پر اور اس کے امر کرنے پر اس کو ڈانٹا، وہ فاسق اور بد دین ہیں، توبہ کریں۔ فقط

بھائی کے مال پر قبضہ کرنا اور اس کی بیوی بچوں کو نکال دینا

سوال: (۱۳۶۶) ایک شخص کا بھائی مال چھوڑ کر مر گیا، دوسرے بھائی نے اس کا مال تو قبضہ میں لیا اور اس کی بیوی بچوں کو نکال دیا، ایسے شخص سے میل جول رکھنا، سلام کلام کرنا کیسا ہے؟

(۴۴۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق اور گنہ گار ہے، اس سے میل جول رکھنا برا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس شخص کے قبضہ سے متوفّٰی کی زوجہ اور بچوں کا حصہ علیحدہ کراویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باراتیوں کا عالم دین پر پتھر برسانا

سوال: (۱۳۶۷) ایک عالم صاحب دعوت نکاح میں گئے، وہاں پر باوجود منع کرنے کے باراتیوں نے باجا تماشا داغنا شروع کیا، عالم صاحب ناراض ہو کر وہاں سے چلے آئے، باراتیوں نے عالم صاحب پر پتھر برسائے، شرعاً ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۵۸/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ لوگ فاسق وظالم ہیں، ان کو توبہ کرنا اپنے افعال قبیحہ سے لازم ہے۔ فقط

وعدہ خلافی کرنا اچھا نہیں

سوال: (۱۳۶۸) ایک شخص نے مدرسہ کے لیے زمین دینے کا وعدہ کیا تھا، اور یہ کہا تھا کہ اگر زمین خرید لی تو اس کی قیمت میں دوں گا، چنانچہ زمین خرید لی ہے مگر وہ قیمت نہیں دیتا، اور خلافت کے خلاف ہے، اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۲۶۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: باوجود استطاعت کے وعدہ خلافی اور نیک کام سے رکنا اچھا نہیں ہے، اور خلافت کا خلاف کرنا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
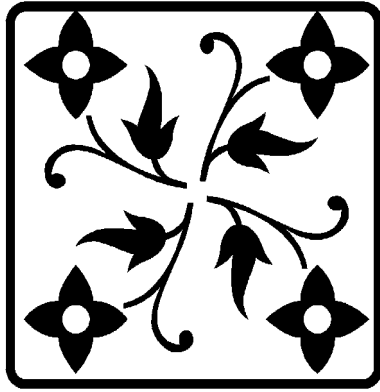
رشوت اور چوری کا بیان

رشوت کی تعریف

سوال:(۱۳۶۹) رشوت کی تعریف کیا ہے؟(۱۳۳۹/۵۸۰ھ)

الجواب: رشوت کی تعریف علامہ شامی نے یہ نقل کی ہے کہ رشوت اس کا نام ہے کہ آدمی حاکم یا غیر حاکم کو اس لیے دیتا ہے کہ وہ حاکم اس کے نفع کا حکم کرے، یا وہ غیر حاکم حاکم کو اس بات پر آمادہ کرتا ہو کہ وہ ایسا فیصلہ صادر کرے جو دینے والے کے حسب منشا ہو۔ **قال في الشّامي: وفي المصباح: الرّشوة بالكسر: ما يعطيه الشّخصُ الحاكمَ وغيرَه لِيَحْكم له أو يَحْمِله على ما يُرِيْد** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشوت کے مال کا کیا حکم ہے؟

سوال:(۱۳۷۰) رشوت کے مال کا کیا حکم ہے؟ اس کو کیا کرنا چاہیے؟(۱۳۳۴-۳۳/۵۱۸ھ)

الجواب: رشوت کے پیسہ کا اصل حکم یہ ہے کہ جن سے لیا ہے انہیں کو واپس کرے، اگر وہ نہ ہوں ان کے وارثوں کو دیوے یا معاف کراوے، اور اگر مالک یا اس کا وارث نہ ملے تو پھر حکم اس کا یہ ہے کہ فقیروں پر صدقہ کرے مالک کی طرف سے، اپنے لیے ثواب کا امیدوار نہ رہے، بلکہ یہی غنیمت سمجھے کہ مواخذہ سے بری ہوجائے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ردّالمحتار: ۳۳/۸، كتاب القضاء – مطلب في الكلام على الرّشوة والهدية .

(۲) قال في ردّالمحتار: و إن لم يجد المديونُ ولا وارثُه صاحبَ الدّين ولا وارثَه فتصدق المديونُ أو وارثُهُ عن صاحب الدّين بريء في الآخرة إلخ (الشّامي: ۳۴۲/۶، كتاب اللّقطة)

رشوت کے روپیوں کی واپسی دشوار ہو تو کیا کرے؟

سوال: (۱۳۷۱) جو روپیہ رشوت کا لوگوں سے لیا گیا تھا وہ خرچ ہو چکا، اس سے کوئی جائداد بھی نہیں خریدی، اس لیے اس کی واپسی دشوار ہے تو مواخذہ اخروی سے کیسے نجات ہو؟

(۵۰۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جو روپیہ رشوت کا واپس نہ ہو سکے اور اس میں دشواری ہو جیسا کہ صورت سوال سے ظاہر ہے تو اس کی براءت کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ان لوگوں سے جن سے رشوت لی گئی تھی اور وہ واپس نہیں ہوئی معافی کرالی جاوے، اور ان سے یہ کہا جاوے کہ جو حقوق تمہارے میرے ذمے ہیں ان کو معاف کردو تو اس صورت میں بھی مواخذہ اخروی سے براءت ہو جاوے گی۔ فقط واللہ اعلم

نقصان سے بچنے کے لیے رشوت دینا

سوال: (۱۳۷۲) ایک آدمی مسلمان نے ٹھیکہ کا کام مثل عمارت یا نالی کی کھدوائی وغیرہ کا ٹھیکہ لیا ہے، اور موجب اقرار نامہ میعاد پر بلا کسی نقص کے ختم کر دیتا ہے، اب حکام کام دینے والے بغیر لینے رشوت کے ٹھیکے دار مذکور کو بہت دق کرتے ہیں، اگر وہ رشوت نہیں دیتا ہے تو اس کو بالضرور کسی نہ کسی طرح کا نقصان پہنچاتے ہیں، اسی طرح بغیر دینے رشوت ٹھیکے دار مذکور چھوٹ نہیں سکتا؛ اس صورت میں اس کو نقصان سے بچنے کے لیے اور اپنی عزت کو بچانے کے لیے اور آئندہ فائدہ اٹھانے کے لیے کچھ نقد روپیہ یا بہ طور تحفہ کے اشیاء خوشامد کر کے ان کو خفیۃً دیتا ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۵۰۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: نقصان سے بچنے کے لیے اور آبرو وعزت کے لیے رشوت دینا جائز ہے۔ دلیلہ دفع المال للسّلطان الجائر لدفع الظّلم عن نفسہٖ ومالہ ولاستخراج حقّ لہ لیس برشوۃ، یعني في حقّ الدّافع إلخ (۱) (۳۷۴/۵)

سوال: (۱۳۷۳) گاؤں پٹواری کو جس سے اندیشہ قوی نقصان ہونے کا ہے رشوت دینا کیسا

---

(۱) حاشیۃ ابن عابدین: ۵۲۱/۹، کتاب الحظر والإباحۃ – فصل في البیع.

ہے؟ اور یہ رشوت سالانہ مقرر کر لینا کیسا ہے؟

الجواب: از مولانا اشرف علی صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) جب بدون دیئے مضرت کا خوف ہے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(نوٹ) اس فتوی سے رشوت جائز ہوگئی یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۰۲۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: از حضرت مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ درمختار کی عبارت یہ ہے: **لابأس بالرّشوة إذا خاف على دينه إلخ** (۱) اور شامی میں ہے: **دفع المال للسّلطان الجائر لدفع الظّلم عن نفسه وماله ولاستخراج حقّ له ليس برشوة يعني في حقّ الدّافع إلخ** (۱) شامی کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ظلم کے دفع کرنے کو یا اپنا حق نکالنے کو اگر رشوت دی جائے تو دینے والے کے حق میں وہ رشوت نہیں ہے یعنی جائز ہے، لیکن لینے والے کے حق میں حرام ہی رہے گی، پس معلوم ہوا کہ حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ ایسے موقع پر رشوت دینا گناہ نہیں ہے، کیونکہ وہ مجبور ہے کہ بدون دینے رشوت کے اس کا نقصان دین یا نقصان جان و مال ہو جائے گا، مگر لینے والا مرتکب حرام کا اور فاسق ہے، یہی مطلب مولانا اشرف علی صاحب سلمہ کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری ملازم کا مفوضہ امور کی انجام دہی کے لیے صاحب معاملہ سے کچھ لینا رشوت ہے

سوال: (۱۳۷۴) جو آدمی سرکاری ملازم ہے، اور اس کے پاس کسی کا کوئی کاغذ ضروری ہووے اور وہ اس کاغذ کو کچھ لینے کی وجہ سے گم کر کے بیٹھ جاوے، اور جب کچھ دیوے تو کاغذ نکال کر دیوے تو یہ رشوت ہے یا نہیں؟ (۳۰۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ رشوت صریح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حاکم اور غیر حاکم سب کو رشوت لینا حرام ہے

سوال: (۱۳۷۵) رشوت لینا حاکم اور غیر حاکم کو کیسا ہے؟ **القول الجميل** میں حضرت شاہ

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۹/۵۲۰-۵۲۱، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع.

ولی اللہ صاحبؒ نے جس مقام پر گناہ کبیرہ کو بیان کیا ہے، وہاں یہ بھی فرمایا ہے: **والرّشوة في الحكم** (۱) خاک سار کی رائے ناقص میں اس فقرہ کا یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ رشوت لینا حاکم کے واسطے گناہ کبیرہ ہے اور غیر حاکم کو رشوت لینا جائز ہے؟ (۱۱۵۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: رشوت لینا حاکم اور غیر حاکم سب کو ناجائز ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے رشوت کے بڑے فرد کو بتلایا ہے انحصار مقصود نہیں ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے: **من شفع لأخيه شفاعة فأهدى له هدية عليها، فقبلها فقد أتى بابا عظيما من أبواب الرّبا، رواه أبو داوٗد** (۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس سفارش کردے اور اس وجہ سے صاحب معاملہ سفارش کرنے والے کو کچھ دے تو وہ بھی حرام ہے اور بہ منزلۂ ربا کے ہے، ظاہر ہے کہ یہ حرمت بہ سبب رشوت ہونے کے ہے، حالانکہ سفارش کرنے والا حاکم نہیں ہے، الغرض رشوت وہ ہے جو وسیلہ بنایا جاوے مقصود کے حاصل کرنے کے لیے بدون کسی مبادلہ کے، مثلاً جن ملازموں کے ذمہ کوئی کام مقرر ہے اس کے پورا کرنے میں وہ صاحب معاملہ سے کچھ لیویں تو یہ رشوت ہے، کیونکہ یہ لینا بلا کسی حق اور بدون کسی عوض کے ہے، اس کام کا عوض اور اجرت ان کو سرکار سے ملتی ہے۔ **في الحديث: لعن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم الرّاشي والمرتشي. رواه أبوداوٗد وغيره** (۳) **قال في المرقاة: قوله: (الرّاشي و المرتشي) أي معطى الرّشوة وآخذها وهي الوصلة إلى الحاجة بالمصانعة و أصله من الرّشاء الّذي يتوصّل به إلى الماء. إلخ** (۴)

---

(۱) القول الجميل مع ترجمة شفاء العليل، ص: ۳۴، في بيان الكبائر .

(۲) عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه عن النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: من شفع الحديث (سنن أبي داوٗد: ۲/۴۹۹، كتاب البيوع – باب في الهدية لقضاء الحاجة)

(۳) عن عبداللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم الرّاشي: الحديث. (سنن أبي داوٗد: ۲/۵۰۴، كتاب القضاء – باب في كراهية الرّشوة)

(۴) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۷/۲۹۵، كتاب الإمارة والقضاء– باب رزق الوُلاة وهداياهم، الفصل الثّاني . حديث: ۳۷۵۳

امام کا کسی سے روپیہ لے کر اپنی جگہ امام بنوانا

سوال: (۱۳۷۶)......(الف) ایک امام مسجد جس وقت اپنے وطن جانے لگا تو ایک شخص سے کچھ روپیہ لے کر اس کو اپنی جگہ کرا دیا، یہ روپیہ لینا اور کھانا کیسا ہے؟

(ب) امام مذکور نے مؤذن کے ذمہ جھوٹا الزام لگا کر موقوف کر دیا، اور دوسرے شخص سے کچھ روپیہ لے کر اس کو مؤذن مقرر کر دیا یہ روپیہ لینا کیسا ہے؟ (۸۸۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) یہ روپیہ لینا اور کھانا ناجائز اور رشوت ہے اس کو واپس کرنا چاہیے۔

(ب) وہ روپیہ لینا اور کھانا حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ریلوے ملازم کے شر سے بچنے کے لیے اس کو کچھ دینا

سوال: (۱۳۷۷) ریلوے ملازم مال کے لادتے اور اتارتے اور چھوڑتے اور روانہ کرتے وقت دق کرتے ہیں اور نقصان پہنچاتے ہیں، اور اگر ان کو کچھ دیا جاتا ہے تو کام ہو جاتا ہے اور نقصان بھی کم ہوتا ہے، ایسی حالت میں ان کے شر سے بچنے کے لیے ان کو دینا جائز ہے یا کیا حکم ہے؟ (۶۸۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ان کے ظلم اور شر سے بچنے کے لیے دینا درست ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشوت کی رقم سے دوسرے شخص کا کاروبار کرنا

سوال: (۱۳۷۸) رشوۃً ایک دیگر شخص کی لی ہوئی رقم کا بیوپار دوسرے شخص کے واسطے حرام ہے یا نہیں؟ (۵۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: رشوت کی رقم سب کے حق میں حرام ہے جس کو یہ معلوم ہو کہ یہ رقم رشوت کی ہے، اُس کو اُس کا کام میں لانا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) دفع المال للسّلطان الجائر لدفع الظّلم عن نفسهٖ وماله ولاستخراج حقّ له ليس برشوة يعني في حقّ الدّافع إلخ (ردّالمحتار: ۵۲۱/۹، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع)

پولیس کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ رشوت ہے

سوال: (۱۳۷۹) بندہ کا خالہ زاد بھائی ملازم پولس ہے، وہ باہر دیہات سے کوئی نہ کوئی چیز لے آتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ رشوت کی نہیں ہے بلکہ بعض لوگوں کے ساتھ لحاظ ہے وہ لحاظاً دیتے ہیں؟ آیا ان چیزوں کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ رشوت ہے۔ رشوت ہونے میں اس کے کیا تردد ہے؟! کیونکہ جو کوئی کچھ دیتا ہے، ملازمت پولیس کے دباؤ سے دیتا ہے، اور بہ موجب حکم حدیث شریف: **هلاّ جلست في بيت أبيك و أمك** (۱) ظاہر ہے کہ اگر ملازمت نہ ہوتی تو گھر بیٹھے کون کچھ دیتا ہے؟! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تحصیل دار کو اپنی رعایا سے کچھ لینا درست نہیں

سوال: (۱۳۸۰)......(الف) میں سرکار کی طرف سے تحصیل دار مقرر کیا گیا ہوں، یہاں دستور ہے کہ جب حاکم کسی نمبر دار کے موضع میں جاتا ہے تو وہ اس کو نذرانہ میں کچھ روپیہ دیتا ہے؛ یہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اگر کچھ مجھ کو حاکم سمجھ کر محبت پیدا کرنے کے واسطے کوئی شئ مثلاً آٹا، چاول، دال، ترکاری وغیرہ بھیجیں تو اس کا لینا کیسا ہے؟

(ج) اگر خاص خاص آدمی جو ہمیشہ بلا اکراہ بہ خوشی اپنے یہاں سے کچھ چیزیں دیا کرتے ہیں اس کا لینا کیسا ہے؟ (د) آم وغیرہ کا لینا کیسا ہے؟

(ھ) اگر کوئی اسامی فصل کی چیز عمدہ سمجھ کر جنس غلہ وغیرہ دے تو لینا چاہیے یا نہیں؟

(۳۷۸/ ۱۳۳۹ھ)

---

(۱) عن أبي حميد السّاعدي رضي الله عنه قال: استعملَ رسولُ الله صلّى الله عليه وسلّم رجلاً على صدقات بني سُليم يُدْعَى ابنُ الْلُّتْبِيَّة، فلمّا جاء حاسَبه، قال: هذا مالكم وهذا هديّة، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: فَهَلَّا جَلَسْتَ فِي بَيْتِ أَبِيْكَ و أمك حتّى تأتيَك هديَّتُك إن كنتَ صادقًا. الحديث (صحيح البخاري: ۱۰۳۳/۲، كتاب الحيل — باب احتيال العامل لِيُهْدى له)

الجواب: ان تمام صور مذکورہ میں تحصیل دار، عہدہ دار سرکاری کو گاؤں والوں اور رعایا سے کچھ لینا درست نہیں ہے، یہ سب رشوت اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ کی رقم میں سے رشوت دے کر مسجد کے لیے اینٹ خریدنا

سوال: (۱۳۸۱) ایک بھٹا سرکاری خشت کا ہمارے گاؤں کے قریب ہے، ہم نے سرکار کو درخواست دی کہ مسجد کے واسطے اینٹیں درکار ہیں، چنانچہ درخواست منظور ہوگئی ہے، اب بھٹا کا منشی پچاس روپیہ رشوت مانگتا ہے اور بیس روپیہ ہزار اینٹ دینے کا اقرار کرتا ہے، اب عام پبلک کے چندہ میں سے رشوت دے کر مسجد کے لیے اینٹ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۹۳/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: نقصان سے بچنے کے لیے رشوت دینا درست ہے، پس اگر اس رشوت دینے میں مسجد کو نقصان سے بچایا جاتا ہے تو یہ بھی جائز ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری ملازمین نے جو حق مقرر کر رکھا ہے اس کا لینا دینا درست نہیں

سوال: (۱۳۸۲) اکثر اہلکاران سرکاری نے علاوہ تنخواہ اپنا ایک حق مقرر رکھا ہے، یہ رقم لینا ملازمین کو جائز ہے یا نہیں؟ اگر اہل کار کسی کو یہ کہہ کر ملازم رکھے کہ جو حق ہمیں ملے گا اس کے حقدار تم ہو، جائز ہے یا نہیں؟ (۵۸۰/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اہلکاران سرکاری کے لیے اس حق کو لینا جو اُن کی تنخواہ کے علاوہ ہے اور داخل تنخواہ میں نہیں ہے کسی طرح جائز نہیں ہے، اس قسم کا لینا دینا بہ حکم رشوت ہے، جو شرعًا آخذ کو تو کسی طرح جائز نہیں۔ شامی میں ہے: **قلتُ: ومثلهم مشايخ القرى والحرف وغيرهم ممن لهم قهر وتسلط على من دونهم إلخ** (۲) البتہ دینے والے کو نہ دینے کی صورت میں لحوقِ ضرر کا خوف ہو تو اس کے لیے گنجائش ہے کہ دیدے، مگر لینے والے کے لیے تو پھر بھی وہ حرام ہے۔ شامی میں ہے:

---

(۱) لا بأس بالرّشوة إذا خاف على دينه (الدّرّالمختار مع الشّامي: ۹/۵۲۰-۵۲۱، كتاب الحظر والإباحة — فصل في البيع)

(۲) حاشية ابن عابدين: ۸/۴۶، كتاب القضاء — مطلب في حكم الهدية للمفتي .

الرّابع: ما یدفع لدفع الخوف من المدفوع إلیه علی نفسہٖ أومالہٖ حلال للدافع ، حرام علی الآخذ لأنّ دفعَ الضّرر عن المسلم واجب، ولایجوز أخذ المال لیفعل الواجب إلخ (۱) ونیز اہل کار کا کسی دوسرے کو ملازم رکھنا اور یہ شرط لگانا کہ جو حق ہمیں ملتا ہے اس کے حق دار تم ہوا جارہ فاسدہ کے تحت میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈیوٹی سے خارج وقت میں کام کرنا اور اہل معاملہ سے اس کا معاوضہ لینا

سوال: (۱۳۸۳) زید ملازم ریلوے ہے اور ۱۲ گھنٹے کام کرنے کا حکم ہے، اور وہ بجائے ۱۲ گھنٹے کے ۱۴ گھنٹے کام کرتا ہے، اس وجہ سے زید اگر اہل معاملہ سے کچھ معاوضہ لے لیوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: زید کو وہ رقم لینا درست نہیں ہے، رشوت میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اہل کار سے جلدی کام کرانے کے لیے رقم دینا

سوال: (۱۳۸۴)...... (الف) عدالتوں میں بعض کاغذات کی نقلیں ضابطہ سے نہیں ملتی یا ان میں صرفہ زیادہ ہوتا ہے اس لیے اہل معاملہ اہل کار کو کچھ دے کر اپنا کام کر لیتے ہیں یہ رشوت ہے یا نہ؟

(ب) بعض کاموں میں اہل معاملہ اس غرض کے لیے کہ میرا کام ابھی کردو، وہ اہل کار کو کچھ رقم دیتا ہے، اگر نہ دے تو اہل کار اس کام کو دیر میں کرے گا تو یہ لینا بھی رشوت میں داخل ہے یا نہیں؟ (۶۱۱/ ۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف) یہ رشوت ہے دینا اور لینا اس کا درست نہیں ہے۔

(ب) یہ بھی رشوت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پٹواری کا داخل خارج کرنے کی اجرت لینا

سوال: (۱۳۸۵) ایک پٹواری کے پاس ایک زمین دار آیا اور کہا کہ میری زمین کا داخل خارج

---

(۱) ردّالمحتار: ۸/ ۳۳، کتاب القضاء – مطلب في الکلام علی الرّشوۃ والھدیۃ .

کردو، اس نے کردی، مگر زمین دار سے کچھ اجرت مقرر نہیں کی، زمین دار نے ایک سو روپیہ پٹواری کو دیا، یا پٹواری نے پہلے اجرت مقرر کرلی تو ان دونوں صورتوں میں یہ رشوت ہوگی یا کچھ فرق ہے؟ (۲۶۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ان دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں ہے، رشوت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ماتحتوں کا حکام کو کچھ دینا رشوت ہے

سوال: (۱۳۸۶) رشوت کی کیا تعریف ہے؟ حکام کو جو ان کے ماتحت رشوت دیتے ہیں اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: رشوت کی تعریف شامی میں یہ لکھی ہے: **الرّشوة : ما يعطيه الشخصُ الحاكمَ وغيرَه لِيَحْكم له أو لِيَحْمِله على ما يُرِيد** (۱) پس معلوم ہوا کہ حکام کو جو کچھ نہ خواستۂ دل ان کے ماتحت دیں وہ رشوت ہے اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ووٹ دینے پر روپیہ لینا دینا رشوت ہے

سوال: (۱۳۸۷) ووٹروں کو ووٹ دینے پر روپیہ لینا اور ان کو دینا جائز ہے یا بہ حکم رشوت ہے؟ (۱۰۰۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ووٹ پر روپیہ دینا لینا جائز نہیں ہے اور یہ رشوت کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ اعلم

رشوت لینے والے سے تعلق رکھنا اور اس کا کھانا کھانا

سوال: (۱۳۸۸) رشوت لینا علانیہ حق خیال کرکے جائز ہے یا نہیں؟ اور رشوت لینے والے سے تعلق رکھنا اور اس کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۶۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: رشوت لینا حرام ہے اور اس کو اپنا حق سمجھنا غلط ہے، اور رشوت لینے والے کے پاس اگر دوسری آمدنی حلال بھی ہے مثلاً تنخواہ وغیرہ تو اس کا کھانا کھانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) حاشية ابن عابدين: ۳۳/۸، کتاب القضاء — مطلب في الكلام على الرّشوة والهدية .

اپنی لڑکی کے نکاح میں داماد یا اُس کے ولی سے روپیہ لینا

سوال: (۱۳۸۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ کسی نے اپنی لڑکی کے نکاح میں داماد کے ولی سے اس شرط پر بات چیت کی کہ اگر تم مجھے بیس تیس روپیہ دو تو میں اپنی بیٹی کا نکاح تمہارے بیٹے سے کردوں گا ورنہ نہیں، پس اس صورت میں یہ روپیہ لے کر اپنے صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: والله ملهم للحق والصّواب: جواب یہ ہے کہ باپ کا اپنے دختر کے نکاح میں داماد کے ولی سے روپیہ لینا، اور بدون لینے روپیہ کے نکاح نہ کرانا جیسا کہ مندرجۂ سوال ہے، اور اس روپیہ کو اپنے صرف میں لانا درست نہیں ہے، بلکہ حرام ہے، اس لیے کہ یہ لینا ولی کا رشوت ہے اور رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہے، اور جو روپیہ رشوۃً لیتا ہے وہ مرتشی کے قبضہ کرنے سے اس کی ملکیت میں نہیں آجاتا، بلکہ راشی ہی اس کا مالک رہتا ہے، پس مرتشی پر لازم ہے کہ اس روپیہ کو واپس کردے اور راشی اس کو واپس لے لے۔ كما في الدّرّ المختار: أخذ أهل المرأة شيئًا عند التّسليم، فللزّوج أن يسترده لأنّه رشوة، وذكر في الشّامي: قوله: (عند التّسليم) أي بأن أبٰى أن يّسلّمها أخوها أو نحوه حتّى يأخذ شيئًا، وكذا لو أبٰى أن يزوّجها فللزّوج الاسترداد قائمًا أو هالكًا لأنّه رشوة. بزازية (۱)(۲/۵۰۱)

اور نیز شامی میں ہے: الرّشوة يجب ردّها ولا تملك (۲)(۴/۴۷۱) اور فتاویٰ خیریہ میں ہے: سئل في امرأة أبى أقاربها أن يزوّجها إلّا أن يّدفع لهم الزّوج كذا فوعدهم به هل يلزم أم لا ؟ أجاب: لايلزم ولودفع فله أن يأخذه قائمًا أو هالكًا لأنّه رشوة كما في البزّازية (۳)(۱/۲۸) اور طحطاوی میں ہے: حرام مال سے ہے ہر وہ مال کہ عقد نکاح کے درمیان ہو کر کچھ مال لیوے، اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: قال:

---

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۴/۲۲۹، كتاب النّكاح – باب المهر – قبل مطلب في دعوى الأب أنّ الجهاز عارية.

(۲) ردّالمحتار: ۸/۳۳، كتاب القضاء – مطلب في الكلام على الرّشوة والهدية.

(۳) الفتاوى الخيرية لنفع البريّة: ۱/۲۸، كتاب النّكاح – باب المهر.

لعن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم الرّاشی والمرتشی(۱)

سوال: (۱۳۹۰) قبل نکاح کے دولہا سے لڑکی کے والد کو روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟
(۱۱۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ روپیہ لینا درست نہیں ہے، یہ رشوت ہے اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دولہا سے روپیہ لینا اور اس سے کھانا کھلانا

سوال: (۱۳۹۱) بعض ملکوں میں رواج ہے کہ شادی میں دلہن کی قوم دولہا سے روپیہ لیتی ہے، اور اس روپیہ سے کھانا کھلاتے ہیں، پھر ان روپیوں کو کبھی مہر میں شمار کر لیتے ہیں اور کبھی نہیں، بہر حال اس طعام کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور دلہن سے اجازت لینی ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۶۰۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: أخذ أهل المرأة شيئًا عند التّسليم، فللزّوج أن يسترده لأنّه رشوة (۲) نیز یہ بھی درمختار میں ہے: لأبي الصّغيرة المطالبة بالمهر إلخ (۳) اور شامی میں ہے: والصّغيرة غير قيد ففي الهندية للأب والجدّ والقاضي قبض صداق البكر صغيرةً كانت أو كبيرةً إلّا إذا نهته وهي بالغة إلخ (۳)

پہلی روایت درمختار سے ثابت ہے کہ اہل عورت جو کچھ نکاح یا تسلیم کے دباؤ میں شوہر یا اہل شوہر سے روپیہ لیویں تو وہ حرام اور رشوت ہے، واپس کرنا اس کا لازم ہے، اور دوسری روایت سے باپ کو مہر کے مطالبہ کا حق حاصل ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ امانت ہے اس کے پاس، اور اس کو خرچ کرنا اس کا بدون رضائے بالغہ کے صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس کا مال چوری ہو گیا اس کو ثواب ملے گا اور چوری کرنے والا ماخوذ ہوگا

سوال: (۱۳۹۲) ایک شخص نے اپنے اخیر وقت موت کے لیے کچھ اشرفی اور کچھ روپیہ بعد

---

(۱) جامع التّرمذي: ۱/ ۲۴۸، أبواب الأحكام– باب ما جاء في الرّاشي والمرتشي في الحكم
(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۴/ ۲۲۹، كتاب النّكاح – باب المهر – قبل مطلب في دعوى الأب أنّ الجِهاز عارية.
(۳) الدّرّالمختار وردّالمحتار: ۴/ ۲۳۵، كتاب النّكاح– باب المهر– مطلب: لأبي الصّغيرةِ المطالبةُ بالمهرِ.

دینے زکاۃ سالانہ کے رکھ چھوڑا، اس میں سے کسی حاجت مند نے نکال لیا، تو اس روپیہ یا اشرفی جو اس نے نکال کر صرف کی ہوگی اس صاحب مال کو ثواب ہوگا یا نہیں؟ اور بہ روز حشر اس چور کو تدارک ملے گا یا نہیں؟ (۸۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جس شخص کا مال چوری ہو جاوے اس کے لیے وہ صدقہ ہوتا ہے، اور اس کو اس کا ثواب حاصل ہوگا، حدیث شریف میں ہے: وما سرق منه له صدقة (۱) یعنی جو کچھ چوری ہو جاوے وہ اس کے لیے صدقہ ہے، اور چوری کرنے والا عنداللہ مأخوذ ہے، اور اس کی نیکیاں اس شخص کو مل جاویں گی جس کا مال اس نے چرایا، اگر اس مال کو جو چور نے نکالا اس کے حق میں معاف کر دیا جاوے تو بہت زیادہ ثواب بہ روز قیامت ہوگا، اور وہ چور بھی اس میں مأخوذ نہ ہوگا یہ اچھا ہے۔ فقط

چوری کرنے والا فاسق ہے

سوال: (۱۳۹۳) فسق کی شرعاً کیا تعریف ہے؟ مغوی اور چور بھی فاسق ہے یا نہیں؟

(۹۵۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مرتکب کبیرہ یا تارکِ فرض؛ فاسق ہے (۲) مغوی کے معنی گمراہ کرنے والے کے ہیں، اور سارق مرتکب کبیرہ کا ہے، لہٰذا یہ دونوں بھی فاسق ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو تائب چوری کا مال واپس کرنے سے عاجز ہے وہ کیا کرے؟

سوال: (۱۳۹۴) زید چند سال تارک صوم وصلاۃ رہا، اور شراب خواری وزنا وسرقہ میں مبتلا رہا، اب اس نے خلوص دل سے توبہ کر لی ہے، اور پابند صوم وصلاۃ ہو گیا ہے، اور نمازوں کی قضا کرنی

---

(۱) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ما من مسلم يغرس غرسًا إلّا كان ما أكل منه له صدقة و ما سرق منه له صدقة الحديث (الصّحيح لمسلم: ۲/۱۵، كتاب المساقاة والمزارعة، باب فضل الغرس والزّرع)

(۲) قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، و لعلّ المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزّاني، و آكل الرّبا و نحو ذلك (ردّالمحتار: ۲/۲۵۵، كتاب الصّلاة – باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

بھی شروع کردی ہے، مگر روزہ وسرقہ کی قضا کرنے سے عاجز ہے، ان دونوں سے کس طرح سبکدوش ہوسکتا ہے؟ (۱۱۹۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: روزوں کی بھی قضا کرے اور سرقہ اور غصب میں یہ کرے کہ جو کچھ ادا ہو سکے ادا کرے، اور جو ادا نہ ہوسکے تو جن سے سرقہ کیا ہے ان سے یا ان کے وارثوں سے معاف کرادے۔

ریل میں بلا ٹکٹ سفر کرنا یا زیادہ سامان رکھنا

سوال: (۱۳۹۵) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اشیائے سلطانی میں اگرچہ بلا اجازت وبلا اطلاع تصرف کیا جائے تو سرقہ ہی نہیں، ریل گاڑی پر بلا ادائے کرایہ واخذ ٹکٹ وپاس سوار ہوا کرتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۸۶۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ غلط ہے کہ اشیائے سلطانی میں بلا اجازت وبلا اذن صریحی یا دلالۃً تصرف درست ہے، اور وہ سرقہ محرمہ نہیں ہے، پس ریل گاڑی پر بلا ادائے کرایہ وغیرہ سوار ہوجانا ناجائز ہے، اور زیادہ بوجھ اور سامان رکھنا بھی بلا اذن درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ٹال مٹول کرنے والے سے اپنا حق خفیہ طور پر وصول کرنا

سوال: (۱۳۹۶) ایک شخص کے ذمے ایک شخص کے دس روپے واجب الاداء ہیں، اور وہ شخص ادا نہیں کرتا، عرصہ گزر گیا، اس شخص نے چوری سے اس کے بکس میں سے نکال لیے، تو اس پر مواخذہ ہے یا نہیں؟ (۲۱۲۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں اپنا حق لینے والے پر مواخذہ نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باپ کو چوری سے بیٹے کا مال لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۹۷) باپ اگر پسر کا مال چرالیوے تو باپ پر مواخذہ ہے یا نہیں؟ (۲۱۲۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: باپ کو چوری سے لینا پسر کے مال کا درست نہیں ہے، لیکن اگر نفقہ واجب ہو تو

(۱) حق کی جنس سے وصولی میں کوئی اختلاف نہیں۔۱۲ سعید احمد پالن پوری

لے سکتا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زمین دار کے درخت پر لگے ہوئے چھتے سے رعایا کا شہد نکالنا

سوال: (۱۳۹۸) زمیندار کے درختوں پر مُہال (۲) لگتے ہیں، زمینداران میں سے شہد نکالنے سے رعایا کو منع کرتا ہے، اور روپیہ لے کر یا شہد لینا کر کے اجازت دیتا ہے، اگر کوئی چوری سے شہد کو توڑ لے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۹۱۳ھ)

الجواب: بلا اجازتِ مالکِ اشجار کے وہ شہد نہ توڑنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چوری کے شبہ میں ایک ملازم سے ڈنڈ وصول کیا پھر چوری کا مال گھر میں سے مل گیا اس وقت ملازم کو تلاش کیا مگر نہیں ملا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۹۹) میرے گھر میں سے ایک جوڑی پہنچی (۳) طلائی جاتی رہی، اس کا شبہ ایک ملازم پر تھا، اس سے مبلغ چالیس ہزار روپیہ ڈنڈ لیا گیا، اس کے کچھ عرصہ بعد وہ پہنچی گھر میں سے مل گئی، اس ملازم کو تلاش کیا مگر نہیں ملا، میری رائے یہ ہے کہ اس رقم چالیس ہزار روپیہ کو انگورہ فنڈ میں دے دوں، آیا یک مشت دی جاوے یا قسط وار؟ اور جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۴۸۵ھ)

الجواب: انگورہ فنڈ میں یا مظلومین سمرنا کے لیے دینا رقم مذکور کا آپ کو جائز ہے، خواہ ایک دفعہ دے دیا جاوے یا قسط مقرر کر کے دے دیا جاوے، لیکن اگر وہ ملازم مل جائے تو پھر اس کو رقم مذکور

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه عنها عن النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم أنّه قال: ولد الرّجل من کسبه و من أطیب کسبه، فکلوا من أموالهم. (سنن أبی داوٗد، ص:۴۹۸ کتاب البیوع – باب الرّجل یأکل من مال ولده)

وفي البذل: فطیب له الأکل من مال ولده، و قیّده الفقهاء بالحاجة آي إذا احتاج إلیه و أمّا إذا لم یحتجّ فلا یجوز له الأکل إلاّ بإذنه. (بذل المجهود: ۲۹۵/۴ کتاب البیوع – باب الرجل یأکل من مال ولده، المطبوعة: مطبعة النظام للمکتبة الیحویة، مظاهر علوم، سهارنفور)

(۲) مُہال: شہد کی مکھیوں کا چھتہ (فیروز اللغات)

(۳) پہنچی: ایک زیور جو کلائی میں پہنا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات)

دینی ہوگی، البتہ اگر وہ اس پر راضی ہوجاوے کہ اچھا ہوا کہ اس رقم کو فنڈ مذکور میں دے دیا گیا، تو پھر اس کی طرف سے رقم مذکور فنڈ مذکور میں داخل سمجھی جاوے گی، اور پھر اس کو رقم مذکور دینی نہ ہوگی۔ فقط

چوری کا کچھ سامان چور نے واپس کردیا اور کچھ کے بارے میں حلفًا کہتا ہے کہ میں نے نہیں چرایا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۴۰۰) زید کا مال عمر نے متنوع الاجناس سرقہ کرلیا، جب عمر پکڑا گیا تو بعض مال یعنی کپڑا و زیور و کچھ نقد روپیہ تو واپس دے دیا، اور آٹھ سو روپیہ کے نوٹ تھے وہ حلفًا کہتا ہے کہ میں نے نہ دیکھے نہ چرائے، اور زید مدعی کہتا ہے کہ اسی نے چرائے ہیں، اور مدعی کے چار گواہ کہتے ہیں کہ نوٹ آٹھ سو روپیہ کے لاریب گم ہوگئے ہیں یہ ہم کو معلوم نہیں ہے کہ عمر نے لیے ہیں یا اور کسی نے، گواہ معتبر عادل ہیں اور عمر فاسق فاجر ہے، اور حلف کاذب اس کا پیشہ ہے، اس صورت میں قول عمر کا معتبر ہے یا دعویٰ زید کا ثابت ہے؟ (۱۴۶۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جب کہ گواہ اس امر کے موجود نہیں ہیں کہ عمر نے نوٹ مذکورہ چوری کیے تو عمر کے ذمے نوٹوں کی چوری ثابت نہیں ہے، اور انکار اس کا اس بارے میں معتبر ہے۔ **لأنّ البيّنة للمدّعي واليمين على من أنكر** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جن کا مال چرایا تھا ان میں سے کچھ کا انتقال ہوگیا اور کچھ زندہ ہیں اب چور تائب ہوتا ہے تو لوگوں کے حقوق کس طرح ادا کیے جائیں؟

سوال: (۱۴۰۱) زید چوری کا عادی تھا، اور اس نے صدہا اشخاص کا مال چرایا، جن کا مال چرایا ان میں سے اکثر کا انتقال ہوگیا، اور اکثر زندہ بھی ہیں، مگر زید کو پوری طرح اب یہ علم نہیں کہ کس کس شخص کا مال چرایا اور کس قدر؟ کیونکہ زید اب تائب ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ حق العباد اب میرے ذمے باقی نہ رہے، اور زید کو یہ کسی درجہ میں علم ہو بھی سکتا ہے کہ فلاں شخص کا مال چوری کیا، مگر تعداد

(۱) قواعد الفقہ، ص:٦٦، قاعدہ:٦٦۔

معلوم نہیں، تو اب اگر زید اتنی قدرت رکھتا ہے کہ مال جن لوگوں کا چرایا ہے ان کو یا ان کے ورثہ کو کس حد تک واپس کردے؟ زید بہ وجہ حجاب واپس کرنے سے شرماتا ہے اور مجبور ہے، اور اگر زید اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ لوگوں کا مال واپس کرسکے تو ان جملہ صورتوں میں زید کے واسطے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۱۶۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: شرح فقہ اکبر میں اس کے متعلق یہ تفصیل فرمائی ہے: وفي القنية: رجل عليه ديون لأناس لايعرفهم من غصوبٍ ومظالم وجنايات، يتصدّق بقدرها على الفقراء على عزيمة القضاء: إن وجد هم مع التّوبة إلى الله فيعذر. ولوصرف ذلك المال إلى الوالدين والمولودين أي الفقراء يصير معذورًا وفيها أيضًا: ديون لأناس شتىٰ كزيادة في الأخذ ونقص في الدّفع، فلوتحرى في ذلك وتصدق بثوب قوِّم بذلك يخرج عن العهدة، قال: فعرف بهذا أنّ في هذا لايشترط التّصدق بجنس ما عليه وفي الفتاوىٰ قاضي خان: رجل له حقّ على خصم فمات ولاوارث له، تصدق عن صاحب الحقّ بقدر ماله عليه، ليكون وديعة عند الله يوصلها إلى خصمائه يوم القيامة، وإذا غصب مسلم من ذمي مالاً أو سرق منه فإنّه يعاقب به يوم القيامة إلخ ، ثمّ هل يكفيه أن يقول لك عليَّ دين، فاجعلني في حل أم لابدّ أن يعين مقدارهٗ إلخ، فأفتىٰ البعض بالأوّل والبعض بالثّاني (۱) وفي ردّالمحتار:

(۱) شرح الفقه الأكبر لملاّ على القاري، ص:۱۹۴، بيان أقسام التّوبة، المطبوعة : مطبع مجتبائي دهلي ولكن قوله :" فأفتى البعض بالأوّل والبعض بالثّاني" لعلّه أضاف فضيلة الشّيخ المفتي عزيزالرّحمان قدس سرهٗ، و أشار الشّيخ بهذا إلى الاختلاف الواقع في هذهِ المسئلة، وهو هذا :

ففي النّوازل: رجل له على آخر دين، وهو لايعلم بجميع ذلك، فقال له المديون: ابرأني ممالك عليّ، فقال الدّائن: أبرأتك، قال نصير رحمة الله عليه لايبرأ إلاّ عن مقدار ما يتوهّم أي يظنّ أنّه عليه، وقال محمّد بن سلمة رحمة الله عليه يبرأ عن الكلّ، قال الفقيه أبو اللّيث: حكم القضاء ما قاله محمدبن سلمة رحمة الله عليه وحكم الآخرة ما قاله نصير رحمة الله عليه .... و أما ديانة فعند محمّد رحمة الله عليه لايبرأ وعند أبي يوسف رحمة الله عليه يبرأ وعليه الفتوى، انتهىٰ، وفيه : أنّه خلاف ما اختاره أبو اللّيث ولعلّ قوله مبني على التّقوى إلخ (شرح الفقه الأكبر لملاّ على القاري، ص:۱۹۴، بيان أقسام التّوبة)

والحاصل: أنّه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم، و إلاّ فإن علم عين الحرام (كالسّرقة مثلاً) لايحلّ له ويتصدّق به بنية صاحبه إلخ (۱) (شامی: ۴/۱۳۰) پس ان عبارات سے واضح ہوا کہ علاوہ توبہ واستغفار کے واپس کرنا مال حرام کا لازم ہے، اگر صاحب حق معلوم ہو، یا واپس کرنا ان کے ورثہ پر اگر ارباب حقوق موجود نہ ہوں، اور اگر ارباب حقوق معلوم نہ ہوں تو اس قدر مال کا صدقہ کرنا فقراء پر ان کی طرف سے واجب ہے، اور اگر دینے پر قدرت نہ ہو تو معافی کرانا ارباب حقوق سے یا ان کے ورثہ سے لازم ہے، اور چونکہ معاملہ حقوق العباد کا ہے اور عذاب اس کا شدید ہے، اس لیے اس میں حجاب اور عار نہ سمجھنی چاہیے کہ یہ عار سبب نجات کا ہے عذاب نار سے، فيختار العار على النّار شرح فقہ اکبر میں یہ بھی نقل کیا ہے: إنّ الإبراء عن الحقوق المجهولة جائز عندنا إلخ (۲) پس بناءً علیہ اس طریق سے بھی معاف کرالینا کافی ہے کہ صاحب حق یا اس کے ورثہ سے کہے کہ جو کچھ تمہارا حق میرے ذمے ہے اس کو معاف کردو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چور میں ادائیگی کی وسعت نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال: (۱۴۰۲) زید نے کبھی کسی زمانہ میں بکر کی کوئی چیز چرالی تھی، بکر کا انتقال ہوگیا، اب زید کس طرح ادا کرے؟ اور اس گناہ سے بچے؟ اگر زید میں وسعت ادائیگی کی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

(۱۴۳۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر بکر کے ورثہ موجود ہوں تو ان سے معاف کرانا چاہیے، ورنہ فقراء پر صدقہ کرنا چاہیے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو توبہ واستغفار کرنی چاہیے، اور بکر کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چوری کا گناہ کس طرح معاف ہوگا؟

سوال: (۱۴۰۳) بہ روز شب قدر چند آدمیوں نے مل کر کسی کی مرغی چرا کر کھائی، اب وہ اس

(۱) الشّامي: ۷/۲۲۳، كتاب البيوع، مطلب في من ورث مالا حرامًا.

(۲) شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۹۴، بيان أقسام التّوبة.

گناہ سے کس طرح پاک ہوسکتے ہیں؟ (۲۶۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جس کی مرغی چرائی اسی کو قیمت دے وے، اور معاف کرالیوے، اور توبہ واستغفار اللہ تعالیٰ سے کرے، تو ان شاء اللہ گناہ اس کا معاف ہوجاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کچھ روپیہ دے کر چور سے اپنا مال وصول کرنا درست ہے

سوال: (۱۴۰۴) زید کا گھوڑا ہزار روپیہ کا تھا، اسے چور لے گئے، اب چور زید کو کہتے ہیں کہ اگر ایک سو روپیہ نقد دے دو تو تمہارا گھوڑا واپس کر دیتے ہیں، کیا زید کو سو روپیہ واپسی گھوڑے کے لیے دینا شرعاً درست ہے؟ (۴۳۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: زید کو سو روپیہ دے کر اپنا گھوڑا ایک ہزار روپیہ کا وصول کرنا درست ہے، البتہ اگر وہ لوگ واقعی چور ہیں تو ان کو سو روپیہ لینا ممنوع ہے، بلکہ ان کو چاہیے کہ ویسے ہی گھوڑا واپس کریں، بہر حال زید کے حق میں کچھ گناہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امانت کی رقم کو اپنی رقم کے ساتھ ملا دیا پھر وہ رقم چوری ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۴۰۵) زید نے بکر کے پاس حج کو جاتے ہوئے کچھ اشرفیاں امانت رکھوا دیں کہ جب ضرورت ہوگی میری طرف سے تم ہی خرچ کرتے رہنا، بکر نے زید کے سامنے ہی ان اشرفیوں کو اپنی ہمیانی میں داخل کرلیا، اتفاق سے وہ ہمیانی مع ان اشرفیوں کے چوری ہوگئی اب بکر سے زید تاوان لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۶۹۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: زید اپنی اشرفیاں بکر سے اگر چاہے لے سکتا ہے، زید کے مطالبے پر بکر کو وہ اشرفیاں دینی پڑیں گی۔ وکذا في الدّرّ المختار: **وكذا لو خلطها المودع بجنسها أو بغيره بماله أو مال آخر .... بغير إذن المالك بحيث لا تتَميزّ إلخ ضمنها إلخ**(۱) فقط واللہ اعلم

کاشت کار نے جو غلہ جبراً یا چوری سے رکھ لیا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۴۰۶) اگر کاشت کار کچھ غلہ بلا اجازت زمیندار کے چوری سے یا جبریہ رکھ لیوے

(۱) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۴۰۱/۸، کتاب الإیداع.

تو یہ چوری میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اور اس پر مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ (۷/۹۰۷-۱۳۴۳ھ)

الجواب: کاشت کار نے جو کچھ غلہ کہ جبراً یا چوری سے رکھ لیا ہے، اس سے ضرور مؤاخذہ ہوگا اور چوری میں محسوب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کافر کا مال بلا اجازت کھانا درست نہیں

سوال: (۱۴۰۷) آج کل یہ بات مشہور ہے کہ کافر کا مال کھانا جائز ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ امر صحیح نہیں ہے کہ کافر کا مال مطلقاً جائز ہے بلکہ بدون اذن مالک کسی کا مال کھانا درست نہیں ہے، کافر ذمی کا مال چرانا یا غصب کرنا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ مسلمان کا مال چرانا و غصب کرنا حرام ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چوری کا جانور تکبیر کہہ کر ذبح کیا تو اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۴۰۸) زید نے مسلمان کا جانور اور عمر نے کافر کا جانور چرا کر تکبیر کہہ کر ذبح کر لیے، تو کون سا جانور حلال ہے؟ اور کون سا حرام؟ (۵۹۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: دونوں کے ذمے ضمان اس جانور کا لازم ہے، اور بعد ادائے ضمان دونوں کو کھانا اس کا حلال ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي حرّة الرّقاشي عن عمّه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ألا لا تظلموا، ألا لا يحلّ مال امرىء إلّا بطيب نفس منه (مشكاة المصابيح، ص:۲۵۵ كتاب البيوع – باب الغصب والعارية)

وفي المرقاة: قوله: (لايحلّ مال امرىء) أي مسلم أو ذمّي (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ۶/۱۳۵ كتاب البيوع – باب الغصب والعارية، الفصل الثّاني، رقم الحديث: ۲۹۴۶)

(۲) فإن ذبح شأة غيره ونحوها ممّا يؤكل طرحها المالك عليه و أخذ قيمتها أو أخذها و ضمنه نقصانها – وفيه أيضًا قبل أسطر – ضمنه وملكه بلا حلّ انتفاع قبل أداء ضمانه أي رضا مالكه بأداء أو إبراء أو تضمين قاض والقياس حلّه وهو رواية ...... كذبح شأة ...... أي شأة غيره. (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۹/۲۳۰-۲۳۲، كتاب الغصب مطلب شرى دارًا وسكنها فظهرت لوقفٍ أو يتيمٍ وجب الأجرُ وهو المعتمدُ)

کیا چوری کے جانور پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے والا کافر ہو جاتا ہے؟

سوال: (۱۴۰۹) ایک شخص ایک چیز چوری کرکے لے جاتا ہے، اس پر تکبیر پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور تکبیر پڑھنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۹۴۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں لکھا ہے کہ کسی نے چوری کی بکری بسم اللہ پڑھ کر ذبح کی، پھر مالک آ گیا اصح یہ ہے کہ اس بکری کو نہ کھائے، کیونکہ جس شخص نے حرام پر بسم اللہ پڑھی وہ کافر ہو گیا (۱) اور ذبیحہ کافر کا کھانا جائز نہیں ہے۔ درمختار کی عبارت یہ ہے کہ **سرق شاة فذبحها بتسمية فوجد صاحبها هل تؤكل؟ الأصحّ لا، لكفره بتسميته على الحرام القطعي بلا تملك ولا إذن شرعي اهـ** (۲)

---
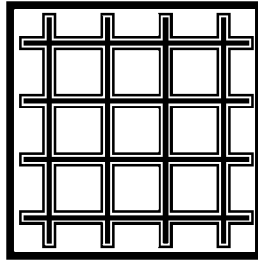
(۱) یہ قول صحیح نہیں، صحیح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ حرام قطعی پر بسم اللہ پڑھنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ غایۃ الاوطار میں ہے:

اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہ ہے کہ اس قدر سے کافر نہیں ہوتا، بلکہ جب اس کو حلال جانے گا تب کافر ہوگا، اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں، اور اس کا مؤید فقہاء کا یہ قول ہے کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہے۔ چنانچہ ''مجتبیٰ'' میں ہے کہ جس نے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اس کی قیمت کا تاوان اس پر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی، کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا۔ کذا فی الطحطاوی (غایۃ الاوطار اردو ترجمہ الدر المختار: ۳۱۰/۴، آخر کتاب الصید)

اور شامی میں ہے: **وفيه نظر لأنّ المعتمد خلافه بدليل قولهم بصحّة التّضحية بشأة الغصب، واختلافهم في صحّتها بشأة الوديعة، ولهذا قال السّائحاني: أقول هذا ينافي ما تقدّم في الغصب وفي الأضحية فلا يعول عليه. (الدّرّ مع الرّد: ۶۳/۱۰، آخر كتاب الصّيد)**

(۲) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۶۳/۱۰، كتاب الصّيد، قبيل كتاب الرّهن.

سلام، مصافحہ ومعانقہ کے آداب

اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ کہتے وقت ہاتھ اور گردن سے اشارہ کرنا

سوال: (۱۴۱۰) چونکہ عموماً چھوٹے درجہ کے لوگ حکام یا بڑے لوگوں کو آداب، تسلیمات کیا کرتے ہیں، اس وجہ سے اب اگر کوئی شخص جو ادنیٰ درجہ کا ہو ان کو اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ کہے تو وہ لوگ برا مانتے اور خفا ہوتے ہیں، لیکن چند اشخاص ہیں جو باوجود ان باتوں کے اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ ہی کہتے ہیں، پس اگر وقت اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ ہاتھ اٹھا دیا جائے یا ذرا گردن بہ طور اشارہ کے ہلا دی جائے جس کا شمار جھکا دینے میں ہو تو جائز ہے؟ ایسا کیا جائے یا نہیں؟ (۹۶۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: کسی کے برا ماننے سے طریق سنت کو نہ چھوڑے اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ کہے اور ہاتھ اور گردن سے اشارہ نہ کرے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ کے بجائے آداب وغیرہ الفاظ استعمال کرنا

سوال: (۱۴۱۱) لفظ اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ کو سوئے ادب سمجھ کر اس کی جگہ تعظیماً لفظ ادب وغیرہ کا باللسان یا بالکتابت استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۵۳/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جدّه رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: ليس منّا من تشبّه بغيرنا، لا تشبّهوا باليهود ولا بالنّصارى، فإنّ تسليمَ اليهود الإشارةُ بالأصابع، وتسليمَ النّصارى الإشارة بالأكفّ (مشكاة المصابيح، ص:۳۹۹، كتاب الآداب، باب السّلام، الفصل الثّاني)

الجواب: ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سَلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا غلط ہے

سوال: (۱۴۱۲) اَلسّلَامُ عَلَیْکُمْ کے بجائے سَلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے پر اعتراض کرنا کس حد تک درست ہے؟ (۱۷۱/۱۱۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: سَلَامُ عَلَیْکُمْ غلط ہے، اس سے کتابوں میں منع کیا ہے(۱) صحیح یہ ہے کہ اَلسّلَامُ عَلَیْکُمْ کہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان کا مسلمان کو وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی لکھنا

سوال: (۱۴۱۳) ﴿وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی﴾ مسلمان مسلمان کو لکھ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۵۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسلمان مسلمان کو بھی ﴿وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی﴾ لکھ سکتا ہے، کیونکہ اس کا حاصل یہی ہے کہ سلام ہو اس پر جو پیروی کرے ہدایت کی، تو مسلمان جو کہ پیروی کرنے والا ہے ہدایت کی اس کو بھی سلام ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۱۴) زید نے عمر کو خط میں بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے ﴿اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی﴾ لکھا، عمر کہتا ہے کہ یہ سلام کافروں کے لیے ہے، زید نے مجھ کو کافر سمجھ کر یہ سلام لکھا ہے، حالانکہ میں کلمہ گو مسلمان ہوں، یہ سلام خاص کافروں کے لیے ہے یا اہل اسلام کو بھی کر سکتے ہیں؟ (۳۲۹۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

---

(۱) سَلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا غلط ہے، مگر اس کا کوئی حوالہ نہیں ملا، ہاں سَلَامٌ عَلَیْکُمْ کہنا درست ہے۔ شامی میں ہے: اگر سلام میں پہل کرنے والا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ یا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے تو جواب دینے والا دونوں صورتوں میں سَلَامٌ عَلَیْکُمْ یا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے، لیکن اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا بہتر ہے۔ وإن قال المبتدیءُ: "سَلَامٌ عَلَیْکُمْ" أوْ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" فللمجیب أن یقولَ في الصّورتین: "سَلَامٌ عَلَیْکُمْ" أوْ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" ولکنَّ الألف واللّام أولٰی. (الشّامي: ۵۰۷/۹، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع)

الجواب: مسلمان کوبھی ﴿اَلسَّلَامُ عَلَی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی﴾ لکھنا جائز ہے اور یہ کہنا اور سمجھنا غلط ہے کہ یہ سلام کافروں کے لیے ہے، البتہ ایسا شخص تارک سنت ضرور ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۱۵) اگر کوئی شخص کسی کو خط میں ﴿اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی﴾ لکھے تو اس سے یہ کیوں نہ سمجھا جائے کہ مخاطب کافر ہے، کیونکہ یہ فرمانِ خداوندی فرعون سے خطاب کرنے کے لیے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ہوا ہے۔ (۳۴۶۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مسلمان کو خط میں ﴿اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی﴾ لکھنا جائز ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا اور یہ نہیں سمجھا جاتا ہے کہ مخاطب اور مکتوب الیہ کافر ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین تحریر فرماتے ہیں: أي ليس المراد منه التّحيّة إنّما معناه يسلم من عذاب اللّٰه من أسلم (۱) یعنی یہ سلام تحیہ نہیں ہے اور مراد اس سلام سے سلام تحیہ نہیں ہے، بلکہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ جو شخص اسلام لایا اور اس نے شریعت کا اتباع کیا وہ عذاب اللہ تعالیٰ سے مامون رہے گا، لہٰذا اگر یہ آیت کریمہ کسی مسلمان کے خط میں لکھی جائے تو اس میں شرعاً کچھ ممانعت نہیں ہے، اور اس کے لکھنے سے یہ کیسے سمجھا جاسکتا ہے کہ مخاطب اور مکتوب الیہ کافر ہے، لیکن تحیہ مسنونہ کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سلام کرنا مسنون ہے

سوال: (۱۴۱۶) سلام کرنا ضروری ہے یا کیا؟ (۲۷۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسنون و مستحب ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہر ملاقات پر سلام کرنا مسنون و مستحب ہے

سوال: (۱۴۱۷) اگر کسی سے ملاقات دن بھر میں دس مرتبہ ہو تو ہر مرتبہ سلام ضروری ہے یا

(۱) معالم التّنزيل للعلّامة البغوي رحمة اللّٰه عليه، ص: ۵۷۸، سورة طٰهٰ، الآية: ۴۷.

(۲) واعلم أنّهم قالوا: أنّ السّلام سنّة و إسماعه مستحبّ وجوابه أي ردّه فرض كفاية و إسماع ردّه واجب إلخ (شرح شرعة الإسلام، ص: ۳۱۰، فصل في سنن المشي وآدابه)

ایک مرتبہ کافی ہے؟ (۳۶۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر چند مرتبہ دن میں ملاقات ہو ہر دفعہ سلام کرنا مستحب ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: عن أبي هريرة رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: إذا انتهىٰ أحدكم إلى مجلس فليسلم فإن بدا له أن يجلس فليجلس ثمّ إذا قام فليسلم الحديث (۱) وعنه عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: إذا لقى أحدكم أخاه فليسلم عليه، فإن حالت بينهما شجرة أو جدار أو حجر ثمّ لقيه فليسلم عليه . رواه أبو داؤد (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک آدمی کی تخصیص کر کے سلام کرنا

سوال: (۱۴۱۸) جب کہ مسجد میں بہت سے لوگ جمع ہوں اور خارج مسجد سے ایک آدمی تخصیص کر کے فقط ایک کو سلام کرے یا نہیں؟ (۳۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: سبھی کو سلام کرنا چاہیے، تخصیص کسی کی نہ کرنی چاہیے (۳) فقط اللہ تعالیٰ اعلم

اہل مجلس میں سے جس نے سلام کا جواب دیا اسی کو ثواب ملے گا

سوال: (۱۴۱۹) عمر نے ایک مجلس پر سلام کیا، اس میں سے ایک دو نے سلام کا جواب دیا، آیا سب مجلس والے ثواب کے مستحق ہیں یا جواب دینے والے؟ (۱۰۷۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: سب مجلس والوں سے فرض ادا ہو گیا، لیکن ثواب اسی کو ہوگا جس نے جواب دیا۔ فقط

سلام کا جواب نہ دینے والے کو کافر یا منافق کہنا

سوال: (۱۴۲۰) سلام کا جواب نہ دینے والے کو کافر یا منافق کہنا کیسا ہے؟ (۲۷۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) جامع التّرمذي: ۲/۱۰۰، أبواب الاستيذان والآداب – باب التّسليم عند القيام والقعود .

(۲) سنن أبي داؤد، ص: ۷۰۷، كتاب الأدب – باب في الرّجل يفارق الرّجل ثمّ يلقاه يُسَلِّم عليه.

(۳) شامی میں ہے: عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جدّه رضي الله عنه عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إذا أتيتم المجلس فسلّموا على القوم، و إذا رجعتم فسلّموا عليهم الحديث (ردّالمحتار: ۵۱۰/۹، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع)

الجواب: کافر ومنافق نہیں کہنا چاہیے، مگر سلام کا جواب دینا ضروری ہے، جواب نہ دینے والا گنہ گار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہاتھ اُٹھا کر یا ٹوپی اتار کر سلام کرنا

سوال: (۱۴۲۱) کسی مسلم یا غیر مسلم کو ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا کیسا ہے؟ بعض مرتبہ افسر وغیرہ دور سے نظر پڑ جاتے ہیں تو ماتحت لوگ ہاتھ اٹھا کر سلام کرتے ہیں، اور یورپ میں رواج ہے کہ ٹوپی اتار کر سلام کرتے ہیں، اگر کوئی مسلمان ایسے ملکوں میں پہنچے تو کیا طریقہ اختیار کرے؟ کیا یہ مجبوری ہاتھ اٹھا کر یا ٹوپی اتار کر سلام کرنے سے بھی گناہ عائد ہوتا ہے؟ (۱۷۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اصل یہ ہے کہ کسی خاص حاجت اور ضرورت کے بغیر غیر مسلم کو سلام نہ کرنا چاہیے، شریعت نے اس کی اجازت کا مبنیٰ صرف ضرورت پر رکھا ہے، پس ضرورۃً اگر کہیں ہاتھ اٹھا کر بھی سلام کرے تو جائز ہے، مگر اس میں خاص نصاریٰ کا طرز اختیار کرنا کسی حال بھی جائز نہیں، اوّل تو صرف ہاتھ ہی اٹھانے کی احادیث میں ممانعت ہے(۱) پھر اس پر یہ مکروہ اور قبیح طریقہ کہ ٹوپی اتار کر سلام کیا جائے کسی طرح بھی حدِ جواز میں نہیں آسکتا، یہ تو نصاریٰ کا خاص شعار ہے، جس کی مخالفت بہر کیف ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سلام کرتے وقت ہاتھ ماتھے پر رکھنا

سوال: (۱۴۲۲) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنا اور ہاتھ کا اشارہ بھی کرنا، یعنی ہاتھ ماتھے پر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۴۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: صرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنا سنت ہے، ہاتھ اٹھانا سنت نہیں ہے(۲) فقط

---

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جدّه رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: ليس منّا من تشبّه بغيرنا، لا تشبّهوا باليهود ولا بالنّصارى، فإنّ تسليمَ اليهود الإشارةُ بالأصابع، وتسليمَ النّصارى الإشارة بالأكفّ (جامع التّرمذي: ۹۹/۲، أبواب الاستيذان والآداب– باب ما جاء في كراهية إشَارة اليد في السّلام

(۲) ولا يشير المسلم .... بالإصبع فإنّه من آداب اليهود ، ولا بالكف فإنّه من عادة النّصارى (شرح شرعة الإسلام، ص:۳۱۱، فصل في سنن المشي و آدابه)

سلام کے وقت ہاتھ اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۴۲۳) سلام کے وقت ہاتھ اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس مقدار تک لے جانا چاہیے؟ لفظ سلام کے ساتھ یا بلا لفظ سلام درست ہے یا نہیں؟ (۶۷۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شرعاً سوائے زبانی سلام کے اور کوئی اشارہ و حرکت نہیں ہے، باقی بہ ضرورت و مجبوری وغیرہ کے سامنے اگر ہاتھ اٹھاویں کچھ مضائقہ نہیں ہے، اگر موقع سلام کا نہیں ہے تو صرف بہ ضرورت ہاتھ اٹھالیوے، جہاں تک بھی اٹھائیں کچھ تحدید نہیں ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سلام کے وقت جھکنا درست نہیں

سوال: (۱۴۲۴) سلام کرنے کے وقت جھکنا اور ہاتھ اٹھانا جیسا کہ فی زمانا مروج ہے خواہ بہ نیت عبادت اور تعظیم ہو، یا محض عادةً ہو کیسا ہے؟ (۱۷۱۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کی ضرورت نہیں ہے اور جھکنا بھی درست نہیں ہے(۲) اور ہاتھ اٹھانا سلام کے ساتھ بعض مواقع میں جائز ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۲۵)...... (الف) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کے ساتھ اگر سر بھی جھکایا جائے تو کیا حکم ہے؟ (ب) سر اور پیٹھ دونوں جھکانا کیسا ہے؟

(ج) سر اور پیٹھ اس قدر جھکانا کہ قریب رکوع کے ہو جاوے؟

(د) یہ خیال کر کے جھکنا کہ یہ رسمی تعظیم ہے کیسا ہے؟

---

(۱) قال النّووي : روينا عن أسماء بنت زيد أن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم مرّ في المسجد يومًا و عصبة من النّساء قعود فألوى بيده بالتّسليم .... وهومحمول على أنّه صلّى اللّٰه عليه وسلّم جمع بين اللّفظ والإشارة (مرقاة المفاتيح: ۴۷۰/۸، كتاب الآداب — باب السّلام ، الفصل الثّاني، حديث: ۴۶۴۹)

(۲) ولا ينحني له أي لا يميل إليه رأسه و ظهره تواضعًا إلخ (شرح سرعة الإسلام، ص:۳۱۲، فصل في سنن المشى وآدابه)

(۳) حوالہ کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۴۲۳) کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲

(ھ) سلامِ مسنون کا ادب سمجھ کر انحناء کرنا کیسا ہے؟

(و) برائے نام سر وشانہ خم کرنا ہاتھ پیشانی پر لے جانا اور زبان سے کچھ نہ کہنا کیسا ہے؟

(۱۰۱۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) ممنوع ہے۔　(ب) یہ بھی ممنوع ہے۔

(ج) یہ اور بھی زیادہ ممنوع ہے بلکہ حرام ہے۔　(د) اس خیال سے جھکنا ممنوع ہے۔

(ھ) انحناء ہر ایک خیال سے ممنوع ہے۔　(و) یہ فعل مذموم ہے اور مکروہ ہے(۱) فقط

وضو کرنے والوں کو سلام کرنا مکروہ نہیں

سوال: (۱۴۲۶) چند لوگ مسجد میں وضو کر رہے ہیں اور جماعت ہو رہی ہے، باہر سے آنے والا اگر وضو کرنے والوں کو سلام کرے تو جماعت میں بہ خوبی آواز پہنچتی ہے تو باہر سے آنے والا شخص وضو کرنے والوں کو سلام کرے یا نہیں؟ (۱۷۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: سلام کرنا وضو کرنے والوں کو مکروہ نہیں ہے، بلکہ عموم سنیت سلام میں داخل ہے، جماعت کا قریب ہونا وضو کرنے والوں پر سلام کرنے کو مانع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وضو کرنے والوں کو سلام کیا جائے تو جواب دینا واجب ہے

سوال: (۱۴۲۷)...... (الف) وضو کرنے والے کو اگر سلام کیا جائے تو ان پر جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ اور جواب دینے والوں کا وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

(ب) نیز وضو کرنے والوں کو سلام کیا جائے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف-ب) وضو کرنے والوں کو سلام کرنا جائز ہے اور ان کو جواب دینا واجب ہے، اور ان میں سے بعض کا جواب دینا بھی کافی ہے اور اس سے وضو میں کچھ خلل نہیں آتا۔ فقط

---

(۱) الانحناء للسّلطان أو لغيره مكروه، لأنّه يشبّه فعل المجوس (الفتاوى الهندية: ۵/۳۶۹، كتاب الكراهية – الباب الثّامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتّواضع لهم إلخ)

حالتِ جنابت میں سلام کا جواب دینا

سوال: (۱۴۲۸) جنبی سلام کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دے سکتا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حالتِ جنابت میں سلام کرنا

سوال: (۱۴۲۹) بہ حالت جنابت سلام کرنا کیسا ہے؟ (۲۰۵۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جائز ہے، مگر اولیٰ یہ ہے کہ طہارت کے ساتھ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

استنجاء سکھاتے وقت سلام کرنا اور جواب دینا

سوال: (۱۴۳۰) وقت ڈھیلہ لینے کے سلام کرنا یا جوابِ سلام دینا جائز ہے یا نہ؟

(۴۵۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۳۱)......(الف) وقت ڈھیلے کے سلام کرنا کیسا ہے؟

(ب) وقت ڈھیلے کے اگر کوئی سلام کرے تو جواب دینا واجب ہے یا نہ؟ زید کہتا ہے کہ نہ دینا چاہیے کیونکہ وہ بھی حکمِ پیشاب میں ہے اور عمر کہتا ہے کہ جواب دینا چاہیے کیونکہ وہ حکم پیشاب کا نہیں رکھتا۔ (۱۲۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) جائز ہے۔

(ب) عمر کا قول صحیح ہے وہ حالت پیشاب کے حکم میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۳۲) بول سے فارغ ہوکر کلوخ سے تقاطرِ بول بند اور خشک کرنے کی حالت میں سلام کرنا اور جواب دینا روا ہے یا نہیں؟ (۲۶۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) ولا بأس لحائض وجنب بقراءة أدعية ، و مسّها ، وحملها ، وذكر الله تعالىٰ ، وتسبيح (الدّرالمختار مع الرّد: ۴۲۴/۱، كتاب الطّهارة — باب الحيض)

الجواب: اس حالت میں سلام کرنا اور جواب دینا ممنوع نہیں ہے، کیونکہ یہ حالت بول کی نہیں ہے، جس کی ممانعت ہے، البتہ اولیٰ یہ ہے کہ استنجاء ایسی جگہ خشک کرے کہ علیحدہ ہو اور سلام و جواب کی نوبت نہ آوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۳۳) جو شخص ڈھیلے سے استنجاء کررہا ہو، وہ دوسرے شخص کو سلام کرے یا نہیں؟ اور سلام کا جواب دیوے یا نہیں؟ (۸۵/۷-۱۳۴۰ھ)

الجواب: بہتر یہ ہے کہ ڈھیلے سے استنجاء علیحدہ ہوکر کرے تا کہ سلام کرنے اور جواب دینے کی ضرورت نہ ہو، اور اگر اتفاقاً ایسے موقع پر کھڑا ہوا ہے کہ وہاں کوئی شخص مسلمان آیا اور اس نے سلام کیا تو اس کو جواب دینا چاہیے اور ابتداء بالسلام بھی درست ہے، لیکن بہتر ہے کہ ابتدا نہ کرے۔ فقط

جس کا ستر کھلا ہوا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے

سوال: (۱۴۳۴) جس مسلمان کا اکثر حصہ ستر کا کھلا ہو اس کو سلام کرنا کیسا ہے؟ اور ہندوؤں کی سی دھوتی باندھنی کیسی ہے؟ (۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مکشوف العورۃ کو سلام کرنا کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے، پس جس کی دھوتی ایسی بندھی ہوئی ہو کہ کشف عورت ہوتا ہو تو اس کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے(۱) اور ایسی طرح دھوتی باندھنا جس سے کشف عورت ہونا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۳۵) گھٹنے ننگے ہونے کی حالت میں سلام کرنا اور جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مکشوف عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے، اور اگر کوئی اس کو سلام کرے تو اس کو جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) وَدَعْ كَافِرًا أَيْضًا وَمَكْشُوْفَ عَوْرَةٍ ۞ وَمَنْ هُوَ فِيْ حَالِ التَّغَوُّطِ أَشْنَعُ (الدّرّ المختار و ردّالمحتار للشّامي: ۳۲۳/۲، كتاب الصّلاة — مطلب: المواضع الّتي يُكره فِيْها السَّلام)

قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے کو سلام کرنا

سوال: (۱۴۳۶) کھانا کھانے والے اور قرآن پاک پڑھنے والے کو سلام کرنا شرعًا کیسا ہے؟

(۳۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کھانے والے اور قرآن پڑھنے والے کو سلام کرنا فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ **كذا في الدّرّ المختار** (۱)

سوال: (۱۴۳۷) مسجد میں نمازی کچھ پڑھ رہے ہوں تو سلام مسنون ہے اور ان پر جواب واجب ہے؟ (۱۰۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قرآن شریف پڑھنے والے اور ذکر کرنے والے پر سلام کرنا مکروہ ہے اور جواب اس پر واجب نہیں۔ (درمختار وشامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بہ وقت اذان سلام کرنا

سوال: (۱۴۳۸) اذان ہورہی ہے، مؤذن کے علاوہ دوسرے مسلمانوں نے باہم سلام کیا یہ منع ہے یا نہیں؟ (۲۸۲۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: فقہاء نے مؤذن اور مقیم کو بہ حالت اذان واقامت سلام کرنا مکروہ لکھا ہے (۲) اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے مسلمانوں کو علاوہ مؤذن ومقیم کے سلام کرنا مکروہ نہیں ہے، اوران کو جواب دینا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) مُصَلٍّ، وَتَالٍ، ذَاكِرٌ، وَ مُحَدِّثٌ ۞ خَطِيْبٌ وَّ مَنْ يُّصْغِي إِلَيْهِمْ وَ يَسْمَعُ
وبعد أسطر:
وَ دَعْ آكِلًا إِلَّا إِذَا كُنْتَ جَائِعًا ۞ وَ تَعْلَمُ مِنْهُ أَنَّهُ لَيْسَ يَمْنَعُ
(الدّرمع الشّامي: ۲/۳۲۲-۳۲۳، كتاب الصّلاة – مطلب: المواضع الّتي يكره فيها السّلام)

(۲) مؤذنٌ أيضًا أو مقيمٌ مدرّسٌ ۞ كذا الأجنبيّاتُ الفتيات أمنعُ
(الدّرالمختار مع الشّامي: ۲/۳۲۲-۳۲۳، كتاب الصّلاة – مطلب المواضع الّتي يكره فيها السّلام)

سوال: (۱۴۳۹) اذان ہوتے وقت سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۸۱۴ھ)

الجواب: اذان ہوتے وقت سلام نہ کرے بلکہ اذان کا جواب دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کھانا کھاتے وقت سلام کرنا اور جواب دینا

سوال: (۱۴۴۰) کھانا کھاتے وقت سلام کرنا کیسا ہے؟ اور جواب دینا چاہیے یا کیا؟ (۹۹۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کھانا کھاتے وقت سلام کرنا مکروہ ہے (۱) اور جواب دینا واجب نہیں ہے لیکن کچھ حرج بھی نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے نمازی اور ڈاڑھی منڈے کو سلام کرنا

سوال: (۱۴۴۱) بے نمازی ڈاڑھی منڈے کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۶۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: فاسق معلن کو سلام کرنا فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ ویکره السّلام على الفاسق لو معلنا و إلاّ لا إلخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۴۲)...... (الف) غیر پابند صوم وصلاۃ کو سلام کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(ب) ڈاڑھی منڈانے والے انگریزی وضع رکھنے والے کو اگر سلام کرنے سے احتراز کیا جائے تو گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ (۸۹۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: (الف) جائز ہے، مگر مکروہ ہے۔

(ب) نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) وَدَعْ آكِلًا إلاَّ إذَا كُنْتَ جَائِعًا ۞ وَتَعْلَمُ مِنْهُ أَنَّهُ لَيْسَ يَمْنَعُ (الدّر مع الرّد: ۳۲۳/۲، كتاب الصّلاة – مطلب : المواضع الّتي يُكره فيها السّلام)

(۲) رَدُّالسَّلامِ وَاجِبٌ ، إلَّا عَلَى ۞ مَنْ فِي الصَّلَاةِ أَوْ بِأَكلٍ شُغِلَا (ردّالمحتار: ۳۲۴/۲، كتاب الصّلاة – مطلب : المواضع الّتي لا يجب فيها ردّ السّلام)

(۳) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۵۰۹/۹، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع. و ردّالمحتار: ۳۲۳/۲ ، كتاب الصّلاة – مطلب : المواضع الّتي يكره فيها السّلام .

جس نومسلم کی لبیں بڑی ہیں اس سے مصافحہ نہ کرنا

سوال: (۱۴۴۳) ایک نومسلم دوسال یا زیادہ سے اسلام لایا ہے، لیکن لبیں بڑی مثل ہنود کے رکھتا ہے، ایک شخص نے اس سے مصافحہ کرنے سے انکار کردیا، تو یہ شخص گنہ گار ہوا یا نہیں؟

(۲۱۶۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جو شخص مسلمان ہوگیا اس کو مسلمان ہی سمجھنا چاہیے، اور اس سے میل جول رکھنا چاہیے، اور مصافحہ کرنا چاہیے اس سے ملنے اور مصافحہ کرنے سے انکار کرنا گناہ ہے، اور اس نومسلم کو یہ چاہیے کہ صورت مسلمانوں کی سی بناوے اور لبیں کترواۓ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

در پردہ ایذا رسانی کرنے والے سے سلام وکلام کرنا

سوال: (۱۴۴۴) زید ظاہر میں تو عمر سے بہت خلوص ومحبت سے ملتا ہے، مگر در پردہ ہر طرح کی ایذارسانئ عمر میں کوشاں رہتا ہے، ایسے شخص سے سلام وکلام کرنا اور ملنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۵۶۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شریعت میں ظاہر کا ہی اعتبار ہے، لہٰذا سلام وکلام کرنا اور ملنا اس سے جائز ہے۔

ظالم پولیس والوں سے سلام وکلام کرنا

سوال: (۱۴۴۵) آج کل پولس والے عموماً مسلمانوں پر سخت ظلم کررہے ہیں، لہٰذا ان سے سلام وکلام مسلمانوں کو ترک کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۸۸۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ایسے ظالموں سے متارکت رکھنا ضروری ہے اور سلام کرنا بھی نہ چاہیے۔ فقط

مرزائیوں کو سلام کرنا

سوال: (۱۴۴۶) مرزائیوں کے ساتھ کھانا یا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کرنا کیسا ہے؟ (۹۱۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مرزائیوں کے ساتھ کھانا کھانا، سلام کرنا ملنا رلنا نہ چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلم کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا

سوال: (۱۴۴۷) حاکم مسلمان ہو یا مشرک، سلام کس طرح کریں؟ اور اگر مشرک؛ مسلمان کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے تو کیا جواب دے؟ (۱۹۵۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسلمان حاکم کو زبان سے سلام کریں اور مشرک کے لیے صرف ہاتھ اٹھا لیوے، یا هَدَاكَ اللّٰهُ کہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۴۸)......(الف) حاکم وقت نصاریٰ اور ہندو کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) کفار یعنی چمار وغیرہ کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کس طرح کرنا چاہیے؟

(۶۴۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) درمختار میں ہے کہ اگر کفار کو سلام کرنے کی ضرورت ہو تو سلام کرنا ان کو جائز ہے۔ ویسلم المسلم علٰی أهل الذّمّة لو له حاجة إليه وإلاّ کُرِهَ إلخ (۲)

(ب) اس کا جواب بھی وہی ہے جو (الف) میں گزرا، یعنی اگر کوئی ضرورت ہو تو سلام کرے ورنہ نہ کرے، اور شرح شرعۃ الاسلام میں ہے کہ ہندوؤں کو اگر سلام کرے تو اس طرح کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۴۹)......(الف) اگر حاکم کافر ہے اور اس کے پاس جانے کی ضرورت درپیش ہو تو اس کو سلام کس طرح کرنا چاہیے؟

---

(۱) ولا يبتدئ المسلم أهل الكتاب بالسّلام إلاّ أن يحتاج إليه فحينئذ لا بأس به .... فمن سلّم عليه أحد من أهل الذّمّة فليقل في ردّه: " وَعَلَيْكُمْ" ولا يزيد عليه شيئًا، فإن سلّم عليهم أحد، من أهل الإسلام حين رأى المصلحة في التّسليم فليقل : اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (شرح شرعة الإسلام، ص:۳۱۱-۳۱۲، فصل في سنن المشي وآدابه)

(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۵۰۴/۹، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع .

(۳) لكن في الشّرعة : إذا سلّم على أهل الذّمّة فليقل:"اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی" وكذلك يكتب في الكتاب إليهم اهـ . (ردّالمحتار للعلاّمة محمّد أمين الشّامي: ۵۰۴/۹، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع)

(ب) اگر کوئی کافر سلام یا بندگی کرے تو اس کو جواب دینے کا کیا طریقہ ہے؟ (۴۲/۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) حاجت اور ضرورت کے وقت سلام کرنا کتب فقہ میں جائز لکھا ہے(۱) ایسی صورت میں اگر زبان سے لفظ سلام ادا کرے تو جائز ہوگا، لیکن اگر ہاتھ سے سلام کرنے کا رواج ہو تو اس میں اور بھی زیادہ تخفیف ہے۔

(ب) کافر کے سلام کے جواب میں فقط وَعَلَيْكَ کہا جائے یا ضرورت کے موقع میں اگر لفظ سلام کا بھی کہہ دے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، جیسا ضرورت کے وقت فقہاء نے سلام کرنے کی اجازت دی ہے، یہاں بھی لفظ سلام کہہ دے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۵۰) اگر کسی حاکم انگریز یا ہندو یا کسی اور مخالفِ اسلام حاکم کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کر دیا جاوے تو گناہ تو نہیں؟ (۲۷۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: بہ ضرورت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۵۱) مسلمان سے اگر کافر ملے تو مسلمان کو اس سے کس طریق سے ملنا چاہیے؟ اگر کافر پہلے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہہ دیں تو اس کو کیا جواب دیا جائے؟ (۶۰۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: فلا يسلّم ابتداءً علىٰ كافر لحديث: لا تبدؤوا اليهود ولا النّصارى بالسّلام إلخ (۲) اور یہ بھی درمختار میں ہے کہ اگر کفار کی طرف کچھ حاجت ہو تو بہ ضرورت ان کو سلام کرنا درست ہے(۳) اور اگر کافر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہے تو جواب میں وَعَلَيْكُمْ کہہ دے، یا يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ کہہ دے(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) و أمّا التّسليم على أهل الذّمّة فقد اختلفوا فيه، قال بعضهم: لا بأس بأن يسلّم عليهم، وقال بعضهم: لا يسلّم عليهم، وهٰذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذّمّي، و إذا كان له حاجة فلا بأس بالتّسليم عليه ولا بأس بردّ السّلام على أهل الذّمّة إلخ (الفتاوى الهندية: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية – الباب السّابع في السّلام وتشميت العاطس)

(۲) الدّرالمختار مع الشّامي: ۹/۵۰۵، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع.

(۳) و يسلّم المسلم على أهل الذّمّة لو له حاجة إليه و إلاّ كُرِه هو الصّحيح (الدّر مع الرّد: ۹/۵۰۴، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع)

(۴) ولو سلّم يهودي أو نصراني أو مجوسي على مسلم فلا بأس بالردّ، ولكن لا يزيد على قوله: "وعليك" (الدّرالمختار مع الشّامي: ۹/۵۰۵، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع)

سوال: (۱۴۵۲) غیر مذہب والوں کو سلام کرنا کیسا ہے؟ اور طریقہ سلام کرنے کا کیا ہے؟

(۸۴۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: غیر مذہب والوں کے لیے طریقہ سلام کا یہ ہے کہ اگر وہ سلام کریں تو ان کے جواب میں کہے هَدَاكَ اللّٰهُ اور اگر سلام کا لفظ بھی بہ ضرورت کہے تو درست ہے اور ابتداء بالسلام بھی بہ ضرورت جائز ہے درمختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منبر پر چڑھ کر خطیب کا سلام کرنا مکروہ ہے

سوال: (۱۴۵۳) خطیب منبر پر چڑھ کر نمازیوں کو سلام کرے تو کیسا ہے؟ (۱۱۲۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: منبر پر چڑھ کر خطیب کو سلام کرنا سنت اور مستحب نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے اور ترک اس کا سنت ہے۔ کما في الدّرّالمختار: ومن السّنّة جلوسه في مخدعه عن يمين المنبر، ولبس السّواد، و ترك السّلام من خروجه إلى دخوله في الصّلاة إلخ (۲) فقط واللہ اعلم

مسجد میں آمد ورفت کے وقت سلام کرنا مستحب ہے

سوال: (۱۴۵۴) مسجد میں جاتے آتے وقت سلام علیک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۹/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۳/۲۱-۲۲، كتاب الصّلاة – باب الجمعة – مطلب في قول الخطيب: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ﴾

اور جن روایات میں نبی کریم ﷺ کا منبر سے سلام کرنا مروی ہے: احناف کے نزدیک وہ داخل (مجلس میں آنے والے) کا سلام ہے، خطبہ کا جز نہیں، پس اگر خطیب باہر سے مسجد میں آئے تو داخل ہو کر سلام کرے پھر منبر پر پہنچ کر ساری مسجد کو سلام کرے، لیکن جو خطیب پہلے سے مسجد میں ہے: وہ جب خطبہ کے لیے کھڑا ہو اور منبر پر چڑھ کر سلام کرے تو یہ سنت اور مستحب نہیں ہے، کیونکہ اس کا ثبوت نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے، کیونکہ اس کے جز وخطبہ ہونے کا وہم پیدا ہوگا۔ اور یہی حکم ہر مجمع کے لیے ہے پس جو مقرر اسٹیج پر ہے، جب اس کی تقریر کا نمبر آتا ہے تو وہ لاؤڈ اسپیکر پر پہنچ کر مجمع کو سلام کرتا ہے: یہ بے اصل ہے، ہاں! مقرر اسی وقت باہر سے آئے تو سلام کرسکتا ہے، یہ داخل ہونے والے کا سلام کرنا ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

الجواب: سلام کرنا ان وقتوں میں مستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کے بعد آپس میں سلام کرنا اور جواب دینا

سوال: (۱۴۵۵) نماز کے سلام کے بعد آپس میں سلام کرنا اور جواب دینا کیسا ہے؟
(۸۳۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نماز کے سلام کے بعد پھر آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا اور جواب دینا مشروع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عید کی نماز کے بعد مصافحہ ومعانقہ کرنا

سوال: (۱۴۵۶) عیدین میں بعد نماز کے سلام ومصافحہ ومعانقہ کرنا ان لوگوں سے جو نماز کے قبل ہی مل چکے ہیں درست ہے یا نہیں؟ (۱۶۱۷/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: درست نہیں ہے۔ كذا في الشّامي (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر مسجد میں کوئی شخص نہ ہو تو سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟

سوال: (۱۴۵۷) اگر مسجد میں کوئی شخص نہ ہو تو سلام کرنا چاہیے؟ اگر کرے تو کن الفاظ اور کس نیت سے مسنون ہے؟ (۱۰۵۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ، أَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ لَنَا أَبْوَابَ رِزْقِكَ (۲) پھر اگر کوئی نمازی مسجد میں ہو تو سلام کرے ورنہ بیٹھ جائے یا سنتیں، نفلیں پڑھے۔

---

(۱) ونقل في تبيين المحارم عن الملتقط أنّه تكره المصافحة بعد أداء الصّلاة بكلّ حالٍ، لأنّ الصّحابة رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم ما صافحوا بعد أداء الصّلاة ، ولأنّها من سنن الرّوافض اهـ . ثمّ نقل عن ابن حجر من الشّافعيّة أنّها بدعة مكروهة لا أصل لها في الشّرع، و إنّه ينبّه فاعلها أوّلاً ويعزّر ثانيًا. (ردّالمحتار: ۹/ ۴۶۵، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره)

(۲) الحصن الحصين، ص: ۷۸، المنزل الثّاني – أذكار المسجد عند الدّخول والخروج .

سوال: (۱۴۵۸) مسجد میں جاتے اور نکلتے وقت سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: مسجد میں داخل ہونے کے وقت اگر نمازی وہاں موجود ہیں تو سلام کرنا سنت ہے، اور اگر نمازی نہ ہوں تب بھی یہ دعا: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ (۱) وغیرہ پڑھنا مستحب ہے، اور بہ وقت خروج من المسجد بھی سلام کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

مسجد میں کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور کچھ نماز پڑھ رہے ہوں تو سلام کرے یا نہیں؟

سوال: (۱۴۵۹) مسجد میں کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور کچھ نماز پڑھتے ہوں، اُس وقت سلام کرنا کیسا ہے؟ اور جو لوگ بیٹھے ہیں ان کو جواب دینا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۸۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو لوگ بیٹھے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے اُن کو سلام کرنا جائز ہے، اور اُن کو جواب دینا چاہیے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت کب سلام کرنا چاہیے؟

سوال: (۱۴۶۰) نمازی مسجد میں داخل ہونے کے وقت خارج مسجد سلام کرے یا مسجد میں داخل ہو کر؟ ایسے ہی بہ وقت خروج مسجد اندر فرش ہی پر سلام کر کے جائے یا مسجد سے باہر آ کر؟ (۱۲۵۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: مسجد کے اندر اگر نمازی ہیں تو ہر دو صورت میں وہیں سلام کرے۔ فقط واللہ اعلم

اولیاء اللہ کی قبروں پر جا کر سلام پہنچانا

سوال: (۱۴۶۱) اولیاء اللہ کی قبروں پر جا کر غیروں کی طرف سے سلام پہنچانا اور یہ کہنا کہ

---

(۱) وبعد دخوله : اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْن (الحصن الحصين، ص:۷۸، المنزل الثّاني – أذكار المسجد عند الدّخول والخروج)

(۲) وإن دخل مسجدًا وبعض القوم في الصّلاة، وبعضهم لم يكونوا فيها يسلّم، وإن لم يسلّم لم يكن تاركًا للسّنّة. (حاشية ابن عابدين: ۵۰۶/۹، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع)

فلاں نے سلام کہا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۷۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: سلام پہنچانا جائز اور درست ہے۔ اور منتیں ماننا اور ناریل وغیرہ چڑھانا اور مرادیں طلب کرنا ان سے جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خسر صاحب کے پاؤں پکڑ کر سلام کرنا

سوال: (۱۴۶۲) خسر کو پاؤں پکڑ کر سلام کرنا اور قدم بوسی کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۱۹۲۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: خسر کو پاؤں پکڑ کر سلام کرنا اور اس کی قدم بوسی کرنا خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے، اور علماء و مشائخ کے لیے بعض نے اجازت دی ہے، مگر چونکہ تشبہ بالسّجدہ ہو جاتا ہے اس لیے ایسی طرح نہ چاہیے کہ سجدہ کی صورت ہو جاوے کہ وہ حرام ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۶۳) خسر کو پاؤں پکڑ کر سلام کرنا اور قدم بوسی کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲۰۹۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مستورات کا آپس میں اور اجنبی مرد و عورت کا ایک دوسرے کو سلام کرنا

سوال: (۱۴۶۴) عورتوں کو آپس میں سلام کرنا، اور عورتیں مردوں کو، اور اجنبی مرد عورت کو سلام کر سکتے ہیں یا نہیں؟ پاؤں پکڑ کر سلام کرنا کیسا ہے؟ (۸۴۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عورتوں کو آپس میں سلام کرنا چاہیے، لیکن اجنبی عورت اجنبی مرد کو اور اس کے برعکس سلام نہ کرے، یعنی اجنبی عورت اجنبی مرد کو اور اجنبی مرد اجنبی عورت کو سلام نہ کرے، اس میں اندیشہ فتنہ کا ہے(۲) پاؤں پکڑ کر سلام نہ کرنا چاہیے، زبان سے سلام کرنا چاہیے۔ عن سعید بن المسیّب قال:

---

(۱) الانحناء للسّلطان أو لغيره مكروه، لأنّه يشبّه فعل المجوس (الفتاوى الهندية: ۳۶۹/۵، كتاب الكراهية – الباب الثّامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتّواضع لهم إلخ)

(۲) ولايسلّم على جمع أي جماعة النّساء بناءً على ما روي جرير رضي الله عنه أن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم مرّعلى نسوة فسلّم عليهنّ، فإنّه مختصّ به لأمنه عن الوقوع في الفتنة =

قال أنس رضي الله عنه:قال لي رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: يابُنَيّ ! إذا دخلت علَى أهلك فَسَلِّمْ تكون بركة عليك وعلى أهل بيتك(۱) عورت اپنے محرمین کوسلام کرسکتی ہے۔

محرم مرد وعورت کا ایک دوسرے کوسلام کرنا

سوال: (۱۴۶۵) عورت مؤمنہ کا اپنے باپ، بھائی، دادا سے اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ کہنا اور جواب میں وَعَلَيْكُمُ السَّلاَمْ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۳۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جائز ومستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۶۶) عورت کو خاوند سے اور اپنے لڑکے سے اور بھائی سے علیٰ ہذا ان تینوں کو عورت سے سلام وجواب جائز ہے یا نہیں؟ (۳۳۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جائز ومستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خاوند کا اپنی بیوی سے مصافحہ کرنا

سوال: (۱۴۶۷) جب مرد سفر سے واپس آوے تو اپنی زوجہ سے مصافحہ کرے یا نہیں؟ مصافحہ کرنا زوجہ سے حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۱۲۶۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شامی میں ہے: و إن دخل على أهله يُسَلِّمُ أوّلاً ثمّ يتكلّم إلخ (۲) یعنی اگر اپنے گھر میں داخل ہو تو اوّل سلام کرے، پھر کلام کرے، اور مصافحہ کرنا اپنی زوجہ سے ظاہر ہے کہ جائز اور درست ہے، لیکن سنیت اس کی بہ ظاہر ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

= وأمّا غيره فيكره أن يسلّم الرّجل الأجنبي على المرأة الأجنبية، وكذا العكس كيلا يحصل بينهما معرفة وانبساط فيحدث من تلك المعرفة فتنة، وكثير من العلماء لم يكرهوا تسليم كلّ من الرّجل والمرأة والأجنبيين على الآخر كذا في المظهر، ومنهم من قال:لا بأس بالسّلام على العجائز دون الشّواب فإن سلمن عليه، ردّ عليهنّ ويقول:"عَلَيْكُنَّ السَّلاَمْ". (شرح شرعة الإسلام، ص:۳۱۰، فصل في سنن المشي و آدابه)

(۱) جامع التّرمذي: ۲/۹۹، أبواب الاستيذان والآداب– باب ما جاء في التّسليم إذا دخل بيته.

(۲) ردّالمحتار: ۹/۵۰۶، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع .

شوہر جب گھر میں آئے تو سلام کرنے میں پہل کرے

سوال: (۱۴۶۸) اگر شوہر باہر سے گھر میں آئے، تو اپنی بیوی سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کہے، یا بیوی سبقت کرے؟ اور مصافحہ کرے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۳ھ)

الجواب: استحباب اس میں ہے کہ مرد سلام کرنے میں سبقت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مستورات کا آپس میں مصافحہ کرنا

سوال: (۱۴۶۹) اگر ایک عورت دوسری عورت کو ملے، تو مصافحہ مثل مردوں کے کرے یا نہیں؟ (۴۲۳/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: مصافحہ عند اللقاء سنتِ رجال ہے(۱) عورتیں اگر باہم مصافحہ کریں درست ہے اور اگر نہ کریں تو کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سلام، مصافحہ اور معانقہ کرنے کی ترتیب

سوال: (۱۴۷۰) تسلیم و مصافحہ و معانقہ تینوں باہم مجتمعًا احادیث سے ثابت ہیں یا منفردًا منفردًا؟ بر تقدیر اوّل ترتیب کیا ہے؟ (۴۴۳/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: طبرانی اور بیہقی کی روایت میں ہے: قال النّبيّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: إن المؤمن

---

(۱) جس طرح ملاقات کے وقت مردوں کے لیے مصافحہ کرنا سنت ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی مصافحہ کرنا سنت ہے، کیونکہ مصافحہ کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ عام ہیں، اُن میں مردوں کی تخصیص نہیں ہے۔ بہشتی زیور میں ہے: عورتوں میں بھی السلام علیکم اور مصافحہ کرنا سنت ہے، اس کو رواج دینا چاہیے، آپس میں کیا کرو۔ (اختری بہشتی زیور، تیسرا حصہ، ص: ۶۷، مسئلہ: ۱۹، باب/ ۳۸: متفرقات)

نیز ایک اور جگہ ارقام فرماتے ہیں: ملاقات کے وقت اس کو (یعنی مسلمان کو) سلام کرے، اور مرد سے مرد اور عورت سے عورت مصافحہ بھی کرے تو اور بہتر ہے۔

(اختری بہشتی زیور، چوتھا حصہ، ص: ۴۶، عام مسلمانوں کے حقوق، نمبر: ۳۱، باب/ ۲۹: حقوق کا بیان۔ بہشتی زیور کامل، پانچواں حصہ، ص: ۲۸۷، عام مسلمانوں کے حقوق، نمبر: ۳۱۔)

إذا لقی المؤمن فسلّم علیه ، وأخذ بیده فصافحه تناثرت خطایاهما ، کما یتناثرورق الشّجر (۱) اس حدیث سے ترتیب مابین السلام والمصافحہ معلوم ہوئی، اور معانقہ بھی شرعًا درست ہے(۲) اس کی کچھ ترتیب مذکور نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ معانقہ بھی سلام کے بعد ہوتا ہے، اور قائم مقام مصافحہ ہو جائے گا یا اس کے بعد مصافحہ بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۷۱) مصافحہ یا معانقہ میں کس کو سبقت کرنی شرعًا ضروری ہے؟ (۱۳۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقی ہو سلام اور مصافحہ سنت ہے، اور معانقہ بھی درست ہے، سبقت جس کی طرف چاہے ہو اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملاقات اور رخصت کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے

سوال: (۱۴۷۲) مصافحہ صرف آنے کے ہی وقت جائز ہے یا آتے وقت اور جاتے وقت؛ ہر دو صورت روا ہے؟ (۱۶۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) ردّالمحتار: ۹/۴۶۴، کتاب الحظر والإباحة – باب الاستبراء وغیره .

عن سلمان الفارسي رضي الله عنه عن النّبي صلّی الله علیه وسلّم قال: إنّ المسلم إذا لقي أخاه فأخذ بیدہٖ تحاتت عنهما ذنوبهما کما یتحات الورق الیابس من الشّجر في یوم عاصف وإلاّ غفر لهما وإن کانت ذنوبهما مثل زبد البحر (شعب الإیمان للبیهقي: ۶/۴۷۳، باب في مقاربة وموادة أهل الدّین، فصل في المصافحة والمعانقة عند الالتقاء. رقم الحدیث: ۸۹۵۰، المطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت)

وعن حذیفة بن الیمان رضي الله عنه عن النّبي صلّی الله علیه وسلّم قال: إنّ المؤمن إذا لقي المؤمن فسلّم علیه، وأخذ بیدہٖ، فصافحه ، تناثرت خطایا هما کما یتناثر ورق الشّجرة (المعجم الأوسط للطّبراني: ۱/۸۵، باب الألف من اسمه أحمد، رقم الحدیث: ۲۴۵، المطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) عن عائشة رضي الله عنها قالت : قدم زید بن حارثة المدنیة و رسول الله صلّی الله علیه وسلّم في بیتي، فأتاه فقرع الباب، فقام إلیه رسول الله صلّی الله علیه وسلّم عُریانًا یجر ثوبه ، واللّٰهِ ! ما رأیتُ عریانًا قبله ولا بعده فاعتنقه وقبّله، رواه التّرمذي (مشکاة المصابیح، ص: ۴۰۲، کتاب الآداب – باب المصافحة والمعانقة ، الفصل الثّاني)

الجواب: مصافحہ آنے اور جانے کے وقت دونوں احادیث سے ثابت ہیں اور سنت ہیں، حصن حصین وغیرہ میں حدیث ہے کہ جس وقت کوئی شخص آنحضرت ﷺ سے رخصت ہوتا تو آپ اس سے مصافحہ فرماتے اور یہ دُعا فرماتے: أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِينَكَ وَ أَمَانَتَكَ وَ خَوَاتِيمَ عَمَلِكَ الحديث (۱) أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۷۳) آنے اور جانے کے وقت جو مصافحہ کرنا سنت ہے وہ دونوں وقت ہے یا صرف آنے ہی کے وقت؟ اور جانے کے وقت کا کیا حکم ہے؛ سنت ہے یا بدعت؟

(۳۵۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ملاقات کے وقت اور رخصت کے وقت (یعنی) دونوں وقت مصافحہ سنت ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔ كذا في الحصن الحصين . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا مسنون ہے

سوال: (۱۴۷۴) غیر مقلد کہتا ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا ناجائز ہے اور اس کا ثبوت کسی حدیث مرفوع سے نہیں ہے، صحیح بخاری میں جو روایت باب أخذ اليدين میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ حدیث موقوف ہے، اس کا جواب کیا ہے؟ (۵۷۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا سنت ہے، چنانچہ شامی میں ہے: والسّنّة أن تكون بكلتا يديه (۲) اور بخاری شریف میں جو حدیث دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی ہے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف نہیں ہے، بلکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا فعل بیان فرما رہے ہیں، چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں: وَكَفِّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ : یعنی میرے ہاتھ آنحضرت ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں تھے الخ تو اس سے آنحضرت ﷺ کا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا ثابت ہوا، پس اس کو موقوف کہنا اس غیر مقلد کے جہل کی دلیل ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث

(۱) الحصن الحصين، ص: ۱۲۲، المنزل الرّابع – دعاء رخصة المسافر ، وجامع التّرمذي: ۱۸۲/۲، أبواب الدّعوات – باب ما جاء ما يقول : إذا ودَّع إنسانًا.

(۲) ردّالمحتار والدّرّالمختار: ۴۶۵/۹، كتاب الحظر والإباحة – باب الاستبراء وغيره .

سے مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہونا ثابت فرمایا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۷۵) ہم مقلدین جو دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہیں اس کا مأخذ کون سی حدیث ہے؟ (۴۰۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا مسنون ہے، اس بارے میں دوطرح کی حدیثیں ہیں، بعض میں یدین کی تصریح ہے اور بعض میں مطلقاً مصافحہ کا ذکر ہے، ایسی حالت میں عمل سلف دیکھا جائے گا۔ عن أبي معمر قال: سمعت ابن مسعود رضي الله عنه يقول: علّمنى النّبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم وكفّيْ بين كفَّيْه التّشهُّدَ (الحديث) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو باب المصافحة کے تحت میں تعلیقاً وسنداً نکالا ہے(۲) وقال البخاري في ترجمة عبداللّٰه بن سلمة المراديّ حدّثني أصحابنا يحي وغيره عن أبي اسمٰعيل بن إبراهيم قال: رأيت حماد بن زيد وجاءه ابن المبارك بمكة فصافحه بكلتا يديه إلخ (۳) حدیث مذکور اور عمل مذکور میں تصریح ہے کہ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے۔ وفي القنية: السّنّة في المصافحة بكلتا يديه (درمختار) وهٰكذا في الشّامي(۴)

مصافحہ کرنے کے بعد ہاتھ ماتھے یا سینے پر رکھنا ثابت نہیں

سوال: (۱۴۷۶) مصافحہ کرکے ہاتھ ماتھے یا سینے کی طرف لے جانا کیسا ہے؟ ایک شخص سنت، دوسرا بدعت، تیسرا مباح کہتا ہے کون حق پر ہے؟ (۲۱۱۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا سنت ہے، مصافحہ کے بعد ہاتھ ماتھے یا سینہ کی طرف لے جانا ثابت نہیں ہے اور سنت نہیں ہے۔ ویصافح بعد السّلام من لقى من الإخوان إلخ (۵)

(۱) باب الأخذ باليدين وصافح حماد بن زيد بن المبارك بيديه. (صحيح البخاري: ۹۲۶/۲)
(۲) صحيح البخاري: ۹۲۶/۲، كتاب الاستيذان، باب الأخذ باليدين.
(۳) عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۲۵۳/۲۲، كتاب الاستيذان – باب الأخذ باليدين، المطبوعة: مكتبة رشيدية، باكستان.
(۴) الدّر والرّد: ۴۶۵/۹، كتاب الحظر والإباحة – باب الاستبراء وغيره.
(۵) شرح شرعة الإسلام، ص: ۳۱۲، فصل في سنن المشى وآدابه.

شیخ کے قدموں پر ماتھا رگڑنا

سوال: (۱۴۷۷) کیا شیخ کے قدموں پر جبہہ سائی (ماتھا رگڑنا) یا اس کے روبہ روسر زمین پر رکھ دینا جائز ہے؟ (۱۵۴۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: درست نہیں ہے، بلکہ حرام اور معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ماں باپ یا پیرومرشد کے قدم چومنا

سوال: (۱۴۷۸) زید کہتا ہے کہ ماں باپ یا پیرومرشد کے قدم چومنا درست ہے، عمر کہتا ہے کہ اسلام کا طریقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مصافحہ تھا، نہ پاؤں پر گر پڑنا اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والرّاضي به آثمان، لأنّه يشبه عبادة الوثن إلخ** (۱) پس کسی کے قدم چومنے سے اس وجہ سے احتراز کرے کہ اس میں تقبیل مذکور کی جو کہ حرام ہے مشابہت ہے اور دین کے بارے میں احتیاط لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ماں باپ اور پیر کی قبر کو بوسہ دینا

سوال: (۱۴۷۹) بوسہ دینا قبر مادر، پدر پر اور قبر پیر پر جائز ہے یا نہیں؟ (۴۹۰/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: بوسہ دینا کسی کی قبر کو درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قدم بوسی اور قبر بوسی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۴۸۰) قدم بوسی قبر بوسی کے بارے میں فتویٰ مفصل ارقام فرمایا جاوے۔

(۸۴۱/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) الدّرّالمختار مع الرّد: ۹/ ۴۶۷-۴۶۸، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع.

الجواب: أقول وبالله التّوفيق : وفي الجامع الصّغير: تقبيل الأرض بين يدى العظماء حرام، وأنّ الفاعل والرّاضى آثمان كذا في التّتارخانية. وتقبيل الأرض بين يدى العلماء والزّهاد فعل الجهّال، والفاعل والرّاضى آثمان كذا في الغرائب، الانحناء للسّلطان أو لغيره مكروه لأنّه يشبه فعل المجوس كذا في جواهر الأخلاطى . ويكره الانحناء عند التّحيّة وبه وردالنّهي كذا في التّمرتا شي(۱) (عالمغيرية: ۵/ ۳۶۹) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال: رجل يا رسول الله ! الرّجل يلقى أخاه أوصديقَه أينحِنى له ، قال: لا، قال: أفيلتزمه و يقبله قال: لا، قال: فيأخذ بيده و يُصافِحه، قال: نعم، رواه التّرمذى (۲) پس معلوم ہوا کہ جھک کرکسی کی قدم بوسی کرنا اورقبر بوسی کرنا نہیں چاہیے، جب کہ جھک کرسلام کرنا بھی درست نہیں ہے تو جھک کر قدم بوسی کرنا جو مشابہ بالسجود ہے کیسے درست ہوسکتا ہے؟! اورقبر بوسی اس وجہ سے بھی حرام ہے کہ تقبیلِ ارض ہے اوراس وجہ سے بھی حرام ہے کہ اس میں تشبہ بالسجود ہےاوراس وجہ سے بھی حرام ہے کہ اس میں تعظیمِ غیراللہ ہے۔ وكلّ منها حرام.

سوال: (۱۴۸۱) کسی بڑے اور بزرگ کے پیروں کو بوسہ دینا اور چومنا کیا حکم رکھتا ہے؟ مفصل بالدّلائل جواب مرحمت فرمائیں۔ (۹۴۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: احوط وارجح عدم تقبیل رجلین ہے کہ یہ تقبیل بعض صورتوں میں مشابہ سجدہ کے ہوجاتی ہےاورسجدہ اور تقبيل أرض بين يدى العلماء والمشائخ بہ اتفاق حرام وکبیرہ گناہ ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس میں حکم کفر کیا ہے۔ كما في الدّرّالمختار: وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدى العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والرّاضي به آثمان لأنّه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر؟ إن على وجه العبادة والتّعظيم كفر، وإن على وجه التّحيّة لا، وصار آثمًا مرتكبًا للكبيرة وفي الملتقط التّواضع لغير اللهِ حرام(۳) (درّمختار) ترجمہ یہ ہے:

(۱) الفتاوى الهندية: ۵/ ۳۶۹، كتاب الكراهية — الباب الثّامن والعشرون في ملا قاة الملوك والتّواضع لهم وتقبيل أيديهم أو يد غيرهم إلخ .

(۲) جامع التّرمذي: ۲/۱۰۲، أبواب الآداب — باب ما جاء في المصافحة .

(۳) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۹/ ۴۶۷-۴۶۸، كتاب الحظروالإباحة—باب الاستبراء وغيره.

اور اسی طرح وہ جو کرتے ہیں زمین کا چومنا سامنے علماء اور بزرگوں کے سو یہ حرام ہے، اور اس فعل کا کرنے والا اور جو اس سے راضی ہو دونوں گنہ گار ہیں، کیونکہ یہ فعل مشابہ ہے بت پرستی کے، اور کیا کافر ہو جاتا ہے یعنی کرنے والا اس فعل کا، سو اگر از راہِ عبادت و تعظیم اس نے علماء وعظماء کے سامنے سر جھکایا ہے اور زمین بوسی کی ہے تو کافر ہو جاتا ہے، اور اگر بہ طریق سلام اور تحیہ کے ایسا کیا ہے تو کافر نہیں ہوتا اور گنہ گار مرتکب کبیرہ گناہ کا ہوتا ہے، اور ملتقط میں ہے: فروتنی یعنی زمیں بوسی وغیرہ غیر اللہ کے لیے حرام ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خانقاہ اور آستانہ کی تقبیل جائز نہیں

سوال: (۱۴۸۲) آستانہ وخانقاہ اولیاء کی تقبیل درست ہے یا نہیں؟(۶۴۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: خانقاہ وآستانہ کی تقبیل جائز نہیں ہے۔ **كما في الدّرّالمختار: وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدى العلماء والعظماء فحرام**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بالغہ بیٹی کا بوسہ لینا کیسا ہے؟

سوال: (۱۴۸۳) اپنی دختر بالغہ کا منہ چومنا کیسا ہے؟(۲۱۷۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اپنی دختر کا بوسہ لینا از راہِ محبت و رحمت درست ہے(۲) اور از راہِ شہوت

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۹/۴۶۷-۴۶۸، كتاب الحظر والإباحة – باب الاستبراء إلخ.

(۲) عن البراء رضي الله عنه قال: دخلت مع أبي بكر أوّل ما قدمّ المدينة ، فإذا عائشة ابنتُه مضطجعة قد أصابهاحُمّٰى، فأتاها أبو بكرٍ، فقال: كيف أنتِ يا بُنيّة؟وقبّل خدها،رواه أبو داوٗد (مشكاة المصابيح، ص:۴۰۲، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثّاني)

فائدة : قيل : التّقبيل عَلٰى خمسة أوجه : (۱) قبلة المودّة للولد على الخدّ. (۲) و قبلة الرّحمة لوالديه على الرّأس. (۳) و قبلة الشّفقة لأخيه على الجبهة. (۴) و قبلة الشّهوة لمرأته أو أمته على الفم. (۵) و قبلة التّحية للمؤمنين على اليد، وزاد بعضهم: قُبْلَةُ الدِّيَانَةِ للحَجَر الأسودِ .

(الدّرّالمختار مع الرّد:۹/۴۶۹، كتاب الحظر والإباحة – آخر باب الاستبراء وغيره)

حرام ہے(۱) اور موجبِ حرمت مصاہرت ہے(۲) اور احتراز کرنا اس سے پہلی صورت میں بھی احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس سے پاکیزہ محبت ہے اس کا بوسہ لینا

سوال: (۱۴۸۴) زید کو عمر سے پاکیزہ محبت ہونے پر اگر وہ اس کا بوسہ پاکیزہ خیال سے کہ جو مفضی إلی فعل قبیح نہیں ہے لیوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۴۱۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ فعل جائز نہیں ہے کیونکہ فعل قبیح اچھی نیت سے بھی جائز نہیں ہوتا اور اس میں کوئی اچھی نیت بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
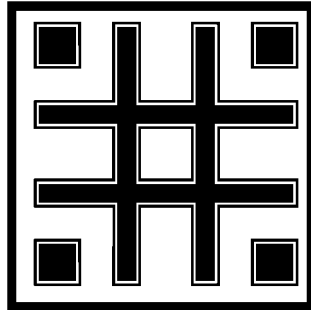
(۱) أمّا التّقبیل بالشّهوة فحرام بالاتّفاق، وسواء في ذلك الولد وغيره اهـ (مرقاة المفاتیح: ۴۹۶/۸، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الأوّل رقم الحدیث: ۴۶۷۸)

(۲) قوله: (والزّنا واللّمس والنّظر بشهوة یوجب حرمة المصاهرة)............ واللّمس والنّظر سبب داع إلی الوطء فیقام مقامه في موضع الاحتیاط (البحر الرائق: ۱۷۳/۳-۱۷۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

علم کا بیان

علم دین کی اہمیت وفضیلت

سوال: (۱۴۸۵) زید وعمر میں اختلاف ہے، زید کہتا ہے کہ تحصیلِ علوم مذہبی سے اکثر علماء وطلباء بدکار وطماع ومفلس وسائل ہو جاتے ہیں، اور سوال حرام ہے اور قوم کے لیے باعث ننگ ہے، اور تحصیل علوم دنیاوی مثل انگریزی وغیرہ قوم کے لیے باعث فخر وعزت ومال داری ہے، اور اس مال سے آئندہ ہم دین کی مدد کر سکتے ہیں اور تعلیم موجودہ سے عقائد میں خرابی پیدا نہیں ہوتی، چنانچہ زید نے اس خیال سے اپنے فرزند قریب التحصیل کو اسلامی مدرسہ سے اٹھالیا، اور علوم دنیاوی میں ڈال دیا اور تاکید نماز، روزہ ترک کردی، عمر کہتا ہے کہ گذر معاش کے واسطے کوئی کسب وہنر بھی کرے اور رفع حاجت کے لیے انگریزی بھی پڑھے، اور تحصیل علوم دینی جن کی فی زمانہ اشد ضرورت ہے اور فرائض سے ہیں ان کا شغل بھی رکھیں، تا کہ آئندہ اس کے عقائد پر اثر بد نہ پڑے، اور مخالفین کا شکار ہو جانے سے مفلسی بہتر ہے، دونوں میں سے حق پر کون ہے؟ (۱۳۴۰/۹۰۸ھ)

الجواب: اس بارے میں زید کا خیال اور اعتقاد غلط ہے اور قرآن شریف واحادیث کی تعلیم کے خلاف ہے، اور عمر کا قول واعتقاد بالکل صحیح ودرست ہے، رزق کا تکفل حق تعالیٰ فرما چکا ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا﴾ (سورۂ ہود، آیت:۶) اور فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ. مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ. اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ﴾ (سورۂ ذاریات، آیت:۵۶-۵۸) پس معلوم ہوا کہ رزاق مطلق وروزی

رساں حقیقی حق تعالیٰ ہے، اور بہ موجب ارشاد: وأجملوا في الطّلب (۱) کےکسب حلال کے ذریعہ سے روزی حاصل کرے اور علم دین کے حاصل کرنے میں اپنا وقت عزیز صرف کرے، اور اس بارے میں فیصلہ حق تعالیٰ کا کافی ہے: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۂ زمر، آیت:۹) ترجمہ کیا برابر ہیں وہ لوگ جو علم دین رکھتے ہیں اور وہ جو علم دین نہیں رکھتے؟! فقط

اپنی اولاد کی اصلاح کا طریقہ

سوال: (۱۴۸۶)......(الف) اس زمانے میں اگر کوئی شخص کامل الایمان اپنی اولاد کو صراط مستقیم یعنی دینِ اسلام سے مالا مال کرنا چاہے تو اس کے لیے کیا طریقہ ہے؟

(ب) عین الہدایہ (۳۶۰/۴) میں لکھا ہے کہ علم نااہل کو نہ پڑھاوے تاکہ علم ضائع نہ ہو الخ۔ نااہل کون ہے؟ اور اکثر شرفاء نے علوم مذہبی کو بے کار و حقیر جان کر بے توجہی اختیار کرلی ہے؛ ایسی حالت میں غیر شرفاء کو تعلیم مذہبی دی جاوے یا نہیں؟

(ج) زید اپنی اولاد کو صحبت نیک اور علم دین سے روکتا ہے اور ان امور کو غیر ضروری سمجھتا ہے، لیکن صرف فجر اور مغرب کی نماز کی ان کو تاکید کرتا ہے، کیا فقط نماز بغیر علمِ فرائض وارکانِ نماز اور عقائدِ اسلامیہ دارِ آخرت کے لیے کافی ہوسکتی ہے؟ (۱۳۴۱/۳۱۸ھ)

الجواب: (الف) علم دین پڑھاوے اور صحبتِ صالحین میں رکھے، یہی بڑی اصل ہے اصلاح کی، کما قیل: ع صحبتِ صالح ترا صالح کند (۲)

(ب) یہ صحیح ہے کہ نااہل کو علم نہ پڑھاوے اور جو علم کی قدر و مرتبہ نہ پہچانے اور اس پر عمل نہ کرے اور علم کو ذریعہ تخریبِ دین وتحصیلِ دنیا بناوے، وہ نااہل ہے اور غیر شرفاء جو اہل ہوں ان کو علم سکھانا چاہیے۔

---

(۱) عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أيّها النّاسُ! اتّقوا الله وأجملوا في الطّلب، فإنّ نفسًا لن تموتَ حتّى تستوفَى رزقَها و إن أبطأ عنها، فاتّقوا اللّٰهَ، و أجملوا في الطّلب، خُذُوا ما حلّ و دَعُوا ما حَرُم (سنن ابن ماجة، ص:۱۵۵، أبواب التّجارات – باب الاقتصاد في طلب المعيشة)

(۲) ترجمہ: اچھی صحبت تجھ کو نیک بنائے گی۔

(ج) زید کا قول اور عمل خلاف شریعت کے ہے، ظاہر ہے کہ عمل بلا علم کے ناتمام اور ناکافی ہے، اور فضائل علم کے بے شمار ہیں، آیت: ﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (سورۂ مجادلہ، آیت:۱۱) اور العلماء ورثة الأنبياء (۱) وغیرہ احادیث علم کی فضیلت میں کافی ہیں۔

باپ دنیاوی تعلیم دینا چاہتا ہے تو بیٹا کیا کرے؟

سوال: (۱۴۸۷) ایک شخص دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے، اور باپ دنیاوی تعلیم دینا چاہتا ہے، اس کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۹۰۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: تعلیم دین مقدم ہے، اور اس امر میں باپ کی اطاعت ضروری نہیں، بلکہ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دینی تعلیم کے ساتھ انگریزی تعلیم

سوال: (۱۴۸۸)...... (الف) ایک شخص کا خیال ہے کہ وہ ایک عربی مدرسہ ایک ایسی جگہ قائم کرے جہاں اس کی ضرورت ہے۔ زیر تجویز مدرسہ میں ندوہ کا نصاب جاری کیا جائے یا درس نظامی؟

(ب) درس نظامی کی صورت میں انگریزی کی تعلیم رکھی جائے تو مناسب ہے یا نہ؟ (۹۵۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف-ب) نصاب موافق درس نظامی رکھا جائے، اور اگر ضرورت کے موافق انگریزی کی شاخ بھی رکھی جائے تو نظر بہ حالت زمانہ اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۱۴۸۹)...... (الف) قوم میں دینی و دنیوی ابتدائی تعلیم لازمی قرار دی جائے؟

(ب) قوم اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دے؟ (۱۰۳۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) تعلیم کا التزام بہت ضروری ہے۔

---

(۱) عن أبي الدّرداء رضي الله تعالىٰ عنه ...... قال: فإنّي سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: .... وإنّ العلماء ورثة الحديث (سنن أبي داوٗد، ص:۵۱۳، كتاب العلم– باب في فضل العلم)

(ب) شرعًا اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اور تعلیم انگریزی کی ممانعت نہیں ہے مصلحت وقت کی وجہ سے اور ضرورتِ زمانہ کی وجہ سے بہ قدر ضرورت یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مدارس کب سے ہیں اور کس نے جاری کیے؟

سوال: (۱۴۹۰) جو ہیئت کذائی مدرسوں کی ہمارے زمانہ میں ہے، ایام سابقہ میں بھی یہی طرز تعلیم وتعلم کا تھا یا کوئی دوسرا طریقہ تھا؟ مدارس کب سے ہیں؟ اور کس نے جاری کیے ہیں؟

(۱۱۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اصل مدارس کی اصحاب صفہ کا اجتماع ودرس وتدریس ومذاکرہ علمیہ ہے۔ کما ثبت في الأحادیث اور حدیث شریف میں ہے: بعثت معلمًا الحدیث (۱) پس آنحضرت ﷺ معلم تھے اور صحابہ متعلم، پس تعلیم وتعلم جس طرز وہیئت سے ہو وہ سب طرق اس کی افراد سے ہیں اور سب وسائل تعلیم وتعلم ہیں اور سب جائز ومستحسن ہیں، اس کے بعد کسی طرز خاص کا سوال فضول ہے۔ فقط

علم دین بہ قدر حاجت سیکھنا فرض عین اور ضروری ہے

سوال: (۱۴۹۱) علم کی کتنی ضرورت ہے؟ بالخصوص علم تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہ میں کتنی مہارت چاہیے؟ اس کے لیے متقی ہونا شرط ہے یا نہ؟ باوجود علم کے اگر تقویٰ نہ ہو تو قاضی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۲۴۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: واعلم أن تعلّم العلم یکون فرض عین: و هو بقدرمایحتاج لدینه، وفرض کفایة: وهوما زاد علیه لنفع غیره، ومندوبًا: وهو التّبحّر في الفقه وعلم

---

(۱) عن عبداللّٰه بن عمرو قال : خرج رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: ذات یومٍ من بعض حُجَرِهٖ فدخل المسجدَ، فإذا هو بحلقتین إحداهما یقرأون القرآنَ ویدعون اللّٰهَ، والأخری یَتَعَلَّمُوْنَ وَیُعَلِّمُوْنَ فقال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: کلٌّ علی خیرٍ هٰؤلاء یقرأون القرآن ویدعون اللّٰهَ فإن شاء أعطاهم وإن شاء منعهم، وهٰؤلاء یتعلّمون ویعلّمون، و إنّما بعثتُ معلّمًا فجلس معهم (سنن ابن ماجة، ص: ۲۰-۲۱، المقدمة — باب فضل العلماء والحثّ علی طلب العلم)

القلب إلخ (۱) اورنیز اسی میں ہے: وتعلّم الفقه أفضل من تعلّم باقي القرآن، وجميع الفقه لابدّ منه. وفي الملتقط وغيره عن محمّد رحمه الله: لا ينبغي للرّجل أن يعرف بالشّعر والنّحو، لأن آخر أمره إلى المسئلة ، وتعليم الصّبيان، ولا بالحساب، لأنّ آخر أمره إلى مساحة الأرضين، ولا بالتّفسير، لأنّ آخر أمره إلى التّذكير والقصص، بل يكون علمه في الحلال والحرام وما لابدّ منه من الأحكام إلخ(۲)

الغرض علم دین بہ قدر حاجت سیکھنا فرض عین اور ضروری ہے، اور اس سے زیادہ نفع غیر کے لیے فرض کفایہ ہے، اور تبحر حاصل کرنا علم فقہ وغیرہ میں مندوبات میں سے ہے، فرض نہیں ہے، اور دوسری عبارت سے یہ بھی واضح ہے کہ انسان کو حلال وحرام اور ضروریات شرعیہ کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، تفسیر وغیرہ میں زیادہ مہارت ضروری نہیں، بہ قدر حاجت اس کو حاصل کر کے باقی وقت علم حلال وحرام میں صرف کرے، یعنی فقہ کے حاصل کرنے میں، اور تقوٰی ہر حال ضروری ہے، اور قاضی بھی اسی کو بنانا عمدہ ہے جو علم کے ساتھ تقویٰ بھی رکھتا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۹۲) علم دین سیکھنا جو ہر مرد وعورت مسلمان پر فرض عین ہے اس کی کیا مقدار ہے؟ آیا کتب احادیث وفقہ وغیرہ فرض عین کی مقدار ہے یا کیا؟ (۱۳۳۹/۱۱۶ھ)

الجواب: ہر شخص پر فرض عین جاننا ان امور دینیہ کا ہے، جن کی اس کو ضرورت دین میں ہو، مثلاً جو شخص مکلّف ہے اس کو وضو ونماز کے مسائل جاننا اور سیکھنا فرض عین ہیں، اسی طرح جو صاحب نصاب ہو اس کو زکاۃ کے مسائل سیکھنا فرض عین ہے۔ وقس عليه. درمختار میں ہے: واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين : وهو بقدر مايحتاج لدينه إلخ (۳) اور شامی میں ہے: وفرض على كلّ مكلّف ومكلّفة بعد تعلّمه علم الدّين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصّلاة والصّوم وعلم الزّكاة لمن له نصاب و الحجّ لمن وجب عليه إلخ(۳) والتّحقيق في المطوّلات. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي : ۱/۱۲۱-۱۲۲، مقدمة – مطلب: في فرض الكفاية وفرض العين .
(۲) الدّرمع الردّ : ۱/۱۱۷-۱۱۸ مقدمة – مطلب : الفرق بين المصدر والحاصل بالمصدر .
(۳) الدّر والرّد: ۱/۱۲۱، مقدمة – قبيل مطلب في فرض الكفاية وفرض العين .

سوال: (۱۴۹۳) علم سیکھنا کہاں تک ہر مرد وعورت پر فرض ہے؟ زید اس کا جواب دیتا ہے مسائلِ نماز، روزہ، حج، زکاۃ، حرام حلال میں معلومات ہوجاوے۔ اور اردو کی کون کون سی کتابیں پڑھی جاویں؟ تاکہ ان سب باتوں کی معلومات ہوجاویں۔ (۱۷۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: زید کا جواب صحیح ہے، ہر ایک مرد وعورت پر مسائل نماز وروزہ وغیرہ کا سیکھنا فرض ہے، اور غنی ہونے کی صورت میں مسائلِ زکاۃ وحج سیکھنا بھی فرض ہے، اسی طرح جو معاملات پیش آویں ان میں حکم شرعی اور مسائل شرعیہ کا سیکھنا فرض ہوجاتا ہے، اور درمختار کا ترجمہ اور دیگر کتب فقہ مثل شرح وقایہ، ہدایہ وغیرہ کا ترجمہ اس بارے میں کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر اسلامی تہواروں پر مدارس اسلامیہ میں تعطیل کرنا

سوال: (۱۴۹۴) ریاست ہائے اسلامی کے محکمہ جات اور مدارس میں بہ لحاظ عام رعایا اور ملازمین اور دیگر مصالح چار نوع کی تعطیلیں دی جاتی ہیں: اسلامی، شاہی، عیسائی، ہنودی، لیکن بعض تعطیلیں بہ اتباع محکمہ جات ومدارس انگریزی وغیرہ مدارس قرآن وحدیث جن میں مذہبی تعلیم ہوتی ہے ہوجاتی ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ دونوں کی تعطیلیں یعنی عیسائی اور ہنود کی جیسے کہ ہولی دیوالی بڑا دن وغیرہ جن کی بناء محض ادائے رسوم مذہبی ہے اور کسی تعلق اور مصلحت کو ان میں دخل نہیں ہے، مدارس قرآن وحدیث میں ہونا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۱۰۱۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر کوئی ضرورت اور مصلحت ہو تو مضائقہ نہیں، ورنہ بلاضرورت بہتر نہیں ہے۔ فقط

ہفتہ وار تعطیل اتوار کو رکھنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۴۹۵) بہ مقام ضلع فیروز پور ایک اسلامیہ مڈل اسکول ہے، اس کے متعلق اب استادوں اور اکثر ممبروں اور منتظموں کا یہ خیال ہے کہ بجائے جمعہ کے تعطیلِ عام ہفتہ وار اتوار کو رکھی جائے، اور جمعہ کے دن نصف دن کی رخصت رکھی جائے، اس میں شرعاً کوئی نقص یا حرج تو نہیں ہے؟ (۲۵۳۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: مناسب اور طریقِ سلفِ صالحین کے موافق یہی ہے کہ جمعہ کو تعطیل رکھی جائے،

باقی اگر کسی مصلحت کی وجہ سے تعطیل اتوار کی ہو اور جمعہ کو بہ وقت جمعہ تعطیل کی جائے تو شرعاً اس میں بھی کچھ گناہ اور مواخذہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

استاذ الاستاذ کی تعظیم

سوال: (۱۴۹۶) کس قدر پڑھانے سے استاد بن سکتا ہے؟ حقِ استاذ والدین کے برابر ہے یا کم وبیش؟ استاذ الاستاذ کی تعظیم مثل استاد کے واجب ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص استاذ الاستاذ کی بے ادبی کرے اور سخت مقابلہ کے ساتھ پیش آئے تو وہ عاق ہے یا نہیں؟ (۱۵۲۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس میں کچھ تحدید نہیں ہے، قلیل وکثیر جس قدر بھی علم کسی سے حاصل کیا وہ استاد ہوگیا، اور والدین کا مرتبہ استاد سے زیادہ ہے، شامی میں یہ نقل کیا ہے کہ جس قدر عالم کا حق جاہل پر ہے وہی حق استاذ کا تلمیذ پر ہے(۱) اور استاذ الاستاذ کی تعظیم بھی مثل استاد کے کرے کہ وہ بھی بہ واسطہ استاذ ہے، اور بے ادبی استاذ یا استاذ الاستاذ کی ممنوع اور حرام ہے، اور عاق کے معنی نافرمانی کے ہیں جو کوئی کسی کی نافرمانی کرتا ہے، وہ اس کا عاق ہوتا ہے، لیکن یہ لفظ صرف عقوقِ والدین کے لیے لسانِ شرع میں مذکور ہوا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُستاذ کس کو کہتے ہیں؟

سوال: (۱۴۹۷) کیا استاذ اس کو کہتے ہیں کہ جس نے دینی مذہبی تعلیم پڑھائی ہو؟ (۲۴۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: استاذ واجب التعظیم وہی ہے جس نے دینی اور مذہبی کتابیں پڑھائی ہوں۔ فقط

استاذ اور پیر ومرشد بدلنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۴۹۸) ایک شخص نے ایک استاد پکڑا، مگر اس سے تسلی نہیں ہوئی؛ آیا وہ دوسرا استاد

(۱) حقّ العالم علی الجاهل وحقّ الأستاذ علی التّلمیذ واحد علی السّواء إلخ (الشامي: ۴۰۵/۱۰ کتاب الخنثیٰ – مسائل شتّٰی)

پکڑ سکتا ہے؟ یا اسی طرح بیعت کی مگر اس سے بھی تسلی نہیں ہوئی، اب وہ دوسرے سے بیعت کر سکتا ہے؟ (۱۳۴۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: دوسرا استاذ پکڑنا تو ایسا معروف ومروج ہے کہ اس کا انکار ہی نہیں ہوسکتا، اکابر سلف نے بہت بہت سے استاذ بنائے ہیں، اور جس قدر زیادہ استاذ کسی کے ہوتے ہیں وہ زیادہ معتبر ومعتمد سمجھا جاتا ہے، سلف سے لے کر اب تک یہ مسئلہ ظاہر وباہر ہے، اس زمانہ کے تمام علماء کو دیکھ لیجئے کہ ایک ایک عالم کے متعدد اُستاد ہیں، اسی طرح بیعت میں بھی حکم ہے کہ متعدد مشائخ سے استفادہ بزرگوں نے کیا ہے اور اگر شیخ اوّل سے فائدہ نہ ہوا تو دوسرے شیخ سے بیعت کی ہے، اب بھی اسی طرح کا سلسلہ جاری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

استاذ زادے بھی لائق ادب وتعظیم ہیں

سوال: (۱۴۹۹) ایک شخص ہمیشہ اپنے مخدوم زادوں سے حسد رکھے اور ان کی ایذا رسانی میں مدام ساعی رہے، باوجودیکہ وہ جملہ اس سے بہ حیثیت علم وکمال وغیرہ فائق علی وجہ الاکمل ہوں، اور ان کے والد ماجد نے اس شخص کی پرورش روحانی وجسمانی دونوں کی ہو، کیا ان کو استحقاق عقوق بہ علت بعضیت وجزئیت ثابت ہے یا نہیں؟ اور بے حرمتیٔ جزو مستلزم بے حرمتیٔ کل ہے یا نہیں؟ ایسے شخص پر شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۸/۴۵۸ھ)

الجواب: عام حکم ہے کہ کسی مسلمان کی تحقیر نہ کرے، اور اس کو ایذا نہ دیوے، اور ہر طرح اس کی خیر خواہی کرے۔ اور حدیث صحیح میں ہے: **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده الحديث**(۱) اور ارشاد خدا تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۱) پس استاذ اور عالم کی بالخصوص ایذا دہی اور تحقیر اور عیب جوئی حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور استاد زادے جو کہ عالم وصالح ہیں وہ بھی مستحق ادب اور تعظیم کے ہیں، ان کی توہین بھی حرام اور معصیت ہے، اور توہین

---

(۱) عن جابر رضي الله عنه يقول: سمعتُ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يقول: المسلم من سلم المسلمون الحديث (الصّحيح لمسلم: ۱/۴۸، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام و أيّ أموره أفضل)

وتحقیر بے وجہ شرعی کرنے والا فاسق وعاصی ہے: شامی میں ہے: وفي المنح عن البزّازية وقال الزّندويسي: حقّ العالم على الجاهل، وحقّ الأستاذ على التّلميذ واحد على السّواء وهو أن لايفتح الكلام قبله، ولايجلس مكانه وإن غاب، ولايردّ عليه كلامه، ولايتقدّم عليه في مشيه إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دیوبندی عالم رضائی فرقہ کو تعلیم دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۵۰۰) رضائی فرقہ کو معتقد حضراتِ دیوبند کا شخص تعلیم قرآن شریف دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۲۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر امید اصلاح کی ہو اور بہ نیت اصلاح تعلیم دی جائے کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

موجودہ جماعتِ تبلیغ میں کام کرنے سے درس وتدریس اور وعظ ونصیحت بہتر ہے

سوال: (۱۵۰۱) ایک بزرگ جو جماعت موجودہ تبلیغ کے ساتھ کام کر رہے تھے، اب ایک مقام پر خدمتِ تعلیم پر مامور ہیں، اور مقامی مخلوق ان کے وعظ سے خصوصیت کے ساتھ مستفیض ہوتی ہے، طلباء بھی ممدوح کے طریقِ تعلیم سے بہت خوش ہیں؛ ایسی صورت میں ان بزرگ کا موجودہ خدمت کو انجام دینا زیادہ سودمند ہے یا جماعت تبلیغ میں کام کرنا زیادہ اچھا ہے؟ (۱۸۲۵/ ۱۳۴۳ھ)

الجواب: ان کے لیے مشغلۂ درس وتدریس وتعلیم علوم دینیہ، وعظ ونصیحت بہتر ہے، کیونکہ یہ بھی ضروری ہے اور جب کہ تبلیغ کے لیے کافی جماعت موجود ہے اور وہ جماعت اس کام کو کر رہی ہے تو ظاہر ہے کہ اس صاحب کو اس شعبہ میں جانے اور کام کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں ہے، وہ صاحب یہی کام تعلیم ووعظ کا کرتے رہیں، دیگر مجالس موجودہ میں کام کرنے سے بھی یہی افضل ہے، باقی جیسی مصلحت ہو اور تقاضائے وقت ہو اس کے موافق کام کیا جائے، کیونکہ یہ سب کام اچھے ہیں اور ضروری ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الشّامي: ۱۰/ ۴۰۵، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتّٰی.

مدارس میں فن ریاضی سکھانا کیسا ہے؟

سوال:(۱۵۰۲) سوالات ریاضی طلبہ کو مدارس اسلامیہ میں سکھانا جائز ہے یا نہ؟
(۱۳۸۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علم فقہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے جماعت ترک کرنا

سوال:(۱۵۰۳) زید اگر علم دینی پڑھتا ہے تو جماعت عشاء کی ترک ہوتی ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟(۱۷۴۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں منقول ہے کہ مشغول ہونا علم فقہ کی تحصیل اور مطالعہ میں بعض علماء نے ترک جماعت کا عذر قرار دیا ہے، یعنی من جملہ ان عذروں کے جن کی وجہ سے ترک جماعت احیانا ہو جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے، مشغولی علم فقہ کی ہے، لیکن اگر مواظبت ترک جماعت پر کرے تو معذور نہیں، بلکہ واجب التعزیر ہے۔ کذا في الدرّ المختار و الشّامي (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ طلبہ کا رمضان کے روزے رکھنا بہتر ہے یا تحصیلِ علم میں سعی کرنا؟

سوال:(۱۵۰۴) نابالغ طلباء کو رمضان کے روزے رکھنا بہتر ہے یا درس میں سعی کرنا؟ جب کہ روزے رکھنے سے ان کو ضعف ہوتا ہو اور وہ تعلیم میں مصروف رہتے ہوں۔(۱۵۳۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وإن وجب ضرب ابن عشْر عليها بيدلا بخشبةٍ لحديث: مُـرُوا أولادكـم بالصّلاة وهم أبناء سبع، واضربوهم عليها وهم أبناء عشْر. قلت: و الصّوم

(۱) فلا تجب على مريض .... وكذا اشتغاله بالفقه لا بغيره .... إلاّ إذا واظب تكاسلاً فلا يعذر، و يعزّر إلخ . (الدّرّالمختار)

ثـمّ اشتغال لا بغير الفقه في ۞ بعض من الأوقات عذر معتبر

(الدّر والرّد: ۲/۲۴۹-۲۵۰، كتاب الصّلاة — باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

كالصّلاة على الصّحيح كما في صوم القهستاني مُعزيًا للزاهدي. وفي حظر الاختيار: أنّه يؤمر بالصّوم والصّلاة، ويُنهىٰ عن شرب الخمر ليألف الخير ويترك الشّر إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکوں کا حکم روزے کے بارے میں مانند نماز کے ہے کہ سات برس کی عمر سے نماز روزہ کا حکم کیا جائے اور دس برس کی عمر میں مار کر نماز روزہ رکھوایا جائے، پس چاہیے کہ رمضان شریف میں بچوں سے تحصیل علم کی محنت کم لی جائے، اسی وجہ سے مدارس اسلامیہ میں عموماً رمضان شریف کی تعطیل کر دی جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فقہ پر عمل کرنا عین قرآن وحدیث پر عمل کرنا ہے

سوال: (۱۵۰۵) فقہ کی مستند ومعتبر کتاب قرآن وحدیث کے موافق ہے یا نہ؟ اور قرآن و حدیث کے مقابلہ میں فقہ پر عمل کرنا کیسا ہے؟ (۸۹۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: فقہ خلاصہ ہے قرآن وحدیث کا، فقہ پر عمل کرنا عین قرآن وحدیث پر عمل کرنا ہے، فقہ کو ہی معمول بہ بنانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فقہ: حدیث کا خلاصہ ہے

سوال: (۱۵۰۶) علم فقہ حدیث کے مطابق ہے یا مخالف؟ (۲۰۰۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: فقہ: ثمرہ اور خلاصہ حدیث کا ہے اور عمل کے لیے فقہ ہی متعین ہے۔ فقط واللہ اعلم

عالم دین کا مرتبہ حافظ قرآن سے زیادہ ہے

سوال: (۱۵۰۷) رحیم کے لڑکے نے قرآن شریف ناظرہ پڑھ لیا ہے، اب رحیم چاہتا ہے کہ یہ قرآن شریف حفظ کرے اور پھر گھر کے کاروبار میں لگا لیا جائے، رحیم کا بھائی کریم کہتا ہے کہ علم دین پڑھانا زیادہ ضروری ہے کیونکہ عدیم الفرصت شخص کے لیے بہتر یہی ہے کہ علم دین سیکھنے میں کوشش کرے، ان میں کس کا خیال صحیح ہے؟ اور مرتبہ نرے حافظ کا زیادہ ہے یا نرے عالم کا؟ (۲۳۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) الدرّالمختار مع الشّامي: ۲/۶-۷، أوائل كتاب الصّلاة.

الجواب: کریم کا خیال صحیح ہے، نرے حافظ سے نرے عالم کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔ فقط

سوال: (۱۵۰۸) دو شخص ہیں: ایک حافظ قرآن ہے اور دوسرا عالم ہے، تو ان دونوں میں کس کا رتبہ افضل اور زیادہ فضیلت والا ہے؟ (۲۸۲۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: عالم دین کا مرتبہ حافظ قرآن سے زیادہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **فضل العالم علی العابد کفضلي علی أدناکم** (۱) اسی طرح دیگر احادیث صحیحہ کثیرہ میں فضیلت علم وعلمائے دین کی وارد ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو دس پاروں کا حافظ ہے اس کو حافظ کہنا درست ہے

سوال: (۱۵۰۹) بندہ کو صرف تیسرا حصہ کلام مجید کا حفظ ہے، اور مجھ کو عام لوگ حافظ کہتے ہیں کیا بندہ کو حافظ کہلانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جب کہ اس کی طرف سے کوئی طلب اور تمنا حافظ کہلانے کی نہیں ہے اور دوسرے اشخاص اس کو بہ وجہ دس پارہ کے حفظ ہونے کے حافظ کہتے ہیں تو اس میں اس شخص پر جس کو حافظ کہتے ہیں یا حافظ کہنے والوں پر کچھ گناہ نہیں ہے، آخر حافظ تو ہے اگرچہ بعض کلام اللہ کا حافظ ہے، لیکن اس کو چاہیے کہ اس امر کو ظاہر کر دے کہ مجھے پورا کلام اللہ حفظ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: ذكر لرسول الله صلّى الله عليه وسلّم رجلان: أحدهما عابد والآخر عالم، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: فضل العالم الحديث (جامع التّرمذي: ۲/ ۹۸، أبواب العلم – باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: فقيه واحد أشدّ على الشّيطان من ألف عابد رواه التّرمذي وابن ماجة (مشكاة المصابيح، ص: ۳۴، كتاب العلم، الفصل الثّاني)

وعن عليّ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: نعم الرّجل الفقيه في الدِّين إن احتيج إليه نفع وإن استغنى عنه أغنى نفسه، رواه رزين (مشكاةالمصابيح، ص: ۳۶، كتاب العلم – الفصل الثّالث)

جو لڑکی ہکلی ہے اس کو بھی قرآن پڑھانا چاہیے

سوال: (۱۵۱۰) ایک لڑکی ہکلی ہے کہ الفاظ صاف اس کی زبان سے نہیں نکلتے اس کو قرآن شریف پڑھایا جاوے یا نہیں؟ (۱۴۷۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس کو قرآن شریف پڑھایا جاوے اس کی غلطی کا خیال نہ کیا جاوے، اور کوشش صحت کی کی جاوے، شاید کسی وقت حروف صحیح ہو جاویں، ورنہ وہ معذور ہے، بہر حال قرآن شریف اس کو پڑھایا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آخری منزل سے حفظ قرآن شروع کرانا

سوال: (۱۵۱۱) حفظ کلام اللہ شریف میں آخری منزل سے شروع کراتے ہیں کیا مصلحت ہے؟ (۱۳۱۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اخیر منزل سے سہولت کی وجہ سے اول حفظ کراتے ہیں، اگر الٓمّٓ سے کیا جائے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان بچوں کو قرآن کی تعلیم پر مجبور کرنا

سوال: (۱۵۱۲)...... (الف) یہاں اسلامیہ مدرسہ جاری ہے، میں نے رائے دی کہ مسلمان بچوں کی تعلیم قرآن جبریہ ہونی چاہیے، اگر کوئی مسلمان اپنے بچہ کو مدرسہ میں نہ بھیجے تو اس کا قطع تعلق کر دینا چاہیے، مولوی صاحب نے فرمایا کہ دین میں جبر نہیں ﴿لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ کیا یہ صحیح ہے؟

(ب) زید کہتا ہے کہ میں اپنے لڑکے کو قرآن نہیں پڑھاؤں گا تو کیا زید پر کچھ حدِ شرع قائم ہو سکتی ہے؟ (۱۵۸۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) مسلمان بچوں کو واقعی اول تعلیم قرآن شریف کی بہت ضروری ہے، پھر عقائد اسلامیہ اور ضروری مسائل سکھانا فرض و واجب ہے، اور یہ بہت اچھا ہے کہ مسلمان اس پر اتفاق کریں کہ جو شخص ایسا نہ کرے اس کو تنبیہ کی جائے اور قطع تعلق کی دھمکی دی جائے، اور یہ وہ

اکراہ نہیں ہے جس کو وہ مولوی صاحب ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۵۶) سے منع کرتے ہیں۔

(ب) زید اس صورت میں گنہ گار ہے، اس کو تنبیہ کی جائے اور تنبیہ کی صورت وہی مؤثر ہے جو اوپر لکھی گئی کہ برادری اس پر زور ڈالے کہ بہ صورت انکار تجھ کو برادری سے خارج کر دیا جائے گا۔ فقط

حافظ کو قرآن یاد نہ رہتا ہو تو کیا کرے؟

سوال: (۱۵۱۳) میں نے قرآن شریف حفظ کیا تھا، مگر اب یہ حال ہے کہ یاد کرتا ہوں، اور پھر بھول جاتا ہوں اگر بجائے حفظ کرنے کے روزانہ دیکھ کر منزل پڑھ لیا کروں تو مجھ پر کچھ گناہ تو نہ ہوگا؟ (۲۶۱۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: آپ دیکھ کر قرآن شریف روزانہ پڑھتے رہیں یہی کافی ہے، اور اس میں گناہ قرآن شریف کے بھولنے کا نہ رہے گا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فتاویٰ عالم گیری معتبر کتاب ہے

سوال: (۱۵۱۴) ''فتاویٰ عالم گیری'' معتبر کتاب ہے یا نہ؟ (۹۶۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ''فتاویٰ عالم گیری'' معتبر کتاب ہے، باقی اس میں سب قسم کی روایات منقول ہیں، جو روایت دوسرے معتبر فتاویٰ کے موافق ہے اس پر عمل کیا جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بہشتی زیور کے مسائل پر عمل کرنا یا فتویٰ دینا

سوال: (۱۵۱۵) زید کہتا ہے کہ جب تک کسی عالم و فاضل مستند یا مدرسہ سے کسی کو اجازت افتاء نہ ہو، اس کو ''بہشتی زیور'' کے مطالعہ سے فتویٰ دینا جائز نہیں، بالخصوص اس کو جس نے ''بہشتی

---

(۱) إذا حفظ الإنسانُ القرآنَ ، ثمّ نسِيَه ، فإنّه يأثم، و تفسير النّسيان: أن لايمكنه القراءة من المصحف (الفتاوى العالمغيرية: ۵/۳۱۷، كتاب الكراهية – الباب الرّابع في الصّلاة والتّسبيح إلخ)

زیور'' کسی عالم سے پڑھا بھی نہ ہو، بلکہ دوسروں کوفتوٰی دینا تو درکنار خود اس کو بھی بعض مسائل پر جب تک کسی عالم کی طرف رجوع نہ کرے عمل کرنا درست نہیں ہے، بکر کہتا ہے کہ ''بہشتی زیور'' اکثر مسائل حنفیہ پر مشتمل ہے، اس وجہ سے جس شخص کے پاس ''بہشتی زیور'' ہواور وہ اس کو دیکھ کر خود عمل کرے، یا دوسروں کو مسائل بتاوے یا فتوٰی دے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور مولوی اور ''بہشتی زیور'' دیکھنے والے میں صرف فرق یہ ہے کہ وہ عربی جانتا ہے اور یہ نہیں جانتا؟ (۲۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ''بہشتی زیور'' میں اکثر مسائل مفتی بہا درج ہیں، اور وہ اسی لیے لکھے گئے ہیں کہ دیکھنے والے اور مطالعہ کرنے والے ان پر خود عمل کریں، اور حسب موقع دوسروں کو بتلاویں، البتہ یہ ضرور ہے کہ جس مسئلہ میں شبہ ہو یا اختلاف ہو اس کو کسی عالم سے تحقیق کرلیں، اور یہ بھی ضرور ہے کہ مطالعہ کرنے والا سمجھ دار ہو اور فہم مطلب میں غلطی نہ کرے، بہت سے مسائل اس میں ایسے صاف اور سلیس ہیں کہ ان کو کسی سے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت نہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کو سمجھنا چاہیے، بہر حال علی الاطلاق زید کا قول صحیح نہیں ہے، اور بکر کے قول میں بھی مبالغہ ہے، اس کی خود مصنفِ ''بہشتی زیور'' بھی تاکید فرماتے ہیں کہ ان مسائل کو کسی عالم سے پڑھ لے، سو بعض مسائل میں تو یہ حکم استحبابی ہے اور بعض مسائل میں جس کو دیکھنے والا نہ سمجھتا ہو اور اس میں شبہ و اختلاف ہو، اس میں تعمیل اس حکم کی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

طحطاوی: فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے

سوال: (۱۵۱۶) اگر کوئی شخص حنفی طحطاوی شریف کا انکار کرے، اور یہ کہے کہ یہ کتاب بالکل غلط ہے، اور گاہ بہ گاہ اپنے مذہب سے انکار کرتا رہتا ہے وہ شخص شرعاً فاسق ہوگا یا نہیں؟

(۲۶۹۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: طحطاوی شریف فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب ہے درمختار کی شرح ہے، جیسا کہ شامی بھی درمختار کی شرح ہے، پس بلا تحقیق اس کے مسائل کا انکار کرنا جہل ہے، البتہ اگر بعد تحقیق کوئی مسئلہ اس کا مرجوح معلوم ہو اور صحیح نہ ہو تو یہ ممکن ہے اور یہ تحقیق عالم کا کام ہے، بہر حال مطلقاً اور بلا تحقیق انکار کردینا نہایت جہالت کی بات ہے اور فسق و معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ فقہ کی معتبر کتب سے بتلانا چاہیے

سوال: (۱۵۱۷) جب کہ احادیث سے مسئلہ نکال کر دکھلایا جائے، مخالف کہے کہ یہ اجتہادی مسائل کی کتابیں ہیں ان کا کیا ہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۷۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مسئلہ ہمیشہ کتب فقہ معتبرہ سے بتلانا چاہیے، یعنی کتب فقہ معتبرہ میں جس مسئلہ کو مفتی بہا لکھا ہے وہ بتلانا چاہیے، اور انکار اس کا جہل اور معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چہل حدیث پڑھنا اور سنانا

سوال: (۱۵۱۸) ''چہل حدیث'' کو اگر کوئی اردو خواں لفظ لفظ جس طرح سے کتاب میں لکھا ہے، کسی کو سناوے اور مجمع میں پڑھے جائز ہے کہ نہیں؟ (۹۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ''چہل حدیث'' کے پڑھنے میں اور سنانے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور اردو خواں بھی اگر اس کو پڑھے گا اور سناوے گا، اور عمل کرے گا، ثواب حاصل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جملہ اقوام نبیٔ آخر الزماں محمد ﷺ کی امت ہیں

سوال: (۱۵۱۹) ایک شخص کی زبانی معلوم ہوا کہ جملہ اقوام موجودہ روئے زمین پیغمبر آخر الزماں کی امت ہیں اور وہ سب کے نبی ہیں، اگر یہ صحیح ہے، تو ان لوگوں کو جو ہنود وغیرہ ہیں کافر کیوں کہا جاتا ہے؟ (۲۵۴۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قرآن شریف میں ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (سورۂ سبا، آیت: ۲۸) اس سے معلوم ہوا کہ آنخضرت ﷺ سب آدمیوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، بلکہ جنات کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں اور آپ سب کے نبی ہیں، لیکن جو ان میں سے آپ پر ایمان لایا اور اسلام کو قبول کیا وہ مؤمن مسلمان ہوا، اور جنتی ہوا، اور جس نے آپ کے دین کو قبول نہ کیا وہ کافر اور جہنمی ہوا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ امت دو قسم کی ہے: ایک: ''امتِ دعوت'' اس میں سب روئے زمین کے آدمی وغیرہ شامل ہیں یعنی آپ نے سب کو اسلام کی طرف بلایا ہے، دعوت کے معنی

بلانے کے ہیں (۱) دوسری: ''امتِ اجابت'' وہ وہ ہے کہ جس نے آپ کے دین کو قبول کیا اور ایمان لائی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تخلیقِ کائنات کا راز

سوال: (۱۵۲۰) خدائے تعالیٰ نے جو خلقت کو پیدا کیا اس میں کیا حکمت ہے؟
(۳۲/۲۳۲۱-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حکمت اس میں اظہار اپنی رحمت کاملہ کا ہے کہ جن کے ساتھ حق تعالیٰ ازلاً وابداً متصف ہے، نیز اظہارِ جود وکرم ورحم غیر متناہی ہے کہ جو بندوں کے ساتھ ہے۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: إنّ الله كتب كتابًا قبل أن يخلق الخلق: إنّ رحمتي سبقت غضبي، فهو مكتوب عنده فوق العرش. متّفق عليه (۲)

عشق مجازی کے کیا معنی ہیں؟

سوال: (۱۵۲۱) ''عشق مجازی'' کسے کہتے ہیں؟ (۱۴۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ''عشق مجازی'' دُنیا اور دُنیا کی چیزوں کے ساتھ محبت کرنا ہے یہ شرعاً منع ہے، محبت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چاہیے، اور جن چیزوں کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول نے محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے ان کے ساتھ محبت کی جائے، باقی تحقیق اس کی اس جگہ نہیں ہوسکتی۔ فقط

مکروہ کے معنی

سوال: (۱۵۲۲) جن باتوں کو علماء ''مکروہ'' فرماتے ہیں تو مکروہ کے کیا معنی ہیں؟ (۲۰۹۲/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) مگر اصطلاح میں امتِ دعوت ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کو اسلام کی دعوت دی جارہی ہے، مگر ہنوز انہوں نے دعوت قبول نہیں کی، صرف وہ امت دعوت ہیں، اور جنہوں نے دعوت قبول کرلی اور مسلمان ہوگئے وہ امتِ اجابہ (لبیک کہنے والی امت) ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) صحيح البخاري: ۲/۱۱۲۷، كتاب الرّدّ على الجهميّة وغيرهم التّوحيد— باب قول الله ﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيْدٌ . فِيْ لَوْحٍ مَحْفُوْظٍ﴾ إلخ. والصّحيح لمسلم: ۲/۳۵۶، كتاب التّوبة، باب سعة رحمة الله تعالىٰ، و إنّها تغلب غضبه.

الجواب: ''مکروہ'' کے یہ معنی ہیں کہ اس کا کرنا اچھا نہیں، اگر ہمیشہ ایسا کرتا رہے گا تو گنہ گار ہوگا، اور بعض کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے اس کا مرتکب گنہ گار ہے(۱) فقط واللہ اعلم

آنحضرت ﷺ کو علم لدنی تھا اور علم لدنی کے معنی

سوال: (۱۵۲۳) جناب رسول اللہ ﷺ کو ''علم لدنی'' تھا یا نہیں؟ اور ''علم لدنی'' کے لفظی معنی کیا ہیں؟ اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟ (۱۱۹۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ''علم لدنی'' یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے پاس سے کسی کو علم عطا فرماوے، اسباب ظاہری اور کسب و تعلم کو اس میں دخل نہ ہو، سو آنحضرت ﷺ کو ''علم لدنی'' بہ درجۂ اکمل واتم حاصل تھا اور بے پڑھے لکھے آپ کو علم اولین وآخرین عطا فرمایا گیا تھا۔ کما قال العارف رحمہ اللہ:

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست ❁ کتب خانۂ چند ملت بشست (۲)

اور یہ امر مسلم عندالکل ہے، زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، اور لغوی اور اصطلاحی معنی ''علم لدنی'' کے یہی ہیں جو اوپر لکھے گئے، اور دراصل یہ اصطلاح ماخوذ ہے آیت کریمہ سے جو دربارۂ خضر وارد ہے: ﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ آتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (سورۂ کہف، آیت: ٦٥) یعنی پھر پایا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہی یوشع بن نون نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو کہ دی ہم نے اس کو رحمت اپنے پاس سے، اور سکھایا ہم نے اس کو علم اپنے پاس سے، وہ بندہ خضر علیہ السلام تھے، سو ظاہر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بھی حق تعالیٰ نے یہ علم اور اس سے بہت زیادہ عطا فرمایا کہ اس کی کوئی حد نہیں جان سکتا، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَ قُلْ رَّبِّ

---

(۱) المكروه: ما هو راجح التّرك فإن كان إلى الحرام أقرب تكون " كراهة تحريمية "، و إن كان إلى الحلّ أقرب تكون "تنزيهيّة"، ومعنى القرب إلى الحرمة أنّه يستحقّ فاعله العتاب، و معنى القرب إلى الحلّ أنّه لا يستحقّ فاعله العتاب، بل يستحقّ تاركه أدنى الثّواب. (قواعد الفقه، ص:۵۰۳ الرّسالة الرّابعة: التّعريفات الفقهيّة)

(۲) ترجمہ: ایسے یتیم کہ پڑھے بغیر کتنے مذہبوں کے کتب خانے دھوڈالے۔ (یعنی آپ ﷺ نے کسی استاذ سے تعلیم حاصل نہیں کی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے وہ علم دیا جس نے پچھلے تمام مذہبی علوم منسوخ کردیئے) (بوستاں سعدیؒ، ص:۵، درنعت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات)

زِدْنِیْ عِلْمًا﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت: ۱۱۴) اور کہو: اے محمد! اے میرے رب! زیادہ فرما میرا علم۔ فقط

فاسق کس کو کہتے ہیں؟

سوال: (۱۵۲۴) شریعت میں فاسق کس کو کہتے ہیں؟ (۳۵/۷۔ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: مرتکب گناہ کبیرہ کا شرعاً فاسق ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

متقدمین اور متأخرین کی تعیین

سوال: (۱۵۲۵) متقدمین اور متاخرین سے کون کون لوگ مراد ہیں؟ (۱۲۵۷/۔ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: ردالمحتار میں طبقات فقہاء بیان فرمائے ہیں، وہ کل سات طبقے ہیں، جن میں مجتہدین اور مقلدین محض بھی شامل ہیں، پس ان دونوں طبقوں کو خارج کر کے پانچ طبقے باقی رہے، ان میں سے آخر طبقہ کی نسبت لکھا ہے: **والسّادسة طبقة المقلّدين القادرين على التّمييز بين الأقوىٰ والقويّ والضّعيف وظاهر المذهب والرّواية النّادرة كأصحاب المتون المعتبرة من المتأخّرين، مثل صاحب الكنز وصاحب المختار وصاحب الوقاية وصاحب المجمع وشأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة والرّوايات الضّعيفة** (۲) الغرض یہ طبقہ اور ان سے قبل کا طبقہ متأخرین کا ہے، اور طبقہ مجتہدین فی المسائل کا جن میں امام خصاف اور امام طحاوی اور ابو الحسن کرخی اور شمس الائمہ حلوانی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان کو شمار کیا ہے (۳) طبقہ مشائخ متقدمین کا ہے، باقی درمیان کے طبقات میں اضافی تقدم وتأخر ہے مثلاً

---

(۱) قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعلّ المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزّاني، وآكل الرّبا ونحو ذلك (ردّالمحتار: ۲/۲۵۵، كتاب الصّلاة — باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

(۲) ردّالمحتار: ۱/۱۶۲، مقدمة — مطلب في طبقات الفقهاء.

(۳) الثّالثة: طبقة المجتهدين في المسائل الّتي لا نصّ فيها عن صاحب المذهب، كالخصّاف، وأبي جعفر الطّحاوي، وأبي الحسن الكرخي، وشمس الأئمة الحلواني، وشمس الأئمة السّرخسي، وفخر الإسلام البزدوي، وفخر الدين قاضي خان، وأمثالهم =

جو فقہاء ہمارے اعتبار سے متقدمین ہیں وہ متقدمین کے اعتبار سے متأخرین ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سید کی تعریف

سوال: (۱۵۲۶) ''سید'' کی تعریف سے مطلع کریں۔ (۲۰۰۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ''سید'' وہ ہے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں ہوں، اگرچہ غریب ہونے کی وجہ سے اس کی رشتہ داری وغیرہ سادات میں نہ ہو، بایں ہمہ جو شخص قوم سے ''سید'' نہ ہو اور وہ اپنے آپ کو ''سید'' کہے وہ شخص گنہ گار ہے اور حدیث شریف میں ایسے شخص کے حق میں وعید شدید وارد ہوئی ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ابلیس فرشتہ نہیں بلکہ جن ہے

سوال: (۱۵۲۷) ابلیس از ملائکہ یا از جنات ہے؟ رد المحتار میں تو از ملائکہ معلوم ہوتا ہے۔ (۱/۱۷) (۱۱۸۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: راجح یہی ہے کہ ابلیس جن میں سے ہے۔ ﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۵۰) اس باب میں نص ہے، رد المحتار کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ترجیح دے رہے ہیں ملائکہ سے ہونے کو، بلکہ مطلب ان کا یہ ہے کہ بناءً علی أنه من الملائكة على ما قال البعض: يصدق أنّ الملائكة يصدر منهم الخطاء والزّلل (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

= فإنّهم لايقدرون على شيء من المخالفة لا في الأصول ولا في الفروع ، لكنّهم يستنبطون الأحكام في المسائل الّتي لا نصّ فيها على حسب الأصول والقواعد. (الشّامي: ۱/۱۶۵، مقدمة – مطلب في طبقات الفقهاء)

(۱) عن سعد رضي اللّٰه عنه قال : سمعتُ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يقول : من ادّعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنّه غير أبيه، فالجنّة عليه حرام الحديث (صحيح البخاري: ۲/۱۰۰۱، كتاب الفرائض – باب من ادّعى إلى غير أبيه)

(۲) وفي الشّامي : و إنّما عبّر بها (شعائر) هنا و فيما تقدّم بخصائص، لأنّ النّسيان من خصائص الإنسان، والخطأ والزّلل يكون منه ومن غيره حتّى من الملائكة، كما وقع لإبليس بناءً على أنّه منهم إلخ (الدّرّ والرّدّ: ۱/۹۶-۹۷، تقديم المؤلف – مطلب: أفضل صيغ الصّلاة)

اشیاء میں اصل اِباحت ہے

سوال: (۱۵۲۸) یہ جو مسئلہ مختلف فیما بین العلماء ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا حرمت یا توقف؟ یہ اختلاف قبل البعثت ہے یا بعد البعثت؟ یا قبل البعثت اور بعد البعثت دونوں؟ اس میں حق قول کون سا ہے؟ نیز اصل اشیاء میں اباحت ہے یا حرمت یا توقف؟

(۱۳۳۵/۱۱۳۹ھ)

الجواب: قبل البعثت احکام کی تکلیف ہی نہیں ہے، لہٰذا یہ اختلاف بعد البعثت ہی متصور ہوسکتا ہے، اور راجح عندالحنفیہ یہی ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، لیکن جس میں نص وارد ہوگئی، اس میں بہ موجب حکم شارع عمل ہوگا، اور جس میں شارع علیہ السلام نے سکوت فرمایا اس میں اباحت اصل ہے۔ شامی میں ہے: وصرّح في التّحرير بأن المختار أن الأصل الإباحة عندالجمهور من الحنفية والشّافعية .اهـ(۱) (شامی: ۱/۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو روحیں اب تک وجود میں نہیں آئیں وہ کہاں ہیں؟

سوال: (۱۵۲۹) جو ارواح اب تک وجود میں نہیں آئیں کہاں ہیں، برزخ میں یا اور جگہ؟

(۱۳۳۵/۳۳۹ھ)

الجواب: ان ارواح کے مقام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خانۂ کعبہ اور مساجد کو اللہ کا گھر کہنے کی وجہ

سوال: (۱۵۳۰) خانۂ کعبہ کو بیت اللہ شریف یعنی خدا کا گھر کس لحاظ سے کہتے ہیں؟

(۱۳۴۲/۱۱۹۳ھ)

الجواب: مسجدوں کو بھی اللہ کا گھر کہتے ہیں اور خانۂ کعبہ بھی اللہ کا گھر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی خاص رحمتوں کا وہاں نزول ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) حاشية ابن عابدين: ۱/ ۱۹۹، كتاب الطّهارة — مطلب: المختار أنّ الأصل في الأشياء الإباحة .

احکام شرعیہ کو قبول وانکار کرنے کے اعتبار سے مرد وزن میں کوئی فرق نہیں

سوال: (۱۵۳۱) زید مرد اور عورت میں فرق فطرۃً ظاہر کرتا ہے کہ مرد میں احکام شرعیہ کے قبول کرنے کا مادہ ہے، مثلاً مرد کو ضعیفی میں رعشۂ سر سامنے کی جانب ہوتا ہے، جس سے اقرار احکامِ خداوندی ظاہر ہوتا ہے، اور عورت کا رعشۂ سر چپ وراست کی (دائیں، بائیں) جانب ہوتا ہے جو علامتِ انکار ہے۔ عمر کہتا ہے کہ مرد اور عورت میں مطلقاً فرق نہیں جیسا کہ آیت: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ الآية﴾ (سورۂ دہر، آیت:۲) میں ہے؟ (۹۷۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: زید کا قول اور دلیل مثالی اس کی غلط ہے، عمر کا قول صحیح ہے: إنّما النّساء شقائق الرّجال وارد ہے(۱) جو احکام مردوں کے ہیں وہی عورتوں کے ہیں، البتہ عورتوں کے لیے جو بعض احکام مخصوص ہیں وہ شریعت میں مذکور ہیں، اور نقصانِ دین اور نقصانِ عقل عورتوں کا بھی نصوص میں وارد ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دیو اور پری کا وجود نصوص سے ثابت ہے

سوال: (۱۵۳۲) دیو اور پریاں ہیں یا نہیں؟ میں انکار کرتا ہوں۔ (۲۷۸/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: سئل النبيّ صلّى الله عليه وسلّم عن الرجل يجد البلَلَ ولايذكر احتلامًا، قال: يغتسل ....فقالت أمّ سليم: المرأة ترى ذلك، أعليها غسل؟ قال: نعم! إنّما النّساء الحديث (سنن أبي داوٗد، ص:۳۱، كتاب الطّهارة – باب في الرّجل يجد البلّة في مَنَامِهِ)

(۲) عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أنّه قال: يا معشر النّساءِ ! تَصَدَّقْنَ و أَكْثِرْنَ الاستغفار، فإنّي رأيتكنَّ أكثر أهل النّار، فقالت امرأة منهنّ جَزْلَة: و ما لنا يا رسول الله ! أكثر أهل النّار؟ قال: تُكْثِرْنَ اللّعنَ و تَكْفُرْنَ العشيرَ، ما رأيتُ من ناقصاتِ عَقْلٍ و دينٍ أغلَبَ لِذِيْ لُبِّ منكنّ ، قالت : يا رسول الله! و ما نقصان العقل والدّين؟ قال : أمّا نقصان العقل ، فشهادة امرأتين تَعْدِلُ شَهادةَ رجلٍ ، فهذا نقصان العقل، و تَمْكُثُ اللّيالي ما تُصَلِّي وتُفْطِر في رمَضان؛ فهذا نقصان الدّين. (الصّحيح لمسلم: ۱/۶۰، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان)

الجواب: دیو اور پری جنات ہیں، اور جنات کا وجود نصوص سے ثابت ہے(۱) اس کا انکار نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پہلے، دوسرے اور تیسرے کلمے کی حقیقت

سوال: (۱۵۳۳) مثلاً اوّل کلمۂ طیبہ، دوسرا کلمۂ شہادت، تیسرا کلمۂ تمجید الخ ان کا رواج کب سے ہوا؟ اور ان کو کہاں سے استنباط کیا؟ (۱۶۰۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: احادیث میں یہ کلمات اور ان کا ثواب وارد ہوا ہے، چونکہ مضمونِ توحید وایمان و اسلام ان میں ہے، اس وجہ سے علماء نے ان کا نام کلمات رکھا، اول دوم وغیرہ یہ احادیث میں وارد نہیں ہے، یہ محض یاد کرنے کرانے کے لیے اور تعداد بتلانے کے لیے مقرر کرایا گیا ہے، اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے، اصل کلمات یاد ہونے چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ کے بجائے ''ناظم جہاں'' لکھنا

سوال: (۱۵۳۴) ایک شخص بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اپنی ہر تحریر کے شروع میں نام ''ناظم جہاں'' تحریر کرتا ہے اور اپنی جماعت کے ہر متنفس کو یہی طریقہ سکھلا کر سب سے اس کا عمل درآمد کرا رہا ہے کیا حکم ہے؟ (۱۵۳۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسی عادت کر لینا طریقِ سنت کے خلاف ہے، اگرچہ تحریر میں لانا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ہر یک خط میں ضروری نہیں ہے، زبان سے کہہ لینا ابتدائے کام میں بھی کافی ہے، لیکن اگر تحریر کرے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پوری ہی تحریر کرے کیونکہ ان متبرک الفاظ کو چھوڑ کر دوسرے الفاظ اپنی طرف سے اختراع کرنا اچھا نہیں ہے۔ باقی إنّما الأعمال بالنّيّات و لكلّ امرئ

---

(۱)﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا الآية﴾ (سورۂ انعام، آیت:۱۱۲) ﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ (سورۂ نمل، آیت:۱۷) ﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْآ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا﴾ (سورۂ جن، آیت:۱) وقال تعالیٰ: ﴿الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ (سورۂ ناس، آیت:۵-۶)

ما نوی (بخاری: ۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عالم ہوکر عمل نہ کرنا

سوال: (۱۵۳۵) اگر علم حاصل کر کے عمل نہ کریں تو ان کے واسطے کیا وعید آئی ہے؟
(۳۲۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عالم ہوکر عمل نہ کرنا موجب سخت وعید کا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علمائے سوء سے عام مسلمان بہتر ہیں

سوال: (۱۵۳۶) ایک جلسہ میں ایک شخص نے یہ کہا کہ بعض عوام بعض عالم سے بہتر ہیں، یہ کہنا کیسا ہے؟ (۱۵۷۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حدیث شریف ہے: شرّ الشّرّ شرار العلماء (الحدیث) (۲) کہ جو عالم برے ہیں وہ تمام بدوں سے بد ہیں، پس جزیہ اس شخص قائل کا صادق رہا، جب کہ بعض علماء جو علمائے سوء کہلاتے ہیں سب سے بدتر ہوئے، تو عوام ان سے بہتر ہوئی (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اظہارِ حق سے چشم پوشی کرنا

سوال: (۱۵۳۷) اظہار حق سے چشم پوشی کرنا اور مسئلہ پوچھنے پر باوجود علم اور قدرت کے حق

---

(۱) عن أبي الدّرداء رضي اللّٰه عنه قال : إن من أشرّ النّاس عند اللّٰه منزلة يوم القيامة عالم لا ينتفع بعلمه ، رواه الدّارمي (مشكاة المصابيح، ص: ۳۷، كتاب العلم ، الفصل الثّالث)

(۲) عن الأحوص بن الحكيم عن أبيه رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال : سأل رجل النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم عن الشّرّ، فقال: لا تسئلوني عن الشّرّ و سَلُوني عن الخير، يقولها ثلا ثًا ثمّ قال: إن شرّ الشّرّ الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۳۷، كتاب العلم – الفصل الثّالث)

(۳) مگر لوگ ایک غلطی کرتے ہیں، بعض عوام سے 'صالح' فرد مراد لیتے ہیں، اور بعض عالم سے 'طالح' (بد) پھر موازنہ کرتے ہیں یہ صحیح نہیں، جب عوام میں سے صالح فرد لیا ہے تو علماء میں سے بھی صالح فرد کو لینا چاہیے، اور اگر علماء میں سے برے کو لیا ہے تو عوام میں سے بھی برے کو لینا چاہیے، پھر موازنہ کرنا چاہیے تو اس جملہ کی خطا ظاہر ہوگی۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

نہ بیان کرنا کیسا ہے؟ (۱۱۶۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من سئل عن علم علمه، ثم كتمه، ألجم يوم القيامة بلجام من النّار** (۱) پس باوجود علم اور قدرت علی الجواب اور بلا عذر قوی کے نہ بتلاوے گا، تو اس وعید کا مستوجب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مہتمم کے منع کرنے کے باوجود طلبہ سے خدمت لینا

سوال: (۱۵۳۸) استاذ اگر ملازم مدرسہ ہے تو شاگردوں سے خدمت لینے کے لیے مہتمم کی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ (۱۹۳۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مہتمم سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۵۳۹) اگر مہتمم مدرسہ منع کرے تب بھی استاد کو طلبہ سے کام لینا، خدمت کرانا درست ہے یا نہیں؟ (۶۹۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: طلبہ کو استاد کی خدمت کرنا درست ہے، مہتمم مدرسہ کے منع کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

درس کے دوران دوسرا کام کرنا

سوال: (۱۵۴۰)...... (الف) مکتب قرآنی میں مدرس ہاتھ سے کچھ کام کرسکتا ہے یا نہیں؟

(ب) جس وقت قرآن شریف کے علاوہ اور کتابیں پڑھائی جاتی ہوں، اس وقت بھی جائز ہے کہ نہیں؟

(ج) لڑکے از خود کتاب پڑھ رہے ہیں مدرس بیٹھا ہے صرف نگرانی کے لیے، اس وقت قرآن

---

(۱) مشكاة المصابيح، ص: ۳۴، كتاب العلم – الفصل الثّاني .

(۲) لیکن بعض خدمت سے جو مظنۂ تہمت ہو مہتمم منع کرسکتا ہے، کیوں کہ بچوں کی تربیت مہتمم کے ذمہ ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

شریف پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں؟ (۲۰۵۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) جس کام سے استماعِ قرآن شریف میں فرق آئے، اور توجہ سے قرآن شریف نہ سنا جائے درست نہیں۔

(ب) پڑھانے والے کو یہ کام کرنا موجب عدم تکمیل تعلیم ہے ایسا مناسب نہیں۔

(ج) پڑھ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صاحبینؒ کے قول پر عمل کرنا یا فتویٰ دینا

سوال: (۱۵۴۱) اگر کسی مسئلہ میں ائمۂ احناف یعنی امام ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ کا اختلاف ہے تو اس صورت میں صاحبین کے قول پر عمل کرنا خروج از مذہب حنفیہ ہوگا یا نہیں؟ اور مفتی حنفی سے اگر کوئی عوام حنفیہ میں سے استفتاء کرے تو اس کو یہ جائز ہے کہ نہیں کہ امام صاحب کی روایت کے ہوتے ہوئے صاحبین کی روایت پر فتوٰی دے، اگر کوئی شخص خود یا دوسروں کو امام صاحب کے خلاف روایت پر جو امام ابو یوسف یا امام محمد سے ہے عمل کرے یا فتوٰی دے تو اس پر عند الشرع کسی قسم کی ملامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال في الدّرّالمختار: وأمّا نحن فعلينا اتباع ما رجّحوه وما صحّحوه كما لو أفتوا في حياتهم (۱) پس ہم لوگوں کو اس قول پر عمل کرنا لازم ہے جس کو فقہاء مرجّحين و محققين نے راجح و مفتی بہ قرار دیا ہے، خواہ وہ قول امام صاحب کا ہو یا قول صاحبین کا، اور ترجیح دینا امام صاحب یا صاحبین کے قول میں ہمارا کام نہیں ہے، باقی تفصیل شامی وغیرہ میں ہے (۲)

سوال: (۱۵۴۲) زید کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ابو یوسفؒ کی روایت کے موافق شطرنج تشحیذِ اذھان (ذہن کو تیز کرنے) کے لیے، اور ابو یوسفؒ کی روایت کو اپنا مستدل بناوے تو اس پر عند الشرع کوئی حرج نہیں ہے، بہ شرطیکہ وہ ان شرائط کو ملحوظ رکھے، جو امام موصوف نے لگائی ہیں۔ (۲۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: بہ قاعدہ مذکورۂ جواب اوّل اس مسئلہ میں بھی ہم کو مفتی بہ قول اور مصحح کو لینا چاہیے،

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱/۱۶۶، مقدمة — مطلب في طبقات الفقهاء.

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیں: ردّالمحتار: ۱/۱۵۷-۱۵۸، مقدمة — مطلب: إذا تعارض التّصحيح.

سووہ حرمت لعب بالشّطرنج ہے۔ وکره تحريما اللّعب بالنّرد وكذا الشّطرنج (۱) (درّمختار) وفي الشّامي: فهوحرام وكبيرة عندنا، وفي إباحته إعانة الشّيطان على الإسلام و المسلمين كما في الكافي: قهستاني (۱) اور نیز شامی میں روایت امام ابو یوسفؒ کے متعلق مذکور ہے: قوله: (في رواية إلخ) قال الشّرنبلالي في شرحه: وأنت خبير بأن المذهب منع اللّعب به كغيره إلخ (۱) پس اس سے تصریح ہوگئی کہ روایت امام ابو یوسف ماخوذ بہ ومفتی بہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۵۴۳) زید کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص گوبر گائے وبیل وغیرہ کو استعمال میں لائے خواہ جلائے خواہ گوبری پھیرے اور امام محمدؒ کی روایت کو اپنا مستدل بنائے تو اس پر عندالشرع کچھ مواخذہ نہیں: وطهرهما محمّد آخرًا للبلوىٰ، وبه قال مالك (۲) (درّمختار) بکر کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص شطرنج کھیلے، گو امام ابو یوسفؒ کے قول کو مستدل بناوے تاہم وہ عندالشرع فاسق ہوگا، شہادت اس کی عندالشریعت مقبول نہ ہوگی، وعلیٰ ہذا القیاس اگر کوئی شخص گوبر کا استعمال کرے وہ بھی فاسق ہے، اگر امام محمد کی روایت کو اپنا مستدل بناتا ہو، اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ صاحبین رحمہما اللہ کی روایات پر عمل کرنے سے کسی قسم کی عندالشریعت ملامت نہیں ہے؟ (۲۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس میں زید کے قول کی صحت کی یہی وجہ ہوسکتی ہے کیوں کہ امام محمد کی روایت کی یہی تصحیح کی گئی ہے، اور اس میں ضرورت ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ احتیاط اس کے ترک میں ہے۔ فقط

مدرس کا طلبہ سے ہدیہ لینا

سوال: (۱۵۴۴) جو مدرس کہ اسلامیہ مدرسہ میں ملازم ہے، اور طلباء اس کو کوئی شئے ہدیہ دیں تو یہ لینا درست ہے کہ نہیں؟ مجھ کو تو اس کی وہی صورت معلوم ہوتی ہے کہ جیسے حکام کو دعوت وغیرہ کھانا منع ہے۔ (۴۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مدرس مدرسہ اسلامیہ حاکم نہیں ہے جو اس کو مثل حکام کے سمجھا جاوے۔ فقط

---

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۴۸۱/۹، كتاب الحظر والإباحة — فصل في البيع .
(۲) الدّرّالمختارمع الردّ: ۴۵۶/۱، كتاب الطّهارة—مبحث في بول الفارة وبعرها وبول الهرّة.

حنفی مذہب کا انتساب امام ابوحنیفہ کی طرف کیوں کیا جاتا ہے؟

سوال: (۱۵۴۵) ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ چونکہ حضرت امام جعفر صادق صاحبؒ سے صحبت یافتہ یا شاگرد تھے، پس کس وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب کہلایا جاتا ہے؟ اور امام جعفر صادق کا مذہب نہیں کہا جاتا، حالانکہ نسب وعمر میں امام جعفر صادق صاحبؒ زائد تھے۔
(۹۵/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ امر کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اور ایسا کیوں نہ ہوا؟ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (۱) امام صاحب کے اور بھی بہت سے استاذ تھے، مگر مذہب کا انتساب ان کی طرف نہیں ہے، کیوں کہ تاسیسِ قواعد واصول وفروع اور اجتہاد میں یہ درجہ ان کا نہ تھا۔ فقط

غیر عالم مسئلہ بتا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۵۴۶) جاہل نے کوئی مسئلہ عالم یا غیر عالم سے سنا لیکن اس کو یہ معلوم نہیں کہ صحیح ہے یا غلط، تو اس کو کسی دوسرے شخص سے یہ مسئلہ بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۰۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جاہل کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ مسئلہ کسی عالم حقانی سے دریافت کرے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲) وقال عليه الصّلاة والسّلام: إنّما شفاء العِي السّؤال (۳) پس اگر وہ اس مسئلہ کی پوری تحقیق کر کے اور سمجھ کر دوسروں سے بیان کردے تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی کو دھوکا دے کر فتویٰ طلب کرنا

سوال: (۱۵۴۷) جھوٹے سوال بنا کر علماء کو دھوکا دے کر فتوی لکھوانا اور اس کو کسی بے خطاء کی طرف

---

(۱) سورۂ مائدہ، آیت: ۵۴، سورۂ جمعہ، آیت: ۴، سورۂ حدید، آیت: ۲۱۔

(۲) سورۂ نحل، آیت: ۴۳۔ سورۂ انبیاء، آیت: ۷۔

(۳) عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: .... فإنّما شفاء العيّ الحديث (سنن أبي داوٗد، ص: ۴۹، كتاب الطّهارة – باب المجدور يتيمّم)

منسوب کر کے اس کو رسوا کرنا کیسا ہے؟ (٢٢٩٨/٣٢-١٣٣٣ھ)

الجواب: ایسا کرنا سخت معصیت ہے، اور مرتکب ایسے افعال کا فاسق ومفتری اور کذاب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ناواقفوں کو ضروری مسائل بتانا

سوال: (١٥٤٨) جو شخص مسائل سے واقف ہو اس کو مسائل ارکان نماز وغیرہ کے ناواقفوں کو بتلانا لازمی ہے یا نہیں؟ اگر وہ نہ بتلائے اور چپ رہے تو گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ (٢٠٩٢/١٣٤٣ھ)

الجواب: اس پر مسائل ضروریہ کا بتلانا ضروری ہے، اگر خاموش رہے گا تو گنہ گار ہوگا مگر جب کہ یہ گمان ہو کہ اس شخص مامور کو کچھ اثر نہ ہوگا اور عمل نہ کرے گا، یا الٹا لڑنے پر آمادہ ہوگا تو اس حالت میں خاموشی میں گنہ گار نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حنفی مقلد کو حنفی عالم سے مسئلہ دریافت کرنا چاہیے

سوال: (١٥٤٩) اگر زید کو کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کی ضرورت ہو تو ہر مقلد سے دریافت کر سکتا ہے، اور اس پر عمل کر سکتا ہے یا صرف اپنے مذہب کے مقلد حنفی سے دریافت کرے، مثلاً حنفی، شافعی، غیر مقلد وغیرہ سے دریافت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (٨٥٠/١٣٣٥ھ)

الجواب: مولوی حنفی سے موافق مذہب حنفیہ مسئلہ دریافت کرنا چاہیے، یہ درست نہیں ہے کہ حنفی ہو کر کسی مسئلہ کو اپنی ضرورت اور غرض کی وجہ سے شافعی المذہب سے دریافت کر کے اس پر عمل کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسائل سے ناواقف شخص مفتی نہیں ہو سکتا

سوال: (١٥٥٠) جو شخص اوباش ہو اور اوباشوں کا ہم نشیں ہو، اور مُنیَہ اور قدوری بھی نہ جانتا ہو، ایسا آدمی اگر مفتی بنتا پھرے تو کس حکم کا مصداق ہے؟ (١٥٩١/١٣٣٣ھ)

الجواب: جو شخص درجہ افتاء کا نہ رکھتا ہو اور مسائل سے واقف نہ ہو، وہ اگر مفتی بنے گا تو بہ وجہ

جہل کے خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو گمراہ کرے گا اور مصداق فَضَلُّوْا وَ أَضَلُّوا کا ہوگا(۱) فقط

غلط مسئلہ بتانے والے کو کس قدر گناہ ہوتا ہے؟

سوال: (۱۵۵۱) غلط مسئلہ بیان کرنے والے کو کس قدر گناہ ہوتا ہے؟ (۱۱۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: غلط مسئلہ بتلانے والے کو آنحضرت ﷺ نے ضال ومضل فرمایا ہے۔ فضلّوا و أضلوا الحدیث(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بچوں کو مشن اسکولوں میں پڑھانا اور رکھنا

سوال: (۱۵۵۲) ایسے مشن اسکولوں میں بچوں کو پڑھانا کہ جن میں دوسری تعلیم کے ساتھ عیسوی مذہب کی تعلیم اور تلقین بھی دی جاتی ہے اور ضروری ہے، اور وہاں کے ''بورڈنگ ہولوں'' میں لڑکوں کو رکھنا کہ جن میں نماز وغیرہ ارکان مذہب اسلام کے ادا کرنے کا اہتمام نہ ہو، اذان و جماعت کی صراحۃً ممانعت ہوتی ہے، ایسے اسکولوں میں مسلمان بچوں کا پڑھانا اور رکھنا جائز ہے یا نہیں؟
(۶۷۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسلمانوں کے بچوں کو ایسے مشن اسکولوں اور ''بورڈنگ ہولوں'' میں تعلیم دلوانا اور رکھنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۵۵۳) مسلمان بچوں کو کالجوں، اسکولوں یا گھروں میں مشنری صاحبان یا مشنری کی بیویوں کے ذریعہ سے جو تعلیم وتربیت ملتی ہے مذہبًا جائز ہے یا نہیں؟ آیا اس کا مخفی اثر مسلمان بچوں پر ایسا پڑتا ہے جو اسلامی سوسائٹی کو کمزور کرتا ہے یا ایسا نہیں؟ (۱۰۵۶/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنه قال : سمعت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول : إنّ اللّٰه لا يقبض العلم انتزاعًا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتّى إذا لم يبق عالم اتّخذ النّاس رء وسًا جهالا ، فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بغيرعلم ، فَضَلّوا و أَضَلّوا (صحيح البخاري: ۱/۲۰، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم و كتب عمربن عبدالعزيز إلخ)

الجواب: جب کہ وارد ہے: **الرّجل علی دین خلیله** (۱) اور صحبت کے آثار مروی ہیں (۲) اور وہ بھی استاذ و معلم کی صحبت و تربیت کے آثار؛ تو پھر کیسے جائز ہوسکتا ہے غیر مذہب والوں سے ناواقف اطفال کو تعلیم دلائی جاوے؟! اس سے لازمی نتیجہ یہ ہونے والا محسوس و مشاہد ہے کہ وہ اطفال خوگر اسی تربیت اور آثار کے ہوں گے اور عقائد اسلامیہ میں فتور و قصور آوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انگریزی تعلیم ترک کرنے کا فتویٰ

سوال: (۱۵۵۴) جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ کی رو سے کالجوں کی تعلیم موالاتِ نصاریٰ میں شامل کر کے طلباء کو تعلیم انگریزی ترک کرنے کی ترغیب فرمائی تھی، اس پر چند طلباء نے تعلیم کو خیر باد کہا، پانچ چھ مہینہ کے بعد رجحان کم ہوتا گیا۔ تعلیم چھوڑنے والوں میں سے ایک کم ہمت میں بھی ہوں، اگر ان میں سے ایسے طلباء جن کی تعلیم ادھوری چھوٹ گئی ہو، یہ سمجھتے ہوں کہ مزید تعلیم انگریزی سے ان کے خیالات پر کسی قسم کی تبدیلی و تخریب کا احتمال نہیں، تکمیلِ تعلیم کے لیے پھر انگریزی کالجوں میں داخل ہوجائیں تو حالات حاضرہ پر غور کرتے ہوئے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ (۴۱۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: بندہ اس کو پسند نہیں کرتا، اور وہ فتویٰ شرعی جو ممانعت کا تھا اب بھی بحالہٖ ہے، گو کسی وجہ سے اس پر عمل کم ہوگیا ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النّبي صلّى الله عليه وسلّم قال: الرّجل على دين خليله فلينظر أحدكم مَن يخالل (سنن أبي داوٗد، ص:۶۶۴، كتاب الأدب ــ باب من يؤمر أن يجالس)

(۲) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: .... ومثل جليس الصّالح كمثل صاحب المِسك إن لم يصبك منه شيء أصابك من ريحه، ومثل جليس السّوء كمثل صاحب الكير، إن لم يصبك من سَواده أصابك من دُخانه .

وعن أبي سعيد رضي الله عنه عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: لا تصاحب إلا مؤمنًا، ولا يأكل طعامك إلا تقيٌّ (سنن أبي داوٗد، ص:۶۶۴، كتاب الأدب ــ باب من يؤمر أن يجالس)

(۳) یہ فتویٰ اس زمانہ کا ہے جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی، اور جنگ آزادی چل رہی تھی، اس وقت اہلِ وطن کو ترکِ موالات کی ترغیب دی گئی تھی۔ ۱۲

شرعی استاذ کون ہوتا ہے؟

سوال: (۱۵۵۵) شرعی استاد کون سا علم پڑھانے اور کس قدر پڑھانے سے ہوسکتا ہے؟ کیا نماز پڑھانے سے بھی استاد ہوسکتا ہے؟ اور کتنے دن پڑھانے سے؟ (۷۰/۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: علم دین پڑھانے سے ہوتا ہے اگر چہ تھوڑا ہی علم حاصل کیا ہے، اور زمانہ وایام کی تعداد کچھ نہیں ہے، اور نماز پڑھانے سے استاذ نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۵۵۶) کس قدر قرآن شریف پڑھنے سے مابین معلم ومتعلم کے علاقۂ استاذی و تلمیذی کا تحقق ہوتا ہے؟ (۲۶۰۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: تھوڑا بہت جس قدر بھی علم کوئی کسی سے پڑھے اس سے علاقۂ تلمیذیت واستاذیت قائم ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بالغ مرد عورتوں اور نابالغ لڑکیوں کو تعلیم دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۵۵۷) بالغ شخص جوان عورت یا نابالغ لڑکیوں کو قرآن شریف کی تعلیم دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۲۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: خوف فتنہ کے وقت ناجائز ہے اور اگر خوف فتنہ کا نہ ہو تو درست ہے۔ فقط

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری کی تنخواہ کا مسئلہ

سوال: (۱۵۵۸) گزشتہ چند سالوں سے مولانا خلیل احمد صاحب کو دماغی شکایت تھی، مگر امسال دماغی دورہ سخت پڑا، جس کی وجہ سے دماغ پڑھانے کے قابل نہ رہا، اس لیے مولانا صاحب نے یہ ارادہ کیا کہ تعلیم چھوڑ دوں اور چونکہ تنخواہ مد تعلیم کی ملتی ہے اس لیے وہ بھی نہ لوں، اور ایسی حالت میں سہارنپور کا قیام چونکہ دشوار ہے، اس لیے اپنے وطن چلا جاؤں، ایسی صورت میں مولانا کا مدرسہ سے چلا جانا مدرسہ کے لیے نہایت نقصان کا باعث ہے یہ تجویز کی کہ حضرت مولانا بہ طور ناظم اسی تنخواہ پر جو تعلیم سے ملتی تھی قرار دیئے جائیں اور تعلیم کا کام بالکل نہ کریں اور قواعد کی پابندی بھی نہ

رہے، البتہ مدرسہ کی نگرانی اور وسائلِ ترقیٔ مدرسہ کی فکر کرتے رہیں گے، یہ صورت شرعاً جائز ہے یانہیں؟ (۱۹۰۱/ ۱۳۴۷ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ مولانا کا وجود باخیر مدرسہ کے لیے ہرطرح ضروری وموجب بقاء وارتقاء ہے، پس ارکانِ حل وعقد حضرت مولانا موصوف کو بہ طور ناظم اسی تنخواہ سابق پر رکھ سکتے ہیں اور یہ امر بلاریب جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

طالب علم کو مدرسہ سے نکال دینا

سوال: (۱۵۵۹) طالب علم کو کسی صورت میں مدرسہ سے نکال دینا اور نہ پڑھانا جائز ہے یانہیں؟ (۲۷/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: حسبِ مصالح وضروریات ایسا کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

استاذ طلبہ کو مار سکتا ہے یانہیں؟

سوال: (۱۵۶۰) استاد طلبہ کو مار سکتا ہے یانہیں؛ لڑکی ہو یا لڑکا؟ (۵۴۷/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: شامی میں ہے: **وذكر الحاكم لايضرب امرأته على ترك الصّلاة و يضرب ابنه، و كذا المعلّم إذا أدّب الصّبي فمات منه يضمن إلخ** (۱) حاصل یہ ہے کہ استاذ شاگرد کو بہ غرض تادیب کسی قدر مار سکتا ہے، مگر زیادہ نہ مارے جس سے ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے۔ فقط

استاذ کے لیے بچوں سے خدمت لینا درست ہے

سوال: (۱۵۶۱) استاد کو لڑکوں سے مثلاً پانی منگانا اور جگہ صاف کرانا وغیرہ خدمات لینا درست ہے یانہیں؟ (۱۱۱۱/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پانی کا منگوانا اور جگہ کا صاف کروانا وغیرہ لڑکوں سے یہ کام لینا درست ہے، اور اس قسم کی خدمات لینا استاد کے لیے مباح ہیں، اس میں وہم کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ فقط

---

(۱) ردّالمحتار: ۶/ ۹۷، كتاب الحدود – مطلب في تعزير المتّهم.

سوال: (۱۵۶۲) استاذ کے لیے بچوں سے خدمت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۱۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جائز ہے: ردّالمحتار: ص: ۴۶۳، کتاب الوصایا: و في فوائد صاحب المحیط: له إعارة الولد، إذا کان لخدمة الأستاذ إلخ (۱) ص:۴۵۵، إذ لهم استعماله بلا عوض للتّهذیب والرّیاضة فبالعوض أولی (۲) للأب إعارة طفله اتّفاقا (۱) (درمختار) اس قسم کی روایات سے یہ واضح ہے کہ لڑکے کو استاذ کی خدمت کے لیے اس کے سپرد کرسکتے ہیں اور وہ ہر قسم کی خدمت معروفہ لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

استعفیٰ دینے کی وجہ سے ملازم کی تنخواہ کا کچھ حصہ روک لینا

سوال: (۱۵۶۳) کمیٹی نے بکر کو ملازم رکھا، چند یوم کے بعد بکر کی کارگذاری دیکھ کر بکر کی ترقی کی، مگر کسی مصلحت کی وجہ سے یہ بات طے ہوگئی کہ بکر کو جو ترقی دی گئی ہے وہ روپیہ جمع ہوتا رہے، سال تمام پر بکر کو وہ روپیہ یک مشت دے دیا جاوے، لیکن اس قسم کا کوئی ذکر و تذکرہ نہیں ہوا تھا، کہ اگر زید درمیان سال ملازمت سے مستعفی ہوجاوے تو ترقی کا روپیہ ضبط کرلیا جاوے گا، إلٰی غیر ذٰلك، چنانچہ بکر نے کسی وجہ سے چار ماہ ملازمت کرکے استعفیٰ دے دیا، لہٰذا کمیٹی نے چار روپیہ ترقی کے ضبط کرلیے، جائز ہے یا نہیں؟ (۵۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بکر نے جب تک کار ملازمت کیا اس وقت تک اس کو ترقی کا روپیہ ملنا چاہیے، کمیٹی کو یہ جائز نہیں کہ اس میں سے کچھ رقم کو ضبط کرے، یہ بدعہدی اور خیانت ہے، اور کمیٹی اس فعل سے عنداللہ ماخوذ اور حق العباد کے روکنے کی وجہ سے ظالم وخائن ہوگی، ضبط کرنا چار روپیہ کا کمیٹی کی ناانصافی وظلم صریح ہے، بکر کے استعفیٰ کی وجہ سے یا درمیان سال کے مطالبہ اپنی ترقی کی رقم کے کرنے کی وجہ سے اس کی ترقی زمانہ کارکردگی کا روکنا سخت ظلم اور معصیت ہے، احادیث میں ایسے لوگوں کے لیے سخت وعیدیں وارد ہیں (۳) لازم ہے کہ فوراً بکر کی ترقی کا روپیہ تا زمانۂ ملازمت ادا

---

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۱۰/ ۳۶۷، أواخر کتاب الوصایا .

(۲) الشّامي: ۱۰/۳۵۲، کتاب الوصایا — باب الوصي .

(۳) عن أبي هریرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: من کانت له مظلمة لأخیه من عرضه أوشيء، فلیتحلّله منه الیوم قبل أن لایکون دینار ولادرهم =

کردیا جائے اور کمیٹی اس بار سے سبکدوش ہو، وہ کیوں اپنے ذمہ وبال آخرت لیتی ہے؟ فقط

بلا وجہ دورانِ سال مدرسہ نہ چھوڑنے کی شرط لگانا

سوال: (۱۵۶۴) اگر کوئی مہتمم مدرسہ اسلامی جو تعلیمی امور سے ناواقف ہو، طلبہ سے داخلہ کے وقت شرط مندرجۂ ذیل پر دستخط کرائے کہ ''اگر ہم بلا وجہ آپ کے مدرسہ کو اثنائے سال میں چھوڑیں تو خدا تعالیٰ ہماری تعلیم میں برکت نہ لائے، اور جو کچھ پڑھا لکھا ہے وہ سب سلب کرے'' مہتمم کو طلبہ سے یہ شرط لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا طلبہ پر اس شرط کا ایفاء لازم ہے، اگر چہ وہاں کی تعلیمی حالت ناگفتہ بہ ہو، اگر طلبہ حصول علم کی غرض سے اس مدرسہ کو چھوڑ کر چلے جائیں تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۸/۷/۳۱ھ)

الجواب: مہتمم مدرسہ موصوفہ جس عبارت پر دستخط کراتا ہے، اس میں خود یہ شرط تحریر ہے کہ ''اگر ہم بلا وجہ الخ'' پس اس میں دونوں طرف گنجائش نکل آئی، کیونکہ جب تعلیمی حالت وہاں کی ناقص ہونے کی وجہ سے طلبہ اس مدرسہ کو چھوڑیں گے تو وہ بلا وجہ چھوڑنا نہ ہوا، اور ایسی حالت میں طلبہ پر ایفاء لازم نہ ہوا، اور بلا وجہ چھوڑنا کسی مدرسہ کو طلبہ کو بھی نہ چاہیے کہ اس میں اساتذہ کو ایذا ہوگی اور علم میں بے برکتی ہوگی، لہٰذا مہتمم اگر ایسا لکھوائے تو کیا حرج ہے کہ بدون لکھوائے طلبہ کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت ابوسعید خدریؓ کا امیر وقت کو نماز عید سے پہلے خطبہ سے روکنا

سوال: (۱۵۶۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا امیر وقت کا ہاتھ پکڑ لینا جب کہ اس نے قبل نماز عید خطبہ کا ارادہ کیا یہ واقعہ کس کتاب اور کس مقام پر ملے گا؟ (۱۳۳۸/۱۰۹۵ھ)

الجواب: یہ قصہ بخاری شریف: ۱/۱۳۱، باب الخروج إلی المصلّٰی میں ہے(۱) فقط

= إن کان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته و إن لم یکن له حسنات أخذ من سیئات صاحبه فحمل علیه رواه البخاري (مشکاة، ص:۴۳۵، کتاب الآداب، باب الظلم، الفصل:۱)

(۱) عن أبي سعید الخدري رضي الله عنه قال: کان النبيّ صلّی الله علیه وسلّم یخرج یوم الفطر .... فقال أبوسعید: فلم یزل النّاس علی ذلك حتّی خرجت مع مروان =

مفتی کا اپنے آپ کو مجدد ثانی، مصباح الاولیاء وغیرہ لکھنا

سوال: (۱۵۶۶) ایک مولوی صاحب جو فتویٰ دینے پر حسب ذیل عبارت تحریر کرتے ہیں، ان کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟ کتبہ حکیم محمد ابراہیم خان، مفتی حنفی مجددی، مجدد ثانی، نقشبندی مصباح الاولیاء۔ (۱۵۷۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس عبارت میں اتنا ہی سقم ہے کہ اپنے کو مجدد ثانی اور مصباح الاولیاء وغیرہ الفاظ تزکیہ کے لکھنا اچھا نہیں ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: ﴿وَلَا تُزَكُّوْآ أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ (سورۂ نجم، آیت: ۳۲) ترجمہ: اور نہ پاک بیانی کرو تم نفوس اپنے کو، اللہ خوب جانتا ہے اس کو جو متقی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وعظ کی انجمن میں چندہ دینا اور شرکت کرنا

سوال: (۱۵۶۷) اس زمانہ میں ایک طریقہ وعظ کا یہ نکالا گیا ہے کہ چند تاریخیں معین کرکے متعدد علماء کو بلایا جاتا ہے، فرش وفروش شامیانہ کا نہایت ہی اہتمام کیا جاتا ہے، روشنی میں مبالغہ کیا جاتا ہے، اور گیس وبتی وغیرہ جلایا جاتا ہے، اس مجلس کا نام انجمن رکھا ہے، اس میں ایک سکریٹری ہوتا ہے، وہ ہر ایک عالم کو وعظ کا وقت دیتا ہے، اس انجمن کے واعظ کو سننے کے لیے اشتہار تقسیم ہوتے ہیں، یہ مجلس قائم کرنا اور اس میں چندہ دینا وشرکت کرنا کیسا ہے؟ (۱۰۲۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس انجمن کے انعقاد کے اغراض کو دیکھنا چاہیے، اگر مقصود اس کے قائم کرنے سے اشاعتِ دین وتقویتِ اسلام وتردیدِ اہل باطل ہے تو اس کے مستحسن ہونے اور عمدہ ہونے میں کچھ شبہ

= وهو أمير المدينة في أضحى أو فطر فلمّا أتينا المصلّى إذا منبر بناه كثير بن الصّلت، فإذا مروان يريد أن يرتقيه قبل أن يُصلّي، فجبذت بثوبه فجبذني فارتفع فخطب قبل الصّلاة، فقلت له: غيّر تم واللّهِ، فقال: أبا سعيد قد ذهب ما تعلم، فقلت : ما أعلم والله خير ممّا لا أعلم ، فقال : إن النّاس لم يكونوا يجلسون لنا بعد الصّلاة ، فجعلتها قبل الصّلاة (صحيح البخاري: ۱/۱۳۱، كتاب العيدين — باب الخروج إلى المصلّى بغير منبر)

نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے: إنّما الأعمال بالنّیات وإنّما لامرىء ما نوى (۱) (الحدیث) یعنی مدار اعمال کا نیت پر ہے، اور ہر ایک شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی، پس اگر نیت اور مقصودِ انعقاد انجمن مذکور سے کوئی امر دینی ہے تو اس کے اچھے ہونے میں کیا تردد ہوسکتا ہے، اور اگر مقصود اور اغراض اس کے انعقاد سے کوئی خلاف شرع ہے، تو وہ برا ہے، اور شرکت اس میں ممنوع ہے، کیونکہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے، اور اعانت علی المعصیت ناجائز ہے۔ قَالَ اللّٰـهُ تَعَالٰی: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآية﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۲)

منبر پر کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر وعظ کہنا درست ہے

سوال: (۱۵۶۸) منبر پر کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر وعظ کہنا جائز ہے یا کیا؟ (۱۳۴۱/۱۵۲۰ھ)

الجواب: کھڑا ہوکر وعظ کرنا مسنون ہے (۲) اور اگر بیٹھ کر کیا تو وہ بھی جائز ہے (۳) اور بعض سلف سے بھی منقول ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وعظ ونصیحت کرنے کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۱۵۶۹) زید حافظ قرآن ہے اور چند کتابیں شاید اردو وغیرہ کی دیکھی ہوں، وہ وعظ

---

(۱) صحیح البخاري: ۲/۱، باب کیف کان بدء الوحي إلی رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم إلخ.

(۲) عن عائشة رضي اللہ تعالیٰ عنها قالت: أتتها بریرة رضي اللہ عنها تسئلها في کتابتها، فقالت: إن شئتِ أعطیتُ أهلكِ ویکون الولاء لي .... فإنّما الولاء لمن أعتق، ثمّ قام رسول اللّٰه صلّی اللہ علیه وسلّم علی المنبر .... فقال: ما بال أقوام یشترطون شروطًا لیس في کتاب اللّٰه، من اشترط شرطًا لیس في کتاب اللہ فلیس له و إن اشترط مأة مرّة (صحیح البخاري: ۶۵/۱، کتاب الصّلاة، باب ذکر البیع والشّراء علی المنبر في المسجد)

(۳) عن أبي سعید الخدري رضي اللہ عنه أن رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم جلس علی المنبر فقال: إن عبدًا خیره اللہ إلخ .... متّفق علیه. (مشکاة المصابیح، ص: ۵۴۶، کتاب الفتن، باب وفاة النّبيّ صلّی اللہ علیه وسلّم، الفصل الأوّل)

کہتا ہے سامعین اس کا وعظ سن سکتے ہیں یا نہیں؟ عمر نے عربی کی چند کتابیں پڑھی ہیں اس کا وعظ سننا جائز ہے یا نہیں؟ بکر نے علم عربی پڑھا ہے سند یافتہ ہے وہ قابل وعظ کہنے کے ہے یا نہیں؟ زید تو بالکل ناخواندہ ہے، اور عمر حکایات و بدعات وغیرہ کا وعظ کہتا ہے، اور بکر قرآن وحدیث اور فقہ سے وعظ کہتا ہے تو قابل وعظ کون شخص ہے؟ (۲۲۰۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جو کوئی صحیح مسائل بیان کرے اگرچہ عربی خواں نہ ہو اس کو نصیحت کرنا اور مسائل بتلانا اور وعظ کہنا درست ہے اور سننا اس کا جائز ہے، لیکن الیق بالوعظ عالم ربانی ہے جو موافق اہل سنت وجماعت کے عقائد کے صحیح مسائل بیان کرے، اور بدعتی شخص کو جو کہ بدعات کی طرف بلاوے وعظ سے روکنا چاہیے اور اس کا وعظ نہ سننا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد علماء کے وعظ میں نہ بیٹھیں

سوال: (۱۵۷۰) عوام حنفیہ کو غیر مقلد علماء کے وعظ میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اکثر عوام ان کے دھوکے میں آکر اپنا مذہب چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ (۴۵۴/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ ان کے وعظ میں بیٹھنا سبب گمراہی کا ہے تو ان کے وعظ میں نہ بیٹھیں اور وہ وعظ نہ سنیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باپ کے جرم کی وجہ سے بیٹے کو مدرسہ سے خارج کرنا

سوال: (۱۵۷۱) زید سے کوئی کام خلاف شرع ہو گیا تھا، محلّہ والوں نے اس سے ترک موالات کر رکھی ہے، اس کا لڑکا عرصہ سے ایک دینی مدرسہ میں علم دین سیکھتا ہے، اب زید سے ترک موالات کی وجہ سے اس لڑکے کو مدرسہ سے خارج کر کے علم دین سے محروم رکھا جائے گا یا نہیں؟ (۲۰۵۵/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: خارج نہ کیا جاوے اور علم دین سے محروم نہ رکھا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باپ برے کام کرتا ہے اور بیٹا تعلیم حاصل کرتا ہے تو بیٹا؛ باپ سے خرچہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۵۷۲) زید طالب علمی کرتا ہے اور زید کا باپ ناچ باجا وغیرہ برے کام کرتا ہے، تو زید کو اپنے باپ سے روٹی کپڑا لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر زید کا باپ زید کی شادی کر دیوے اور اس کی زوجہ کو نفقہ دے تو اس میں شرعاً کچھ گناہ زید پر ہے یا نہیں؟ (۹۶۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: زید اگر اپنے باپ کے پاس کھانا کھاوے، اور اس کے بنائے ہوئے کپڑے پہنے تو یہ درست ہے، زید پر اس میں کچھ مواخذہ نہیں ہے، زید اپنے پڑھنے میں کچھ حرج نہ کرے اور طالب علمی کرتا رہے، اور جب تعطیل ہو اور باپ بلاوے تو چلا جاوے، اور خط وکتابت بھی جاری رکھے، اور باپ سے علیحدہ نہ ہو اور اس کو ناخوش نہ کرے، اور اگر باپ زید کی شادی کر دے اور اس کی زوجہ کو نان نفقہ دے تو اس میں بھی زید پر کچھ مواخذہ نہیں ہے علم دین حاصل کر لینے کے بعد پھر کوئی صورت معاش کی اختیار کرے، پڑھنے میں ان وجوہ سے کچھ حرج اور کوتاہی ہے نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

جس بچے پر لوگ بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں اس کو دینی تعلیم دینا

سوال: (۱۵۷۳) ایک طالب علم پر زمانۂ طفولیت میں بعض آدمیوں نے تہمت بدکاری کی لگائی تھی، اب وہ طالبِ علم علم دین حاصل کر رہا ہے، بعض لوگ اس کی دینی تعلیم کو ناجائز خیال کرتے ہیں، حالانکہ اس وقت اس کی حالت میں کوئی خرابی نہیں، کیا حکم شرعی ہے؟ (۸۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو لوگ اس طالب علم مذکور کی تعلیم دینی کو برا سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، تعلیم علوم دینیہ اس کو دینا بہت اچھا اور کارِ ثواب ہے، اگر بالفرض پہلے اس سے کوئی فعل شنیع ہوا تو اب جب کہ اس کی حالت میں کچھ خرابی ظاہر نہیں اور وہ طالب علم ہے تو اس کو علم دین پڑھانا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

حصول علم کے لیے کسی سے امداد لینا

سوال: (۱۵۷۴) بہ غرض تحصیل علم دین کسی سے مالی امداد لینا جائز ہے؟ (۲۷۶۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اگر ضرورت ہو تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تحصیل علم کے لیے ملازمت چھوڑنا اور مکان فروخت کرنا

سوال: (۱۵۷۵) ایک شخص عیال دار کے پاس ایک سکونتی مکان ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے علم دین حاصل کرنے کا شوق ہے، میں اپنی نوکری جو ساٹھ روپیہ ماہوار کی ہے، ترک کر کے تحصیل علم میں اپنا وقت لگاتا ہوں اور سفر میں جو خرچ ہوگا اس کو مکان فروخت کر کے ادا کر دوں گا؛ آیا اس صورت میں اس کو مکان فروخت کرنا اور نوکری چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۹۲۲ھ)

الجواب: علم دین کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے، لیکن عیال دار شخص کو عیال کا خیال رکھنا اور ان کے حقوق ادا کرنا بھی لازمی امر ہے، پس ایسا نہ کرے کہ جس سے اس کے عیال تلف اور ضائع ہوں۔ شامی میں ہے: **ولو خرج المتعلّم وضيع عياله، يراعي حقّ العيال** (۱) پس بہتر اس کے لیے یہ ہے کہ کچھ کچھ ضروری علم دین بھی حاصل کرتا رہے اور مسائل سیکھتا رہے، اور مکان کو فروخت نہ کرے اور ملازمت کو نہ چھوڑے، یا اگر ملازمت کو چھوڑے اور اس ملازمت کا چھوڑنا شرعاً ضروری ہو تو پھر کوئی دوسرا ذریعہ معاش کا اختیار کرے اور کچھ وقت میں مسائل دینیہ سیکھتا رہے۔ الحاصل اہل وعیال کا خیال مقدم ہے اور مسائل کا سیکھنا اس پر موقوف نہیں ہے کہ عربی ہی کی کتابیں باضابطہ پڑھے، بلکہ اپنی زبان میں بھی مسائل سیکھ سکتا ہے اور ضروری اسی قدر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کو خوش نویسی اور تقریر سکھانا

سوال: (۱۵۷۶) عورتوں کو خوش نویسی وتقریر باہم کی تعلیم دینی شرعاً خصوصاً اس بدامنی کے زمانے میں جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۲۵۸ھ)

الجواب: شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر ان میں سے کسی امر میں کوئی مفسدہ ہو تو اس کا انسداد کیا جاوے اور فتنہ سے بچایا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) ردّالمحتار: ۴۹۹/۹، کتاب الحظر والإباحة — فصل في البيع.

خوش آواز لڑکوں سے نعت اور غزل وغیرہ سننا

سوال: (۱۵۷۷) عام مجلسوں میں قرآن شریف کی قراءت اور نعت اور نصیحت کے قصیدے اور عشق کی غزل سننا ان لڑکوں سے جو کم سن اور خوش آواز ہوں جائز ہے یا نہیں؟ (۵۴۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: موقع فتنہ میں ان امور سے احتراز کرنا چاہیے اور تقوی پر کاربند ہونا چاہیے۔ فقط

ہندو یا عیسائی کو عربی صرف ونحو اور ادب کی تعلیم دینا

سوال: (۱۵۷۸) کسی ہندو یا عیسائی کو عربی صرف ونحو وادب کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۹۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ولا بأس بتعليمه القرآن والفقه عسى يهتدى إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ جب کہ خوف فتنہ نہ ہو تو نصرانی وغیرہ کو قرآن شریف وفقہ وغیرہ بھی تعلیم کرنا جائز ہے، لہٰذا علم صرف ونحو وادب کی تعلیم میں بہ درجۂ اولیٰ کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سودی قرض لے کر تجارت کرنا اور اس کے منافع سے بچوں کی پرورش کرنا اور دینی تعلیم دلانا

سوال: (۱۵۷۹) زید سود پر روپیہ لے کر تجارت کرتا ہے، اور اس کے منافع سے اپنے عیال کی پرورش کرتا ہے، تو عیال گنہ گار رہوں گے یا نہیں؟ اگر زید اپنے پسر عمر بالغ کو اسی روپیہ سے تعلیم دلائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ لڑکا ماخوذ عنداللہ ہوگا یا نہیں؟ (۳۶۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جو روپیہ سود دے کر قرض لیا جاتا ہے وہ روپیہ حرام نہیں ہے، بلکہ شرط سود دینے کی باطل ہے اور حرام ہے، اور سود دینے والے کو مثل سود لینے والے کے گناہ ہوتا ہے، جیسا کہ الفاظ حدیث در بارۂ آکل وموکل ربا هم سواء وارد ہیں (۲) پس جب کہ معلوم ہوا کہ وہ روپیہ جو قرض

(۱) الدرّالمختار مع الشّامي: ۱/۲۸۷، كتاب الطّهارة – قبيل : باب المياه .

(۲) عن جابر رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم آكل الرّبا وموكله =

لیا گیا حرام نہیں ہے، بلکہ سود کی شرط کرنا حرام ہے، لہٰذا اس روپیہ سے جو تجارت کی گئی اور اس سے نفع حاصل ہوا وہ بھی حلال ہے، اور مواخذہ معصیت مذکورہ کا یعنی سود دینے کا اس پر ہے جس نے یہ معاملہ کیا، اس کے اہل وعیال پر مواخذہ نہیں ہے، اور اس لڑکے تعلیم پانے والے کے حق میں بھی وہ روپیہ جو منافع مال مذکور سے حاصل کر کے اس کو دیا گیا حرام نہیں ہے، اور اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ فقط

موضوع اور بے اصل روایات والی کتب شائع کرنا

سوال: (۱۵۸۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ نور نامہ مروجہ کو چھاپنا، چھپوانا، خریدنا، بیچنا، پڑھنا اور سننا؛ ان باتوں سے گناہ ہوتا ہے یا ثواب؟ شرع شریف میں ان باتوں کے کرنے والے کے لیے کیا وعدہ یا وعید آئی ہے؟ بینوا وتوجروا (۴۸۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: نور نامہ مروجہ میں بے شک ایسی غلط اور موضوع روایات ہیں کہ ان کا شائع کرنا اور پڑھنا اور پڑھانا سخت گناہ اور معصیت ہے۔ حدیث صحیح میں ایسے لوگوں پر سخت وعید وارد ہوئی ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: بلّغوا عنّي ولو آية وحدِّثوا عن بني إسرائيل ولا حرج، ومن كذب عليّ متعمّدًا فليتبوأ مقعده من النّار رواه البخاري. وعن سمرة بن جندب والمغيرة بن شعبة رضي الله عنهما قالا: قال رسول اللّٰه صلّى الله عليه وسلّم: من حدّث عنّي بحديث يُرى أنّه كذب فهو أحد الكاذبين، رواه مسلم (مشكاة) (۱) پس چھاپنا اور چھپوانا ایسی کتابوں کا جن میں موضوع اور بے اصل روایات ہوں ہرگز درست نہیں، بلکہ سخت گناہ اور موجب عذاب الیم ہے، اور وعیدِ دخولِ نار اس کے لیے حدیث شریف میں وارد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موضوع حکایات وروایات وعظ میں بیان کرنا اور تصانیف میں درج کرنا

سوال: (۱۵۸۱) از حکایات وروایات موضوعہ وعظ کردن وتصانیف نمودن جائز است یا نہ؟ (۶۴۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

= وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء، رواه مسلم (مشكاة المصابيح، ص:۲۴۴ كتاب البيوع- باب الرّبا، الفصل الأوّل) (۱) مشكاة المصابيح، ص: ۳۲، كتاب العلم — الفصل الأوّل.

الجواب: ازقصص وروایات موضوعہ وضعیفہ وعظ کردن درست نیست، ودرتصانیف داخل کردن حکایات وروایات موضوعہ جائز نیست وروایات ضعیفہ درفضائلِ اعمال آوردن رواست۔فقط

ترجمہ: سوال: (۱۵۸۱) وعظ میں موضوع حکایات اور روایات بیان کرنا اور تصانیف میں درج کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: موضوع اور ضعیف حکایات و روایات سے وعظ کرنا درست نہیں ہے، اور موضوع حکایات و روایات تصانیف میں درج کرنا درست نہیں ہے، اور ضعیف روایات فضائل اعمال میں لانا جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فارسی، ہندی، انگریزی وغیرہ بوسیدہ کتب جلانا

سوال: (۱۵۸۲) جس کاغذ پر ہندی یا فارسی یا انگریزی یا اور کسی زبان میں تحریر ہو یا کاغذ سفید ہو ان کے واسطے ادب ہے یا نہیں؟ ان کو آگ میں جلایا جائے یا نہیں؟ (۳۵۴۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شامی میں لکھا ہے کہ قرآن شریف بوسیدہ کو مثل مسلمان میت کے پاک کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ جگہ میں دفن کرنا چاہیے(۱) جلایا نہ جائے، اور دیگر کتب کو جلانا بھی جائز ہے مگر دفن کرنا بہتر ہے، یعنی دیگر کتب میں سے اللہ تعالیٰ کا نام اور آنحضرت ﷺ کا نام اور ملائکہ کا نام محو کر کے باقی کو جلا دینا جائز ہے، لیکن دفن کرنا احسن ہے۔ **وأمّا غيره من الكتب فسيأتي في الحظر والإباحة: أنّه يمحى عنها اسم الله تعالىٰ وملا ئكته ورسله ويحرق الباقي، ولا بأس بأن تلقى في ماءٍ جارٍ كما هي أو تدفن وهو أحسن اهـ**(۲) اور سادہ کاغذ کا جس پر کچھ تحریر نہ ہو کچھ

---

(۱) المصحف إذا صارَ بحال لا يقرأ فيه يدفن كالمسلم (الدّر) وفي الشّامي:قوله: (يدفن) أي يجعل في خرقةٍ طاهرةٍ ويدفن في محلّ غير ممتهن لايوطأ. وفي الذّخيرة: وينبغي أن يلحد له، ولايشقّ له لأنّه يحتاج إلى إهالة التّراب عليه، وفي ذلك نوع تحقير إلخ (الدّرّالمختار والشّامي: ۱/ ۲۸۷، كتاب الطّهارة، سنن الغسل، مطلب: يطلق الدّعاء علىٰ ما يشمل الثّناء، قبيل باب المياه)

(۲) الشّامي: ۱/ ۲۸۷، كتاب الطّهارة، سنن الغسل، مطلب: يطلق الدّعاء علىٰ ما يشمل الثّناء قبيل باب المياه، وفي الدّرّالمختار مع الشّامي: ۹/ ۵۱۸، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع

ادب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس شرط پر منصب اہتمام قبول کرنا کہ مدرسین وغیرہ کی سابقہ تنخواہوں کا مجھ سے کوئی تعلق نہ ہوگا

سوال: (۱۵۸۳) کسی مدرسہ کے مہتمم نے اس کے اہتمام سے جواب دے دیا، اور ایک شخص نے اس کا انتظام اپنے ذمے اس شرط پر لیا کہ مدرسہ پر مدرسین وغیرہ کی تنخواہ جو پہلے چڑھی ہوئی ہیں ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہ ہوگا، آیا یہ شرط جدید مہتمم کی معتبر ہے یا نہیں؟ (۳۵۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: مدرسین وملازمین کی تنخواہیں جو پہلے چڑھی ہوئی ہیں وہ ساقط نہیں ہوئی، اور جس وقت گنجائش ہو دینا اس کا ضروری ہے، پس مہتمم جدید کی یہ شرط کرنا غیر معتبر ہے، البتہ اگر مدرسین وغیرہم بھی تنخواہ ماضیہ کے چھوڑنے پر راضی ہوجائیں اور مطالبہ نہ کریں تو یہ صحیح ہے۔ **وملخّصه: أنّه لا يسقط معلومه الماضي ، ولا يعزل في الآتي إذا كان في المصر مشتغلا بعلم شرعي إلخ**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انگریزی تاریخ کے حساب سے تنخواہ لینا دینا درست ہے

سوال: (۱۵۸۴) مدرسہ میں پہلے سے مدرسین اسلامی مہینوں سے تنخواہ لیتے ہیں، اب مدرسہ والے انگریزی حساب سے تنخواہ دینا چاہتے ہیں جائز ہے کہ نہیں؟ (۱۵۲۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر ملازم بھی اس پر راضی ہوجاویں تو حساب انگریزی سے تنخواہ لینا دینا درست ہے۔

مہتمم بے عنوانی کرے تو ملازمین کیا کریں؟

سوال: (۱۵۸۵) کسی انجمن یتیم خانہ، مدارس اسلامیہ کا مہتمم اگر کوئی ناقابل تسامح بے عنوانی کرے، اور باوجود فہمائش وتنبیہ پھر اصرار کرے تو دیگر ملازمان یتیم خانہ وغیرہ کو مہتمم مذکور کی نسبت کیا عمل شرعی کرنا لازم ہے؟ جب کہ مہتمم کے معزول کرنے کا اختیار نہ رکھتے ہو۔ (۳۹۴/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) الشّامي: ۶/۴۹۳، كتاب الوقف، مطلب فيما إذا قبض المعلوم وغاب قبل تمام السّنة .

الجواب: ان ملازموں سے اگر ہو سکے تو مہتمم کو کسی طرح سمجھا دیویں، اور أمر بالمعروف اور نهي عن المنكر کریں، آئندہ وہ مہتمم مانے یا نہ مانے ملازمین بریٔ الذمہ ہیں۔ فقط واللہ اعلم

مہتمم کا سودی قرضہ لے کر تنخواہ دینا

سوال: (۱۵۸۶) میں ایک مدرسہ میں کام کرتا ہوں، کبھی کبھی مہتمم مدرسہ سودی قرض لے کر تنخواہ دیتے ہیں، وہ تنخواہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۷۶۲/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: حلال ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
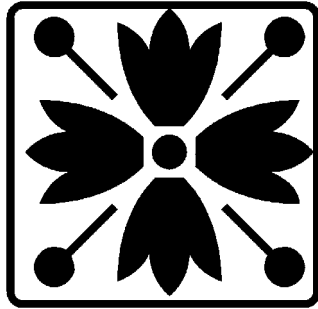
(۱) مدرس کے لیے تنخواہ لینا حلال ہے، مگر مہتمم کا سودی قرض لینا حرام ہے، اس کا گناہ مہتمم کو ہوگا، مدرس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے نہ سود لیا ہے نہ دیا ہے۔ ۱۲

قراءت وتجوید کا بیان

جب ساتوں قراءتیں متواتر ہیں تو قراءت حفص کو کیوں ترجیح دی گئی؟

سوال: (۱۵۸۷) تمام دنیا میں قرآن شریف قلمی ومطبوعہ قراءتِ حفص پر لکھے گئے ہیں، باوجودیکہ ساتوں قراءتیں متواترہ ہیں کیا وجہ ہے؟ (۲۳۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کی یہ وجہ نہیں کہ باقی قراءت کا ان حضرات کو انکار تھا والعیاذ باللہ، بلکہ جس قراءت کا رواج زیادہ ہوا وہی سہل ہوگئی، اور جس قراءت کو بھی اختیار کیا جاتا یہ سوال اس میں بھی پیدا ہوسکتا تھا کہ اس کے اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے؟ الغرض یہ امر کچھ موجب خلجان نہیں ہوسکتا اور نہ ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ورش کی قراءت کو مصحف کے حوض میں اور باقی قراءتوں کو حاشیہ پر رکھنا

سوال: (۱۵۸۸) مصحف شریف کے حوض میں اگر ورش علیہ الرحمہ کی قراءت کو رکھا جائے اور اسی پر رسم خط کو بنا کیا جائے، اور قراءت حفص رحمۃ اللہ علیہ کو مع باقی قراءات کے ہامش پر رکھا جائے تو کیا اس صنیع کو رسم خطِ امام اعنی مصحفِ امیرالمؤمنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے خلاف کہا جائے گا؟ اور کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا (۱۳۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایسا کرنا رسم خط امام کے خلاف نہیں کیونکہ رسم خط مصاحف عثمانیہ قراءات متواترہ کو جامع تھی، اور ایسا بھی تھا کہ بعض مصاحف امام میں ایک قراءت متواترہ ہو اور بعض میں دوسری، پس مصحف کے حوض میں ورش کی قراءت کو رکھنا از روئے مسئلہ کے جائز ہے، مصلحت کو دیکھ لیا جائے۔

قال الشّيخ جلال الدّين السّيوطي رحمة اللّٰه عليه في الاتقان: وقال البيهقي في شعب الإيمان: من يّكتب مصحفًا فينبغي أن يّحافظ على الهجاء الّذي كتبوا بهٖ تلك المصاحف ولايخالفهم فيه، ولا يغيّر ممّا كتبوه شيئًا، فإنّهم كانوا أكثر علمًا و أصدق قلبًا ولسانًا وأعظم أمانةً منا، فلا ينبغي أن نّظن بأنفسنا استدراكًا عليهم.

قلت: وينحصر أمر الرّسم في ستّة قواعد: الحذف والزّيادة والهمز والبدل والوصل والفصل وما فيه قراء تان: فكتب على إحداهما انتهى(۱)

ثمّ قال: القاعدة السّادسة في ما فيه قراء تان: فكتبت على إحداهما الخ ثمّ قال: فرع: وأمّا القراء ات المختلفة المشهورة بزيادة لايحتملها الرّسم و نحوها، نحو أوصى و وصى وتجرى تحتها ومن تحتها وسيقولون: اللّٰه و لِلّٰهِ وما عملت أيديهم و ما عملته فكتابته على نحو قرائته وكلّ ذلك وجد في مصاحف الإمام اهـ من النّوع السّادس والسّبعين(۲)

وقال في النّوع الحادي والعشرين: قال ابن الجزرى: ونعنى بموافقة أحد المصاحف ماكان ثابتًا في بعضها دون بعض كقراء ة ابن عامر قالوا: اتّخذ اللّٰه ولدًا في البقرة بغير واو وبالزّبر وبالكتاب بإثبات الباء فيهما، فإنّ ذلك ثابت في المصحف الشّامي وكقراء ة ابن كثير تجرى من تحتها الأنهار في آخر براء ة بزيادة من، فإنّه ثابت في المصحف المكى ونحو ذلك، فإن لم يكن في شيء من المصاحف العثمانية فشاذة إلخ (۳)

مگر یہ توسع یہاں تک ہی ہے کہ کسی مصاحف کے ساتھ مصاحف امام سے موافقت ہو، اور یہ جائز نہیں کہ مٰلك کو مالك لکھ دے اس واسطے کہ یہ لفظ کل مصاحف امام میں بلا الف لکھا گیا ہے، البتہ ہمزہ کی شکل بہ صورت سرِعین خلیل ابن احمد نے مقرر کی ہے، تو یؤ منون کو یؤ منون لکھنا جائز ہے۔

(۱) الإ تقان في علوم القرآن للسّيوطي رحمة اللّٰه عليه: ۲/۱۶۷، النّوع السّادس والسّبعون، فصل: القاعدة العربية أنّ اللّفظ يكتب إلخ، المطبوعة: المطبعة الأزهرية المصرية.

(۲) الإتقان في علوم القرآن: ۲/۱۷۰، القاعدة السّادسة فيما فيه قراء تان.

(۳) الإتقان في علوم القرآن: ۱/۷۵، النّوع الثّاني والثّالث والرّابع والخامس والسّادس والسّابع والعشرون معرفة المتواتر والمشهور والآحاد والشّاذ والموضوع والمدرج.

راقم: محمد انور عفا اللہ عنہ، یکم ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

الجواب حقّ صحیح : عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند۔

مولانا اشرف علی صاحب کی تصدیق درج ذیل ہے :

جواب صحیح ہے، اور حضرت مجیب سلمہ نے اس میں ایک نہایت ضروری مشورہ دیا ہے، اس کی رعایت ضروری ہے، وہ یہ کہ مثلاً اس دیار میں حفص رحمۃ اللہ علیہ کی قراءت معمول بہا ہے، تو متن میں کسی اور قراءت کا رکھنا لامحالہ عوام کو تشویش وفتنہ میں ڈالے گا، اس عارض کی وجہ سے اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔ ولا یخفی ذلك علی من مارس النّاس .

کتبہ: اشرف علی ۔۲/ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

اور قاری عبدالوحید کی تصدیق یہ ہے :

حضرت مجیب نے صحیح فرمایا ہے کہ قراءات متواترہ میں سے جس روایت پر چاہے قرآن مجید کی کتابت کرے، کیونکہ رسم مصاحف عثمانیہ سب کی متحمل ہے، یہاں تک کہ بعض شاذہ قراءت کی بھی، مگر کوئی جدید رسم خط کا ایقاع جائز نہیں ہوگا، اس کو حضرت امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ بھی قصیدہ رائیہ میں جو علم رسم خط میں نہایت معتبر اور درسی قصیدہ ہے ارشاد فرماتے ہیں:

و قال مالك:

الــقــرآن يــكـتــب بــال ۞ كتاب الأوّل لامستحدثًا سطرًا (۱)

خاکسار عبدالوحید عفی عنہ خادم درجہ تجوید دارالعلوم دیوبند۔

قراءات سبعہ کا انکار کرنا

سوال: (۱۵۸۹) جو شخص سبعہ قراءات کو بدیں دلیل انکار کرے کہ چونکہ ما سوائے حفص رحمۃ اللہ علیہ کے سب قراءتیں قرآن شریف سے خارج کر کے بعض کو قرآن شریف کے حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے، اور بعض حاشیہ پر بھی نہیں لکھا ہے، اس واسطے ان قراءتوں کا پڑھنا خلاف اجماع ہوا؟

(۱۳۳۵/۲۳۲ھ)

(۱) متن عقيلة أتراب القصائد في أسنى المقاصد الشّهيرة بالرّائية في فنّ الرّسم للشّيخ الشّاطبي، ص:۲۰۱، المطبوعة : دارالكتب العربية الكبرى ، بمصر .

الجواب: یہ وجہ موجہ نہیں ہے، اور خلاف اجماع کہنا سبعہ قراءات متواترہ کو صحیح نہیں ہے۔ فقط

حفص کی قراءت کی مجلس میں قراءات سبعہ پڑھنا

سوال: (۱۵۹۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ چند قراء یکے بعد دیگرے قرآن شریف کی تلاوت بالترتیب موافق قراءت امام حفصؒ ــــــ جو کہ مروج ہے ــــــ کررہے ہیں، اس میں زید اپنی باری پر اپنے حصہ کے رکوع کو سبعہ قراءات سے پڑھتا ہے، اور غرض اس کی ترویج اور اشاعت قراءت اور تشویق اہل زمانہ ہے، مگر دوسرے قراء زید کو سبعہ قراءات سے بدیں وجہ منع کرتے ہیں کہ چونکہ یہ مجلسِ تلاوت، بہ قراءت حفص رحمۃ اللہ علیہ کے لیے موضوع ہے، اس واسطے اس مجلس میں سوائے قراءت امام حفصؒ کے دوسرے کسی امام کی قراءت نہ پڑھنی چاہیے، اب زید جو کہ مروّجِ سبعہ قراءات ہے اگر حق پر ہے تو مانعین از سبعہ قراءات کس درجہ کے خاطی ہیں؟ اگر زید حق پر نہیں تو کیا دلیل؟ (۲۳۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: سبعہ قراءات کی تلاوت میں بہ غرض افادہ مخاطبین واعلام ناس باختلاف قراءت کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ لوگوں کے استعجاب وانکار کو رفع کرنے کی غرض سے بعض مواقع میں ضروری بھی ہوجاوے تو تعجب نہیں، بہرحال انکار اس پر مناسب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا قرآن شریف کے تمام حروف کو مخارج اور صفات کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے؟

سوال: (۱۵۹۱) قرآن شریف کے ہر ایک حرف کو مخارج اور صفات کے ساتھ ادا کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ (۲۲۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: فن تجوید بہت سے امور کا نام ہے، جس میں بعض امور فرض واجب، اور بعض سنت ومستحب ہیں، اس کی تحقیق کتب قراءت وتجوید اور قرائے مجودین سے کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کلام مجید کی تلاوت میں بہت احتیاط کرنی چاہیے

سوال: (۱۵۹۲) جو شخص مخرج لفظوں کے ادا کرسکتا ہے اور پھر بھی ''ح'' کو ''خ'' پڑھے، حالانکہ علماء فرماتے ہیں کہ کلام مجید کی تلاوت خوب غور سے کرنی چاہیے، اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟ (۱۸۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: فی الحقیقت کلام مجید کی تلاوت میں بہت احتیاط کرنی چاہیے، حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرنا چاہیے، ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف بدلنا نہ چاہیے کہ یہ سخت غلطی ہے، اور بسا اوقات ایسی غلطی سے فسادِ نماز کا اندیشہ ہے، لہٰذا اس بارے میں نہایت احتیاط کرنی چاہیے، اور کلام اللہ کو صحیح پڑھنے میں نہایت کوشش کرنی چاہیے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ وَ رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلاً ﴾ (سورۂ مزمل، آیت: ۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زاء کو سین کے مشابہ پڑھنا بہتر ہے یا ذال کے؟

سوال: (۱۵۹۳) زاء اور سین کا مخرج ایک ہے اور کل صفات متضادہ میں بھی مشترک ہے، سوائے ہمس اور جہر کے کہ زاء میں صفت جہر ہے اور سین میں صفت ہمس ہے، لہٰذا صرف جہر اور ہمس کا فرق ہے، تو اس صورت میں زاء کو سین کے مشابہ پڑھنا بہتر ہے یا ذال کے مشابہ؟ تجوید کے مطابق تحریر فرمائیں، کیونکہ زاء اور سین میں صفت غیر متضادہ میں سے ایک صفت صفیر یہ بھی پائی جاتی ہے، جس کی ادائیگی میں آواز سیٹی کے مانند معلوم ہوتی ہے، لہٰذا ذال کے مشابہ پڑھنا تجوید کے خلاف ہے؟ یا سین کے مشابہ پڑھنا خلاف تجوید ہے؟ (۴۶۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زاء، سین، صاد کا مخرج ایک ہے، ان میں زاء کو تمایز سین اور صاد سے ذاتی ہے، گو بعض صفات میں بھی اتحاد ہے، ہاں! ذال سے تشابہ ذاتی ہے، گو مخرج میں اختلاف ہے، تو زاء اگر مشابہ سین کے پڑھی جائے گی تو صحیح آواز ہوگی، اگر مشابہ ذال ادا کی جائے گی تو صحیح ہے، مگر عین ذال نہ ہونا چاہیے، تشابہ سے عینیت نہیں ہوتی، فقہائے کرام نے بھی عوام کو عدم فساد صلاۃ سے بہ وجہ مشقت کثیرہ و عجز ان حروف میں مسامحت اختیار کی ہے بہ وجہ عموم بلوی، جیسے زاء، ذال، ظاء، ضاد اور

تاء، طاء اور سین، صاد، ثاء میں، لہٰذا زاء مشابہ ذال ہی ہے سین وغیرہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صفت ہمس اور رخاوہ نیز جہر اور شدت کے درمیان کیا فرق ہے؟

سوال: (۱۵۹۴) صفت ہمس اور رخاوہ میں کیا فرق ہے؟ اور اسی طرح جہر اور شدت میں کیا فرق ہے؟ (۴۶۱/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ہمس کے معنی ہیں مخرج میں آواز کا نرمی سے پیدا ہونا مع جریان نفس، حروف اس کے دس ہیں جو فحثہ شخص سکت میں جمع ہیں، ضد اس صفت کی جہر ہے، جو ماسواء ان دس کے ہیں، جہر کے معنی ہیں مخرج میں آواز کا قوت سے ٹھہرنا مع انحباسِ نفس، یہ دونوں صفتیں آپس میں ایک دوسرے کے ضد و مقابل ہیں، شدیدہ آٹھ حروف ہیں جو اَجِدْ قطّ بکت میں جمع ہیں، شدت کے معنی ہیں مخرج میں آواز کا قوت سے ٹھہرنا مع انحباس صوت کے، رخوہ ضد ان شدیدہ کی ہیں، جو ماسواء ان کے ہیں، رخوہ کے معنی ہیں آواز کا مخرج میں نرمی سے ٹھہرنا مع جریان صوت کے، اور یہ دونوں صفتیں آپس میں ایک دوسرے کے ضد و مقابل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سند یافتہ قاری کون ہے؟

سوال: (۱۵۹۵) کیا وہ عالم جو مدرسہ نظامیہ حیدر آباد کے سند یافتہ ہیں، اور علم قراءت کی درسی کتابیں پڑھی ہیں، سند یافتہ قاری کہلا سکتے ہیں؟ سند یافتہ قاری کسے کہہ سکتے ہیں؟

(۴۹۷/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: سند یافتہ قاری وہ ہے جو فن قراءت میں ماہر ہو، اور قواعد تجوید سے پورا واقف اور عالم اور مشاق ہو، خواہ وہ کسی شہر میں اور قصبہ و دیہات میں پڑھا ہو، اس میں کسی شہر کی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ فن قراءت میں وہ ماہر ہونا چاہیے وہی سند یافتہ قاری کہلائے جانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔ فقط

کیا قرآن کی تلقین وتعلیم کے وقت ہر بار اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے؟

سوال: (۱۵۹۶) اگر لڑکوں کو قرآن شریف پڑھاتے وقت جو بار بار بتانا پڑتا ہے، تو کیا ہر

دفعہ اعوذ باللہ ضروری ہے یا ایک دفعہ کافی ہے؟ (۶۵۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اوّل ایک دفعہ کافی ہے، اور بتلانے میں اس کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ استحباب ابتدا بہ تعوذ تلاوت کے وقت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کس طرح پڑھنا چاہیے؟

سوال: (۱۵۹۷) ہم اَلْحَمْدُ میں اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہیں، اور کچھ آدمی نَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہیں، صحیح کیا ہے؟ (۱۵۷۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: دونوں طرح پڑھنا درست ہے، یعنی اگر رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر وقف نہ کیا جاوے اور نون کو اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے ملایا جاوے تو نَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھا جاوے گا، اور اگر رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر وقف کیا جاوے تو اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھا جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو کس طرح پڑھنا چاہیے؟

سوال: (۱۵۹۸) حرف ضاد کو جو اکثر لوگ مشابہ دال پڑھتے ہیں، بلکہ دال یا دال پُر ہی پڑھتے ہیں نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ کتب فقہ وتجوید سے تو برعکس معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرف عندالتحقیق نہ ''دواد'' ہے جیسا لوگ پڑھتے ہیں نہ ''ظواد'' جیسے بعض قائل ہیں، پس جو لوگ قرائے پانی پتی سے مشق کرکے پڑھتے ہیں قدرِ ظاء کی بو آتی ہے، عندالشرع اس کی تحقیق کیا ہے؟ (۴۲۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قرائے پانی پتی جس طرح لفظ ضاد کو مخرج سے ادا کرتے ہیں اسی طرح پڑھنا چاہیے، کیونکہ ہر ایک حرف کو اس کے مخرج سے پڑھنا لازم ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ ظاء نہ پڑھیں، اور بہ صورت دال مفخّم پڑھنا بھی مخرج سے پڑھنا ہے۔ کما یفهم من إجماع قراء العرب علیه لیکن یہ ادا ناقص ہے۔ کما قال: مولانا رشید احمد قدس سرہٗ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) د — ظ — ض کے حرف جداگانہ اور مخارج جداگانہ ہونے میں تو شک نہیں ہے، اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو دوسرے کے مخارج سے ادا کرنا سخت بے ادبی اور بسا اوقات باعث فسادِ نماز ہے، مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا اور وہ حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں =

سوال: (۱۵۹۹) ''ض'' کو مشابہ ''ظ'' پڑھنا چاہیے یا مشابہ ''د'' یا کس طرح پڑھی جاوے؟

(۱۱۹۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حرف ''ض'' مستقل ایک حرف ہے، جو مخصوص لسان عربی کا ہے، اس کو نہ مشابہ ''د'' پڑھنا چاہیے نہ مشابہ ''ظ''، اور یہ بغیر کسی قاری مستند سے مشافہۃً سیکھے ہوئے واقعی طور پر نہیں آ سکتا، رہا یہ کہ اس میں ایک قسم کا تشابہ جو سمجھا جاتا ہے تو کتب قراءت وتجوید کی عبارات سے تشابہ ''ظ'' کے ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے۔ **المنح الفکریة علی متن الجزریة مطبوعة مصر لملاّ علي القاري،** ص:۳۴(۱) وص:۳۹(۲) دیکھ لیا جاوے، اور قراءت حرمین شریفین زاداللہ شرفہما کا معمول بہا تشابہ

= ان کی نماز بھی درست ہے اور دال پُر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے، بلکہ ضاد ہی ہے، اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا، تو جو شخص دال خالص یا ظا خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے تو نماز نہ پڑھیں، مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۳۲۰-۳۲۱، قراءت اور تجوید کا بیان، حرف ضاد ادا کرنے کا طریقہ، مطبوعہ: جسیم بک ڈپو، مٹیا محل، دہلی)

(۱) **ولیس في الحروف ما یعسر علی اللّسان مثله و ألسنة النّاس فیه مختلفة ، فمنهم من یخرجه ظاء ومنهم من یخرجه دالاً مهملة أو معجمة ، و منهم من یخرجه طاء مهملة کالمصریین، ومنهم من یشمه ذالاً و منهم من یشیربها بالظّاء المعجمة لکن لمّا کان تمییزہ عن الظّاء مشکلا بالنّسبة إلٰی غیرہٖ ، أمر النّاظم بتمییزہٖ عنه نطقا إلخ (المنح الفکریة علی متن الجزریة: ص:۳۴، المطبوعة : المطبعة المیمنیة بمصر)**

(۲) **و ذکر صاحب المنیة أنّه إذا قرأ الظّاء مکان الضّاد المعجمتین أو علی القلب فتفسد صلاته وعلیه أکثر الأئمة و روی عنه محمّد بن سلمة لا تفسد، لأنّ العجم لا یمیزون بین هذہِ الأحرف و کان القاضي الإمام الشّهید یقول: الأحسن فیه أن یقال : إن جری علٰی لسانہٖ ولم یکن ممیزًا وکان زعمه أنّه أدّی الکلمة علی وجهها لا تفسد صلاته وکذا روی عن محمّد بن مقاتل و عن الشّیخ الإمام إسماعیل الزّاهد قال الشّارح : وهذا معنی ما ذکر في فتاوی الحجّة أنّه یفتی في حقّ الفقهاء بإعادة الصّلاة وفي حقّ العوام بالجواز، أقول : وهذا تفصیل حسن في هذا الباب واللّٰه أعلم بالصّواب، وفي فتاوی قاضي خان : إن قرأ غیر المغضوب بالظّاء أو بالدّال تفسد صلاته ولا الضّالین بالظّاء المعجمة والدّال المهملة لاتفسد ولو بالذّال المعجمة تفسد. (المنح الفکریة علی متن الجزریة لملا علي القاري : ص: ۳۸-۳۹، باب التّحذیرات، المطبوعة: المطبعة المیمنیة بمصر)**

بالدال ہورہا ہے، جس کے دلائل بہ وجہ تنگی معروض نہیں کیے جاتے، چونکہ یہ حالی کیفی چیز ہے صرف کتابت وتحریر میں دشوار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کی آواز ظاء کے مشابہ ہے یا دال کے؟

سوال: (۱۶۰۰) حرف ''ض'' کتب عربی اور فارسی اور اردو میں مشتبہ الصوت ''ظ معجمہ'' کا استعمال ہوتا ہے، اور قرآن مجید میں مشتبہ الصوت دال کا، رسالہ زینت القاری میں ہے کہ ''ض'' کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ''ظ'' کے تمام کتب معتبرہ فقہ وقراءت سے ثابت ہوتا ہے نہ دال سے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنویؒ اپنے فتاویٰ جلد دوم زیر استفتاء نمبر۱۴ صفحہ ۳۳ لغایۃ صفحہ ۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''ض'' کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظاء کے جملہ کتب تفسیر وفقہ وصرف وتجوید سے ثابت ہوتا ہے(۱) اور جس شخص کو مخرج ''ض'' کا نہ آئے وہ ظاء پڑھے اس سے نماز اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی............اور مشتبہ دال کے پڑھنے سے سب کے نزدیک فاسد ہوجاتی ہے(۲) ردالمحتار شامی کے باب زلۃ القاری میں ''ض'' کو مشتبہ الصوت ظ کا لکھا ہے(۳) پس ان وجوہات پر غور کر کے علماء اس دیار کی خدمت میں عرض ہے کہ اس ملک میں جو ''ض'' کا مشتبہ الصوت دال سے پڑھنا قرآن شریف میں ہے محض رواج ملکی ہے یا کتب معتبرہ قراءت وفقہ سے بھی کوئی دلیل اس کی مل سکتی ہے؟ (۲۳۴۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اصل یہ ہے کہ حتی الوسع ہر ایک حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرنا چاہیے، اور بالقصد دوسرے حرف سے اس کو بدلنا نہ چاہیے، لیکن اگر بہ مجبوری ایسا ہوجائے تو اس میں وہ تفصیل ہے جو فقہاء زلۃ القاری کے مسائل میں لکھتے ہیں، اور یہ کہنا بعض اشخاص کا کہ ''ض'' کو اس کے مخرج اصلی سے نہ ادا کرو بلکہ ''ظاء'' پڑھو، تمام قراء عرب وعجم کے اور تمام کتابوں کے خلاف ہے، کوئی یہ نہیں کہتا

---

(۱) مجموعة الفتاوی: ۲/۳۷، استفتاء: ۱۴۔

(۲) مجموعة الفتاوی: ۲/۳۹، استفتاء: ۱۴۔

(۳) وإن لم يمكن إلّا بمشقة كالظّاء مع الضّاد والصّاد مع السّين فأكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوى. (الشّامي: ۲/۳۳۹، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة وما يكره فيها، مطلب مسائل زلة القاري)

کہ ''ض'' کو بالقصد ''ظاء'' پڑھو، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اگر صوت اس کی مشابہ صوت ''ظاء'' کے ہو جائے تو اکثروں کے نزدیک فسادِ نماز نہیں، نہ یہ کہ قصدًا ''ض'' کو ''ظاء'' پڑھو، اور قصدًا ''ض'' کی جگہ ''ظاء'' پڑھنے کا حکم کرنا اور کچھ پرواہ اس سے نہ کرنا صریح نصوص علماء کے خلاف ہے، بلکہ بعض فقہاء نے ''ض'' کی جگہ بعض مواقع میں ''ظاء'' پڑھنے کو کفر لکھا ہے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے محیط سے نقل کیا ہے کہ جو شخص ضاد معجمہ کی جگہ ''ظاء'' عمدًا پڑھے وہ کافر ہو جاتا ہے، اور نماز اس کی ہر حال میں فاسد ہے خواہ عمدًا پڑھے یا بلا عمد۔ عبارت اس کی یہ ہے: **وفي المحيط: سئل الإمام الفضلی عمن يقرأ الظّاء المعجمة مكان الضّاد المعجمة إلخ فقال: لا يجوز إمامته ولو تعمد يكفر إلخ** صفحہ: ۲۰۵ (۱) پس اسی خوف کی وجہ سے علماء وقرائے عرب نے ''ضاد'' کی جگہ ''ظاء'' پڑھنے سے اجتناب فرمایا، اور تشابہ بہ صوت الظاء سے بھی احتیاط فرمائی، چنانچہ تمام قراء وعلمائے عرب ضاد معجمہ کو مشابہ بہ صوت دال **مفخم** ادا کرتے ہیں، اور ''ظاء'' کی مشابہت سے احتراز فرماتے ہیں، بندہ نے اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ سابق صدر مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ اہل عرب نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ ''ض معجمہ'' کو بہ صوت دال **مفخم** پڑھنا چاہیے، چنانچہ عمل ان کا اس پر شاہد ہے جو کہ حجاج پر ظاہر ہے، اور حدیث شریف میں ہے: **اقرؤا القرآن بلحون العرب و أصواتها الحديث** (۲) **وفيه كفاية لمن اعتبر.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶۰۱) سنا ہے کہ علمائے دیوبند نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نماز میں بجائے ''ضاد'' کے ''ظاء'' یا مشابہ ''ظاء'' پڑھنا چاہیے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۴۶۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: بندہ نے ایسا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ بجائے ''ضاد'' کے ''ظاء'' پڑھنے کے برابر منع کرتا ہے، اور بہت دفعہ یہ بھی لکھا ہے کہ جس طرح علماء وقرائے عرب پڑھتے ہیں اس طرح پڑھو، اور خود

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص: ۲۰۵، فصل في القراءة والصّلاة، المطبوعة: مطبع مجتبائي، دهلي
(۲) عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: اقرءوا القرآن بلحون العرب و أصواتها و إيّاكم ولحون أهل العشق و لحون أهل الكتابين وسيجيء بعدي قوم يرجعون بالقرآن ترجيع الغناء والنّوح، لايجاوز حناجرهم الحديث. (مشكاة المصابيح، ص: ۱۹۱، كتاب فضائل القرآن، باب، الفصل الثّاني)

بھی ظاء یا مشابہ ظاء کے نہیں پڑھتا، البتہ یہ ضرور ہے کہ جو لوگ مخرج اصلی سے ادا کرنے پر قادر ہوں وہ ''ضاد'' کو اس کے مخرج اصلی سے پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص سورۂ براءت سے تلاوت شروع کرے وہ بسم اللہ پڑھے یا نہیں؟

سوال: (۱۶۰۲) صرف سورۂ براءت شروع کرے تو بِسْمِ اللّٰہ کہہ لے یا صرف اَعُوذ پر قناعت کرے؟ (۳۴۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: صرف اَعوذ پڑھے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سورۂ توبہ کی تلاوت کے درمیان بات کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۰۳) جو شخص سورۂ توبہ کی تلاوت کرتا ہو، اگر درمیان میں اس سے کوئی شخص بات

---

(۱) راجح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ جو شخص سورۂ براءت سے تلاوت شروع کر رہا ہے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر تلاوت شروع کرے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ معارف القرآن میں ارقام فرماتے ہیں: سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا احتمال ہے کہ سورۂ توبہ علیحدہ سورت نہ ہو، بلکہ انفال کا جز ہو، اس احتمال پر بسم اللہ لکھنا ایسا نادرست ہوگا جیسے کوئی شخص کسی سورت کے درمیان بسم اللہ لکھ دے۔

اسی بناء پر حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ جو شخص اوپر سے سورۂ انفال کی تلاوت کرتا آیا ہو اور سورۂ توبہ شروع کر رہا ہو، وہ بسم اللہ نہ پڑھے۔ لیکن جو شخص اسی سورت کے شروع یا درمیان سے اپنی تلاوت شروع کر رہا ہے اس کو چاہیے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع کرے، بعض ناواقف یہ سمجھتے ہیں کہ سورۂ توبہ کی تلاوت میں کسی حال بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں، یہ غلط ہے۔ (معارف القرآن: ۴/ ۳۰۷، تفسیر سورۂ براءت، مطبوعہ: مکتبۂ بدر، دیوبند)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی جو وجہ بیان کی ہے وہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت سے ماخوذ ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **كانت الأنفال من أوائل ما نزلت بالمدينة وكانت براءة من آخر القرآن نزولاً، وكانت قصّتها شبيهة بقصّتها فَقُبِضَ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ولم يبين لنا أنّها منها، فمن أجل ذلك قرنتُ بينهما ولم اكتب سطر بسم الله الرّحمٰن الرّحيم (مشكاة المصابيح، ص:۱۹۴، قبيل كتاب الدّعوات)**

کرے تو جواب دینا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر جواب دیوے تو پھر اعوذ و بسم اللہ سے شروع کرے یا نہیں؟ (۱۲۲۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر کوئی ضروری بات ہے جواب دے دیں، اور پھر اَعوذ باللہ و بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدْ پر وقف کرنا اولیٰ ہے

سوال: (۱۶۰۴) ﴿وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ پر زید وقف نہیں کرتا ہے، بلکہ ﴿نُھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ پڑھتا ہے، اور ﴿اَللّٰہُ الصَّمَدْ﴾ کو ﴿نِ اللّٰہُ الصَّمَدْ﴾ پڑھتا ہے، اور اس طرح پڑھنے کو اولیٰ و افضل بتاتا ہے، خالد کہتا ہے کہ الحمد کو سبع مثانی کہا گیا ہے، تو اس میں سات آیت ہیں، وقف کرنا چاہیے۔ مفصل جواب ارشاد ہو۔ (۲۷۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، جیسا کہ جزری وغیرہ میں ہے کہ قرآن شریف میں کوئی (وقف) واجب نہیں ہے، اور نہ حرام بلا کسی سبب کے، لہٰذا نَسْتَعِیْنُ پر وقف کرنا یا نہ کرنا اور ''ن'' کو اِھْدِنَا میں ملانا جائز ہے، اسی طرح ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدْ﴾ میں بھی وقف کرنا اور نہ کرنا دونوں درست ہے، لیکن پختہ آیت پر جیسے نَسْتَعِیْنُ، اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ. وقف کرنا اولیٰ ہے، اگر کوئی وقف نہ کرے اور ملا کر پڑھے تو اس پر بھی کچھ اعتراض نہ کیا جاوے، اور یہ مسلم ہے کہ سورۂ فاتحہ کا نام سبع مثانی ہے، اور اس میں سات آیتیں ہیں، لیکن قواعد تجوید کے موافق ہر ایک آیت پر ٹھہرنا ضروری اور واجب نہیں ہے، جیسا کہ ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ پر آیت ہے، لیکن اکثر قراء میم پر فتحہ پڑھتے ہیں اور وقف نہیں کرتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رموزِ اوقاف کی رعایت کرنا مستحب ہے

سوال: (۱۶۰۵) جو شخص یہ کہتا ہو کہ قرآن شریف میں کسی جگہ وقف کرنا اور نہ کرنا ضروری نہیں ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۴۹۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: رعایت اوقاف امر مستحب و پسندیدہ ہے، اور زینت قرآن شریف ہے، لیکن اگر

موضع وقف میں وصل کردے یا موضع وصل میں کسی ضرورت سے وقف کردے تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے، البتہ جن مواضع میں وقف و وصل کے بدلنے میں معنی میں تغیر ہوتا ہو وہاں رعایت وقف و وصل کی کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا سورۂ فاتحہ میں سات یا نو جگہ سکتہ کرنا ضروری ہے؟

سوال: (۱۶۰۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عوام میں مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات یا نو جگہ شیطان کے نام ہونے کی وجہ سے ان مواقع میں سکتہ کرنا ہر مسلمان کے لیے لازم وضروری ہے، اور یہ شہرت بھی معمولی نہیں، بلکہ ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر موضع میں پائی جاتی ہے، ہر عامی مسلمان اسی کا اعتقاد رکھتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے، تو قابل استفتاء امر یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات یا نو اسامی شیطان کا پایا جانا اصول اربع میں سے کس اصل سے ثابت ہوتا ہے؟ اور ان اسامی شیطان کا اعتقاد رکھنے والا مخطی ہے یا مصیب ہے؟ اور نماز میں ان مواقع میں کہ جن کو آگے لکھتا ہوں سکتہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ وہ اسامی شیطان جو عندالعوام مشہور ہیں یہ ہیں: دُلِلْ، هِرَبْ، كِيَوْ، كَنَعْ، كَنَسْ، تَعَلَىْ، بِعَلَىْ مکرر یہ کہ لزوم شرعی ہے یا استحسانی؟ اور بغیر سکتہ کرنے کے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور سکتہ کرنے والوں کی نماز سکتہ نہ کرنے والوں کی نماز سے افضل ہوگی یا نہیں؟ خواست گار ہوں کہ ہر ایک کو واضح طور پر مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا (۴۹۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ جو اکثر عوام بلکہ بعض خواص میں بھی مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات یا نو جگہ ملا کر پڑھنے میں شیطان کے نام ہوجاتے ہیں، لہٰذا ان مواقع میں سکتہ کرکے پڑھنا ضروری ہے، جیسا کہ سوال بالا میں مذکور ہے یہ بالکل غلط اور بے اصل مشہور ہے، اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اوّل اور کسی کلمہ کا آخر ملا ملا کر کلمات گھڑے جائیں تو اور بھی بہت سے بے شمار ایسے ایسے لفظ مہمل شیطان وغیرہ کے نام بن سکتے ہیں، نعوذ باللہ من ذلك حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق بھی المنح الفكرية شرح مقدمة الجزرية میں تحریر فرمایا ہے: وما اشتهر على لسان بعض الجهلة من القرآن في سورة الفاتحة للشّيطان كذا وكذا من الأسماء في مثل هٰذه

التّراکیب من البناء فخطأ فاحش و إطلاق قبیح ، ثمّ سکتهم عن نحو دال الحمد و کاف إیاك و أمثالها غلط صریح (۱)(صفحه: ۵۷،مطبوعة مصر، باب الوقوف) اورشرح منیہ کے آخر میں جوکبیری کر کے مشہور ہے القول الفاصل بین الحقّ و الباطل کے نام سے،ایک رسالہ متصل علیحدہ سے لگا ہوا ہے، اس میں بہت تفصیل کے ساتھ اس کے متعلق بیان فرمایا ہے، غالبًا وہ کبیری مطبع مجتبائی یا نول کشوری یاد آتی ہے(۲)اوراحقر کا ایک رسالہ''هدية الوحيد''نامی ہے جو مطبع قاسمی دیوبند میں مکرر طبع ہو چکا ہے،اسی قسم کے مخترعات بعض اورمعہ تردید کے لکھے ہیں، اگر دل چاہے منگا کر ملاحظہ فرمالیا جائے(۳)اوربعض لوگ اسی سکتہ مشہورہ للشیطان کی وجہ سے ایک غلطی اور

---

(۱) المنح الفکریة علی متن الجزریة،ص:۵۶، باب الوقوف.المطبوعة:المطبعة المیمنیة بمصر.

(۲) فقد زعم بعض القارئین أن في سورة الفاتحة تسعة أسماء للشّیاطین وتلك:(۱) دُلِلْ (۲) هِرَبْ (۳) مِمَا (۴) کِیَوْ (۵) کَنَعْ (۶)کَنَسْ (۷) مَصِرَ (۸) تَعَلَیٰ (۹) بِعَلَیٰ ونقلوا حدیثا فیه واعتقدوا أن من تلفظ بها في الصّلاة تفسد صلاته أویکره.فینبغي للقارئ أن یقرأ الفاتحة مفصولة لا موصولة و ذلك أن یقول: الحمد ویسکت ثمّ یبتدئ للّٰه فیسکت ثمّ یبتدئ رب العالمین، هکذا إلیٰ أخرها کیلا یتلفّظ أسماء الشّیاطین أوفي الوصل لا بدّ من أنّها یتلفّظ ویلزم منه الفساد .

قال الفقیر إلی مولاه الغني عمن سواه محمّد بن عمرو بن خالد القرشي : حامدا للّٰه ومصلّیا علی نبیه محمّد القرشي وأصلح اللّٰه أحواله وأنجح اٰماله، اعلم أن هؤلاء القائلین عموا فیما زعموا وغفلوا فیما نقلوا بل أن ما زعموه وسواس صرف وما نقلوه افتراء محض إلخ (القول الفاصل بین الحقّ والباطل المتصل بکبیری، ص:۵۷۸،المطبوعة:فخر المطابع لکناؤ)

(۳) کلمات قرآن مجید میں تَقْطِیْع اورسکتات ہرگز کہیں نہ ہونا چاہیے،خصوصًا سکون پر، البتہ جہاں روایۃً مروی ہوا ہے وہاں سکتہ کرنا ضروری ہے اورعوام میں جومشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا چاہیے اگرسکتہ نہ کیا جائے گا تو شیطان کا نام ہوجائے گا یہ سخت غلطی ہے، وہ سات جگہ یہ ہیں:(۱) دُلِلْ (۲) هَرَبْ (۳) کِیَوْ(۴) کَنَعْ(۵)کَنَسْ (۶) تَعَلَیٰ (۷) بِعَلَیٰ کیوں کہ اگرایسا ہی کسی کلمہ کا اول کسی کا آخر ملا کر کلمات گھڑے جائیں تواور بھی بہت سے لفظ مہمل بن جائیں گے اور سکتہ کے موقع نکلیں گے جیسا کہ ایک حافظ صاحب امتحانا فرمانے لگے کہ لِگَوْبِلْ کہاں پر ہے؟ یہ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ کی خدمت کی گئی، کہ اس ضرورت سے واؤ کا فتحہ بھی حذف کر دیا گیا،غرض ان مقاموں پرسکتہ یا وقف کرنا البتہ خلاف قاعدہ ہے اورغلطی ہے(هدية الوحيد في علم التّجويد،للحافظ المولوی القاری عبدالوحید صاحب الٰہ آبادی مدرس اوّل قراءت وتجوید مدرسہ عالیہ عربیہ اسلامیہ دیوبند،ص:۳۴،باب درفوائد متفرقہ،مطبع قاسمی دیوبند)

کیا کرتے ہیں، وہ یہ کہ یا تو دال کے پیش میں ''اشباع'' کرتے ہیں جس سے ایک واؤ مدہ زائد پڑھا جاتا ہے، یا دال کے بعد ہمزہ ساکنہ زائد کرتے ہیں، یہ سکتہ سے زیادہ اشد غلطی ہو جاتی ہے، ان سب مواقع مذکورہ میں کلمات کو جہاں تک ہو سکے ایسے ہی بلا سکتہ وغیرہ کے پڑھنا ضروری ہے، جہاں تک ہو سکے تحریفِ قرآن شریف سے بچنا لازم ہے، چہ جائیکہ اس قسم کے مخترعات کمال قرار دیئے جائیں، اللہ تعالیٰ جہل اور اصرار سے ہم سب مسلمانوں کو بچائے، آمین ثم آمین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔

کتبہ احقر عبدالوحید الہ آبادی غفرلہ، خادم درجہ تجوید وقراءت دارالعلوم دیوبند

حسب الحکم حضرت مفتی (عزیز الرحمان) صاحب مدظلہ العالی مؤرخہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ

لَقَدْ جَآءَ كُمْ، لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ، حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ کو بلا ادغام پڑھنا چاہیے

سوال: (۱۶۰۷) بعض حفاظ ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ﴾ کو ﴿لَقَدْ جَّآءَ كُمْ﴾ ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ﴾ کو ﴿لَقَدْ صَّدَقَ اللّٰهُ﴾ ﴿حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ﴾ کو ﴿حَصِرَتْ صُّدُوْرُهُمْ﴾ پڑھتے ہیں، ان حرفوں کو بدلنے میں کوئی نقصان تو نہیں ہے؟ یہ بدلنا صحیح ہے یا نہ؟ (۱۶۵۱/ ۱۳۴۷ھ)

الجواب: ان مواقع میں جو سوال میں درج ہیں حفصؒ کی روایت میں ادغام نہیں ہے، لہٰذا ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: ۱۲۸) اور ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ﴾ (سورۂ فتح، آیت: ۲۷) اور ﴿حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۹۰) بلا ادغام پڑھنا چاہیے، لیکن بعض قراء نے ان مواقع میں ادغام بھی کیا ہے، لہٰذا اگر ادغام کے ساتھ پڑھا گیا تو نماز میں کچھ خلل اور فساد نہیں ہوا۔ كذا في تفسير الإتقان (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) اختلف في إدغامها و إظهارها عند ستّة أحرف .... وقد اختلف فيها عند ثمانية أحرف : الجيم﴿وَلَقَدْ جَآءَ كُمْ﴾............ و الصّاد﴿وَلَقَدْ صَرَفْنَا﴾ .... اختلف فيها عند ستّة أحرف التّاء بعدت .... والصّاد﴿لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ﴾ (الإتقان في علوم القرآن، ص: ۹۵، النّوع الحادي والثّلاثون في الإدغام والإظهار والإخفاء والإقلاب. المطبوعة: المطبعة الأزهرية المصرية)

عَلَيْهِمْ کو عَلَيْهُمْ پڑھنا

سوال: (۱۶۰۸) تمام قرآن شریف میں لفظ عَلَيْهِمْ کو حضرت امام حمزہ کوفی علیہ الرحمۃ نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے؛ حالانکہ یہ قاعدۂ نحوی کے خلاف ہے، بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضرت امام حمزہ نے غلط پڑھا ہے، کسرہ پڑھنا چاہیے؟ (۶۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: تمام قرآن شریف میں لفظ عَلَيْهِمْ کو بے شک حضرت امام حمزہ کوفی علیہ الرحمۃ نے بہ ضم ہاء روایت کیا ہے، اور یہ قراءت متواترہ میں سے ہے، جیسا کہ امام شاطبی علیہ الرحمۃ ''قصیدۂ شاطبیہ'' میں جو قراءت کی مسلّم ومروج ومشہور کتاب ہے، اس میں فرماتے ہیں:

عَلَيْهِمْ ، اِلَيْهِمْ ، حمزةُ وَلَدَيْهِمْ ۞ جَمِيْعًا بضمّ الهاءِ وقفًا وموصلاً(۱)

مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ یہ تین الفاظ وقفًا اور وصلاً حضرت حمزہؒ اس کو مضموم الہاء روایت کرتے ہیں، غرض ان قراآت کا انکار یا استخفاف گناہ کبیرہ ہے اور کفر ہے، زید کی یہ ناواقفی ہے، حضرت حفص علیہ الرحمہ کی روایت جس کو ہم لوگ سب پڑھتے ہیں اور بہ وجہ چھپ جانے کے تمام دنیا میں مروج ہے اس میں بھی کئی لفظ بہ ظاہر نحو کے کچھ خلاف پائے جاتے ہیں، جیسے سورۂ فتح کے شروع میں لفظ عَلَيهُ الله بضم الہاء ہے، اور سورۂ کہف کے اخیر میں ﴿وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ﴾ (سورۂ کہف، آیت:۶۳) میں ہاء کو نحو کے قاعدہ سے کسرہ ہونا چاہیے، مگر حفص علیہ الرحمہ دونوں کو بہ ضم ہاء روایت کرتے ہیں، اصل ضمائر میں ضمہ ہی ہے، بہ وجہ عروض عارض کے کسرہ دے دیا جاتا ہے، ان مواقع پر عارض کا لحاظ نہیں کیا گیا بہ وجہ اتباع اثر کے، کیوں کہ اوّل مرتبہ اثر کا ہے، بعد کو صرف، نحو اور رسم خط عثمانی وغیرہ کا توافق دیکھا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حِيْنَئِذٍ کو حالت وقف میں کس طرح پڑھنا چاہیے؟

سوال: (۱۶۰۹) حِيْنَئِذٍ پر جب وقف کیا جائے تو کس طرح پڑھنا چاہیے؟ اگر تنوین اڑا دی

(۱) مجموعة في القراآت مشتملة على متن الشّاطبية في القراآت السّبع للإمام الشّاطبي إلخ ص:۸، سورة أمّ القرآن، المطبوعة: دارالكتب العربية الكبرى بمصر.

جائے تو بدل بھی اڑ جائے گا؛ کیا یہ جائز ہے؟ (۱۰۰۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: حِیْنَئِذٍ اور یَوْمَئِذٍ میں تنوین حالت وقف میں حذف کی جائے گی، اور ذال پر سکون کے ساتھ وقف کیا جائے گا۔ جَوَادٍ اور کُلٌّ وغیرہ میں بعض بدل کے قائل ہیں، بہر حال وقف بہ حذفِ تنوین ہی ہے، بدل ہونے نہ ہونے پر مدار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قَدْ اَفْلَحَ کو قَدَ افْلَحَ پڑھنا

سوال: (۱۶۱۰) زید کہتا ہے کہ ﴿ قَدْ اَفْلَحَ ﴾ میں ہمزہ کو ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے۔ عمر کہتا ہے کہ اس قاعدہ کی رو سے کہ جو ہمزہ منفردہ متحرک ہو اور ماقبل اس کا ساکن ہو، تو حرکت ہمزہ کی نقل کر کے ماقبل کو دے کر ہمزہ کو گرانا اور ﴿ قَدَ افْلَحَ ﴾ پڑھنا جائز ہے، ان میں کون سا قول صحیح ہے؟

(۱۰۴۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: لفظ ﴿ قَدْ اَفْلَحَ ﴾ اور ﴿ مَنْ آمَنَ ﴾ وغیرہ جیسے مقاموں میں حضرت حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں جس کو سب لوگ بہ وجہ چھپ جانے کے عموماً پڑھتے ہیں، ان جیسے مقاموں میں ہمزۂ مفتوحہ کا پڑھنا روایت کے موافق نہایت ضروری ہے، گو اور قرائے سبعہ میں سے حضرت ورش رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نقل حرکت ہمزہ ماقبل ساکن کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دینا روایت کرتے ہیں اگر ان حضرات میں سے کسی کی روایت پڑھے تو بے شک جیسا کہ عمر صاحب کہتے ہیں ویسا ہی پڑھنا چاہیے، قاعدہ عربیت کی رو سے دونوں صحیح ہیں، روایت کی اتباع قرآن مجید میں کرنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ جو قواعد عربیت کے ہیں ان سب کو قرآن مجید میں جاری نہیں کیا جا سکتا، لیکن فسادِ صلاۃ وغیرہ سے بچانے کے لیے ایسا کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ قصیدة الشاطبية وغیرہ(۱) میں یہ مسائل مفصل موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) وحرّك لورش كلّ ساكنٍ آخرٍ ❁ صحيحٍ بشكلِ الهمزِ وَاحْذِفْه مسهلاً
(متن الشّاطبية المسمّى حرز الأماني و وجه التّهاني في القراء ات السّبع للإمام الشّاطبي رحمة اللّٰه عليه، ص:۱۹، بابُ نقل حركة الهمزة إلٰى السّاكن قبلها، المكتبة: قراء ت أكيدمي، تركيسر، سورت، غجرات)

سوال: (۱۶۱۱) زید امام جمعہ ﴿ قَـدْ اَفْـلَحَ ﴾ کو بہ سکون فاء فتح دال بہ حذف ہمزہ پڑھتا ہے، اس طرح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۲۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ہماری قراءت متداولہ یعنی قراءت حفص میں ﴿ قَدْ اَفْلَحَ ﴾ فتح ہمزہ کے ساتھ ہی ہے، لہٰذا اس کو اسی طرح پڑھنا چاہیے، اور اگر چہ ﴿ قَـدَ افْـلَحَ ﴾ صرفی قاعدہ کے لحاظ سے صحیح ہے، اور اسی وجہ سے اس صورت میں بھی نماز کی صحت میں کلام نہیں، لیکن قراءتوں کی پابندی کا جہاں تک تعلق اور ضرورت ہے اس کا اقتضاء یہ نہیں ہے کہ اس کے خلاف کیا جائے، بلکہ اتباعِ قراءت قرآن شریف میں ضروری ہے، لہٰذا ﴿ قَدْ اَفْلَحَ ﴾ بہ سکون دال قَدْ وفتح ہمزہ اَفْلَحَ پڑھنا چاہیے۔ فقط

وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا میں جو فِيْهِ ہے اس کو کس طرح پڑھنا چاہیے؟

سوال: (۱۶۱۲) سورۃ الفرقان کے آخر رکوع میں جو آیت کریمہ: ﴿ وَ يَـخْـلُـدْ فِيْـهِ مُهَانًا ﴾ (سورۂ فرقان، آیت: ۶۹) ہے، تو اس فِيْهِ کے زیر کو کس طرح پڑھا جاوے؟ کھڑا یا پڑا؟

(۱۰۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس فِيْهِ کے کسرہ کو "اشباع" سے پڑھا جاتا ہے، جس سے "ی" ظاہر ہو۔ فقط

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ کو کس طرح پڑھنا چاہیے؟

سوال: (۱۶۱۳) سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع میں ہے: ﴿ بِئْسَ الِاسْـمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْـمَـانِ ﴾ (سورۂ حجرات، آیت: ۱۱) تو کیا اس طرح پڑھنا درست ہے؟ اور الف لام اسم پر کیسا ہے؟ جارہ ہے یا زائدہ، عاملہ یا غیر عاملہ؟ اور اس کی صحت کس طرح پر ہوگی؟ (۱۲۹۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اصل میں یہ الف لام اسم پر تعریف کا ہے، اور اَلِاسْم موصوف اور الفسوق صفت ہے، لیکن قراءت یہاں پر اس طرح ہے کہ لام پر کسرہ پڑھا جاتا ہے، یعنی ﴿ لِسْـمُ الْفُسُوْقُ ﴾ پڑھا جاتا ہے، اس کو اسی طرح پڑھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کے بعد لاَ بِشَيءٍ إلخ پڑھنا

سوال: (۱۶۱۴) سورۂ رحمٰن میں آیت: ﴿فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ کے بعد سامعین کو اصولاً لاَبِشَيْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ پڑھنا مسنون ہے یا نہیں؟ (۲۳۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: خارج از صلاۃ یہ جواب مستحب ہے۔ کما ورد في الأحادیث (۱)
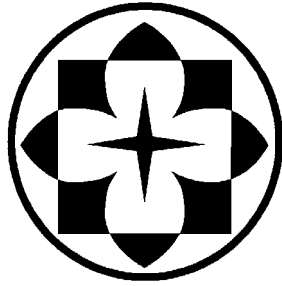
(۱) عن جابر رضي الله عنه قال: خرج رسول الله صلّى الله عليه وسلّم على أصحابه، فقرأ عليهم سورة الرّحمان من أوّلها إلى آخرها، فسكتوا، فقال: لقد قرأتها على الجنّ ليلة الجنّ، فكانوا أحسن مردودًا منكم كنت كلّما أتيت على قوله﴿فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ قالوا: لابشيءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ، فَلَكَ الْحَمْدُ (جامع التّرمذي: ۱۶۴/۲، أبواب التّفسير، سورة الرّحمٰن)

چندہ کے احکام

تعیین مصرف میں چندہ دہندگان کی نیت کا اعتبار ہے

سوال: (۱۶۱۵) ایک شخص کی تقریر وتحریک کے بعد ایک مجمع میں چندہ جمع کیا جاتا ہے، بعد میں مصرف چندہ کے متعلق محرک اور معطیان میں اختلاف ہے، محرک صاحب فرماتے ہیں کہ غرض چندہ جمع کرنے سے یہ تھی کہ زر چندہ سے صرف حلقہ ''الف'' مستفید ہو، معطیان کا بیان ہے کہ ان کی نیت بہ وقت دینے چندہ یہ تھی کہ حلقہ ''الف'' وحلقہ ''ب'' دونوں مستفید ہوں، اس صورت میں مصرف چندہ حسبِ نیتِ محرکِ چندہ ہونا چاہیے؟ یا حسبِ نیتِ معطیان یا کس طرح ہونا چاہیے؟

(۲/۷۷۲-۳۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: موافق نیت عطا کنندگان کے صرف کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ میں سے بچی ہوئی رقم کا مصرف

سوال: (۱۶۱۶) سال گذشتہ جب وبائی بخار کی شدت تھی تو یہ دیکھ کر کہ مساکین اہل اسلام کثرت سے بخار وبائی کا شکار ہوتے تھے اور بہ وجہ افلاس سامان تجہیز وتکفین میسر نہ آتا تھا، بعض اہل اسلام نے باہم چندہ کیا اس غرض سے کہ جو غریب مسلمان وبائی بخار میں مرے اگر بالکل مفلس ہو تو اس کو مفت کفن دیا جائے، اور جو کچھ بھی استطاعت رکھے اس کو رعایتی قیمت پر کفن دیا جائے، چنانچہ کچھ رقم اس کام سے بچ گئی، آیا یہ باقی ماندہ رقم کسی اور مصرفِ خیر میں صرف ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۲۴۵۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ رقم غریب بیوہ عورتوں اور محتاجوں کو تقسیم کردی جائے، کیونکہ دینے والوں کی طرف سے ظاہر ہے کہ باقی ماندہ رقم کے متعلق اس کی اجازت ہے، یا اولاً جو لوگ غریب فوت ہوں ان کی تجہیز وتکفین میں صرف کریں، اور پھر حسب ضرورت غرباء کی خوراک وپوشاک میں امداد کریں الغرض وہ رقم صدقہ خیرات کے لیے ہے اس کو ایسے ہی کاموں میں صرف کریں، اور اصل تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے وہ چندہ دیا تھا ان سے ہی دریافت کرلیا جائے جس مصرف میں وہ کہیں اس میں صرف کیا جائے لیکن اگر یہ دشوار ہو تو چونکہ فقراء پر صدقہ وخیرات کرنے کی ان کی طرف سے دلالۃً اجازت ہے اس لیے عام فقراء وغرباء ومساکین کو وہ رقم دے سکتے ہیں، اور تجہیز وتکفین غرباء میں صرف کرنا اور بھی اچھا ہے کہ اس کے لیے وہ رقم جمع ہی ہوئی تھی، اور اس کی تخصیص شریعت سے کچھ نہیں ہے کہ اسی بخار وبائی میں جو فوت ہوئے انہیں کے لیے خاص سمجھا جائے، بلکہ جب وہ وبائے عام بہ فضل خدا تعالیٰ رفع ہوگئی تو عام اموات غرباء کی تجہیز وتکفین میں اس کو صرف کرنا درست ہے۔ فقط

چندہ کی رقم جب تک معطی کی تحویل اور اس کی ذاتی رقم میں مخلوط رہے گی، معطی کی ملک سے خارج نہ ہوگی

سوال: (۱۶۱۷) ایک مدرسہ کا سرمایہ ایک تحویل دار بکر کی تحویل میں دیا گیا، وہ تحویل دار خود بھی مدرسہ کا چندہ دہندہ ہے، تحویل دار نے دقت کی وجہ سے اپنے روپیہ ذاتی میں مدرسہ کی رقم کو ملا کر رکھا، اور جو چندہ وہ ہمیشہ دیتا رہا اس کو سرمایۂ مدرسہ میں جو اس کی تحویل میں تھا جمع کرتا رہا، البتہ مدرسہ کی آمدنی میں اپنے چندہ کی رقم سرمایۂ مدرسہ میں بڑھا کر دستخط کرتا رہا، وہ تحویل دار کچھ عرصہ کے بعد انتقال کر گیا، اور تحویل اس کے پسر کی طرف منتقل ہوئی، ایک عرصہ تک بکر کا پسر تحویل دار اپنے فرائض تحویل داری کو انجام دیتا رہا، اب جب وہ مستعفی ہوا تو اس نے یہ دعوی پیش کرکے اپنے استعفاء پر تحویل واپس کی کہ یہ روپیہ جو اس کا والد چندہ کے طور پر شامل سرمایۂ مدرسہ کرتا رہا، وہ سرمایہ مدرسہ میں شمار نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے والد کی ذاتی جائداد ہے، چنانچہ وہ اپنے والد کے ذاتی روپیہ کو جو اس کو وراثۃً ملا، مدرسہ کو واپس کرنے میں قوم پر ایک احسان رکھتا ہے، اس کا ایسا کہنا شرعاً کہاں تک جائز اور صحیح ہے؟ (۲۰۲۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: تحویل دار نے جب کہ رقمِ مدرسہ کو اپنے ذاتی روپیہ میں ملالیا، تو اس خلط کی وجہ سے وہ رقمِ مدرسہ کا ضامن ہوا، اور جو چندہ تحویل دار اپنی طرف سے مدرسہ میں دیتا تھا وہ بھی اسی طرح اپنی ذاتی رقم میں مخلوط ہوا، صرف کتابِ آمدنی میں جمع کرلیا گیا، لیکن مدرسہ کی تحویل میں شامل نہیں ہوا، کیونکہ مدرسہ کی تحویل علیحدہ نہ تھی، لہٰذا حسب قاعدۂ شرعیہ وہ چندہ ہنوز ملک تحویل دار سے خارج نہیں ہوا، کیونکہ نہ وہ رقم مدرسہ میں شامل ہوئی اور نہ مصارفِ مدرسہ میں خرچ ہوئی، پس ملک معطی سے خارج نہ ہوئی، بلکہ اسی کے پاس اس کے ذاتی روپیہ میں مخلوط رہا، اور اسی کی ملک میں داخل رہا، اور اس کے انتقال کے بعد اس کے وارث کی ملک میں داخل ہوگیا، پس اب اگر اس کا وارث اپنے والد تحویل دار سابق کے وعدہ ومنشا کو پورا کرنا چاہے اور وہ رقم موعود مدرسہ میں دے تو بے شک وہ رقم اس وارث کی طرف سے چندۂ مبتدأہ ہوگا، اور وارث کی طرف سے ہی سمجھا جائے گا، اور اس کا ثواب اس کو ملے گا، اور اس کے والد کو بھی بہ وجہ اس کی نیت کے ثواب حاصل ہوگا۔ کما ورد: إنّما الأعمال بالنّیات ولکل امرئ ما نویٰ (الحدیث)(۱)

پس قول وارث مذکور کا حسب قواعد شرعیہ صحیح ہے، اور یہ اس کا احسان ہے اور کارِ ثواب ہے کہ وہ اپنے والد کی نیت اور ارادہ کو پورا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ کی رقم متعین مصرف میں خرچ کرنا ممکن نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۱۸) مظلومین سمرنا وغیرہ کی امداد کے لیے چندہ جمع ہوا تھا، اس میں سے بڑی رقومات تو روانہ ہوچکی تھیں، کچھ روپیہ جمع ہے، اس کے روانہ کرنے کی بہ ظاہر کوئی صورت قابل اطمینان نظر نہیں آتی، اس حالت میں اس روپیہ کو کس کام میں خرچ کیا جائے؟ اس وقت جو گاؤں دریابرد ہوگئے ہیں، اور ان کے بعض باشندہ بالکل بے سامان رہ گئے ہیں، اگر ان کی امداد میں وہ رقم صرف کردی جائے تو جائز ہے یا معطی کی اجازت کی کچھ ضرورت ہے؟ اور تعمیر مسجد میں اس کا صرف کرنا کیسا ہے؟ (۲۰/۷/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنهما يقول : إنّما الأعمال بالنّيّات الحديث (صحيح البخاري: ۱/۲، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إلخ)

الجواب: اس میں معطیان چندہ کی اجازت کی ضرورت ہے، جس موقع پر صرف کرنے کی چندہ دہندگان اجازت دیں اس میں وہ روپیہ باقی ماندہ صرف کیا جائے، لیکن اگر یہ دشوار ہو بوجہ عدم علم چندہ دہندگان یا ان کے ورثہ کے؛ تو پھر جو کچھ اس قسم کے اموال مجہول المالک کا حکم ہے وہ کیا جائے، یعنی فقراء وغرباء پر صرف کردیا جائے، اور ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو کہ بہ وجہ طغیانیٔ دریا پریشان وبے خانماں (بے گھر) ہیں اس حالت میں وہ بھی مستحق اس صدقہ کے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۱۶۱۹) جو چندہ مجروحین بلقان کے واسطے فراہم ہوا تھا اور وہ کسی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکا تو اب اس کو مدارس اسلامیہ میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۰۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حالت موجودہ میں وہ رقم مدارس اسلامیہ میں دینی جائز ہے، اور طلبہ کے مصارف میں صرف ہوسکتی ہے، کیوں کہ اب اور کوئی مصرف اس کا اس سے بہتر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶۲۰) ہم لوگوں نے ٹرکی کے لیے چندہ کیا تھا، جو کچھ ملا اس کا اکثر حصہ بھیج دیا تھا، کچھ تھوڑا سا رہ گیا تھا، اب وہ جا نہیں سکتا، لہٰذا بہت سے چندہ دہندگان کی یہ رائے ہے کہ کسی کار خیر مثلاً مدرس کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کردیا جاوے، تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۴۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ روپیہ دوسرے کسی کار خیر مدرسہ یا مسجد میں صرف ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس ضرورت کے لیے چندہ کیا گیا تھا اس میں سے کچھ رقم بچ گئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۲۱) عام چندہ مسلمانان جو کسی وقتی، مقامی، یا اضطراری ضروریات کے لیے جمع کیا گیا ہو، اور وہ رقم ضرورت سے زائد ہو یا کسی وجہ سے اس کام میں صرف نہ ہوا ہو یا ضرورت اس کام کی باقی نہ رہی ہو تو وہ رقم کسی دوسرے مصرفِ خیر میں شرعاً صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۵۴۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس قسم کے چندوں میں یہ حکم ہے کہ چندہ دینے والے اگر اس مابقیہ رقم کو دوسرے مصرف میں صرف کرنے کی اجازت دیں تو دوسرے مصرف میں صرف کرنا اس کا درست ہے۔ فقط

سوال: (۱۶۲۲) ایک لاوارث کا انتقال ہوا، اس کی تجہیز وتکفین چندہ سے ہوئی، کچھ روپیہ باقی رہا، اس کو کس مد میں صرف کریں؟ (۱۳۳۸/۲۱۳۱ھ)

الجواب: چندہ دہندگان کی رائے سے صرف کیا جاوے یا ان کو واپس دیا جاوے۔ فقط

سوال: (۱۶۲۳) پبلک نے کسی مسجد کی تعمیر یا مرمت کے واسطے کچھ روپیہ فراہم کیا، بعد ختم ہونے تعمیر یا مرمت کچھ روپیہ بچ گیا، اب یہ بقیہ روپیہ کسی وقف کام مثلاً چاہ آب نوشی کی تعمیر میں کام آسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۰۳۲ھ)

الجواب: بہ اجازت چندہ دہندگان چاہ آب نوشی وغیرہ کی تعمیر کے کام میں آسکتا ہے۔ فقط

جس حاجت کے لیے چندہ کیا گیا تھا وہ حاجت باقی نہ رہی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۲۴) مقدمہ کانپور کے لیے کچھ چندہ جمع کیا تھا چندہ بھیجنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ مقدمہ طے ہوگیا، اور چندہ کی وہاں ضرورت نہیں رہی، اس روپیہ کو کیا کرنا چاہیے؟

(۶۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو روپیہ مسلمانوں سے چندہ میں لیا جاتا ہے جب تک وہ روپیہ اس مصرف میں صرف نہ ہو؛ دینے والوں کی ملک میں رہتا ہے چندہ دہندگان سے دریافت کیا جاوے کہ ان کی رائے کس مصرف میں صرف کرنے کی ہے، اسی موقع میں صرف کیا جاوے، یا ان کو واپس دیا جاوے، درصورت تعذرِ واپسی فقراء پر صدقہ کرنا چاہیے اور فقراء پر صدقہ کرنے کی سہل صورت یہ ہے کہ کسی مدرسۂ اسلامیہ میں طلبہ کے خرچ کے لیے دے دیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶۲۵) صدر صاحب کے پاس کچھ رقم چندہ طیارہ فنڈ جمع ہے، اب ضرورت ترسیل جہاز نہیں رہی، تو صدر صاحب اس رقم کو کسی دوسرے مصرف خیر میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جہاز کسی وجہ سے نہیں بھیجا جا سکتا تو کیا یہ رقم حکومت ترکی کو بھیج دینا چاہیے؟ (۱۳۴۳/۴۱۰ھ)

الجواب: رقم مذکور ابھی تک ملک عطاء کنندگان کی ہے، ان سب کی اجازت سے دوسرے مصرف خیر میں صرف ہوسکتی ہے، صدر صاحب کو خود کچھ اختیار اس میں تصرف کرنے کا نہیں ہے، اور جب کہ وہ رقم اس کام میں صرف نہ ہوئی، جس کام کے لیے لوگوں نے چندہ دیا تھا، تو اب ترکی

حکومت کو دوسرے مصارف میں صرف کرنے کے لیے بھیجنے میں چندہ دینے والوں کی اجازت کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ کرنے کے بعد اس کے مصرف میں تبدیلی کرنا

سوال: (۱۶۲۶) کسی کام کے لیے چندہ کیا گیا، اس کام میں خرچ کرنے سے پیشتر اس کو مسجد کے کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۵۴۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ جب تک وہ چندہ اس مصرف میں صرف نہیں ہوا جس کے لیے وصول کیا گیا ہے، اس وقت تک چندہ دہندگان کی ملک میں ہے، پس انہیں کی اجازت سے دوسرے مصرف میں صرف کر سکتے ہیں، لہٰذا مالکان سے اجازت لی جاوے، اگر وہ مسجد میں صرف کرنے سے راضی ہیں تو ضمان ساقط ہے، والاّ ضمان لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶۲۷) چندہ کا روپیہ جمع ہوا واسطے منگانے جھاڑ (فانوس) مسجد کے، لیکن ایک مسجد مرمت طلب ہے اس میں اس روپیہ کا لگانا کیسا ہے؟ (۱۵۰۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جو لوگ چندہ دینے والے ہیں، اگر وہ سب اس پر راضی ہوجاویں کہ اس روپیہ کو دوسری مرمت طلب مسجد کی مرمت اور درستی میں صرف کر دیا جاوے، تو وہاں صرف کرنا درست ہے، سب سے دریافت کرلیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶۲۸) ہندو اور مسلمانوں نے کسی مسلمان رئیس کی یادگار قائم کرنے کے لیے ایک پرامیسری نوٹ (۱) مبلغ تیرہ سو کا خریدا، لیکن کسی وجہ سے وہ یادگار قائم نہ ہوسکی، اور ایک مدت تک وہ نوٹ امین کے پاس جمع رہا، اور اس نوٹ کا نفع بہ حساب آٹھ فیصدی سالانہ جمع ہوتا رہا، اب اس روپیہ کا ایک یتیم خانہ کی تعمیر میں اور اس کے احاطہ کی دیوار کی تکمیل میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور اس روپیہ کا منافع سود ہے یا نہیں؟ (۵۵۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: شرکائے چندہ کی اجازت سے ایسا کرنا درست ہے کہ رقم مذکور کو یتیم خانہ کے کسی کام

---

(۱) پرامیسری نوٹ (Promissary note) وہ تحریر جو روپیہ ادا کرنے کے متعلق کسی سے خاص وقت تک کے لیے لکھوائی جائے۔ (فیروز اللغات)

تعمیر وغیرہ میں صرف کردیا جائے، اور اگر شرکائے چندہ نہ مل سکیں اور نہ ان کے ورثہ جن سے اجازت لی جائے، تب بھی صدقہ کرنا اس کا یتامی پر درست ہے، اس دوسری صورت میں یتامی کے خرچ خوراک وپوشاک وغیرہ میں اس رقم کوصرف کرسکتے ہیں، اور پہلی صورت میں جب کہ شرکائے چندہ سے اجازت لے لی جائے تعمیر یتیم خانہ اور تکمیل دیوار احاطہ میں بھی صرف کرنا درست ہے، اور جو رقم منافع کے نام سے ملی ہے وہ سود ہے، اس کو لے کر یتامی ومساکین وفقراء پر صدقہ کردیا جائے یہ درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے خیراتی بکس کا چندہ مسجد کے کسی بھی کام میں لگانا جائز ہے

سوال: (۱۶۲۹) مسجد میں ایک خیراتی بکس ہے، اس کے پیسے مسجد کے کسی کام میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا ہر مد کا روپیہ علاحدہ رکھنا ضروری ہے؟

سوال: (۱۶۳۰) ایک شخص کے پاس کئی مدات کا روپیہ جمع رہتا ہے یعنی چندہ مدرسہ وانجمن وامانت وغیرہ، اب وہ شخص تمام مدات کا روپیہ اکٹھا رکھتا ہے، اور جو کچھ ضرورت پڑتی ہے اس جمع شدہ رقم سے صرف کرتا ہے، یہ فعل شرعًا کیسا ہے؟ اور اس کو کس طور سے انتظام کرنا چاہیے؟ (۱۱۸۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: احتیاط اس میں ہے کہ ہر ایک مد کا روپیہ علیحدہ رکھے اور اگر مخلوط ہوجائے اور پھر وہ ہر ایک مد کا روپیہ اس کے مصرف میں دے دے تو مواخذہ سے بری ہوجاتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امین کا چندے کی رقم میں اپنی مرضی سے تصرف کرنا

سوال: (۱۶۳۱) ایک قوم کو ضرورتًا قومی چندہ یومیہ جمع کرکے ایک چاہ بنانے کا شوق ہوا، اور کل قوم نے یومیہ چندہ متفق ہوکر جمع کرنا شروع کردیا، اس چندہ میں امیر وغریب سب شریک تھے،

تقریبًا دوسو روپیہ ہو جانے پر قوم نے ایک برادری کے شخص کو معتبر سمجھ کر وہ رقم امانتًا اس کے سپرد کر دی، اور یومیہ چندہ بہ دستور جاری رکھا، اور اسی سے کہہ دیا کہ جب یہ رقم چاہ بنانے کے قابل ہو جائے گی تو تم سے یہ روپیہ لے کر چاہ بنایا جاوے گا، کچھ عرصہ کے بعد اس امانت دار نے بغیر مشورہ قوم کے اپنی رائے سے ضرورت والے لوگوں کو وہ روپیہ قرض بلا سود قوم ہی کے لوگوں کو دینا شروع کر کے انہیں مقروض آدمیوں کو اپنا طرف دار بنالیا، جب قوم کو یہ حال معلوم ہوا تو اکثر نے چندہ دینا بند کر دیا، اور قوم کے اعتراض پر امین نے یہ جواب دیا کہ میں نے اس روپیہ کا نام خزانۂ بیت المال رکھ دیا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ روپیہ جو قوم نے ایک خاص کام یعنی چاہ بنانے کے لیے جمع کیا تھا، اب اس امانت دار نے بلا رضا مندی ورائے قوم کے خزانۂ بیت المال بنالیا یہ فعل اس کا شرعًا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کا نام خزانۂ بیت المال رکھنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۱۷۲۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس چندہ کے روپیہ میں سے قرض دینا اور اس روپیہ کو خزانۂ بیت المال کہنا ناجائز اور غلط خیال ہے، اس امین کو ایسا تصرف کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ وصول کرنے والے کا چندہ کی رقم میں سے حق الخدمت لینا

سوال: (۱۶۳۲) ایک شخص نے انگریزی اسکول میں چندہ جمع کیا، نلکا لگوانے کے لیے، نلکا لگنے کے بعد کچھ روپیہ بچ گیا اب وہ شخص کہتا ہے کہ یہ میرا حق الخدمت ہے، آیا اس کو باقی روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۶۳۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر چندہ دہندگان اجازت دے دیں تو اس کو وہ روپیہ لینا درست ہے۔ فقط

جس کے پاس انجمن کی رقم جمع ہے اس پر بدگمانی کرنا

سوال: (۱۶۳۳) زید انجمن ہدایت بے نمازان کا ممبر ہے، اور اس کا چندہ اسی کے پاس جمع رہتا ہے اس نے ایک خاص رقم سے اراضی رہن لی ہے، اس کی آمدنی سے تجارت وغیرہ کرتا ہے، ایسے شخص کے پاس چندہ جمع رکھنا اور اس کو انجمن مذکور کا ممبر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۴۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بدظنی مسلمان پر کرنا ناجائز ہے، حدیث شریف میں: إيّاكم والظّنّ فإنّ الظّنّ

أکذب الحدیث (۱) پس جب تک ممبر مذکور سے کوئی خیانت مال امانت میں ثابت نہ ہو، اس وقت تک اس پر بدگمانی کرنا اور اس کو خائن سمجھنا درست نہیں ہے، اور اس کے پاس روپیہ مذکورہ رکھنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سابق مہتمم کی وجاہت سے جو چندہ جمع ہوا ہے اس کو کہاں خرچ کیا جائے؟

سوال: (۱۶۳۴) زید نے اپنی قوم کے سامنے ایک درس گاہ کے قیام اور اس کے انتظام کے لیے قوم کی ایک با اثر منتظمہ جماعت کی تجویز پیش کی، چنانچہ قوم نے اس تجویز کو منظور کرکے ایک درس گاہ اور اس کے انتظام کے لیے جماعت منتظمہ مقرر کی، جماعت منتظمہ نے زید کو اپنا کارکن مقرر کیا، چنانچہ خود قوم نے اور زید نے چندہ جمع کیا، کچھ دنوں کے بعد بوجوہ چند زید مستعفی ہوگیا، قوم نے چند ممبر جدید مقرر کیے، اور ایک کارکن جدید مقرر کیا، اور تعلیمی انتظام میں کچھ ردوبدل کیا، زید کو مستعفی ہوئے دو سال ہوئے اس وقت مدرسہ میں ایک معتد بہ رقم تھی، جو زید کے قریبی رشتہ دار عمر کی تحویل میں تھی، زید کے مستعفی ہونے کے بعد بدستور سابق رقومات برائے ضروریات درس گاہ عمر تحویل دار سے برآمد ہوتی رہیں، جماعت نے اس تحویل کو منتقل کرنا چاہا، چنانچہ ایک تجویز منظور کرکے تحویلدار کو اطلاع دی گئی، زید مذکور نے ایک تحریر صدر جماعت منتظمہ کے پاس بھیجی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ میں جو کچھ سرمایہ موجود ہے وہ میری شخصی حیثیت کے مقابلہ میں دیا گیا، اس لیے میری منشا کے مطابق صرف ہونا چاہیے، اور معطیین کی منشا کے موافق صرف ہونا چاہیے وہ یہ کہ سرمایہ موجودہ کو درجۂ قرآن شریف کے لیے مخصوص کردیا جائے۔

آیا تحویل دار سے روپیہ منتقل کرنے پر ایسا عذر اٹھانا اور روپیہ برآمد کرنے سے انکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۲۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: تفصیل سوال سے ظاہر ہے کہ وہ رقم جو تحویل دار کے پاس ہے وہ مدرسہ مذکورہ کے

---

(۱) قال أبوهريرة رضي الله عنه يأثر عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: إيّاكم والظّنّ، فإنّ الظّنّ أكذب الحديث. (صحيح البخاري: ۷۷۲/۲، كتاب النّكاح، باب لايخطب على خطبة أخيه حتّى ينكح أو يدع)

مصارف کے لیے ہے، چنانچہ عمل درآمد بھی اسی طرح ہوتا رہا ہے، اور معطیین چندہ کو تمام ضوابط و قواعد مدرسہ کی اطلاع ہے، لہٰذا باوجود اس اطلاع کے معطیین کا چندہ دینا اور مدرسہ مذکورہ میں رقوم بھیجنا اس امر کو تسلیم کر لینا ہے کہ جماعت منتظمہ حسب قواعد وضوابط مدرسہ ان رقوم کو صرف کریں، لہٰذا زید مہتمم سابق کا یہ عذر کہ سرمایہ موجودہ میری شخصی وجاہت اور شخصی حیثیت سے حاصل ہوا ہے، اس میں بہ لحاظ میری شخصیت کے میری رائے اور منشا کے موافق تصرف ہونا چاہیے غیر مسموع ہے، اور مدرسہ کے چندہ میں کسی مہتمم وغیرہ کی شخصیت کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ جو رقوم مدرسہ میں آتی ہیں خواہ وہ کسی کی شخصی حیثیت اور وجاہت کی وجہ سے آئیں، مگر ان رقوم کے مصارف وہی ہوں گے جو بہ ذریعہ عام ضوابط وقواعد مشتہر ہو چکے ہیں اور معطیین چندہ کو ان کا علم ہو چکا ہے، اور جس طرح ہمیشہ سے عمل درآمد رہا ہے کہ تحویل دار کے پاس سے حسب ضرورت مدرسہ مصارف کے لیے رقوم وقتاً فوقتاً برآمد ہوتی رہی ہیں، اسی طرح آئندہ بھی عمل درآمد رہے گا، اور رقوم برآمد ہوتی رہیں گی، مہتمم سابق اور تحویل دار کو اس میں کسی عذر کی اور انکار کی گنجائش نہیں ہے، اور زید مہتمم سابق کا اپنی شخصیت کو اس موقع پر ظاہر کرنا بے معنی ہے، اور اس پر کچھ اثر اور ثمرہ مرتب نہ ہوگا، کیونکہ وہ روپیہ مدرسہ کا ہے، لہٰذا مدرسہ منتظمہ جماعت اور مہتمم حال کی رائے سے وہ روپیہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوگا، اور جو احکام وہ نافذ کریں گے وہ واجب العمل ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کا چندہ کرنے کے لیے جس نے سفر کیا ہے وہ سفر خرچ کا اور مسجد کی تعمیر میں جو ذاتی رقم خرچ کی ہے اس کا مطالبہ کرسکتا ہے

سوال: (۱۶۳۵) ایک مسجد کہنہ اور بوسیدہ تھی، اس کے واسطے زید اپنا خرچ کر کے ممبئی گیا، وہاں سے چندہ قریب پانچ سو روپیہ کے لایا اور کچھ چندہ یہاں بھی جمع تھا، اب زید وعمر کو واسطے نگرانی تعمیر مسجد کے مقرر کیا گیا، جب مسجد پوری ہو چکی صرف استرکاری باقی رہ گئی تو زید نے کل حساب آمد وخرچ جس کو وہ روزانہ لکھتا جاتا تھا جوڑا، تو معلوم ہوا کہ علاوہ زر چندہ کے زید کا ذاتی روپیہ ایک سو سے زیادہ خرچ ہو گیا، اس وقت زید نے سب سے کہہ دیا کہ میرا اس قدر ذاتی روپیہ زائد خرچ ہو گیا

ہے، پھر چھ سات برس کے بعد زید ممبئی گیا اور روپیہ چندہ کا لایا اور کچھ یہاں بھی جمع ہے، اب زید کہتا ہے کہ آمد و رفت ممبئی کا خرچ اور جو مسجد میں میرا زیادہ خرچ ہو گیا ہے سب مجھ کو ملنا چاہیے، آیا زید کو مسجد کے روپیہ سے دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۷۲/۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو کچھ زید کا روپیہ زیادہ خرچ ہوا اور جو کچھ سفر میں خرچ ہوا اس کو وہ مسجد کے روپیہ سے لے سکتا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جبراً چندہ وصول کر کے کارِ خیر میں صرف کرنا

سوال: (۱۶۳۶) بہ غرض تعمیر عیدگاہ و مسجد اور دیگر امور خیر چندہ تجویز ہوا، اور ہر قوم کا ایک سرگروہ مقرر ہوا، وقت وصول چندہ چند صاحبوں نے بہ طیب خاطر چندہ دیا، اور بعض نے قطعی انکار کر دیا، اس وقت ممبران چندہ نے حکم دیا کہ جو شخص چندہ نہ دے اس کا حقہ پانی بند کر دو، اور غمی اور شادی میں شریک نہ ہو، اور جو پیشہ کرتے ہیں اس سے سودا نہ خریدو، اسی وجہ سے منکران نے چندہ دے دیا، اس چندہ سے عیدگاہ بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور چاہ بنوانا اور پانی پینا وضو اور غسل کرنا اور کارِ خیر میں صرف کرنا اس روپیہ کا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۱/۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس طرح زبردستی کرنا چندہ کے لینے میں جائز نہیں ہے، لیکن عیدگاہ جو اس چندہ سے بنی اس میں نماز بلا کراہت درست ہے، اور اس چندہ سے جو چاہ بنایا گیا ہے اس سے وضو اور غسل اور پانی پینا درست ہے، اور ہر ایک کار خیر میں مثلاً مدرسہ وغیرہ جس میں ایسا چندہ آیا تو اس سے تنخواہ وغیرہ ملازمین کو اور اس کو طلبہ میں صرف کرنا درست ہے، اصل یہ ہے کہ اس طرح تنگ کر کے لینا تو اچھا نہیں ہے۔ لیکن جب مالک نے کسی طرح طوعًا و کرہًا دے دیا اور کار خیر میں لگا دیا گیا تو آئندہ کو اس مال میں حرمت نہیں رہی، کیوں کہ یہ چوری اور غصب کا مال نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) إنّ النّاظر إذا أنفق من مال نفسه علی عمارة الوقف لیرجع في غلّته، له الرّجوع دیانة ...... أمّا لو کان في یده شيء، فاشتری للوقف من مال نفسه، ینبغي أن یّرجع ولو بلا أمر قاض إلخ (ردّالمحتار علی الدّرّالمختار: ۶/۵۱۵، کتاب الوقف، مطلب في إنفاق النّاظر من ماله علی العمارة)

جبراً چندہ وصول کر کے برتن خریدنا اور اس میں کھانا پکانا

سوال: (۱۶۳۷) ایک محلّہ میں سو دو سو آدمی ہیں، نصف سے زیادہ نے مشورہ اور اتفاق کیا کہ ظروف مِسی (تانبے کے بنے ہوئے برتن) خرید لیے جائیں چندہ کر کے، اور جب ضرورت ہو ان ظروف میں کھانا پکا لیا جائے، بعض نے چندہ دینے سے انکار کیا، ان پر یہ جبر کیا گیا کہ اگر تم نے چندہ نہ دیا تو ہم تمہارے دفنانے کفنانے میں شریک نہ ہوں گے، اور تم کو کنویں سے پانی بھی نہ بھرنے دیں گے، اس خوف سے انہوں نے بھی چندہ دے دیا، ان ظروف میں کھانا پکانا جائز ہے یا نہیں؟ اور چندہ جمع کرنے والے گنہ گار ہیں یا نہیں؟ (۱۰۵۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایسا جبر چندہ میں کرنا جائز نہیں ہے، جبر کرنے والے اور چندہ نہ دینے کی وجہ سے ان لوگوں سے قطع تعلقات کی دھمکی دینے والے گنہ گار ہیں، اور کھانا پکانا ان برتنوں میں اور اس کا کھانا درست ہے، اور جن لوگوں سے جبراً چندہ لیا گیا ہے ان سے معافی کرالی جائے، اور ان کو راضی کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دباؤ ڈال کر چندہ وصول کرنا جائز نہیں

سوال: (۱۶۳۸) ایک مسلمان چندہ پانچ روپیہ دیتا ہے، اس پر جبر کر کے زیادہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶/۳۲۰۸-۱۳۴۷ھ)

الجواب: دباؤ ڈال کر چندہ وصول کرنا جائز نہیں ہے، جو شخص جو کچھ خوشی سے دے اس کو لے لینا چاہیے، جبر کرنا کسی پر درست نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے: **لایحلّ مال امرئ إلاّ بطیب نفس منه** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ میں جبر کرنا درست نہیں

سوال: (۱۶۳۹) ایک مدرسہ قائم کیا گیا، اس میں چندہ جبریہ لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے،

---

(۱) عن أبي حرّة الرّقاشي عن عمّهٖ قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: ألا لا تظلموا الحدیث. (مشكاة المصابیح، ص:۲۵۵، كتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثّاني)

اور سرکار سے بھی مدد ملتی ہے، ایسا مدرسہ اسلامیہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور چندہ جبریہ لینا شرعًا کیسا ہے؟ (۱۳۳۷/۲/۷۷ھ)

الجواب: چندہ میں جبر کرنا درست نہیں ہے، جو اپنی خوشی سے دیوے اس سے لے لیا جائے، اور سرکار سے امداد ہو تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، اور مدرسۂ دین کا کھولنا بہت ضروری اور کارِ ثواب ہے، مسلمانوں کو خود اس کی امداد کرنی چاہیے کہ علم دین شائع ہو اور جہالت دور ہو۔ فقط

سوال: (۱۶۴۰) مسجد وغیرہ کے چندہ میں جبرًا زیادہ وصول کرنا شرعًا کیسا ہے؟ (۱۳۴۲/۱۹۱۷ھ)

الجواب: حدیث شریف میں وارد ہے: **ألا لا تظلموا ألا لا یحلّ مال امرىء إلّا بطیب نفس منه** (۱) یعنی کسی پر ظلم نہ کرو، اور آگاہ رہو کہ کسی شخص کا مال لینا بدون اس کے دل کی خوشی کے جائز نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ جبر کر کے زیادہ لینا کسی چندہ میں درست نہیں ہے، اور اس پر مواخذہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مدرسہ کے لیے اپنے کارخانہ کے مزدوروں کی تنخواہ میں سے فی روپیہ ایک پیسہ وضع کرنا

سوال: (۱۶۴۱) ہم نے ایک دینی مدرسہ جاری کر رکھا ہے، اور اس کے مصارف کے لیے ہم نے یہ قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ اپنے ذاتی کارخانہ میں جو لوگ مزدور پیشہ ہیں ان کی تنخواہ میں سے فی روپیہ ایک پیسہ وضع کر لیتے ہیں، وہ لوگ ظاہر میں دینے پر راضی معلوم ہوتے ہیں، لیکن وہ واقع میں اس کو جبر واکراہ سمجھتے ہیں، مگر وہ اس کو ظاہر نہیں کرتے، لیکن آخر میں راضی ہو جاتے ہیں، تو اس طرح سے ہم کو لینا جائز ہے یا نہ؟

اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہم نے یہ شرط لگا لی ہے کہ ہمارے کارخانہ میں جو کام کرے گا اس کو مدرسہ کے واسطے فی روپیہ ایک پیسہ دینا پڑے گا، چاہے کوئی خوش ہو یا ناخوش ہو، تو اس شرط کی وجہ سے جس سے روپیہ وصول کیا جاوے تو اس کو ثواب ملے گا یا نہ؟ جب کہ وہ شخص خوش ہو کر اور دینی کام سمجھ کر دیتا ہے اور یہ شرط جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۷/۱۷ھ)

(۱) حوالۂ سابقہ۔

الجواب: پہلی صورت میں جب کہ چندہ دینے والے بالآخر راضی ہوجاتے ہیں اور مدرسہ میں خرچ کرنے سے خوش ہوجاتے ہیں تو یہ لینا اور مدرسہ میں خرچ کرنا جائز ہے، اور دوسری صورت میں جب کہ وہ شخص جس سے وصول کیا جاتا ہے دینی کام سمجھ کر دیتا ہے، اور بہ غرض ثواب دیتا ہے تو اس کو ثواب حاصل ہوگا، اور بہ اعتبار اخیر نتیجہ کے چونکہ بہ طیب نفس معطی ہوجاتا ہے، لہٰذا اس کی حلت میں کچھ کلام نہیں ہے۔ **قال علیہ الصّلاۃ والسّلام: ألا لا یحلّ مال امرء إلاّ بطیب نفس منه** (الحدیث)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس شرط پر مسجد میں چندہ دینا کہ میری دُکان سے چائے پینی ہوگی

سوال: (۱۶۴۲) زید وعمرو چائے کی دکان کرتے تھے، اور ایک پیالی چائے کی ایک پیسہ میں دیتے تھے، شکر گراں ہونے پر زید وعمرو نے چائے کی دکان چھوڑ دی، بکر نے ان لوگوں سے جو چائے کے عادی تھے یہ کہا کہ اگر تم میرے سوا کسی کی دکان سے چائے نہ پیو تو میں ایک پیالی ایک پیسہ میں دوں گا، اور مبلغ ۷۵ روپیہ سالانہ اپنی دکان سے مسجد میں دوں گا بہ شرطیکہ تم میری ہی دکان سے چائے پیو، اور جو شخص زید وعمرو کی دکان سے چائے لے گا اس سے سوا پانچ آنہ لیے جاویں گے، آیا پچھتر روپیہ بکر سے لینا اور مسجد میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور جو شخص زید وعمرو کی دکان سے چائے لے اس سے سوا پانچ آنہ لینا اور مسجد ومدرسہ میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۴۰۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: بکر جو اپنی خوشی سے پچھتر روپیہ مسجد میں اپنی دکان سے دیوے درست ہے، اور سوا پانچ آنہ لینا اس شخص سے جو زید وعمرو کی دکان سے چائے پیوے ناجائز اور حرام ہے، اور مسجد ومدرسہ میں لگانا اس کا ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ کی فاتحہ خوانی کے لیے چندہ کرنا

سوال: (۱۶۴۳) یہاں سالانہ ماہ ربیع الاول میں آنحضرت ﷺ کے فاتحہ کے لیے اہل جماعت وعمائدین قصبہ ہر فرد سے کھانا پکانے کے واسطے چندہ طلب کرتے ہیں، اگر کوئی غریب چندہ

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

نہ دے تو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں کمی سمجھتے ہیں، اور نفرت وکراہت سے دیکھتے ہیں، اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی سال کھانا پکا کر تقسیم نہ کیا جاوے تو اس سال بستی میں طاعون، وبا یا اور کوئی بلا آنے کا اندیشہ ہے، اور کھانا پکا کر بستی کے تمام لوگ آپس میں برابر تقسیم کر کے اپنے اپنے حصہ کا کھانا مکان کو لے جاتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۵۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بہ طریق مذکور چندہ جمع کرنا اور نہ دینے والے پر طعن وتشنیع کرنا اور یہ خیال کرنا کہ اس کو جناب رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں ہے یا کم محبت ہے یہ خیال غلط اور باطل ہے، شریعت میں اس کی کچھ دلیل اور سند نہیں ہے، یہ خود جہلاء نے طریقہ اختراع کرلیا ہے، پس بطریق مذکورہ چندہ کرنا اور رسم کا پابند ہونا اور یہ اعتقاد کرنا کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو کوئی وبا یا طاعون آجاویگا اعتقاد فاسد اور خیال باطل ہے، اسی قسم کی رسوم اور عقائد باطلہ کو شریعت مٹانے اور ترک کرنے کا حکم کرتی ہے، پس اس رسم کو قطعاً ترک کر دیا جاوے، اور جن لوگوں کو وسعت ہے وہ بہ طور خود بلا پابندی کسی رسم اور نام آوری کے اور بدون قید کسی دن اور تاریخ کے اگر بہ قدر وسعت کچھ کھانا پکا کر یا نقد غرباء اور مساکین کو صدقہ کر دیں اور اس کا ثواب بہ روح جناب رسول اللہ ﷺ پہنچادیں تو مضائقہ نہیں ہے، اور اگر اخلاص کے ساتھ ایسا کیا جاوے اور بدعات ورسوم سے خالی ہو تو اس میں ثواب کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دھوکا دے کر چندہ جمع کرنا اور اپنی حاجت میں خرچ کرنا

سوال: (۱۶۴۴) زید مدرسہ ومسجد کے نام سے لوگوں کو دھوکا دے کر چندہ جمع کرتا ہے، اور اس سے اپنی ہی حاجت روائی مقصود ہے، دینے والوں کو اجر ملے گا یا نہیں؟ اور زید پر مواخذہ حق العباد ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی رہائی کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ بہ وجہ شرمندگی کے چندہ کا روپیہ واپس نہیں کرسکتا اور نہ اس کے پاس موجود ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۷۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دینے والوں کو تو اجر ملے گا اگر ان کی نیت بہ خیر ہے، لیکن لینے والا فاسق وعاصی وظالم ہے، اور حق العباد کا مواخذہ اس پر ہے، طریقہ اس کی رہائی کا یہی ہے کہ جن کا روپیہ دھوکا سے لیا ہے ان کو واپس کرے، یا ان سے معاف کراوے اور عذابِ الٰہی دائمی کے مقابلہ میں عارِ دنیاوی

کی پرواہ نہ کرے، ان لوگوں سے صاف اپنا حال بیان کردے اور معاف کرائے۔ قال علیہ السّلام: ألا لا تظلموا، ألا لا یحلّ مال امرئٍ إلّا بطیب نفس منه (۱) و في الحدیث: علی الید ما أخذت حتّی تؤدّی (۲) وقال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْکِتَابِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا الآیة﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۷۴) اور آیت ﴿لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۷۷) الغرض آیات و احادیث کثیرہ حرمت دھوکا دہی میں اور دین کی صورت میں دنیا حاصل کرنے کی ممانعت میں اور ظلماً لوگوں کا مال لے کر خرچ کرنے میں وارد ہیں، وہ کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہیں، جھوٹ بولنا اور جھوٹ بول کر دین کے کام کے نام سے روپیہ لے کر خود صرف کرنا ایسا امر نہیں ہے جس کی حرمت میں کچھ بھی شبہ ہو، پس علاج اس کا سوائے اس کے جو مذکور ہوا اور کچھ نہیں ہے، یعنی یہ ادا کرے یا معاف کراوے، ورنہ مواخذۂ آخرت اس کے اوپر ہے۔

چندہ دینے میں مقابلہ کرنا

سوال: (۱۶۴۵) کسی کار خیر کے لیے چندہ ہوا، اسی چندہ دینے میں زید نے بکر سے کہا کہ جس قدر چندہ تم دوگے اتنا میں بھی دوں گا، لہٰذا یہ پیسہ کار خیر میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ اور ثواب ملے گا یا نہیں؟ (۳۰۵/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وہ روپیہ کار خیر میں لگانا درست ہے، اور اگر نیت ثواب کی ہے تو ثواب بھی ملے گا۔ إنّما الأعمال بالنّیّات إلخ (صحیح البخاری: ۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باہمی مشورہ سے چندہ کی رقم طے کرنا اور اس کو لازم قرار دینا

سوال: (۱۶۴۶) ایک مدرسہ میں بہ مشورت جمیع طلبہ ایک قانون پاس کیا گیا کہ مصرف خیر کے لیے فی کس دو پیسہ ماہوار چندہ لیا جائے، بعض طلبہ اس کو عار سمجھتے ہیں، یہ چندہ لینا دینا کیسا ہے؟ (۱۹۲۲/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۲) عن سمرة رضي اللّٰه عنه عن النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: علی الید الحدیث (مشکاة المصابیح، ص: ۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثّاني)

الجواب: چندہ مذکورہ لینا دینا درست ہے، اگر کسی کو جبر معلوم ہو اس سے نہ لیا جائے۔ فقط

نام ونمود کی نیت سے چندہ دینا

سوال: (۱۶۴۷) اگر کوئی شخص کسی سے نیک کام کے واسطے چندہ طلب کرے، اور وہ اس کو دل سے دینا نہیں چاہتا، بلکہ مانگنے والے کے دباؤ اور جبر سے یا خواہش نام ونمود یا دنیا کے شرم ولحاظ سے دیا، تو دینے والے کو ثواب ہوگا یا نہیں؟ (۲۲۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ نام آوری اور ریاکاری کے ساتھ جو نیک عمل کیا جاوے گا اس میں ثواب نہیں ہے، لیکن اس وجہ سے اس نیک کام سے رکنا نہ چاہیے، بلکہ کوشش اس میں کرنی چاہیے کہ اس خیال نام آوری اور ریا اور سمعہ کو دفع کرنا چاہیے، اور اللہ سے توبہ اور استغفار کرنا چاہیے کہ جو کچھ ہم سے اس عمل میں ریا وغیرہ ہوا اس کو معاف فرما، اور اس صدقہ کو قبول فرما، کیونکہ پورا اخلاص حاصل ہونا بدون توفیقِ الٰہی کے دشوار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں سوال کرنا اور چندہ کرنا

سوال: (۱۶۴۸) مسجد میں سوال کرنا اور ایسے سائل کو دینا کیسا ہے؟ اور اسلامی مدرسہ اور انجمن کے لیے چندہ کرنا مسجد میں کیسا ہے؟ (۵۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: سوال فی المسجد کو فقہاء نے ممنوع فرمایا ہے اور بعض روایات میں یہ قید ہے کہ اگر سائل تخطیٔ رقاب کرے (کاندھوں کو پھاندے) یا نمازیوں کے آگے کو گذرے اس وقت ممنوع ہے اور سائلِ مسجد کو دینا بھی اسی وقت ممنوع ہے کہ نمازیوں کو ایذا دے، اور حدیث مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من سمع رجلاً ينشد ضالةً في المسجد فليقل لاردّها الله عليك، فإنّ المساجد لم تبن لهذا، الحديث (رواه مسلم، مشكاة)**(۱) اور مرقاۃ شرح مشکاۃ میں بہ ذیل

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من سمع رجلاً ينشد ضالة الحديث. (الصّحيح لمسلم: ۲۱۰/۱، كتاب المساجد ومواضع الصّلاة، باب النّهي عن نشد الضّالّة في المسجد و ما يقوله من سمع النّاشد، ومشكاة المصابيح، ص:۶۸، كتاب الصّلاة، باب المساجد ومواضع الصّلات، الفصل الأوّل)

حدیث مذکور ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: وكان بعض السّلف لايرى أن يّتصدّق على السّائل المتعرّض في المسجد ، وفيه أيضًا: وقد قال بعض السّلف: لايحلّ إعطاؤه فيه لما في بعض الآثار ينادٰى يوم القيامة ليقم بغيض اللّٰه، فيقوم سُؤَّال المسجد، وفصل بعضهم بين من يؤذى النّاس بالمرور ونحوه فيكره إعطاؤه إلخ (۱) اور درمختار میں ہے: ويحرم فيه السؤال ويكره الإعطاء مطلقًا وقيل: أن تخطى إلخ(۲)(جلد اوّل شامي) وفيه في الحظر والإباحة: يكره إعطاء سائل المسجد إلاّ إذا لم يتخطّ رقاب النّاس في المختار إلخ (۳) الحاصل یہ تو محقق ہے کہ سوال کرنا مسجد میں منع ہے اور بہ صورت ایذا اس کو دینا بھی حرام ہے، باقی امور دینیہ مثل مدارس وانجمن کے لیے چندہ کرنا مساجد میں ممنوع نہیں ہے، جب کہ نماز اور خطبہ کے وقت نہ ہو اور کسی نمازی کو اس میں تشویش وایذا نہ ہو، جیسے مجمع وعظ میں مسجد میں چندہ امور خیر کے لیے کرنا کہ یہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶۴۹) مدرسہ اور مسجد کے لیے مسجد میں چندہ لینا، اور سوال کرنا، کوئی واعظ کہہ کر رومال بچھا دیتا ہے یہ کیسا ہے؟ (۱۸۹۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مسجد اور مدرسہ کے لیے چندہ لینا اور لوگوں کو ترغیب چندہ کی کرنا جائز ہے، ویسے بلاضرورت سوال کرنا برا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶۵۰) ایک شخص مسجد کی تعمیر چندہ سے کراتا ہے، اور دیگر مساجد میں نمازیوں سے بھی جمعہ کے دن چندہ وصول کرتا ہے، مسجد اور نمازیوں کا بھی ادب ملحوظ رکھتا ہے، ایسی صورت میں مساجد میں چندہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور متولی کو چندہ وصول کنندہ کو روکنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ایک جگہ مسجد میں سوال کرنے کو حرام اور سوال کرنے والے کو دینا مکروہ

---

(۱) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۳۸۴/۲-۳۸۵، كتاب الصّلاة ، باب المساجد و مواضع الصّلاة ، حديث: ۷۰۶۔

(۲) الدّرّ المختار مع ردّالمحتار : ۳۷۵/۲، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة وما يكره فيها مطلب في أفضل المساجد .

(۳) الدّرّ المختار مع ردّالمحتار: ۵۱۱/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع .

لکھاہے، اور دوسری جگہ یہ تفصیل کی ہے کہ اگر سائل نمازیوں کی گردنوں پر پھلانگ کر سوال کرے تو اس کو دینا مکروہ ہے، اور اگر گردنوں پر کونہ پھلانگے اور نمازیوں کا لحاظ رکھے تو مکروہ نہیں ہے، اور یہ سب تفصیل اپنے لیے سوال کرنے میں ہے، مسجد کی تعمیر کے لیے نمازیوں سے چندہ وصول کرنا جائز ہے، البتہ اس میں بھی اس امر کا لحاظ رکھے کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو اور ان کی گردنوں پر کونہ پھلانگے۔ فقط

سوال: (۱۶۵۱) ایک انجمن اسلامی برائے تعلیم دینیات قائم کی ہے اراکین انجمن نے علاوہ دیگر تدابیر امداد کے ایک تدبیر یہ بھی کی ہے کہ قبل نماز جمعہ جامع مسجد میں ایک شخص صندوقچی لے کر لوگوں کے سامنے کو گذرتا جاتا ہے، ہر شخص یا جس کا جی چاہے حسب توفیق روپیہ پیسہ اس میں ڈال دیتا ہے، مگر بعض مسلمان معترض ہیں کہ مسجد میں اس طرح فراہمی چندہ جائز نہیں ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۷۸۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: مسجد میں سوال کرنے کو بے شک فقہائے عظام رحمہم اللہ نے منع فرمایا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ سائل مسجد کو کچھ نہ دینا چاہیے، لیکن ایسی ضرورات عامہ مسلمین کے لیے اگر بہ ضرورت چندہ کیا جاوے تو گنجائش جواز کی ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ مسجد سے باہر کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے روز جامع مسجد میں صندوقچی لے کر گھومنا

سوال: (۱۶۵۲) جمعہ کے روز جامع مسجد میں صندوقچی لے کر گھومنا اور غرباء، مساکین اور مسافروں کے لیے پیسے جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳/۱۷-۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر نمازیوں کو اس سے کوئی تکلیف نہ ہو، اور نماز پڑھنے والوں کے آگے نہ گذرے، تو جائز ہونا چاہیے، اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو قرآن کریم میں مدح کی صورت میں ذکر کیا گیا ہے، اور سائل کے متعلق بھی کوئی مذمت مذکور نہیں (۱) نیز جب تخطیٔ رقاب اور تکلیفِ مصلین

---

(۱) فرع: يكره إعطاء سائل المسجد إلّا إذا لم يتخطّ رقاب النّاس في المختار كما في الاختيار ومتن مواهب الرّحمٰن، لأنّ عليًّا تصدق بخاتمه في الصّلاة فمدحه الله بقوله: ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ (المائدة:۵۵) وفي الشّامي: في الصّلاة: أي وهي كانت في المسجد فتمّ الدّليل، أو أنّه إذا كان ذلك جائزا في الصّلاة وهي أفضل الأعمال، فلأن تجوزَ في المسجد و هو دونها أولٰى ط (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۵۱۱/۹، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع)

سے خالی ہو تو عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، ایسی صورت میں دینے والوں کو صدقہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ کما في الدّرّالمختار: یکرہ إعطاء سائل المسجد إلاّ إذا لم یتخط رقاب النّاس في المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ اور عیدین کے خطبہ کے وقت چندہ کرنا

سوال: (۱۶۵۳) عیدین کے خطبہ میں چندہ وغیرہ جمع کرنا اور خطبہ کا نہ سننا کیسا ہے؟
(۱۲۰۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبة نکاح وخطبة عید إلخ والخلاف في الکلام یتعلّق بالآخرة وأمّا غیرہ فیکرہ إجماعًا إلخ (۲) (درّمختار) اس سے معلوم ہوا کہ بے شک خطبہ عیدین کا بھی سننا واجب ہے، اور اس وقت کوئی دوسرا کام چندہ وغیرہ کا کرنا مکروہ تحریمی ہے، اور چندہ مذکورہ کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ نماز عیدین سے پہلے جب کہ مجمع اکٹھا ہے چندہ وصول کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶۵۴) عیدین کے خطبہ کے وقت امام کے لیے نقدی وصول کرنا اور امام کو اس کا لینا کیسا ہے؟ (۱۳۴۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: خوشی سے امام کو کچھ دیویں اس کا لینا امام کو جائز ہے، مگر خطبہ کے وقت ایسا کرنا نہ چاہیے، اگرچہ امام کے لیے وہ جمع کردہ رقم حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶۵۵) جامع مسجد کی حوائج ضروریہ کا صرف چندہ جامع مسجد سے جو بہ روز جمعہ کیا جاتا ہے چلتا ہے، یہ چندہ بہ وقت خطبتین جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: بہ وقت خطبتین کوئی چندہ نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۳۷۵/۲، کتاب الصّلاة، باب ما یفسد الصّلاة وما یکرہ فیها مطلب في أفضل المساجد.

(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۳۳/۳، تتمّة کتاب الصّلاة، باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة

عیدین کے موقع پر جو چندہ وصول ہوتا ہے اس کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۱۶۵۶) نمازِ عیدین پر ہر ایک شخص چندہ دیتا ہے، یہ رقم کس کا حق ہے؟ آیا امام عیدین کا یا کل شہر کی مساجد کے اماموں کا حق ہے؟ (۵۰۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جس کے لیے وہ چندہ لیا جائے وہ اسی کا ہے، یا جس کارِ خیر کے لیے جمع کیا جائے اس میں صرف کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے چندہ سے امام کی تنخواہ دینا

سوال: (۱۶۵۷) یہاں کے لوگ فی روپیہ ایک دھیلا (آدھا پیسہ) مسجد کے واسطے دیتے ہیں، اس ہی میں سے تمام خرچ مسجد کا چلتا ہے اور امام کی تنخواہ بھی اسی چندہ سے مقرر ہے، لہٰذا دریافت کیا جاتا ہے کہ امام کی تنخواہ اس چندہ سے دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۱۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: امام کی تنخواہ اس چندہ سے دینا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ میں سے امام کے حصے کو بھی مسجد میں صرف کرنا

سوال: (۱۶۵۸) مسلمانوں نے چندہ جمع کیا، جس میں سے نصف مسجد کے واسطے اور نصف امام کے واسطے، اب لوگ امام کے نصف حصہ کو بھی مسجد میں خرچ کرنا چاہتے ہیں، درست ہے یا نہیں؟ اور ثواب امام کو ہوگا یا چندہ دہندگان کو؟ (۲۶۶۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ درست ہے، اور ثواب چندہ دہندگان کو ہوگا، ابھی امام کی ملک میں وہ رقم نہیں ہوئی، کیونکہ جب امام کو دے دی جاتی اس وقت اس کی ملک ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مدرسہ کے لیے جو چندہ کیا گیا ہے اس کو اسی مدرسہ کے ایک استاذ پر خرچ کرنا

سوال: (۱۶۵۹) میں نے دارالعلوم دیوبند کے لیے ۲۳ روپیہ چندہ جمع کیا تھا، لیکن قبل

ترسیل یہ خیال ہوا کہ اگر مدرسہ دیوبند سے کوئی عالم اس علاقہ میں منگوایا جائے تو بہتر ہوگا، چنانچہ اس میں سے دس روپیہ برائے سفر خرچ بھیج دیئے، مولوی مظفر حسین جہلمی تشریف لائے، اور بقیہ ۱۳ روپیہ ان کی تنخواہ میں دے دیئے، یہ فعل جائز ہوا یا نہیں؟ (۲۸۰۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس کے جائز ہونے کے لیے اس کی ضرورت تھی کہ چندہ دینے والوں سے اس کی اجازت لی جاتی، اب بھی فعل سابق کی حد جواز میں آنے کی یہی صورت ہے کہ چندہ دہندگان کو اس کی اطلاع کردی جائے، اوران سے اجازت لی جائے، اوراگر وہ اجازت نہ دیں تو آپ کو وہ روپیہ مدرسہ ہذا میں داخل کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

افیون کی تجارت یا ملازمت سے جو روپیہ حاصل ہوا اس کو مسجد میں صرف کرنا

سوال: (۱۶۶۰) افیون کی تجارت سے یا ملازمت سے جو روپیہ حاصل ہو، اسے مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۳۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: افیون کے بارے میں فقہاء نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ بہ غرض تداوی اس کا استعمال درست ہے، اور بلا ضرورتِ دوا استعمال اس کا حرام ہے، لیکن شراب کی حرمت سے کم ہے۔ درمختار میں ہے: **ويحرم أكل البنج والحشيشية ...... والأفيون، لأنّه مفسد للعقل ويصدّ عن ذكر اللّٰه تعالٰى: وعن الصّلاة، لكن دون حرمة الخمر** اورشامی میں ہے: **فهٰذا كلّه و نظائره يحرم استعمال القدر المسكر منه دون القليل إلخ** (۱) **وفيه أيضًا: والحقّ التّفصيل إن كان للتّداوي فكذلك و إنْ لِلَّهْوِ و إدخال الآفة قصدًا فينبغي أن لا يَتَرَدَّدَ في الوقوع إلخ**(۲) **وبه علم أنّ المراد الأشربة المائعة وأنّ البنج ونحوه من الجامدات إنّما يحرم إذا أراد به السّكر وهو الكثير منه دون القليل المراد به التّداوي ونحوه كالتّطيب بالعنبر وجوزة الطّيب إلخ** (۳) پس

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۱۰/ ۳۸-۳۹، كتاب الأشربة.
(۲) الشّامي: ۶/۵۳، كتاب الحدود، باب حدالشّرب، مطلب في البنج والأفيون والحشيشة
(۳) الشّامي: ۶/۵۴، كتاب الحدود، مطلب في البنج والأفيون والحشيشة.

جب کہ معلوم ہوا کہ افیون کے استعمال کی بعض صورتوں میں بعض اشخاص کے لیے بہ غرض تداوی اجازت ہے تو اس کی بیع وشراء مطلقاً حرام نہیں ہے، مگر مشتبہ ضرور ہے، اس لیے اس کی ملازمت بھی حرام نہیں ہے، مگر مشتبہ ہے، اور اس سے بچنا چاہیے، کیونکہ احتیاط یہی ہے کہ مشتبہات سے بھی احتراز کیا جاوے، اور یہی حکم اس کی آمدنی کو مسجد میں صرف کرنے کا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ مسجد میں مال مشتبہ صرف نہ کیا جاوے۔ کما علّله في الشّامي: بأن اللّٰه تعالىٰ ولايقبل إلاّ الطّيب إلخ(۱) فقط

تاجرِ شراب کا چندہ مدرسہ میں لینا

سوال: (۱۶۶۱) تاجر شراب کا چندہ لینا مدرسہ میں درست ہے یا نہیں؟ (۳۳/۳۵۷-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر تاجر شراب شراب کے منافع سے ہی مدرسہ میں دیوے تو جائز نہیں، البتہ اگر کسی دوسرے کسب حلال سے دیوے تو کچھ حرج نہیں۔ قال في الدّرّالمختار: وسقط تقومها في حقّ المسلم إلخ وحرم الانتفاع إلخ ولايجوز بيعها إلخ(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعمیر مسجد میں خوجہ سے چندہ لینا

سوال: (۱۶۶۲) یہاں پر ایک مسجد مسلمانوں کی تعمیر ہو رہی ہے، اس میں خوجہ بھائی جو معتقدان آغا خان صاحب کہلاتے ہیں چندہ دینا چاہتے ہیں، ان سے چندہ لے کر مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ان لوگوں سے چندہ لے کر مسجد میں لگانا درست اور جائز ہے، کیونکہ وہ جو چندہ دیتے ہیں تو ثواب اور قربت ہی سمجھ کر دیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) قال تاج الشّريعة: أمّا لو أنفق في ذلك مالاً خبيثًا أومالاً سببه الخبيث والطّيب فيكره، لأنّ اللّٰه تعالىٰ لايقبل إلاّالطيّب، فيكره تلويث بيته بمالايقبله اهـ (الشّامي: ۳۷۳/۲، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة وما يكره فيها، مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أنّ المستحبّ غيره، لأن البأس الشّدّة)

(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۲۸/۱۰، كتاب الأشربة.

قوم ہجڑا سے چندہ لینا

سوال: (۱۶۶۳) قوم ہجڑا اگر نماز روزہ کرتے ہوں اور فعل بد سے بچتے ہوں، تو ان کی کمائی سے خیرات لینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۷/۲۴۴۸ھ)

الجواب: جب کہ قوم ہجڑا پیشۂ بد سے تائب ہوں اور نماز و روزہ ادا کریں، تو ان کے ساتھ مثل دوسرے مسلمانوں کے معاملہ میل جول کا رکھنا چاہیے، اور اگر آمدنی ان کی بعد تائب ہونے کے حلال طریقے سے حاصل ہوئی ہے تو ان کی دعوت کھانا اور خیرات و ہدیہ لینا درست ہے۔ فقط

جو قوال طوائف کے ساتھ ساز بجا کر تنخواہ پاتا ہے اس سے چندہ لینا

سوال: (۱۶۶۴) ایک شخص قوّال ہے اور طوائف کے ساتھ ساز بجا کر تنخواہ پاتا ہے، اس سے مسجد و مدرسہ وغیرہ کے لیے چندہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۳۳۲ھ)

الجواب: ایسے شخص سے چندہ وغیرہ لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سائل زیادہ لینے کے لیے اصرار کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۶۵) اگر سائل آ کر سوال کرے اور حسب توفیق اس کا سوال پورا کر دیا جائے اور سائل زیادہ لینے کا اصرار کرے تو ایسی حالت میں اگر دینے سے انکار کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۴۹۹ھ)

الجواب: ایسے مُصر سائل کو رد کرنا کچھ گناہ نہیں ہے بلکہ مناسب ہے کہ ایسے سائل کو تنبیہ کی جائے، اور اس کو نہ دیا جائے، کیوں کہ اصرار کرنا امر مذموم ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ﴿لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا الآیة﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ادائے قرض کے لیے چندہ کرنا

سوال: (۱۶۶۶) اگر کوئی شخص مقروض ہو یا کسی اہم خرچ میں پڑے اور اپنے پاس روپیہ موجود

نہ ہو اور طاقتِ ادا بھی نہ ہو تو اس صورت میں مقروض خود سوال کرسکتا ہے یا دوسرے سے سوال کرا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (۷۰۸/۱۷-۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسا مدیون و مقروض جس کو طاقتِ ادا نہ ہو بہ قدر ادائے قرض سوال کرسکتا ہے اور کرا سکتا ہے، اگر اہل اسلام اس کی اعانت کریں اچھا ہے، ایک حدیث شریف میں ہے: **یا قبیصة إنّ المسئلة لا تحل إلّا لأحد ثلثةٍ: رجلٌ تحمل حمالة، فحلت له المسئلة حتّی یصیبها الحدیث رواه مسلم**(۱) اور دوسری حدیث میں ہے: **إنّ المسئلة لا تحلّ لغني ولا لذي مرّة سَوِيٍ إلّا لذي فقر مدقع أوغرم مُفظعٍ، ومن سأل النّاس لیثری به ماله کان خموشا في وجهه یوم القیامة، و رِضْفا یأکله من جهنّم، فمن شاء فلیُقل، ومن شاء فلیُکثر، رواه التّرمذي**(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسافر خانہ بنانے میں ہندو سے چندہ لینا

سوال: (۱۶۶۷) یہاں پر دو تین دکانیں مسجد کے متعلق بنی ہیں، ان کے اوپر ایک مسافر خانہ بنانے کی تجویز ہے، اس میں ایک ہندو نے بھی چندہ دیا ہے، ہندو کا پیسہ اور زکاۃ کا پیسہ اس میں لگ سکتا ہے یا نہ؟ (۲۶۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: کافر کا روپیہ اس میں لگ سکتا ہے اور زکاۃ کا روپیہ اس میں صرف نہیں ہوسکتا، کیونکہ

---

(۱) عن قبیصة بن مخارق الهلالي رضي اللّٰه عنه قال: تحملت حمالة، فأتیت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم أسأله فیها، فقال: أقم حتّی تأتینا الصّدقة، فنأمر لك بها، قال: ثمّ قال: یا قبیصة! إنّ المسئلة لا تحلّ إلّا لأحدِ ثلاثة الحدیث (الصّحیح لمسلم: ۳۳۴/۱، کتاب الزّکاة، باب من تحل له المسئلة)

(۲) عن حُبْشِي بن جُنَادَةَ السّلولي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم في حجة الوداع وهو واقف بعرفة، أتاه أعرابي، فأخذ بطرف ردائه، فسأله إیاه، فأعطاه وذهب فعند ذلك حرمت المسألة، فقال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: إنّ المسئلة لا تحلّ الحدیث. (سنن التّرمذي: ۱۴۱/۱، أبواب الزّکاة، باب ما جاء من لا تحلّ له الصّدقة)

زکاۃ میں تملیک ضروری ہے، اور مسافر خانہ کی تعمیر میں صرف کرنے سے کسی کی ملک نہیں ہوتی۔ فقط

سڑک بنانے میں چندہ دینا

سوال: (۱۶۶۸) اگر کہیں سڑک بنتی ہے اس میں چندہ دینا درست ہے؟ (۱۳۴۲/۲۰۲۴ھ)

الجواب: سڑک میں چندہ دینا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نومسلم کی کنواں بنانے میں مدد کرنا

سوال: (۱۶۶۹) زید نومسلم ایک کنواں بنوانا چاہتا ہے مگر مفلس ہے، اگر مسلمان اس میں چندہ دے کر مدد کریں تو ثواب ہوگا یا نہیں؟ (۸۵۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ثواب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قحط سالی دور کرنے کے لیے ہنود کی رسم میں چندہ دینا

سوال: (۱۶۷۰) اہل ہنود کاشت کاران زراعت پیشہ میں رسم ہے کہ جب کبھی قحط سالی سے بارش بند ہوجاتی ہے تو تمام گاؤں کے باشندوں ہندو مسلمانوں وغیرہ سے چندہ لیا جاتا ہے، چندہ سے ہنود گھی چاول گڑ خریدتے ہیں اور ایک گاؤمیش (بھینس) کا بچہ ایک سالہ بھی خریدتے ہیں، پہلے برہمن کو بلا کر گھی کھوپا وغیرہ آگ پر ڈالتے ہیں، اور برہمن کچھ پڑھتا رہتا ہے، اور گاؤمیش کے بچہ کا کان کاٹ کر اور پانی کی دھار دیتے ہوئے گاؤں کے گرد پھراتے ہیں، مسلمانوں کو اس میں چندہ دینا اور کھانے میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۰۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں چندہ وغیرہ دینا یا اس کی کسی طرح سے بھی تائید کرنا اور پھر اس سے جو کھانا پکتا ہے اس کا کھانا قطعًا حرام ہے، اور بت پرستوں کی بت پرستی کی تائید کرنا ہے، تمام مسلمانوں پر لازمی ہے کہ اس سے باز رہیں، اور پچھلے کیے ہوئے پر نادم ہوکر توبہ واستغفار کریں، اور جو لوگ کہ اس کو خیرات سمجھتے ہیں اور کہنے سے بھی باز نہیں رہتے وہ گنہ گار اور فاسق ہیں، ان کو چاہیے کہ فورًا توبہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ داری میں چندہ دینا

سوال: (۱۶۷۱) اس موضع میں تعزیہ داری ہوتی ہے، اور چندہ زبردستی وصول کیا جاتا ہے، اگر کوئی چندہ نہ دیوے تو اس کا حقہ پانی بند، دو تین اشخاص چندہ نہیں دیتے، ان چندہ نہ دینے والے اشخاص کو کیا کرنا چاہیے؟ (۸۰۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: تعزیہ میں چندہ دینا سخت گناہ ہے، اور قطعاً حرام ہے، جہاں تک ہوسکے اور جس تدبیر سے ہوسکے چندہ نہ دیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قادیانیوں سے چندہ لینا

سوال: (۱۶۷۲) اگر ہمارا آریوں سے مناظرہ ہوئے، اور اس موقع پر قادیانی ہمیں چندہ کی امداد دیویں تو کیا قبول کرلینی جائز ہے؟ (۱۱۵۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قادیانی جماعت سے کسی قسم کی بھی امداد کسی موقع پر نہ لی جاوے۔ فقط واللہ اعلم

ہنود کی کسی رسم کو بند کروانے کے لیے مقدمہ کرنا اور اس میں چندہ دینا

سوال: (۱۶۷۳) ہندو کی چھڑی وغیرہ رسوم کا بند کرنا یا کرانا مسلمانوں کے ذمہ ضروری ہے یا نہیں؟ اس کے لیے مقدمہ کرنا یا اس میں چندہ دینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۰۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ہنود کی چھڑی وغیرہ رسوم کا بند کرنا یا کرانا مسلمانوں کو اس کی تکلیف نہیں دی گئی، لہٰذا اس کے لیے مقدمہ کرنا یا اس میں چندہ دینا روا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
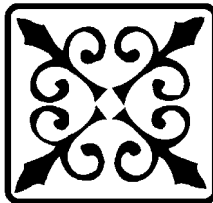
خواب اور تعبیر کا بیان

مَنْ رَّآنِيْ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ کا مطلب

سوال: (۱۶۷۴) اس حدیث شریف کا کیا مفہوم ہے: من رآني فقد رأى الحق (۱)؟ بہت سے لوگ اس حدیث شریف کا یہ مفہوم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھ لیا، پس بہ تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا، اگر یہی مفہوم ہے تو شبہ ہوتا ہے کہ پھر اللہ و رسول میں کیا فرق رہا؟ بالتّفصیل جواب تحریر فرمائیے۔ (۵۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے ٹھیک مجھ ہی کو دیکھا، یعنی شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا، دوسری حدیث میں اس کی شرح وارد ہوئی ہے: من رآني في المنام فقد رآني، فإنّ الشّيطان لايتمثّل في صورتي (۲) یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا، حق کے معنی صحیح اور ثابت کے ہیں جیسا کہ صحیح امر کو ''امر حق'' کہتے ہیں، اور اہل سنت والجماعت کو جن کا مذہب صحیح ہے اور ثابت ہے ''اہل حق'' کہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه سمع النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يقول : من رأني فقد رآى الحقّ ، فإنّ الشّيطان لا يتكونني (صحيح البخاري: ۱۰۳۶/۲، كتاب التّعبير، باب من رآى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في المنام)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال : تسموا باسمي ...... ومن رآني في المنام الحديث (صحيح البخاري: ۲۱/۱، كتاب العلم، باب اثم من كذب على النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم)

خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت محبّ صادق ہونے کی دلیل نہیں

سوال: (۱۶۷۵) کیا کسی شخص کا اکثر اوقات مشرف بہ زیارت منامی رہنا اس کے محبّ صادق ہونے کی دلیل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا یہ شخص عمداً غیر متبع سنت بھی ہوسکتا ہے، اگر ہوسکتا ہے تو کیا یہ محبّ محبوب ہوگا یا مبغوض؟ (۱۹۲/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب:

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم ❁ نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم(۱)

خواب شرعاً حجت نہیں ہے، اور دلیل محبت کاملہ کی خارج میں اتباعِ سنت کامل طور سے ہے، نہ محض زیارتِ منامی، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۳۱) پس اصل مدار اس پر ہے، زیارت منامی بھی اگر چہ بشارت ہے لیکن محض اس پر مطمئن نہ ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خواب میں کلمہ پڑھتے وقت نبی کریم ﷺ کے نام کے بجائے اپنے مرشد کا نام لینا

سوال: (۱۶۷۶)...... (الف) ایک شخص نے حالت خواب میں کلمہ شریف پڑھا، مگر حضرت مقبول ﷺ کے نام گرامی کے بجائے ایک مولوی صاحب کا نام لیا جن سے اس کو از حد عقیدت تھی، وہ اپنی غلطی کو محسوس کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ صحیح کلمہ شریف پڑھے، مگر اس سے وہی غلطی سرزد ہوجاتی تھی، وہ گھبرا کر بیدار ہوا، اور اس غلطی کی تلافی درود شریف پڑھ کر کرنی چاہی مگر اس میں بھی لفظ مولانا کے بعد وہ اپنے مولوی صاحب کا نام لیتا تھا، وہ گھبرایا، اور اس نے یہ تمام حالت انہیں

---

(۱) جب میں آفتاب کا غلام ہوں، تو سب کچھ آفتاب کے بارے میں کہتا ہوں، میں رات نہیں ہوں نہ رات کا پجاری ہوں کہ خواب کی بات کروں (آفتاب سے مراد مبنی بر حقیقت باتیں ہیں، اور رات سے مراد غیر معتبر باتیں ہیں)

مولوی صاحب کو لکھ کر بھیج دی، جس کا جواب ان مولوی صاحب نے یہ دیا کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبعِ سنت ہے، آیا مولوی صاحب کا جواب ٹھیک ہے؟ یا خلاف شرع ہے؟

(ب) آیا اس جواب سے تکبر کی بو آتی ہے کہ نہیں؟

(ج) کیا مولوی صاحب پر یہ لازم نہ تھا کہ وہ اس مرید کو اس غلطی کی پاداش میں توبہ واستغفار کی ہدایت فرماتے؟

(د) کیا اس جواب سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تم کو جو اس غلطی کی وجہ سے گھبراہٹ ہے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اگر تم نے حضرت مقبول ﷺ کے نام گرامی کے بجائے میرا نام لے دیا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے، کیونکہ میں متبع سنت ہوں، اگر ایسا ہے تو ایسے مولوی سے کچھ بعید نہیں کہ کوئی اور دعوی کر بیٹھے، لہٰذا اس سے رجوع کرنا ٹھیک ہے کہ نہیں؟ (۹۱۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) مولوی صاحب کا جواب مسئلہ شرعی بتلانا نہیں تھا کیونکہ شریعت میں خواب اور بے اختیاری حالت پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا، بلکہ یہ اس کے خواب اور واقعہ کی تعبیر لکھی ہے، جو ان کے خیال میں اس کی تعبیر آئی وہ لکھی ہے، دوسرے کے خیال میں اور کوئی دوسری تعبیر آئے وہ دوسری توجیہ کر دے، اس میں کوئی امر قابل مواخذہ نہیں ہے۔

(ب) تکبر وحسد وبغض وکینہ وغیرہ امور کے متعلق حدیث میں **أفلا شققت عن قلبہٖ**(۱) وارد ہوا ہے، پس یہ کہنا کہ اس سے تکبر کی بو آتی ہے گویا علم غیب کا دعوی ہے، اور کسی کے دل کی بات معلوم ہونے کا دعوی ہے، اور بدظنی مسلمان پر حرام ہے۔ **لقولہٖ تعالیٰ:** ﴿ **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ الآیة** ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۲) اور حدیث شریف میں ہے: **ظنّوا بالمؤمنین خیرًا** (۲) پس بہ حکم ان نصوص کے مؤمن پر حسن ظن کرنا چاہیے، نہ یہ کہ بدظنی کر

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الحظر والاباحہ کے سوال (۱۲۹۸) کے جواب میں ہے۔

(۲) ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نہیں ملی، البتہ علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ نے العرف الشذی میں **باب ما جاء في الإشارة في التّشهّد** میں ملا علی قاریؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے: **وقال في بعض رسائلہٖ: لو لا حدیث "ظنّوا بالمؤمنین خیرًا" لأکفرت صاحب الکیدانیة. (العرف الشّذي علی جامع التّرمذي: ۱/۷۰، کتاب الصّلاة، باب ما جاء في الإشارة)**

کے خود فسق میں مبتلا ہو۔ اَعاذنا اللّٰہ تعالٰی من سوء الفھم و زیغ القلب .

(ج) مولوی صاحب کے ذمہ یہ لازم نہ تھا، کیونکہ جب وہ شخص بہ وجہ بے اختیار ہونے کے معذور ومجبور تھا تو وہ گنہگار نہیں ہوا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: رفع القلم عن ثلا ثة الحدیث (۱) اوراس میں آنحضرت ﷺ نے نائم اور مجنون کو داخل فرمایا، اوران کو مرفوع القلم فرمایا، پس جب کہ وہ شخص بہ وجہ غیر اختیاری حالت کے عاصی و آثم نہیں ہوا بہ موجب حدیث موصوف کے، تو اس کو تنبیہ کرنا اور گنہ گار ٹھہرا کر توبہ واستغفار کا حکم کرنا خلاف حکم حضور سرور عالم ﷺ کے کرنا ہوتا۔

(د) اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تم پر بہ وجہ بے اختیاری حالت ہونے کے کچھ مواخذۂ شرعی اور عتاب حق تعالیٰ کا نہیں ہے اور تم کو اپنے اختیار سے مسلوب کر کے یہ بتلایا گیا ہے کہ جس شیخ کی طرف تم رجوع کرنا چاہتے ہو وہ تابع رسول اکرم ﷺ کے ہے، اور متبع سنت نبویہ علی صاحبها الصّلاة والتّحیّة ہے، پس یہ ایسا ہے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے: من صلّی خلف عالمٍ تقی کأنّما صلّی خلف نبیٍ (۲) یعنی جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، اس پر یہ لکھنا کہ ایسے مولوی سے بعید نہیں ہے الخ چسپاں نہیں ہے اور یہ تو ہم ظن فاسد اور ظن سوء ہے، جس کی ممانعت پہلے لکھی گئی ہے۔ فقط وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی .

---

(۱) عن عائشة رضي اللّٰه عنها عن النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: رفع القلم عن ثلٰث: عن النّائم حتّی یستیقظ، وعن الصّغیر حتّی یکبر وعن المجنون حتّی یعقل أو یفیق (سنن النّسائي: ۸۶/۲، بابُ من لا یقع طلاقه من الأزواج)

(۲) قال الزّیلعي في نصب الرّایة في تخریج أحادیث الهدایة: الحدیث الحادي والسّتون: قال علیه السّلام: من صلّی خلف عالم تقی، فکأنّما صلّی خلف نبي، قلت: غریب. (نصب الرّایة: ۲/ ۲۸، کتاب الصّلاة، باب الإمامة، المطبوعة: دارالکتب العلمیة)

وقال الشّیخ عبدالحيّ في هامش الهدایة: و أمّا لفظ الحدیث المذکور في الکتاب فلم یوجد، بل قال بعض المحدّثین أنّه موضوع، وعندي أنّه مأخوذ من حدیث "علماء أمّتي کأنبیاء بني اسرائیل" وهو حدیث مشهور بین الألسنة وذکره السّیوطي في أنموذج اللّبیب الحافظ العیني في شرح خلطبة الکتاب بلا سند، لکن ذکر السخاوي في المقاصد الحسنة أنّه حدیث لم یوجد ۱۲، مولوی عبدالحي (هامش الهدایة: ۱۲۲/۱، کتاب الصّلاة، باب الإمامة، رقم الهامش: ٦) =

آنحضور ﷺ کا خواب میں طعام طلب کرنا

سوال: (۱۶۷۷) ایک صالح شخص نے پرسوں رات میں آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ نے اس کو کچھ طعام لانے کو کہا، جس پر وہ شخص بہ سرعت تمام طعام لانے کے واسطے دوڑا، اتنے میں اس کی آنکھ کھل گئی، صبح کو اس نے ایک مسافر دوست کو کھانا کھلا دیا، تو آنحضرت ﷺ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے اس کھانے میں یہ صلاحیت ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۳۰۷۷ھ)

الجواب: اس صورت میں خواب دیکھنے والے نے جس نیت سے اس صالح دوست کو کھانا کھلایا اس کو اس کی نیت کا ثواب حاصل ہوگا، اور ہدیہ بہ روح آنحضرت ﷺ ہونے کی اس میں صلاحیت ہے۔ حدیث صحیح میں ہے: إنّما الأعمال بالنّيّات وإنّما لامرىءٍ مانوى الحديث. (بخاری شریف: ۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خواب میں روحوں کی زیارت کرنا

سوال: (۱۶۷۸) اکثر اوقات مردوں کو خواب میں دیکھتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ روحیں زمین پر آتی جاتی ہیں یا ہماری روح ان کے پاس چلی جاتی ہے؟ (۱۳۳۷/۱۴۳۱ھ)

الجواب: یہ روحی تعلقات ہیں جو خواب میں ظاہر ہوتے ہیں، ان کی کیفیت کی تحقیق کے درپے ہونا نہ چاہیے، اور نہ انسان ایسے امور کے دریافت کرنے کا مکلّف ہے، بلکہ ایسے سوالات سے حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ من حسن إسلام المرء تركه مالايعنيه (۱)

= وفي الدّراية: حديث من صلّى إلخ لم أجده (البداية على الهداية: ۱۲۳/۱، كتاب الصّلاة، باب الإمامة)

وقال الشّيخ ابن الهمام في فتح القدير: "والله سبحانه وتعالىٰ أعلم بالحديث" (فتح القدير: ۳۵۸/۱، كتاب الصّلاة، باب الإمامة)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من حسن إسلام المرأ تركه ما لايعنيه (جامع التّرمذي: ۵۸/۲، أبواب الزّهد، باب بلا ترجمة بعد باب ما جاء من تكلّم بالكلمة ليضحك النّاس)

رسم ورواج کا بیان

اہلِ اسلام کو مشرکانہ رسوم سے پرہیز کرنا چاہیے

سوال: (۱۶۷۹) ایک مسلمان نے اپنے دولڑکوں کی شادی کی، جس وقت شادی سے فارغ ہوکر مکان پر واپس آئے تو دروازہ کے سامنے زمین گوبر سے لیپی، اوراس پر آٹے سے لکیریں نکالی جیسا کہ ہنود میں رواج ہے ایسے شخص کے لیے ازروئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ (۲۵۵۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ رسم باطل اور ناجائز ہے اور یہ کفار ومشرکین کی رسم ہے، مسلمانوں کو اس سے بالکل احتراز لازم ہے، اوراس شخص کو جس نے ایسا کیا ہے بہ سبب جہالت کے اس کو سمجھانا چاہیے کہ جو کچھ کیا اس سے توبہ کرے اور آئندہ کو ایسی رسم نہ کرے، اصل یہ ہے کہ بہت مسلمان جہلاء بہ وجہ جہل کے ایسی رسوم میں مبتلا ہیں، ان کو بہ نرمی و بہ تدریج سمجھانا اور بتلانا چاہیے کہ مسلمانوں کو ایسی رسوم مشرکانہ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ الآية﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۱۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رسومات میں مباح امور کو ضروری قرار دینا

سوال: (۱۶۸۰) زید یہ کہتا ہے کہ امور دنیاوی جو جائز اور مباح ہیں اگر ان پر لازمی طور پر عمل درآمد کریں جیسے اکثر مراسم دنیاوی ہیں کہ اس کا ترک باعث ننگ وعار بین الاقوام ہوتا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: عملاً غیر واجب کو واجب اور بہ منزلۂ واجب کے کرلینا بھی مذموم وقبیح ہے، جب کہ امور مستحبہ میں یہ ناجائز ہے، تو امور مباحہ میں بہ درجۂ اولیٰ ممنوع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دفع وبا کے لیے پیرانِ پیر کے نام کا جلوس نکالنا اور بکرے کے کان میں سورۂ یٰسٓ پڑھنا

سوال: (۱۶۸۱) پیرانِ پیر کے نام کا نشان نکالنا اور سر برہنہ ہوکر سودوسو آدمی ایک دم مل کر راستہ سے اذان دینا اور بکرے کے کان میں سورۂ یٰسٓ پڑھ کر پھونکنا، اور اس کے گوشت کے کباب بھون کر سب کو تقسیم کرنا، اور اس کی ہڈیاں اور چمڑا سری پاؤں وغیرہ کو چوراہے میں گاڑنا، یہ سنت ہے یا بدعت؟ اور اس کا ثبوت حدیث وفقہ سے ہے یا نہیں؟ (۱۷۴۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ فعل حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے، بدعت اور ناجائز ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بستی میں چادر گھمانا اور یہ کہنا کہ آج فلاں بزرگ کی نسبت ہے

سوال: (۱۶۸۲) بستی چادر نما بستی میں گھمانا اور یہ مشہور کرنا کہ آج فلاں بزرگ کی نسبت ہے جو کہ تہوار ہنود کا ہے؟ (۵۰۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: یہ سب امور شرعًا ناجائز اور حرام ہیں، زمانۂ رسول اللہ ﷺ اور خیر القرون میں ان امور قبیحہ کا وجود نہ تھا، یہ سب اختراعات واحداث اہل ہواء کے ہیں، اہل سنت کو بچنا ان امور و رسومِ محدثہ سے ضروری ہے۔ قال علیه الصّلاة والسّلام : من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس نیت سے کہ خواجہ صاحب لڑکے کی عمر بڑھادیں گے اُبلے ہوئے دانے کنویں میں ڈالنا اور لوگوں میں تقسیم کرنا

سوال: (۱۶۸۳) جیسے عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ چلہ سے فارغ ہوکر بعض کا خاصہ ہے کہ

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم : من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ (صحيح البخاري: ۱/۳۷۱، كتاب الصّلح ، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود)

لڑکے کو کنویں پر لے جاویں اور دل میں نیت ہو کہ خواجہ صاحب اس لڑکے کی عمر بڑھادیں، اور جو گھر سے ابلے ہوئے دانے لائی ہیں کچھ تو دانے کوئیں میں گرادیں اور جو کچھ باقی رہتے ہیں وہ وہیں کنویں پر تقسیم کیے جاویں، اور جو کوئی ان رسومات کو روکے تو اس کو یہ جواب ملے کہ ہمارے قدیم آباء واجداد سے رواج چلا آتا ہے، تو اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟ ان میں کوئی نقصان ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگوں کے حق میں حکم شریعت کیا ہے؟ فقط (۱۷۳۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ رسوم جاہلیت کی سی ہیں، ان کو چھوڑنا چاہیے اور مسائل شرعیہ کے مقابلہ مذاق کرنا اور استہزاء کے کلمات کہنا سخت گناہ ہے، مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خوشبو سونگھنے سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا

سوال: (۱۶۸۴) خوشبو مثلاً عطر پھول وغیرہ پر قبل یا بعد سونگھنے کے درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ (۲۲۲۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس کا کچھ خاص ثبوت نہیں اور جو کچھ مشہور ہے وہ غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیروں کی تقلید میں چھری کانٹے سے کھانا

سوال: (۱۶۸۵) لوگ مشرکین کو چھری کانٹے سے کھانا کھاتے دیکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارے لیے بھی چھری کانٹے وغیرہ سے کھانا جائز ہے، اور کھاتے ہیں۔ بینوا توجروا (۱۲۰۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: وہاں کے رواج کی تقلید ہم لوگوں کو نہ کرنی چاہیے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکے کی پیدائش پر ایک شرکیہ رسم اور اس کا حکم

سوال: (۱۶۸۶) ایک کے لڑکا پیدا ہوا، اس کے وارثوں نے ایک چبوترہ گوبر کے ساتھ بنایا، اور اس چبوترہ کے درمیان ایک سبز لکڑی درخت جنڈی کی گاڑ دی، جنڈی کے گرداگرد دھاگا مولی کا

---

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من تشبّه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داوٗد، ص:۵۵۹، كتاب اللّباس، باب في لبس الشّهرة)

لپیٹ دیا ہے، پھر چبوترہ کے گردا گرد بت بنائے، اورطواف کر کے سجدہ کیا، پھر چبوترہ کے پاس ہی چولھا بنا کر کھانا وغیرہ پکا کرعزیزوں کوکھلایا، یہ رسم شرک ہے یا نہ؟ اور حرام ہے یا نہ؟

(۲۰۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بلا شبہ یہ رسوم شرکیہ ہیں، ہر وہ مسلمان جس کے دل میں توحید الٰہی کا ایک ذرہ بھی موجود ہے کبھی بھی ایسے افعال شرکیہ کا مرتکب نہیں ہوسکتا، غیر اللہ کو بہ اعتقاد تعظیم وعبادت سجدہ کرنا بہ اتفاق علماء کفر ہے، اسی طرح اور رسوم شرکیہ بھی حقیقت میں کسی موحد سے ایسے گندے اور ناشائستہ حرکات سخت تعجب ہیں، اور غیر مسلموں کی نگاہ میں تذلیل دین کا باعث، علمائے اسلام نے تو رسوم مشرکین کی مشابہت کسی حال میں بھی روا نہیں رکھی، علی الخصوص وہ مشابہت کہ جس کا مبنیٰ تعظیم وعبادت غیر اللہ ہو، پس تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے شخص سے تمام تعلقات منقطع کر دیں کہ یہی اس کے لیے شرعی وعرفی تعزیر ہے، اوراس شخص پر واجب ہے کہ فوراً ان حرکات شرکیہ سے توبہ کرے اور بارگاہ خداوندی میں پوری ندامت کے ساتھ اس کے عفو کی درخواست کرے۔ **قال في الدّرّ المختار: وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض إلخ لأنّه يشبه عبادة الوثن، و هل يكفر؟ إن على وجه العبادة والتّعظيم كفر إلخ (۱) وفي البحر: وبخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم وبشرائه يوم النّيروز شيئًا لم يكن يشتريه قبل ذلك تعظيمًا للنّيروز إلخ و بتحسين أمر الكفار اتّفاقًا إلخ (۲) البحر الرّائق (۱۳۳/۵)**

سوال: (۱۶۸۷) اس موضع میں یہ دستور ہے کہ جب کسی لڑکی کے پسر تولد ہوتا ہے تو ایک پیپل کے درخت پر پکوان پکا کر اور شیرینی وغیرہ ہمراہ لے جا کر تقسیم کرتے ہیں، اور لڑکی برہنہ ہوکر ہوم (۳) آگ پر گھی ڈال کر کرتی ہے، تو اس سے نکاح میں کچھ فرق تو نہیں آیا؟ (۴۱۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ رسومات شرکیہ ہیں، ایسے اعمال کے ساتھ اگر اعتقاد بھی فاسد ہے تو پھر کھلا ہوا

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹/ ۴۶۷-۴۶۸، کتاب الحظر والإباحة. باب الاستبراء وغیرہ.

(۲) البحر الرّائق: ۵/ ۲۰۸، كتاب السّير، باب أحكام المرتدين .

(۳) ہوم: ہون: ہندوؤں کی ایک مذہبی رسم جس میں منتر پڑھتے ہوئے آگ میں گھی ڈالتے جاتے ہیں۔ (فیروز اللغات)

شرک ہے، بہر کیف فسق میں تو شبہ ہی نہیں، رسوم کفار کی پابندی سے بڑھ کر مسلمان کے لیے اور کیا معصیت ہوسکتی ہے؟! پس اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے، مسلمان مردوں پر فرض ہے کہ اس بدترین رسم کے انسداد کی ہر ممکن کوشش کریں، جو عورتیں کہ اس میں مبتلا ہیں ان کے لیے احتیاط تو اسی میں ہے کہ تجدید نکاح ہو، تاہم کوئی ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس بارات کے ساتھ رقاصہ ہو اس میں شرکت کرنا

سوال: (۱۶۸۸) شادی میں بارات کے ساتھ جو کنچنی (۱) وغیرہ ہوتی ہے اس کے ساتھ جانا جائز ہے یا نہ؟ (۶/۷۷-۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ شعبان کو تمام اسباب دھونا اور غسل کرنا

سوال: (۱۶۸۹) ۱۴ شعبان کو تمام اسباب دھونا اور غسل کرنا امر ضروری سمجھ کر جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۴۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شعبان کی چودہ تاریخ معین کو اسباب دھونا اور اس کو امر مشروع اور ضروری جان کر کرنا یا التزام مثل واجب کے کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بعض تاریخوں اور دنوں میں شادی وغیرہ کرنے کو نقصان دہ سمجھنا

سوال: (۱۶۹۰) اکثر لوگ ۳-۱۳-۲۳-۸-۲۸، وغیرہ تواریخ اور پنج شنبہ و یکشنبہ و چہار شنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے، اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (۹۲۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ اعتقاد غلط اور باطل ہے اس رسم و رواج کو توڑا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) کنچنی: ناچنے والی، رقاصہ۔ (فیروز اللغات)

نکاح کے بعد لڑکے والوں سے زبردستی رقم وصول کرنا

سوال: (۱۶۹۱) چھوٹی اقوام میں یہ رسم ہے کہ لڑکی کا نکاح جب ہو چکتا ہے تو لڑکی والے لڑکے والوں سے ایک رقم نقد وصول کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے نیگ (۱) کا روپیہ ہے، یہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۲۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ رسم مقرر کر لینا اور اس کو اپنا حق سمجھنا اور نیگ سمجھنا غلط اور باطل ہے، شرعاً ایسی رسوم کی پابندی خیالات مذکورہ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بارات لے جانا اور لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانا

سوال: (۱۶۹۲) لڑکی کے والدین سے جب کہ راستہ محفوظ ہے، جبراً بارات لے جانا اور کھانا لینا شرعاً کیسا ہے؟ احادیث سے کیا حکم ہے؟ (۹۰۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: معروف یہ ہے کہ دور کی بارات میں جو لوگ دولہا کے ساتھ جاتے ہیں وہ مہمان ہوتے ہیں لڑکی والے کے، اور مہمان کو کھانا کھلانا اور ان کی مدارات کرنا احادیث سے ثابت ہے اور مسنون ومستحب ہے (۲) باقی رسمیات جو حد شرع سے متجاوز ہیں ان کی اجازت شریعت سے کسی حال نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے وقت کنگنا سہرا باندھنا

سوال: (۱۶۹۳) مولوی امیر الدین نے وعظ میں بیان کیا کہ جو نکاح کنگنا (۳) سہرا باندھ کر

---

(۱) نیگ: بیاہ میں رشتہ داروں کو شگون کے طور پر یا خدمت گاروں کو بہ طور انعام دی جانے والی رقم۔ (فیروز اللغات)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه الحديث (مشكاة المصابيح، ص: ۳۶۸، كتاب الأطعمة، باب الضّيافة، الفصل الأوّل)

(۳) کنگنا: وہ ڈورا جو دولہا کی کلائی پر باندھا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات)

کیا جاوے وہ بالکل ناجائز ہے یعنی وہ نکاح نہیں ہوتا، اور جو نکاح اس طریق پر پہلے ہو چکے ہیں وہ دوبارہ پڑھے جائیں، یہ فرمانا ان کا صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۹۲/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: صحیح امر یہ ہے کہ وہ نکاح ہو جاتا ہے، البتہ یہ فعل گناہ ہے اس سے توبہ کی جاوے، اور آئندہ کو ایسا نہ کیا جاوے، اور اشتباہ کی صورت میں تجدید نکاح احوط ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ لأنّ الخروج عن الاختلاف أولٰی وأحوط. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شادی میں جو رسومات ہوتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۹۴) شادی میں جو رسومات ہوتی ہیں وہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟ (۱۳۱۰/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ رسوم شرعاً جائز نہیں ہیں بدعت اور حرام ہیں، ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ قال علیه الصّلاة والسّلام: من أحدث في أمرنا هٰذا ما لیس منه فهو ردّ (الحدیث) (۱) فقط

جس شادی میں رسومات غیر شرعیہ کا اندیشہ ہو اس میں شرکت کرنا اور ہدیہ دینا

سوال: (۱۶۹۵)...... (الف) زید اپنے ہم زلف کی لڑکی کی شادی میں شریک ہونا چاہتا ہے اور کچھ کپڑے لڑکی اور اس کے والدین کے لیے لے جانا چاہتا ہے، بارات میں ناچ باجا نہ ہوگا مگر دیگر رسومات زید کے خیال میں ہوں گی، تو زید کا شریک ہونا اور لڑکی اور اس کے والدین کو کپڑا یا نقد دینا کیسا ہے؟ اگر زید شریک نہ ہو اور روپیہ یا کپڑا بھیج دے تو کیسا ہے؟

(ب) اگر بعد شادی کے کپڑا یا روپیہ لڑکی اور والدین یا صرف لڑکی کے لیے بھیج دے تو کیسا ہے؟ (۷۹۷/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: (الف، ب) کپڑا اور نقد دینا درست ہے، اور رسومات خلاف شرع میں شریک نہ

---

(۱) عن عائشة رضي اللّٰه تعالٰی عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: من أحدث الحدیث (صحیح البخاري: ۱/ ۳۷۱، کتاب الصّلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود)

ہو، ان رسوم سے علیحدہ رہے، اور باقی دوسری صورت بھی درست ہے، بلکہ یہ اچھا ہے۔ فقط

دولہا کے سر پر سہرا باندھنا

سوال: (۱۶۹۶) دولہا کے سر پر سہرا باندھنا کیسا ہے؟ (۱۳۱۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ بدعت ہے، سنت سے ثابت نہیں، ایسی رسوم سے بچنا ضروری ہے۔ فقط

چالے کی رسم کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۹۷) عوام میں نکاح کے بعد چالے(۱) کی رسم مروج ہے، اس رسم کی پابندی کی وجہ سے امور شرعیہ کو ترک کرتے ہیں، اور سودی قرض لیتے ہیں، جائداد فروخت کرتے ہیں، جو شخص ان رسوم کا پابند نہ ہو اس سے والدین ناراض ہوتے ہیں، تو شرعاً اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲۰۴۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسی رسوم کو چھوڑنا چاہیے، ایسی رسوم کی پابندی کی وجہ سے امور مشروعہ کو چھوڑنا اور مؤخر کرنا سخت جہالت ہے، اور ان رسموں کی وجہ سے جائداد فروخت کرنا اور سودی قرض لینا **خسر الدّنیا والآخرۃ** کا مصداق ہے، ایسے امور ممنوعہ میں والدین کی اطاعت کرنا بھی گناہ ہے، جیسا کہ وارد ہے: **لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق**(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بھانجی کی رسم خلافِ شرع ہے

سوال: (۱۶۹۸) شادی میں لین دین جو ہوتا ہے مثلاً چاول پختہ یا خام، قند سیاہ، بتاشا، لڈو وغیرہ جو برادری کا مقرر کردہ ہوتا ہے، اور اس کو بھانجی کہتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۹۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ رسوم خلاف شریعت ہیں، ان کی پابندی نہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) چالا: نئی دلہن کا سسرال سے شادی کے بعد اول چار بار میکے جانا۔ (فیروز اللغات)

(۲) مشكاة المصابيح، ص:۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثّاني.

دولہا کو پھولوں سے سجانا

سوال: (۱۶۹۹) پھول کا ہار پہننا اور شادی میں پھولوں سے دولہا کو سجانا یہ رسم کیسی ہے؟

(۱۳۴۵-۴۴/۵۸ھ)

الجواب: یہ رسم شرعًا ناجائز ہے اور بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
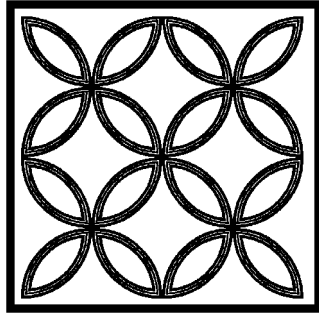
متفرق مسائل

کسی بھی طریقے سے اپنا حق وصول کرنا درست ہے

سوال: (۱۷۰۰) زید کے بزرگوں کو دربارِ شاہانِ مغلیہ سے بہت سی زمین بہ طور جاگیر عطا ہوئی تھی، زید کے بزرگ اس زمین کو بکر کے بزرگوں سے کاشت کراتے رہے، جب سرکار انگلشیہ کا دورِ حکومت آیا تو بہ موجب قانون یہ زمین بکر کے بزرگوں کو سرکار نے دے دی، اگر زید اس خیال سے کہ یہ زمین دراصل میرے بزرگوں کی تھی بکر سے بہ عوض ہزار روپیہ کے دس بیگہ گروی لے لے، اور علاوہ زرِ رہن کے ہر فصل نصف حصہ پیداوار کا بہ طور منافع کے لے لیا کرے، تو شرعاً جائز ہے یا نہ؟ (۲۷/۴۳۷-۱۳۴۳ھ)

الجواب: زید کو بہ معاوضہ اپنے حق کے جس قدر منافع وصول ہوسکے رکھنا درست ہے، کیونکہ مسئلہ فقہ کا یہ ہے کہ اپنا حق جس طریق سے وصول ہوسکے وصول کرلے، یہ جائز ہے (۱) فقط واللہ اعلم

چور سے خفیہ طریقہ پر اپنا حق وصول کرنا

سوال: (۱۷۰۱) زید نے بکر کے پچاس روپیہ چورائے، بکر نے زید سے ہر چند کہا کہ میرے روپے دے دے، لیکن زید نے ایک حبہ نہ دیا، بکر نے موقع پاکر زید کے پینتالیس روپیہ چورائے، بکر کو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور گناہ ہوگا یا نہ؟ (۵۰۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے معلوم نہیں اس جواب میں حکومت کے استیلاء کا اعتبار کیوں نہیں کیا، آگے سوال (۱۹۱۲) کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے اس کا اعتبار کیا ہے، حکومت کے استیلاء سے احکام بدل جاتے ہیں۔۱۲ سعید احمد پالن پوری

الجواب: اپنا حق لے لینا جس طرح سے ہو سکے درست ہے گناہ نہیں ہوگا(۱) فقط واللہ اعلم

غصب کردہ چیز کی قیمت کے بہ قدر غاصب کی کوئی چیز کسی حیلہ سے لے لینا

سوال: (۱۷۰۲) زید نے عمر کی چیز پر اپنا قبضہ کر لیا ہے، اور زید ہی اس سے نفع اٹھاتا ہے، اور قانون مروجہ سے اپنی چیز زید سے نہیں لے سکتا، تو عمر کسی طریقہ اور حیلہ سے زید کی دوسری چیز جس کی قیمت اسی قدر ہے جس قدر عمر کی چیز کی قیمت تھی، شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۹۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب زید نے عمر کی چیز لی ہے واپس نہیں دیتا، تو عمر کو بالاتفاق جائز ہے زید کی ایسی چیز لینا جو ہم جنس ہو عمر کی چیز کے، اور اگر خلافِ جنس لے گا تو وہ بھی جائز ہے (۲) امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک، مگر اس زمانے میں یہ مذہبِ احناف لینا بھی درست ہے۔ **وأطلق الشّافعي أخذ خلاف الجنس للمجانسة في المالية قال في المجتبیٰ: وهو أوسع فيعمل به عند الضّرورة (وفي الشّامي) والفتویٰ اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان (۳) (شامي: ۳/ ۲۰۷)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) شامی میں ہے: **إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مالٍ كان لا سيّما في ديارنا لمداومتهم للعقوق (ردّالمحتار: ۶/ ۱۱۷، كتاب السّرقة: مطلبٌ: يُعذَر بالعمل بمذهب الغير عند الضّرورة)**

(۲) 'قانون مروجہ' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکومت کے استیلاء کا مسئلہ ہے۔ اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے معلوم نہیں اس جواب میں حکومت کے استیلاء کا اعتبار کیوں نہیں کیا، آگے سوال (۱۹۱۲) کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے اس کا اعتبار کیا ہے، حکومت کے استیلاء سے احکام بدل جاتے ہیں۔۱۲

سعید احمد پالن پوری

(۳) **الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۶/ ۱۱۷، كتاب السّرقة، مطلب يعذر بالعمل بمذهب الغير عند الضّرورة.**

جانور کے گلے میں چار پائی کا پایا وغیرہ باندھ کر لٹکانا

سوال: (۱۷۰۳) جانور کے گلے میں چار پائی کا پایا، یا لکڑی سوراخ کر کے رسی سے لٹکا دیتے ہیں، جس سے وہ کھیتوں میں جانے سے باز رہتا ہے، اور دوڑ بھاگ نہیں کر سکتا، بلکہ وہ آہستہ آہستہ چل کر چر سکتا ہے، تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ (۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درست ہے لیکن جانور پر ظلم نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیمار یا زخمی جانور کو ذبح نہ کرنے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۱۷۰۴) حلال جانور بیمار یا زخمی ہو جانے پر محبت کی وجہ سے ذبح نہیں کرتے، بعد فوت ہونے جانور کے زید مواخذہ دار ہوگا یا نہیں؟ (۱۶۰۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: زید اس میں گنہ گار اور مواخذہ دار نہ ہوگا، البتہ بہتر تھا کہ ذبح کر لیتا، لیکن ذبح نہ کرنے میں گنہ گار نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بھینس کا دودھ اُسی کو پلا دینا

سوال: (۱۷۰۵) بھینس وغیرہ کا دودھ نکال کر اسی کو پلا دینا کیسا ہے؟ (۲۸۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حیوانات کو خصی کرنا جائز ہے

سوال: (۱۷۰۶) خصی کرنا حیوانات کا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب خصی کرنے کو حرام فرماتے ہیں؟ (۱۹۵۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جناب رسول اللہ ﷺ نے کبش اقرن خصی کو قربانی میں ذبح فرمایا ہے: كما رواه أحمد و أبو داوٗد و ابن ماجة و الدّارمي و التّرمذي وغيرهم عن جابر رضي الله عنه قال: ذبح النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم يوم الذّبح كبشين أقرنين أملحين موجوئين

الحدیث (۱) فلو کان الخصاء حرامًا لما اختار رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم بالذّبح موجوءً (اگر خصی کرنا حرام ہوتا تو رسول اللہ ﷺ خصی جانور ذبح نہ کرتے، مرتب)

وفي الهداية: ولابأس بإخصاء البهائم و إنزاء الحمير على الخيل، لأنّ في الأوّل منفعة البهيمة و النّاس إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۷۰۷) جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عمر کہتا ہے کہ خصی کرنا جائز نہیں ہے، اور دلیل میں آیت: ﴿وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۱۹) پیش کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ صاحبِ تفسیر خازن نے تحت آیت مذکورہ کے قول حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کا نقل کیا ہے جس میں ان دونوں حضرات نے بکرے کو خصی کرنا مکروہ جانا ہے، شرعی حکم کیا ہے؟ زید جواز کا قائل ہے۔ (۱۳۴۲/۸۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں زید حق پر ہے، حنفیہ کا مذہب جوازِ خصاء کا ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: وجاز خصاء البهائم ـــ إلى أن قال ـــ وقيدوه بالمنفعة إلخ قال في الشّامي: قوله: (وقيدوه) أي جواز خصاء البهائم بالمنفعة وهي إرادة سمنها أومنعها عن العضّ (۳) اور قربانی کرنا خصی کا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، اور تفسیر آیت کریمہ میں سلف کا اختلاف ہے، معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ مراد تغییر خلق اللہ سے تغییر دین اللہ ہے۔ كما قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿لَاتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ روم، آیت: ۳۰) (۴) والتّفصيل في المطوّلات. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: ذبح النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم يوم الذّبح كبشين أقرنين أملحين موجوئين .... رواه أحمد و أبوداوٗد و ابن ماجة والدّارمي (مشكاة المصابيح: ص:۱۲۸، كتاب الصّلاة، باب في الأضحية، الفصل الثّاني)

(۲) الهداية: ۴/۴۷۴، كتاب الكراهية، مسائل متفرّقة.

(۳) الدّرّالمختار والشّامي: ۹/۴۷۴، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع.

(۴) قال ابن عباس والحسن ومجاهد وقتادة وسعيد بن المسيّب والضّحاك: يعني دين اللّٰه، نظيره قوله تعالىٰ: لا تبديل لخلق اللّٰه أي لدين اللّٰه إلخ. (معالم التّنزيل، ص:۲۵۴)

گھوڑوں اور بیلوں کو خصی کرنا

سوال: (۱۷۰۸)......(الف) گھوڑوں کو خصی کرنا جائز ہے یا نہ؟

(ب) بیلوں کا خصی کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۵۵۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) درمختار میں ہے: وجاز خصاء البهائم(۱) یعنی چوپایوں کا خصی کرنا جائز ہے، پھر کہا کہ بعض نے گھوڑے کے خصی کرنے سے منع فرمایا ہے(۲) لہٰذا بلاضرورت ایسا نہ کیا جاوے۔ (ب) درست ہے۔ کما مرّ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گھوڑی سے گدھا ملانا جائز ہے

سوال: (۱۷۰۹) گھوڑی، گدھے سے ملانی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۳۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وجاز.......... إنزاء الحمير على الخيل كعكسه إلخ (۳) پس معلوم ہوا کہ گھوڑی پر گدھا چھوڑنا یا برعکس درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حلال جانوروں کے ذبح نہ کرنے کا غیر مسلموں سے سمجھوتا کرنا

سوال: (۱۷۱۰) جن جانوروں کی حلت کا فتویٰ شریعت محمدیہ نے دیا ہے ان میں سے کسی خاص جانور کے ذبح کے متعلق عمر کی قید لگا کر غیر مسلموں کے ساتھ سمجھوتا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر مطلق ذبح کے لیے عمر کی قید لگانی درست نہیں ہے تو ایسے سمجھوتا کرنے والوں کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۱۵۰/۱۳۴۲ھ)

---

(۱) الدّرّالمختار والشّامي: ۴۷۴/۹، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع .

(۲) وأمّا خصاء الآدمي فحرام، قيل: والفرس إلخ (الدّر) وفي الشّامي: قوله: (قيل: والفرس) ذكر شمس الأئمّة الحلواني أنّه لا بأس به عند أصحابنا، وذكر شيخ الإسلام أنه حرام (الدّر والشّامي: ۴۷۴/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع)

(۳) الدّر مع الشّامي: ۴۷۴/۹، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع .

الجواب: اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکام اور حدود میں تغیر وتبدل کرنا اور احکام شرعیہ مطلقہ کوکسی قید کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں ہے۔ قَالَ اللّٰـهُ تَعَالیٰ: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰـهِ فَلَا تَـعْتَـدُوْهَـا الآية ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۲۹) پس کسی جانور گائے وغیرہ میں عمر کی قید لگا کر ہندوؤں سے فیصلہ کرنا کہ اس کے خلاف نہ کریں گے جائز نہیں ہے، اور اگر بعض اہل اسلام ایسا کوئی معاہدہ کرلیں تو وہ شرعًا لغو ہے، ان کے معاہدہ سے جو چیز حلال ہے وہ حرام نہ ہوگی، اور ان کا قید عمر وغیرہ کو تسلیم کرلینا شرعی طریق سے لغو اور بے ہودہ ہوگا، اور اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے جو جانور حلال فرمائے ہیں اور حکم ﴿أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۱) نازل فرما کر گائے، اونٹ، بکری وغیرہ کی جملہ اقسام کو مطلقًا حلال فرمایا ہے، اس میں کسی خصوصیت اور قید کا اضافہ کرنا اور کسی عمر کے ساتھ مخصوص کرنا اللہ تعالیٰ کی حدود مقرر کردہ سے تجاوز کرنا ہے جو کہ کسی طرح درست نہیں ہے، پس مسلمانوں کو ایسے معاہدوں سے سخت احتراز کرنا لازم ہے، ورنہ سوائے اس کے کہ وہ معصیت میں گرفتار ہوں اس معاہدہ کا کچھ نتیجہ نہ ہوگا، کیوں کہ ان کے معاہدہ کرنے سے حکم شرعی نہ بدلے گا اور نہ وہ معاہدہ قابلِ عمل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُفتادہ زمین میں مویشی چرانے سے روکنا

سوال: (۱۷۱۱) ایک رئیس صاحب نے اپنے کسی ملازم کو اراضی زرعی افتادہ بہ طور وجہ معاش یا انعام کے عطا فرمائی، کاشت کار نہ ہونے کی وجہ سے اس زمین میں کاشت نہیں ہوسکی، ملازم نے اس میں گھاس روک لیا اور مخلوق کو مویشی چرانے سے منع کردیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۷ھ)

الجواب: زمین مذکورہ میں گھاس چرانے سے مویشی کو روکنا شرعًا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: النّاس شركاء في ثلاث الماء والكلاء والنّار (۱) الحديث أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء والكلأ والنّار رواه أبوداوٗد وابن ماجه. (مشكاة المصابيح، ص: ۲۵۹، كتاب البيوع، باب إحياء الموات و الشِّرب، الفصل الثّاني)

دوسرے کی زمین میں جو درخت لگائے ہیں ان کا مالک کون ہے؟

سوال: (۱۷۱۲) مالک اراضی سے کسی نے اراضی اس شرط پر لینے کی خواہش کی کہ میں اس زمین میں اس کی پیداوار سے درخت لگاؤں گا، ایسا درخت لگانے والا درخت ہائے منصوبہ کا مالک و مختار ہبہ یا بیع ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۳۲۰۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درخت تابع اراضی کے ہوتے ہیں، اور جس شخص کی اراضی میں درخت لگائے جائیں ان درختوں کا مالک بھی وہی شخص ہوتا ہے جو اراضی کا مالک ہے اور جس نے درخت لگوائے ہیں، لگانے والا مالی اور مزدور مالک ان درختوں کا نہیں ہوسکتا، اور اس کو کچھ اختیار ان درختوں کے بیع و ہبہ کرنے کا حاصل نہیں ہے(۱) اور غصب ارض کا مسئلہ اس سے علیحدہ ہے، جو کتب فقہ میں مصرح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنی بکری کا غیر مالک کے پودے کھالینا

سوال: (۱۷۱۳) ایک مولوی کی بکری نے ایک شخص کے چھوٹے چھوٹے پودے لیموں، انجیر اور نیم کے کھالیے، اکثر پہلے بھی کھا جایا کرتی تھی، مولوی صاحب کا خیال یہ ہے کہ نباتات چونکہ بکری کی خوراک ہے، اس لیے کچھ حرج نہیں، شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۷۵۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بلا اجازت مالک درخت کے بکری کو ان پودوں اور درختوں کا کھلا دینا درست نہیں ہے، اور بکری کو روکنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک گاؤں والوں کا دوسرے گاؤں کے شاملات کی لکڑی یا گھاس کاٹنا

سوال: (۱۷۱۴) ہمارا علاقہ پہاڑی ہے، اور اکثر اس میں جنگل میں ہر ایک گاؤں کے رہنے

---

(۱) ومن بنى أوغرس في أرض غيره بغير إذنه أمر بالقلع والرّدّ .... و للمالك أن يّضمن لـه قيـمة بـناء أو شجر أمر بقلعه أي مستحقّ القلع فتقوم بدونها إلخ وفي الشّامي: قوله: (بغير إذنه) فلو بإذنه فالبناء لربّ الدّار و يرجع عليه بما أنفق (الدّر والرّد: ۲۳۴/۹، كتاب الغصب، قبل مطلب: زرع في أرض الغير يعتبر عرف القرية)

والوں نے اپنا حصہ مقرر کیا ہوا ہے، اور اس حصہ کو شاملات دیہ کہتے ہیں، آیا اس حصہ مقررہ میں سے دوسرے گاؤں والے لکڑی یا گھاس کاٹ کر بدون اجازت مالکان شاملات دیہ کے اپنے تصرف میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴۵۵/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جو زمین شاملات دیہ ہوتی ہے وہ اسی گاؤں کے رہنے والوں کی ملک ہے، اور اس کے اشجار وغیرہ بھی انہیں لوگوں کی ملک میں داخل ہیں جن کی وہ زمین ہے، پس دوسرے گاؤں والوں کو ان درختوں کی لکڑی خشک وتر کاٹ کر لے جانا بدون اجازت مالکان زمین کے درست نہیں ہے، اور گھاس چونکہ مباحات عامہ میں سے ہے اس لیے گھاس ہر ایک لے جا سکتا ہے(۱) اور ملک غیر کی حرمت آیات واحادیث میں منصوص ہے: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

طوفان سے اُفتادہ درخت کا حق دار کون ہے: کاشت کار یا زمیندار؟

سوال: (۱۷۱۵) ایک رعیت کا درخت طوفان سے زمین پر افتادہ ہے، فی الحال اسے ایک زمین دار لینا چاہتے ہیں، مگر رعیت نے کبھی افتادہ درختوں کو زمین دار کو نہیں دیا، شرعاً کس کا حق ہے؟
(۴۷۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جو درخت خودرو کسی کی زمین میں پیدا ہو جاوے اور نکل آوے وہ مملوکہ مالک زمین کے ہوتے ہیں، اور اگر وہ درخت لگائے ہوئے اور غرس کیے ہوئے ہیں تو اگر مالکِ زمین نے لگائے یا رعایا نے باذن مالک زمین لگائے تب بھی مالک زمین کی ملک ہیں۔ كما في الشّامي: (جلد خامس كتاب الغصب: فلو بإذنه فالبناء لربّ الدّار، ويرجع عليه بما أنفق إلخ(۲) فقط

---

(۱) عن رجل من المهاجرين من أصحاب النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: غزوت مع النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم ثلاثًا أسمعه يقول: المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء والكلأ والنّار (سنن أبي داوٗد، ص:۴۹۲، كتاب البيوع، باب في منع الماء)
(۲) الشّامي: ۲۳۴/۹، كتاب الغصب، قبيل مطلب: زرع في أرض الغير يعتبر عرف القرية، تحت قولہٖ: (بغير إذنہٖ)

پھل دار درخت کا مالک کون ہے: زمیندار یا کاشت کار؟

سوال: (۱۷۱۶) رعیت جس زمین کا خراج زمیندار کو دیتی ہے، اگر اس زمین میں کوئی پھل دار درخت ہوتو وہ درخت کس کا ہوگا؟ زمین دار کا یا کاشت کار کا؟ (۴۲۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: وہ اشجار زمین دار کی ملک ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس درخت کے سائے میں لوگ آرام کرتے ہیں اُس کا کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۱۷) زید کا ایک درخت آم کا آبادی میں پرانا کھڑا ہے جس پر پھل کم آتا ہے، بعض شاخیں خشک بھی ہوگئی ہیں، اور آدمی اس کے سایہ میں آرام کرتے ہیں، زید کو اس کے کاٹنے کی ضرورت ہے تو اس درخت کا کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۴۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس درخت مملوکہ کا قطع کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

درختوں کی قلم لگانا جائز ہے

سوال: (۱۷۱۸) درختوں سے قلم لینا جائز ہے یا نہیں؟ نئی روشنی والے ناجائز کہتے ہیں۔ (۲۹۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قلم لینا درختوں سے جائز ہے، شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے بالآخر اس کی اجازت دے دی تھی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن رافع بن خديج رضي الله عنه قال : قدِم النّبيُّ صلّى الله عليه وسلّم المدينةَ ، وهم يأبِرُوْنَ النَّخْلَ، يقول: يُلَقِّحُوْن النّخلَ، فقال: ما تصنعون ؟ قالوا: كنّا نصنعه ، قال: لعلّكم لو لم تفعلوا كان خيرًا، قال: فتركوه فنفضت أو قال: فنقصت، قال: فذكروا ذلك له، فقال: إنّما أنا بشرٌ إذا أَمَرْتُكُمْ بشيء من دينكم فخذوا به، و إذا أمرتكم بشيء من رأى فإنّما أنا بشرٌ الحديث. (الصّحيح لمسلم: ۲۶۴/۲، كتاب الفضائل– باب وجوب امتثال ما قاله شرعًا دون ما ذكره صلّى الله عليه وسلّم من معايش الدّنيا على سبيل الرّأى)

غیر مقلدین کے جلسے میں شرکت کرنا اور اُن کے جلسے کا اشتہار چھپوانا

سوال: (۱۷۱۹) اہل سنت والجماعت کو غیر مقلدین کے جلسہ میں شریک ہونا، اور حنفی المذہب کو اس جلسہ کا اشتہار اپنے نام سے چھپوانا کیسا ہے؟ اور سنی حنفی کے نام کی وجہ سے اور لوگ بھی شریک ہوجاتے ہیں، اس بارے میں شریعت محمدیہ کا کیا حکم ہے؟ (۳۲/۱۲۹۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر جلسہ غیر مقلدین کا کسی اصلاح کی غرض سے ہے تو اس کا اشتہار دینا حنفی المذہب کو اور اس میں شریک ہونا اور شریک کرنا دوسروں کو درست ہے اور عمدہ ہے، اور اگر وہ جلسہ خلافِ دین ہے اور فساد و اختلاف ڈالنے کے لیے ہے تو اس کا اشتہار کرنا اور اس میں شریک ہونا معصیت ہے، غیر مقلدین کے جلسہ پر کیا منحصر ہے؟! جو کوئی خلافِ شرع جلسہ کرے اس کا یہی حکم ہے۔ إنّما الأعمال بالنّیّات (بخاری: ۲/۱) حدیث شریف میں وارد ہے، ارادۂ اصلاح ہر حال محمود ہے، اور اشاعتِ فتنہ ہر وقت مذموم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد کی مجلس تفسیر میں شرکت کرنا

سوال: (۱۷۲۰) مسجد عبدالسلام شملہ میں کچھ عرصہ سے ''انجمن انصار المسلمین'' ـــــ جس کے بانی غیر مقلدین ہیں ـــــ قائم ہے، اس میں ایک غیر مقلد مولوی اپنے مذہب کے مطابق تفسیر قرآن شریف کی بیان کرتے ہیں، اور مجمع اکثر غیر مقلدین کا ہوتا ہے اور سوائے چند آدمیوں کے سب اُمّی (ان پڑھ) ہوتے ہیں، جن کو اپنے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب سے واقفیت نہیں ہوتی ان کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے مثلاً مولوی صاحب نے بیان کیا کہ تین طلاق ایک دفعہ اگر دی جاوے تو ایک طلاق واقع ہوتی ہے، لہٰذا اس مجلس میں شرکت کرنی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۴۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: غیر مقلدوں کے مسائل جو خلافِ حنفیہ ہیں جن میں سے مثلاً ایک مسئلہ طلاق کا ہے کہ وہ تین طلاق کو بھی ایک طلاق کہتے ہیں اور رجعت اس میں صحیح بتلاتے ہیں، حالانکہ یہ نص قطعی کے خلاف ہے، ایسے مسائل کو سننا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، پس عوام کو جن کے گمراہ ہوجانے کا اندیشہ ہے ان کی مجلس میں جانا اور ایسے مسائل کا سننا جائز نہیں ہے، غرض یہ ہے کہ غیر مقلدین کی

مجلس میں شریک ہی نہ ہونا چاہیے کہ اس میں اندیشہ گمراہی کا قوی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پالکی میں سوار ہونا درست ہے

سوال: (۱۷۲۱) پالکی پر سوار ہونا علماء وفضلاء کے لیے اور عوام ومستورات کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس کو حرام کہتے ہیں کیوں کہ یہ آدمی کی سواری ہے اس کا ثبوت نہیں۔

(۱۳۴۱/۱۱۴۲ھ)

الجواب: قواعدِ شرعیہ مقتضی اس کے جواز کے ہیں اور کوئی ممانعت اس کی وارد نہیں ہے، لہٰذا اس کے جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے، کفار کے بارے میں تو خود نص میں وارد ہے: ﴿ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ ﴾ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۷۹) اور اجارہ کی مشروعیت نصوص سے ثابت ہے(۱) پس اگر کسی آدمی کو کسی آدمی کے اٹھانے کے لیے اجیر رکھا جاوے تو شرعًا اس میں کچھ حرج نہیں ہے، پس یہ عمومًا انسان کو اجیر بنانے کی دلیل ہے کافر ہو یا مسلم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۷۲۲) نوشہ (دولہا) کو مُلکِ بنگال میں پالکی پر بہ ذریعہ کہارُوں (۲) کے سوار کر کے لے جاتے ہیں، اور براتی جن میں علماء اور صلحاء بھی ہوتے ہیں اس کے پیچھے پیدل جاتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پالکی میں سوار ہونا درست ہے اور جب کہ عرف وہاں کا یہ ہے تو گویا وہ علماء وصلحاء بہ خوشی نوشہ کو پالکی میں جانے کی اجازت دیتے ہیں، تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

مَردوں کو چرخہ کاتنا جائز ہے

سوال: (۱۷۲۳) مَردوں کو چرخہ کے ذریعہ سے سوت کاتنا کیا تشبّہ بالنّساء اور

(۱) عن عبداللّٰہ بن مغفّل قال: زعم ثابت بن ضحّاك أنّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم نهی عن المزارعة وأمر بالمواجرة وقال: لا بأس بها، رواہ مسلم (مشكاة المصابیح، ص: ۲۵۸، باب الإجارة، الفصل الأوّل)

(۲) کہار: ڈولی یا پالکی اٹھا کر چلنے والا۔ (فیروز اللغات)

ممنوع ہے؟(۱۷۳۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: چرخہ کا تنا ایک امر ذریعۂ کسب اور ریاضت ومحنت ہے، اور احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہے(۱) اور عورتوں کی اس میں کچھ تخصیص نہیں ہے، لہٰذا مردوں کو چرخہ کا تنا بہ وجہ تشبّہ بالنّساء ممنوع ومکروہ نہ ہوگا جیسا کہ کپڑا بننا یا دیگر پیشہ اور تجارت کرنا کہ اس میں مرد اور عورتیں سب برابر ہیں، یہ امر آخر ہے کہ چرخہ اکثر عورتیں کاتا کرتی ہیں اور مردوں کو چونکہ دوسرے کام گھر سے باہر کے کرنے ہوتے ہیں، اس لیے ان کو چرخہ کاتنے کی مہلت نہیں ملتی، مگر اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

القاب میں غلو کرنا

سوال: (۱۷۲۴) لفظ فیض مآب، فیض گنجور، غریب پرور، آپ مالک ہیں سیاہ کریں یا سفید، لکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کسی مجبوری میں خوشامدی ہوں یا حسب رواج۔(۱۹۵۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حتی الوسع ایسے الفاظ سے بچیں جس میں محض خوشامد ہو بہ مجبوری درست ہے۔ فقط

مشرکہ دائی سے کام لینا درست ہے

سوال: (۱۷۲۵) دائی اگر مسلمان نہ ملے تو مشرکہ سے کام لے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۹۵۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: لے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگوں کی مصیبت سے متأثر ہوکر آنسو بہانا

سوال: (۱۷۲۶) بزرگوں کی مصیبت سے متأثر ہوکر آنسو بہانا کیسا ہے؟(۲۴۲۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) اس موضوع پر علامہ سیوطیؒ کا رسالہ ہے: **الأجر الجزل في الغزل** اور اس کا ترجمہ ہے: ''چرخہ کی فضیلت؛ از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ''اس کو دیکھیں۔۱۲

غسل خانہ میں پیشاب کرنا

سوال: (۱۷۲۷) غسل خانہ میں پیشاب کرنا کیسا ہے؟ (۳۲/۲۵۶۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: غسل خانہ میں پیشاب کرنا ممنوع ہے۔حدیث شریف میں ہے: عن عبداللّٰہ بن مغفّل رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: لا یبولنّ أحدکم في مستحمّه، ثمّ یغتسل فیه، أویتوضأ فیه، فإنّ عامّة الوسواس منه ، رواه أبوداوٗد والتّرمذي والنسائي (۱) (مشکاۃ شریف) پس غسل خانہ کو پیشاب وغیرہ سے صاف رکھنا چاہیے۔فقط

سوال: (۱۷۲۸) جو غسل خانہ بڑا ہو اور جگہ زائد ہو تو اس میں پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس میں گنجائش ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

استنجاء سے فراغت کے بعد لوٹے کو راکھ سے صاف کرنا

سوال: (۱۷۲۹) اگر کوئی شخص مثل ہنود کے استنجاء کر کے لوٹا کو راکھ سے مانج کر پانی سے دھووے تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۹۲۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جائز ہے، لیکن ضروری نہیں ہے، پس اس کو ضروری نہ سمجھیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری سڑک کی اُفتادہ زمین اپنے مکان یا مسجد میں شامل کرنا

سوال: (۱۷۳۰) اگر کوئی شخص خلاف حدود و پیمائش سرکاری کے، زمین افتادہ کو جو جانبین سڑک کے ہوتی ہے، اپنے مکان یا مسجد و مدرسہ و مکانات وقفیہ میں داخل کرے، اور عمارت بنائے اس طور پر کہ سڑک میں کوئی تنگی نہ ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس عمارت کو کوئی منہدم کرا سکتا ہے یا نہ؟ (۴۵۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: شارعِ عام یا طریقِ عام میں تمام گزرنے والوں کا حق ہوتا ہے، سرکار کی طرف

---

(۱) مشکاۃ المصابیح، ص:۴۳، کتاب الطّھارۃ – باب آداب الخلاء ، الفصل الثّاني .

سے اگر اس میں سے بعض میں بہ قدرِ حاجتِ مرور فرش وغیرہ لگایا تو باقی حصہ میں سے عام لوگوں کا حق منقطع نہیں ہوا، پس اگر اس میں کسی قسم کا تصرف کرنے میں کسی کا نقصان نہیں ہے اور کوئی مانع نہیں ہے تو درست ہے ورنہ نہیں، اور مساجد ومدارس وغیرہ کے لیے جو نفع عام کے لیے ہے، ایسا تصرف کرنا بہ شرطیکہ کسی کو اس میں ضرر نہ ہو درست ہے، اور اس کو کوئی منہدم نہیں کرا سکتا۔ والتّفصیل في الدّرّ المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تھانہ دار کی اجازت سے شارعِ عام کی زمین مکان میں شامل کرنا

سوال: (۱۷۳۱) زید نے دو مکان تعمیر کرائے، ان کے آگے شارعِ عام تھا، کچھ حصہ شارعِ عام سے اپنے مکانوں میں لے لیا جس سے راستہ والوں کو کچھ تکلیف نہ ہوئی، اہلِ محلّہ نے حاکم کے یہاں نالش کی، حاکم نے بعد ملاحظہ کے ایک مکان کو جائز رکھا، مگر دوسرے مکان میں جو حصہ شارعِ عام سے لیا تھا اس کے توڑنے کا حکم دیا، زید نے تو ڑوایا نہیں، کاغذات تحصیل میں آئے تو زید نے کوتوال سے مل کر یہ بات طے کی کہ ایک مرتبہ مکان کو توڑ دو، پھر چاہے دوسرے روز بنوا لینا، ہم لکھ دیں گے کہ تعمیل ہوگئی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اب وہ مکان پندرہ سال سے بنا ہوا ہے اور محلّہ والوں کو بھی زید نے راضی کر لیا تھا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۲۳۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) جعل شيء أي جعل الباني شيئًا من الطّريق مسجدًا لضيقه و لم يضر بالمارين جاز، لأنّهما للمسلمين ...... تؤخذ أرض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق على النّاس بالقيمة كرهًا. وفي الشّامي: قوله (لضيقه ولم يضر بالمارين) أفاد أنّ الجواز مقيد بهٰذين الشّرطين (الدّر والرّد: ۶/ ۴۴۹-۴۵۱، كتاب الوقف، مطلب في جعل شيء من المسجد طريقًا)

قوله: (و إن جعل شيء من الطّريق مسجدًا صحّ كعكسه) يعنى إذا بنى قوم مسجدًا و احتاجوا إلى مكان ليتسع ، فأدخلوا شيئًا من الطّريق ليتسع المسجد و كان ذلك لا يضر بأصحاب الطّريق جاز ذلك ، وكذا إذا ضاق المسجد على النّاس و بجنبه أرض لرجل تؤخذ أرضه بالقيمة كرهًا لما روي عن الصّحابة رضي الله عنهم لما ضاق المسجد الحرام أخذوا أرضين بِكُرْهٍ من أصحابها بالقيمة وزادوا في المسجد الحرام (البحر الرائق شرح كنز الدّقائق: ۵/ ۴۲۸، كتاب الوقف ، آخر فصل في أحكام المساجد)

الجواب: شارعِ عام سب کا حق ہے صرف اہلِ محلّہ کی اجازت کافی نہیں ہے، اور تھانہ دار کی اجازت بہ خلاف حکم حکامِ بالا معتبر نہیں ہے، البتہ جب کہ کسی کو مضرت نہیں اور جو مانع تھے انہوں نے اجازت دیدی، اور آئندہ جو کوئی مانع ہو اس سے بھی اجازت لے لی جائے تو گنجائشِ جواز ہے۔ فقط

گم شدہ کرتے کے بدلے دھوبی دوسرے شخص کا کرتا دے دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۳۲) زید کا کرتا دھوبی نے غلطی سے کسی اور کو دے دیا اور کسی دوسرے شخص کا کرتا زید کو دے دیتا ہے تو اس کرتے کو لینا اور استعمال کرنا زید کو جائز ہے یا ناجائز؟ اگر چہ وہ کرتا قیمت میں کم وبیش ہو، اگر زید نہیں لے گا تو اس کو نقصان ہوگا۔ (۳۹۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شامی میں ایسی صورت لکھی ہے جس سے جواز معلوم ہوتا ہے (۱)

عوام کی خوشدلی کے لیے ناجائز کام کرنا

سوال: (۱۷۳۳) کسی کے اصرار یا عوام کی خوش دلی کے واسطے فعل ناجائز کرنا شرعًا کیسا ہے؟ (۲۵۷۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ قال علیہ الصّلاۃ والسّلام : لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) قوله: (ولا يضمن إلخ) اعلم أنّ الهلاك إمّا بفعل الأجير أوْ لا، والأوّل إمّا بالتّعدّي أوْ لا، والثّاني إمّا أن يّمكن الاحترازعنه أوْ لا، ففي الأوّل بقسميه يضمن اتّفاقًا، وفي ثاني الثّاني لايضمن اتّفاقًا، وفي أوّله لايضمن عندالإمام مطلقًا، ويضمن عندهما مطلقًا، وأفتى المتأخّرون بالصّلح على نصف القيمة مطلقًا، وقيل:إن مصلحًا لايضمن، وإن غيرمصلح ضمن، وإنّ مستورًا فالصّلح اهـ ح . والمراد بالإطلاق في الموضعين المصلح وغيره. (الشّامي:۹/۷۶-۷۷، كتاب الإجارة – باب ضمان الأجير، مبحث الأجيرِالمشتركِ)

(۲) عن الحسن قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق (مصنّف ابن أبي شيبة: ۵۴۹/۶، كتاب السّير، في إمام السّرية يأمرهم بالمعصية من قال: لاطاعة له)

غیر مسلموں کے ساتھ بھی احسان کرنا: باعث ثواب ہے

سوال: (۱۷۳۴) غیر مذہب کے آدمی پر احسان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۱۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: احسان کرنا ہر ایک کے ساتھ اچھا ہے اگر چہ غیر مذہب کا ہو(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مہمان داری، بیمار پرسی اور تعزیت: مسنون اور کارِ ثواب ہے

سوال: (۱۷۳۵) ایک شخص مسلمان نمازی کو اس کے پیر نے یہ کہہ دیا کہ مہمان داری کرنی جائز نہیں ہے؛ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح بیمار پرسی اور تعزیت بھی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: مہمان داری کارِ ثواب ہے اور جب تک مہمان رہے اس کی مہمان داری کرنی چاہیے، اور تین دن کا حکم تو مہمان داری کا خود حدیث شریف میں موجود ہے(۲) اسی طرح بیمار پرسی مسنون اور بہت ثواب کا کام ہے(۳) اور تعزیت میت کی بھی مسنون اور کارِ ثواب ہے(۴) ان

---

(۱) لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ. (سورۂ ممتحنہ، آیت:۸)

(۲) عن أبي شريح الكعبي رضي الله عنه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليُكرِم ضيفَه، جائزتُه يومٌ وليلةٌ، والضّيافة ثلاثة أيّام، فما بعد ذلك فهو صدقة، ولايحلّ له أن يَثْوِىَ عنده حتّى يحرِّجَه (صحيح البخاري: ۹۰۶/۲، كتاب الأدب — باب إكرام الضّيف وخدمته إيّاه بنفسه)

(۳) عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: أمرنا النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم بسبع، ونهانا عن سبع، أمرنا بعيادة المريض الحديث (صحيح البخاري: ۹۱۹/۲، كتاب الأدب — باب تشميت العاطس إذا حمدالله)

وعن أبي موسیٰ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أطعموا الجائعَ، وعودوا المريضَ، وفُكُّوا العَانِيَ، رواه البخاري (مشكاة المصابيح، ص:۱۳۳، كتاب الجنائز — باب عيادة المريض وثواب المرض)

(۴) عن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: من عزّى مصابًا فله مثل أجره (جامع الترمذي: ۲۰۵/۱، أبواب الجنائز، باب ما جاء في أجر من عزّى مصابًا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے، اس کے لیے اس مصیبت زدہ کے ثواب کے مانند ہے''

امور کے ترک میں پیر کا حکم نہ ماننا چاہیے، بلکہ جو پیر ایسا حکم کرے وہ لائق پیر بنانے کے نہیں ہے۔

نل کا سرد پانی سردیوں میں اور گرم پانی گرمیوں میں گرانا اسراف نہیں

سوال: (۱۷۳۶) نلکا پانی کے واسطے جو زمین میں لگایا جاتا ہے تو اوپر کا سرد پانی سردیوں میں اور اوپر کا گرم پانی گرمیوں میں بے فائدہ نکال کر پھینک دینے سے اسراف اور باز پرس تو نہ ہوگی؟

(۱۳۳۴-۳۳/۵۹۴ھ)

الجواب: نل کا سرد پانی سردیوں میں اور گرم پانی گرمیوں میں گرانا اسراف نہیں ہے کہ یہ ذریعہ ہے حصول مایحتاج کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اظہارِ مسرت کے لیے چراغاں کرنا اسراف ہے

سوال: (۱۷۳۷) اظہارِ مسرت اور خوشی کے لیے مساجد و مکانات وغیرہ میں چراغاں کرنا کیسا ہے؟ اس کے متعلق کوئی جزئیہ پایا جاتا ہے یا نہیں؟ کوئی کہتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، کوئی اس کو اسراف بتاتا ہے، کوئی کہتا ہے: إنّما الأعمال بالنّیات (بخاری:۱/۲) جب نیت خیر ہے تو عمل بھی خیر ہے، محقق اور صاف حکم کیا ہے؟ کوئی کہتا ہے: لا إسراف في الخیر (۱) (۱۳۴۱/۲۸۲ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ إنّما الأعمال بالنّیات (بخاری:۱/۲) اور یہ بھی صحیح ہے کہ لا إسراف في الخیر (۱) لیکن اضاعتِ مال سے صریح ممانعت حدیث شریف میں وارد ہے (۲) اور ظاہر ہے کہ چراغاں میں اضاعتِ مال ہے، اس سے بہتر ہے کہ جو مال اس میں ضائع کیا جاوے وہ انگورہ فنڈ یا موپلا فنڈ میں داخل کیا جاوے کہ ان غرباء کی امداد بھی ہو اور ثواب بھی ہو اور اظہارِ خوشی میں صدقات

---

(۱) روح المعانی: ۱/۱۰۱، سورۂ بقرہ، آیت: ۳

(۲) عن المغیرة بن شعبة رضي اللّٰه عنه قال: قال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: إنّ اللّٰه حرّم علیکم عقوقَ الأمّهات، و وأدَ البناتِ، ومَنَعًا وهاتِ، وکَرِه لکم قیل وقال، وکثرةَ السُّوال، و إضاعةَ المال. (صحیح البخاري: ۱/۳۲۴، کتاب في الاستقراض و أداء الدّیون …… — باب ما یُنهی عن إضاعة المال ……)

کا ثبوت بھی ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۷۳۸) بعض حضرات کہتے ہیں کہ سمرنا کی خوشی میں جو چراغاں کیا گیا یہ اسراف ہے؟ (۱۳۴۱/۲۲۴ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے، ایسا نہ کرنا چاہیے، کیوں کہ کسی خوشی میں تجاوز عن الشرع درست نہیں ہے، اور چراغاں کو حضرات اکابر نے اسراف فرمایا ہے، اور اسراف منہی عنہ ہے(۲) لہٰذا خوشی میں وہ امور کرنے چاہئیں جو جائز ہوں، ممنوع نہ ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لائیسنس والی بندوق رکھنا

سوال: (۱۷۳۹) انگریزی عدالتوں سے بندوق کا لائیسنس (Licence) حاصل کرنا بہ حالت موجودہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۷۰۰ھ)

الجواب: بہ غرض حفاظتِ جان و مال یا دیگر ضروریات اگر کوئی شخص بندوق رکھے لائیسنس لے کر تو شرعاً اس کی ممانعت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جن کاغذوں پر اسمائے حسنیٰ یا اسمائے انبیاء لکھے ہوئے ہیں ان کو جلانا

سوال: (۱۷۴۰) جن کاغذوں پر اسمائے باری تعالیٰ یا انبیاء علیہم السلام کے نام لکھے ہوں، ان

---

(۱) عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: عقّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن الحسن بشاة، وقال: يا فاطمةُ! احْلقِي رأسَه وتَصدّقي بِزِنةِ شَعره فضّةً، فوزنتْه فكان وزنُه درهمًا أو بعض درهم (جامع التّرمذي: ۱/۲۷۸، أبواب الأضاحي، باب)

اس حدیث کی شرح میں حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں: ’’نومولود کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنا مسنون ہے اور اس کی حکمت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ تحریر فرمائی ہے کہ بچہ کا پیٹ سے باہر آنا ایسی نعمت ہے جس کا شکر بجا لانا ضروری ہے کیوں کہ بچہ جب تک پیٹ میں تھا اس کی دید سے محرومی تھی اور جب پیدا (ظاہر) ہو گیا تو اس سے آنکھ ٹھنڈی ہوئی اور شکریہ ادا کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ نعمت سے موازنہ کر کے شکر بجالایا جائے الخ‘‘۔ (تحفۃ الالمعی: ۴/۴۴۹، عنوان: ایک بکری کا عقیقہ، حدیث نمبر: ۱۵۰۷)

(۲) وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ، اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْآ اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ . (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۲۶-۲۷)

کو آگ میں جلانا کیسا ہے؟ (۱۳۳۹/۸۹۱ھ)

الجواب: ایسے کاغذوں کو محفوظ جگہ میں دفن کرنا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جن کاغذات پر اردو، انگریزی وغیرہ لکھی ہوئی ہے ان کو بنڈلوں پر لپیٹنا

سوال: (۱۷۴۱) وہ کاغذات جن پر اردو یا انگریزی وغیرہ لکھی ہوئی ہوتی ہے، بنڈلوں وغیرہ میں استعمال کرنا ان کا درست ہے؟ (۱۳۴۱/۱۱۱۱ھ)

الجواب: وہ کاغذات جن پر اللہ کا نام نہ ہو ان کو بنڈلوں پر لپیٹنا اور اس قسم کے دوسرے کاموں میں لانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صابون پر حروف کا ٹھپا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۴۲)......(الف) اس زمانے میں عام رواج ہو گیا ہے کہ صابون بغیر اپنے نام یا کارخانہ کے نام ٹکیوں پر ٹھپا کیے ہوئے فروخت نہیں ہوتا، خواہ وہ نام کسی زبان میں ہو، جب کہ صابون گھل کر ناپاک نالیوں میں بہتا ہے، اور ناپاک جسم اور کپڑوں میں استعمال کیا جاتا ہے، ایسی حالت میں صابون پر حروف کا ٹھپا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) خوشبو کا نام بھی لکھتے ہیں۔

(ج) صابون کی قسم بھی لکھتے ہیں شرعاً اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۹۱۲ھ)

الجواب: (الف - ج) جب کہ علامات کے لیے ان حروف والفاظ کا لکھنا ضروری ہے، اور اس سے پرہیز تجار صابون کو دشوار ہے، اور اس میں عمومِ بلویٰ ہے، اس لیے جائز ہے۔ فقط

وی پی پارسل ضائع ہونے کی ایک صورت اور اس کا حکم

سوال: (۱۷۴۳) شہر رنگون کا ایک تازہ واقعہ یہ ہے کہ زید کی بلا اجازت بکر نے زید کے نام کا ''وی، پی پارسل ڈاک'' اپنے پاس سے روپیہ دے کر وصول کر لیا، پھر بکر نے وہ پارسل عمر کے ہاتھ سے زید کی جائے قیام لب سڑک بالا خانہ پر اس کی عدم موجودگی میں پہنچا دیا، جس کو زید کے

خاص عزیز خالد نے رکھ لیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص نے آ کر خالد سے یہ کہا کہ زید بکر کے کمرۂ دکان میں بیٹھا ہے اور پارسل مذکور مانگتا ہے، اس لیے بکر نے مجھ کو بھیجا ہے، خالد نے یہ گمان کیا کہ یہ شخص بکر کا ملازم ہے، بکر نے زید سے کہا ہوگا کہ میں تمہارا پارسل چھڑا کر تمہاری جائے قیام پر دے آیا ہوں، اس لیے زید نے پارسل کی چیزیں بکر کو دکھانے کے لیے منگایا ہوگا، لیکن چونکہ خالد بکر کے نوکر کو نہ جانتا تھا اس لیے وہ خود پارسل کو لے کر اس آنے والے شخص کے ہمراہ ہوگیا، جب سیڑھیوں سے نیچے اترا تو پارسل اس شخص کے ہاتھ میں دے کر خود اس کے ساتھ ہولیا، خلاصہ یہ کہ وہ شخص پارسل لے کر لوگوں کے ہجوم میں غائب ہوگیا، صورت مذکورہ بالا میں بکر یا خالد پر ضروری ہے کہ پارسل مذکورہ کی قیمت زید کو ادا کرے؟ دونوں میں سے کون قیمت ادا کرنے کا ذمے دار ہے؟

(۲۸۸۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس قسم کے امور کی چونکہ عادۃً وعرفاً باہم تجار میں خصوصاً جن میں تعلقات اس قسم کے معاملات کے ہوں اجازت ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کا پارسل لے لیوے، اس لیے بکر جس نے پارسل مذکور وصول کیا امین ہے، پھر زید کے خاص عزیز خالد کا اس کو لے کر رکھنا بھی عادۃً اجازت میں داخل ہے، پھر خالد کا اس شخص آنے والے کو دینا بکر کا ملازم سمجھ کر جائز ہے، لہٰذا بکر پر یا خالد پر اس صورت میں ضمان نہیں ہے، خالد پر تو ضمان اس لیے نہیں ہے کہ اس نے اس شخص آنے والے کو ملازم اور قاصد بکر کا سمجھ کر پارسل دیا ہے، اور رسول کے دینے میں ضمان نہیں ہے، اور بکر پر اس وجہ سے ضمان نہیں ہے کہ وہ اس پارسل کو زید کے گھر بھیج چکا ہے، اور زید کے عزیز خاص خالد نے اس کو لے کر رکھ لیا تو عرفاً وعادۃً گویا یہ فعل زید کی اجازت سے ہوا ہے، اور بکر بری ہوگیا، اور یہ جواب اس وقت ہے کہ عادۃً یہ فعل بکر کا اور خالد کا بہ اجازت زید سمجھا جاتا ہو، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر بکر ضامن ہے عبارات ذیل سے جو مطالب اوپر لکھے گئے ہیں واضح ہوتے ہیں: **واشتراط الضّمان على الأمين ...... باطل به يفتىٰ ...... وللمودع حفظها بنفسه وعياله إلخ** (۱)(درّمختار) **ولكن لقائل أن يّفرق بين الوكيل و الرّسول، لأنّ الرّسول ينطق على لسان المرسل، ولا كذلك الوكيل** (۲)(شامي) **ولايضمن المودع المودع فيضمن الأوّل فقط إن هلكت بعد**

---

(۱) الدرّالمختار مع الشّامي: ۳۹۶/۸، كتاب الإيداع .

(۲) الشّامي: ۳۹۷/۸، كتاب الإيداع .

مفارقته، وإن قبلها لاضمان (۱) فرع: دفع إلى رجل ألف درهم وقال: ادفعها إلى فلان بالری فمات الدّافع، فدفع المودع المال إلى رجل ليدفعه إلى فلان بالری فأخذ في الطّريق لايضمن المودع لأنّه وصی الميّت، فلو كان الدّافع حيًا ضمن المودع لأنّه وكيل، إلّا أن يّكون الآخر في عياله فلا يضمن حينئذٍ، خانية (۲) قال ربّ الوديعة للمودع: ادفع الوديعة إلى فلان، فقال دفعت وكَذَّبَه في الدّفع فلانٌ وضاعت الوديعة صُدِّق المودعُ مع يمينه لأنّه أمين الخ (۳)(درّمختار) ومسلّم أنّ المعروف كالمشروط (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سلیپر چپل کا استعمال جائز ہے

سوال: (۱۷۴۴) فی زمانہ مردوں کے واسطے سلیپر (۵) کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۲/۵۲۳ھ)

الجواب: سلیپر کے جواز میں کچھ تردد اور شبہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھولا جھولنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۷۴۵)......(الف) بعض لوگ ساون کے مہینے میں جھولا ڈالتے ہیں اور جھولتے ہیں، اور اشعار جن میں بعض مضمون حمد ونعت اور بعض مضمون عاشقانہ ہوتا ہے پڑھتے ہیں یہ فعل ان کا کیسا ہے؟ (ب) جھولا جھولنا فی نفسہٖ کیسا ہے؟

(ج) ساون کے سوا دوسرے مہینوں میں جھولنا کیسا ہے؟

---

(۱) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۴۰۵/۸، كتاب الإيداع .

(۲) حاشية ابن عابدين : ۴۰۶/۸، كتاب الإيداع .

(۳) الدّرّالمختار مع الردّ : ۴۰۷/۸، كتاب الإيداع .

(۴) الدّرّالمختارمع الردّ: ۸۶/۹، كتاب الإجارة – باب ضمان الأجير – مطلب في الحارس والحاناتي .

(۵) سلیپر: (Slipper): ہلکی اور کھلی جوتی جو عموماً گھر میں پہنتے ہیں۔ (فیروز اللغات)

(د) خوردسال بچوں کو جھلانا کیسا ہے؟(۱۳۴۲/۱۰۵۶ھ)

الجواب: (الف) اچھے اشعار ہوں تو مضائقہ نہیں ہے، اور ناجائز مضامین کے اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔(ب) جائز ہے۔ (ج) جائز ہے۔ (د) درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شارع عام پر جھولا جھولنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۷۴۶) شارع عام پر جھولا جھولنا کیسا ہے؟(۱۴۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر کوئی مفسدہ یا عام عبور و مرور میں باعث مزاحمت نہ ہو تو مباح ہے۔فقط

کیا مسلمان مستری مندر کا کنواں بنا سکتا ہے؟

سوال: (۱۷۴۷) کیا ہندوؤں کے مندر کا کنواں اگر مسلمان مستری بنائے تو جائز ہے یا نہیں؟(۲۷۰۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ہندوؤں کے مندر کا کنواں اگر مسلمان مستری بنائے تو جائز ہے۔فقط واللہ اعلم

مندر میں امداد دینا حرام ہے

سوال: (۱۷۴۸) اگر کوئی شخص ہندوؤں کے مندر میں کوئی چیز دیوے تو کیسا ہے؟
(۳۴۲۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: وہ شخص گنہ گار ہے اور وہاں دینا ناجائز اور حرام ہے، اگر کچھ دینا ہو تو مساجد یا مدارسِ اسلامی میں یا فقرائے مسلمین کو دیوے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو کافر اپنے دیوتاؤں کی پوجا کے لیے بکرا خریدتا ہے اس کے ہاتھ بکرا فروخت کرنا

سوال: (۱۷۴۹) ایک مشرک یا کافر مسلمان سے بکری یا بکرا اپنے دیوتاؤں کی پوجا کے لیے خریدتا ہے، وہ خرید کر کلہاڑی یا کسی تیز چیز سے اس کو ہلاک کرتا ہے، ایسے شخص کے ہاتھ بکرا، بکری

فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۷/۵۷۷-۳۴/۱۳۳۴ھ)

الجواب: بکری یا بکرا فروخت کرنا اس کے ہاتھ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنی زمین کا ایک ٹکڑا جو مسجد سے قریب ہے مندر بنانے کے لیے دینا

سوال: (۱۷۵۰) ایک شخص مسلمان نے دیدہ ودانستہ عمدًا اپنی زمین کا ایک ٹکڑا جو کہ مسجد کے قریب ہے ہندوؤں کو مندر بنانے کے لیے دے دیا، ایسا شخص معینِ بت پرستی و مددگارِ توہینِ شعائر اسلام ہوگا یا نہیں؟ اور ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ (۳۴۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ قطعۂ زمین کو کسی غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کردینے میں تو کوئی معصیت نہیں ہے، یعنی مجرد بیع میں کوئی گناہ نہیں، اس کے بعد مشتری کو اختیار ہے کہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرے، اس کا گناہ بائع کی گردن پر نہیں، پس صورت مسئولہ میں شخص مذکور نے اگر بغیر نیت اعانت علی الکفر کسی ہندو کے ہاتھ کچھ زمین فروخت کردی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اب اگر وہاں کوئی مندر وغیرہ بنائے تو اس کا گناہ اس کی گردن پر نہ ہوگا، کیوں کہ مجرد معاملہ میں کوئی معصیت نہیں، اور اگر اسی نیت وارادہ سے یہ بیع ہوئی ہے تو یقیناً معصیت سے خالی نہیں، اور ایک درجہ میں یہ شخص معین سمجھا جائے گا، پس اگر ایسا ہی ہے تو تاوقتیکہ یہ شخص توبہ نہ کرے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کی ہر قسم کی امداد سے محترز رہیں۔ **قال في الهداية: ومن آجر بيتًا ليُتّخَذ فيه بيت نار أو كنيسةٌ أو بيعةٌ إلخ فلا بأس به وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وقالا: لا ينبغي أن يكريه لشيء من ذلك، .... ولهٗ أنّ الإجارة تَرِدُ على منفعة البيت إلخ ولامعصية فيه إلخ**(۱) **وفي الشّامي: والدّليل عليه أنّه لو آجره للسّكنىٰ جاز و هولابدّ من عبادته فيه اهـ** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مٹی میں گوبر ملا کر لیپنا درست ہے

سوال: (۱۷۵۱) گوبر میں زیادہ مٹی ڈال کر لیپنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سوکھنے سے پاک

(۱) الهداية: ۴/۴۷۲، كتاب الكراهية – فصل في البيع .

(۲) حاشية ابن عابدين: ۹/۴۷۸، كتاب الحظر والإباحة – فصل في البيع .

ہوجاتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۸۰۴ھ)

الجواب: مٹی میں گوبر ملا کر لیپنا درست ہے(۱) لیکن وہ پاک نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ماموں کو ابا اور ممانی کو اماں کہنا

سوال: (۱۷۵۲) ایک بچے یتیم کو اس کے ماموں نے پرورش کیا ہے، اپنے ماموں ممانی کو وہ ابا اور اماں کہتا ہے، اس میں کوئی شرعاً حرج تو نہیں؟ (۱۳۴۵-۴۴/۱۴۷۹ھ)

الجواب: اس میں شرعاً کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

متبنّٰی بنانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۵۳) مسلمانوں میں متبنّٰی بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۹۹۰ھ)

الجواب: یہ جاہلیت کی رسم تھی کہ جس کو متبنّٰی بنالیا جاتا تھا وہ وارث اس کا مثل بیٹوں کے ہوتا تھا، شریعت اسلام نے اس کو مٹا دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ —— إلی قوله تعالیٰ —— اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَاَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۴-۵) پس اس ارشاد باری تعالیٰ سے معلوم ہوا کہ متبنّٰی بنانے سے وہ لڑکا بیٹا نہیں ہوجاتا اور وارث نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مردار بکری کا چمڑا اپنے مصرف میں لانا

سوال: (۱۷۵۴) اگر بکری مرجائے تو مالک اس کا چمڑا اتار کر اپنے مصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۳۷۶ھ)

الجواب: دباغت کر کے کام میں لاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) في الفتاوى الهندية: يكره أن يّطين المسجد بطين قد بلّ بماء نجس، بخلاف السّرقين إذاجعل فيه الطّين، لأنّ في ذلك ضرورة وهوتحصيل غرض لايحصل إلاّ به (الشّامي: ۳۷۱/۲ كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة وما يكره فيها، مطلب في أحكام المسجد)

ٹوتھ برش میں خنزیر کے بال ہونے کا شبہ ہو تو کیا حکم ہے

سوال: (۱۷۵۵) دانت صاف کرنے کے برش میں یہ شبہ ہے کہ اس میں خنزیر کے بال ہیں، اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۴۳/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: شبہ مذکورہ کی وجہ سے اس برش کا استعمال حرام نہیں ہے۔ لأنّ الیقین لایزول بالشّك (۱) البتہ موضع شبہ میں احتیاط کرنا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ٹوتھ برش میں خنزیر کے علاوہ کسی جانور کے بال ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۵۶) دانت صاف کرنے کا برش جس میں بال کسی جانور کے لگے ہوئے ہوتے ہیں، استعمال اس کا درست ہے یا نہیں؟ (۱۷۳۸/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر اس میں یہ شبہ نہ ہو کہ یہ خنزیر کے بال ہیں تو استعمال درست ہے، اور اگر خیال یہ ہے کہ اس میں خنزیر کے بال ہیں تو استعمال اس کا نہ چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلم دکان داروں سے خرید وفروخت میں ثواب ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۵۷) مسلمان دکان داروں سے خرید وفروخت میں ثواب ہے یا نہیں؟

(۶۲۱/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: إنّما الأعمال بالنّیات الحدیث (بخاری شریف: ۲/۱) اگر نیت اچھی ہے اور معاملہ بھی اس مسلمان کا اچھا ہے تو بے شک ثواب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان دکان داروں سے سامان خریدنا بہتر ہے

سوال: (۱۷۵۸) مسلمانوں نے تمام اشیاء کی تجارت کرنی شروع کی مثلاً نمک، تیل، مچھلی،

---

(۱) ردّالمحتار: ۱/۴۸۶، کتاب الطّهارة — باب الأنجاس — مطلب في الفرق بين الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء.

مٹھائی کپڑا وغیرہ وغیرہ تاکہ ہندوؤں کی دکان پر جانے کی ضرورت نہ ہو؛ تو مسلمانوں کو اپنے بھائیوں سے خریدنا اولیٰ ہوگا یا نہیں؟ اور تجارت اشیائے مذکورہ کی جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ یہ شبہ ڈالتے ہیں کہ اس قسم کی حقیر چیزوں کی تجارت کرنا رذالت اور ذلت کی بات ہے جو کہ برادری اور کفو سے نکالنے والی چیز ہے؛ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۵۰۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بے شک اشیائے مذکورہ اپنے بھائیوں سے خریدنا بہتر ہے، اور تجارت اشیائے مذکورہ کی درست ہے، اشیائے مذکورہ کی تجارت کو حقیر اور رذالت کا کام سمجھنا غلط ہے اور نہ یہ تجارت کسی کو کفاءت سے نکالتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام آمدنی سے بنائے ہوئے مکانات اور زیور رہن رکھ کر روپیہ قرض لینا اور اس سے تجارت کرنا

سوال: (۱۷۵۹) زید کا آبائی پیشہ مے فروشی ہے، زید بھی اب تک یہی پیشہ کرتا ہے، مگر اب زید کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اس حرام پیشہ کو چھوڑ کر کوئی اور پیشہ کروں، زید کے پاس کوئی سرمایہ نہیں صرف دو مکان ہیں جو مے فروشی کے منافع سے بنائے گئے ہیں، زید چاہتا ہے کہ ان مکانات کو رہن رکھ کر بلا سودی روپیہ لے کر تجارت کرے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور نفع حلال ہوگا یا نہیں؟ اور زید کے پاس کچھ زیور بھی ہے جو مے فروشی کے نفع سے بنایا گیا ہے اس کو فروخت کر کے یا رہن رکھ کر زید تجارت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ان مکانات کو رہن رکھ کر قرض روپیہ لے کر زید تجارت کر سکتا ہے اور وہ تجارت شرعاً درست ہے اور جو منافع اس سے حاصل ہوں گے وہ حلال ہیں، اور یہی حکم زیور مذکور کو رہن رکھ کر قرض لے کر تجارت کرنے کا ہے وہ تجارت اور نفع بھی حلال ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) قال في ردّالمحتار: قوله: (اكتسب حرامًا إلخ) توضيح المسئلة ما في التّتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، ثمّ اشترى فهٰذا على خمسة أوجه: أمّا إن دفع تلك الدّراهم إلى البائع أوّلاً ثمّ اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدّفع بها و دفعها، أواشترى قبل الدّفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقًا ودفع تلك الدّراهم، أو اشترى بدراهم آخر =

گورنمنٹ سے ایک روپیہ فی سیکڑہ کمیشن لینا سود ہے

سوال: (۱۷۶۰) گورنمنٹ زید کو ایک روپیہ سیکڑہ کمیشن پر ایک چک(۱) دیتی ہے، اور جس وقت چک دیتی ہے اسی وقت کمیشن ایک روپیہ سیکڑہ وضع کر کے باقی روپیہ وصول کر لیتی ہے، یہ کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۷/۱۴۱ھ)

الجواب: زید کو یہ کمیشن لینا بہ قاعدۂ شرعیہ درست نہیں ہے، کیونکہ زید کو اس چک کا پورا روپیہ وصول ہوگا، تو یہ کمیشن سود میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو تجارتی کمپنی سالانہ ۲۰ فیصد منافعہ دیتی ہے اس میں شریک ہونا

سوال: (۱۷۶۱) ایک تجارتی کمپنی ۲۰ فیصدی منافعہ سالانہ دیتی ہے، مگر اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر کسی کو سو روپیہ دے کر شریک ہونا ہے تو بجائے سو کے پچانوے دیدے کمپنی اس کو سو روپیہ شمار کر کے بجائے پچانوے کے سو کی رسید دے دیتی ہے، شرعاً یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

(۱۰۱۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: شرعاً معاملہ مذکورہ جائز نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو عورتیں بے پردہ تجارت کرتی ہیں اُن کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۶۲) برہما میں عورتیں بے پردہ رہتی ہیں اور دنیا کے تمام کاروبار عورتوں کے ہاتھ

= ودفع تلك الدّراهم .... وقال الكرخي : في الوجه الأوّل والثّاني لايطيب، وفي الثّلاث الأخيرة يطيب وقال أبوبكر: لا يطيب في الكلّ، لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعًا للحرج عن النّاس (الشّامي: ۷/۳۷۹، كتاب البيوع ــ مطلبٌ: إذا اكتسب حرامًا ثمّ اشترى على خمسة أوجهٍ)

(۱) چک: (Cheque) نقدی ملنے کا پرچہ جو کسی بینک وغیرہ کے نام لکھا جائے۔ (فیروز اللغات)

(۲) عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ شرکت میں منافع کی تعیین درست نہیں، پس خواہ نفع کم و بیش ہو، منافع ۲۰٪ طے کرنا درست نہیں۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

میں ہیں، تو جو عورتیں بے پردہ رہ کر تجارت کرتی ہیں، یا مزدوری کرتی ہیں، ان کی کمائی حلال ہے یا حرام؟ (۹۴۵/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: جو تجارت ومزدوری وغیرہ ان کی خلاف شرع نہیں ہے اس کی آمدنی حلال ہے۔

آزاد عورتوں کی خرید وفروخت باطل ہے

سوال: (۱۷۶۳) سنا جاتا ہے کہ باندیاں وہ حلال ہیں کہ جو بادشاہِ اسلام کفار سے غنیمت میں حاصل کرے، اور مجاہدین پر تقسیم کردے، تو جس کے حصہ میں وہ باندی آوے یا کوئی ان سے خریدے تو اس باندی سے صحبت بلا نکاح جائز ہے، اور سنا جاتا ہے کہ عرب میں بازار کنیزگان کا لگتا ہے، اور وہ عورات کو چرا کر لاکر یا اپنی دختران اور ہمشیرگان کو ضرورتاً لاکر بازار میں فروخت کرتے ہیں، تو جو شخص ان عورتوں کو خریدے وہ بلا نکاح مباشرت کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۸۰۰/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: باندیاں شرعی جن سے مالک کو بلا نکاح مباشرت درست ہے وہی ہیں جو سوال میں اوّلاً مذکور ہیں، باقی وہ عورتیں جن کو چرا کر کوئی شخص فروخت کردے یا اپنی بہن بیٹیوں کو فروخت کردے، ان کی خرید وفروخت ناجائز اور باطل ہے اور وہ باندیاں نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خریدار کی نشاندہی پر دو آنہ فی روپیہ کمیشن لینا

سوال: (۱۷۶۴) زید کے یہاں کسی مال کا خریدار شہر سے آکر ٹھہرا، زید نے عمر سے کہا کہ ہمارے یہاں خریدار آکر ٹھہرا ہے، تم اپنا مال لاکر اس کے ہاتھ بیچو، مگر دو آنہ روپیہ مجھے دینا، یہ لینا زید کو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۶۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: فقہاء نے دلالی کو تو جائز لکھا ہے(۱) مگر وہ صورت دوسری ہوتی ہے، یہ صورت بہ ظاہر دلالی کی نہیں ہے، لہٰذا یہ ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تجارت سے منع کرنے کے باوجود ملازم کا تجارت کرنا

سوال: (۱۷۶۵) زید کسی بے دین کے یہاں ملازم ہے، مگر اس کا حکم ہے کہ جو شخص ہمارے

(۱) دیکھئے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴/ ۴۲۰-۴۲۱، خرید وفروخت کا بیان، سوال نمبر: (۳۰۷)

یہاں ملازمت کرے، وہ کوئی تجارت وغیرہ نہیں کرسکتا، تاکہ ہمارا کام اچھی طرح سے بجالاوے، زید اپنے مالک سے پوشیدہ ایک مختصر تجارت ایسی کرتا ہے جس سے اس کے کام میں کوئی خلل نہیں آتا، آیا جو نفع زید کو اس تجارت میں ہوتا ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: زید کو وہ تجارت کرنا حلال ہے اور نفع جو حاصل ہو وہ حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سودخوار، شراب فروش، چور، جواری وغیرہ سے انعام لینا اور تجارتی لین دین رکھنا

سوال: (۱۷۶۶)...... (الف) سودخوار، شراب فروش، چور، جواری، غاصب وغیرہم سے جو پیسہ بہ طور انعام ملے وہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) مذکورہ اشخاص سے لین دین تجارتی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۲۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ روپیہ بھی ناجائز طرق سے کسب کیا گیا ہے تو جائز نہیں۔

(ب) جائز نہیں ہے، ایسے لوگوں سے اس طرح کے معاملات رکھنا اعانت علی الاثم ہے، جس کی ممانعت منصوص ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لوگوں کو ووٹ دینے پر مجبور کرنا اور اُن سے حلف لینا

سوال: (۱۷۶۷) اہل محلّہ کو ووٹ دینے پر مجبور کرنا اور ان سے حلف لینا کیا حکم رکھتا ہے؟

(۳۴۵۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اہل محلّہ کو ووٹ دینے پر مجبور کرنا اور ان سے حلف لینا درست نہیں ہے، بلکہ ہر ایک شخص رائے دہندہ رائے دینے میں آزادانہ طور سے جس کو چاہے اپنی رائے دے، اور جس کو قابل سمجھے اس کو رائے دے، لیکن جن لوگوں نے کسی شخص کو رائے دینے یا نہ دینے کی قسم کھالی ہے تو اس کا خلاف کرنے میں کفارہ قسم کا لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نااہل امیدوار سے ووٹ دینے کا وعدہ کرکے لائق امیدوار کو ووٹ دینا

سوال: (۱۷۶۸) ووٹروں نے جان کر یا لاعلمی کی حالت میں اگر کسی نااہل امیدوار کو کونسل کے ووٹ دینے کا وعدہ کرلیا، اس کے بعد ووٹر کو معلوم ہوا کہ اس سے زیادہ قابلِ اعتماد اور لائق امیدوار ہے، تو باوجود وعدہ کے اس لائق امیدوار کو ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر دے دیا تو خلافِ وعدہ کی وعید کا مستحق ہوگا؟ یا انتخابِ اہل کی وجہ سے جزائے خیر کا مستحق ہوگا؟

(۱۴۷۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو شخص انتخاب کے منصب کے لیے مناسب تر ہے اس کے حق میں رائے دینی چاہیے، کسی نااہل سے اگر وعدہ ہو چکا ہے تو اس کے خلاف پر کوئی معصیت نہیں، جب کہ اس میں مصالح اسلامیہ پیش نظر ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ووٹ کس کو دیا جائے؟

سوال: (۱۷۶۹) گورنمنٹ کی طرف سے جو ظلم رعیت پر ہورہا ہے وہ ظاہر ہے، گورنمنٹ نے ایک کونسل کمیٹی ایجاد کی ہے، اس میں ہندو، مسلمان شریک ہوکر اپنے اپنے حقوق طلب کریں، جو لوگ اس میں شریک ہوتے ہیں وہ اکثر گورنمنٹ کے خیر خواہ ہوتے ہیں، خلاصۂ سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان اپنے ووٹ ان لوگوں کو دیں جو گورنمنٹ کے خیر خواہ ہیں؟ یا ان لوگوں کو دیں جو قوم کے خیر خواہ ہیں؟ (۳۴۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مسلمانوں کے لیے بالعموم یہ حکم شرعی ہے کہ معصیت اور ظلم میں کسی کی اعانت نہ کریں، اور نیک کام اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کریں، جیسا کہ آیت: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲) سے مستفاد ہوتا ہے، اور حدیث شریف میں ہے: خير النّاس من ينفع النّاس (۱) پس جس شخص کے ممبر ہونے میں قومی و

(۱) قال الشّيخ العجلوني رحمة الله عليه في كشف الخفاء:

خير النّاس من ينفع النّاس: لم أر من ذكر أنّه حديث أولا فليراجع، لكن معناه صحيح =

اسلامی نفع ہو اس کو ووٹ دینا چاہیے، اور جو اس کے خلاف ہو اس کو نہ دینا چاہیے، ہر ایک موقع پر اس کا لحاظ رکھا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا ووٹ دینا اور اس میں کوشش کرنا فرض ہے؟

سوال: (۱۷۷۰) گورنمنٹ کی کونسلوں اور میونسپلٹی کی ممبری میں ووٹ دینا یا ووٹ دلانے میں کوشش کرنا شرعاً فرض ہے یا نہیں؟ اور جو شخص عالم دین ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ اعلان کرے کہ ووٹ دینا کونسل اور ممبری میں فرض ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اگر اس کے والدین ووٹ دینے اور کوشش کرنے سے منع کریں تو اس پر اطاعت والدین کی فرض ہے یا نہیں؟ (۹۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مذکورہ کونسلوں کی ممبری میں ووٹ دینا اور ووٹ دلانے میں کوشش کرنا شرعاً نہ فرض ہے اور نہ واجب، بلکہ بسا اوقات متصف بہ حرمت و کراہت ہوتی ہے، پس یہ اعلان اس شخص مدعی علم کا کہ ''گورنمنٹی کونسلوں وغیرہ میں ووٹ دینا فرض ہے'' صحیح نہیں ہے، بلکہ صریح غلط ہے، اور جب کہ والدین اس سے منع کریں تو اطاعت والدین اس کے ذمے ضروری ہے، اور ووٹ دینا اور اس میں کوشش کرنا ممنوع و قبیح ہے، جیسا کہ آیات (۱) واحادیث کثیرہ سے فرضیت بر والدین و اطاعت والدین ثابت ہوتی ہے، حدیث شریف میں ہے: **لا یدخل الجنّة عاق الحدیث** (۲) یعنی ماں

= وفي أحاديث ما يشهد لذلك كحديث الخلق عيال الله و أحبهم إلى الله أنفعهم لعياله فأفهم ، و يشهد له ما رواه القضاعي عن جابر رضي الله عنه كما في الجامع الصغير بلفظ : خير النّاس أنفعهم للنّاس انتهٰى (كشف الخفاء و مزيل الإلباس: ۱/۴۷۲، رقم الحديث: ۱۲۵۴، المطبوعة: مؤسسة الرّسالة ، بيروت)

(۱) ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا .... فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۲۳-۲۴)

(۲) عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : لا يدخل الجنّة منان ولا عاق الحديث (مشكاة المصابيح، ص: ۴۲۰، كتاب الآداب، باب البرّ والصّلة، الفصل الثّاني)

باپ کی نافرمانی کرنے والا جنت میں نہ جاوے گا، اور دوسری حدیث صحیح میں ہے: من أصبح مطیعًا للّٰہ في والدیه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنّة وإن کان واحدًا فواحدًا و من أصبح عاصیًا للّٰہ في والدیه، أصبح له بابان مفتوحان من النّار، إن کان واحدًا فواحدًا، قال رجل: وإن ظلماہ، قال: وإن ظلماہ وإن ظلماہ وإن ظلماہ (۱)(مشکاۃ) حاصل یہ ہے کہ جو کوئی والدین کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرے اس کے لیے دو دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں، اور اگر والدین میں سے ایک کی اطاعت کرے تو ایک دروازہ جنت کا کھل جاتا ہے، اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی کرے والدین کے بارے میں اس کے لیے دو دروازے دوزخ کے کھل جاتے ہیں، اور اگر ان میں سے ایک کی نافرمانی کرے تو ایک دروازے دوزخ کا کھل جاتا ہے، الغرض اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ کونسلوں ومیونسپلٹیوں کی ممبری کے ووٹ دینے اور ووٹ دلانے میں سعی کرنے سے والدین کی اطاعت مقدم ہے، یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ اس بارے میں والدین کی اطاعت نہ کرے، اور والدین کے حکم کے خلاف ووٹ دینے دلانے میں کوشش کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محصول سے بچنے کے لیے اپنا سامان دوسرے مسافر کو دے دینا

سوال: (۱۷۷۱) بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ بہ وجہ محصول ریل کے اپنا مال دوسرے مسافروں کو دے دیتے ہیں، تاکہ وزن میں کمی رہے، اور محصول بالکل نہ لگے یا کچھ کم لگے یہ کیسا ہے؟

(۴۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر دوسرے مسافروں سے کہہ دے کہ میرے پاس وزن زیادہ ہے، اور تمہارے پاس کم ہے، تم اس زائد وزن کو اپنے حصہ میں لگالو، اور مجھ پر یہ احسان کرو مجھ کو محصول نہ دینا پڑے، تو اس میں کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ اپنا کچھ بوجھ کسی دوسرے حاضر کو کہ جو ساتھ مسافر ہے دے دے کہ یہ اسباب تو اپنے اسباب کے وزن میں محسوب کرلے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من أصبح مطيعًا لِلّٰهِ في والديه الحديث (مشكاة المصابيح، ص:۴۲۱، كتاب الآداب، باب البرِّ والصّلة، الفصل الثّالث)

بے ریش لڑکوں کو خلوت میں خدمت کے لیے رکھنا

سوال: (۱۷۷۲) ایک شخص بے ریش لڑکے خلوت میں خدمت کے لیے رکھتا ہے، تمام رات اس کے پاس رہتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۲۹۵ھ)

الجواب: اس میں احتیاط مناسب ہے کیونکہ موضع تہمت سے بچنے کا حکم ہے(۱) فقط واللہ اعلم

بہ غرض حفاظت بینک میں مدرسہ کا روپیہ رکھنا

سوال: (۱۷۷۳) ایک شخص نے مدرسہ قائم کیا، اور وہ چاہتا ہے کہ وہ مدرسہ مدت تک جاری رہے، اور اس کے لیے کچھ رقم رکھی جائے، مگر ایسا کوئی شخص معتبر نہیں ملتا کہ اس کے پاس چھوڑ دینے میں اطمینان ہو، جائداد وغیرہ خرید کر وقف کرنے میں خوف ضائع ہونے کا ہے، لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ کچھ روپے گورنمنٹ کے بینک میں بلا سود کے جمع رکھے جاویں اور حسب ضرورت مدرسہ میں اس روپے سے لے کر خرچ کیا جاوے، کیا شرعاً یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ مولانا اشرف علی صاحب ''صفائی معاملات'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جائز نہیں اگر چہ سود نہ لیا جاوے، اس لیے کہ اعانت سود پر ہوئی، اگر یہ بات صحیح ہے تو اتنے بڑے کار خیر کے لیے کچھ خرابی اگر لازم آئے تو جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۴۰۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ امر صحیح ہے کہ بینک میں روپیہ رکھنا اگر چہ بلا اُخذ سود ہو جائز نہیں ہے(۲) کیونکہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے۔ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) روى الخرائطي في مكارم الأخلاق عن عمر رضي الله عنه من قوله بلفظ: من أقام نفسه مقام التّهمة فلايلومنّ من أساء الظّنّ به. (كشف الخفاء ومزيل الإلباس: ۲/۳۳۳)

(۲) مگر ضرورۃً بنک میں روپیہ رکھنے کی کفایت المفتی (۸/ ۶۹، کتاب الربا، بنک کے معاملات، جواب نمبر: ۶۵-۶۶) میں اجازت دی ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

نکاح پڑھنا اور بکری ذبح کرنا کس کا حق ہے؟

سوال: (۱۷۷۴) قاضی صاحب کہتے ہیں کہ نکاح پڑھنا اور بکری ذبح کرنا ہمارا حق ہے، دوسرا اس کام کو نہیں کر سکتا، کیا حکم ہے؟ (۲۱۰۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قاضی صاحب کو کچھ حق بکری ذبح کرنے میں اور نکاح پڑھانے میں نہیں ہے، قوم کو اختیار ہے کہ وہ جس سے چاہیں ذبح کراویں، اور جس سے چاہیں نکاح پڑھوائیں۔ فقط

نکاح ثانی کرنے پر مسجدوں کے لیے مقررہ رقم لینا

سوال: (۱۷۷۵) ہماری قوم بساطیان میں ہمیشہ سے شادی اور نکاح ثانی میں بہ طور خیرات واسطے صرفہ تین مسجدوں کے روپیہ باندھ رکھے ہیں، جو سب بھائی رضامندی سے دیتے ہیں، یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ امسال برادری والوں نے نکاح ثانی کی بابت ایک بیوہ لاوارث عورت کے نکاح ثانی کے وقت ہمیشہ کے واسطے یہ رسم مقرر کی کہ بیوہ عورت سے نکاح کرنے والا پچیس روپیہ تین مسجدوں کا اور بیس روپیہ برادری کو دے گا آیا یہ پچیس روپیہ مقرر کرنا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۹۲۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو کچھ رضامندی سے دے دیں وہ درست ہے، اور جو زبردستی اور ناخوشی سے لیا جائے اور جبراً وصول کیا جائے وہ درست نہیں ہے۔ **قال علیہ الصّلاۃ والسّلام: ألا لایحلّ مال امرء مسلم إلاّ بطیب نفس منه الحدیث** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شریک کے حصہ کا کرایہ دوسرے شرکاء وصول کرتے رہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۷۶) جائداد مشترکہ کی آمدنی کرایہ ایک بھائی کی عدم موجودگی میں شرکاء وصول کرتے رہے، یہ اپنا حصہ کس طرح وصول کرے؟ (۲۲۴۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) مشکاۃ المصابیح، ص:۲۵۵، کتاب البیوع – باب الغصب والعاریة، الفصل الثّاني.

الجواب: اس کے حصہ کا روپیہ ان کے ذمے واجب الاداء ہے، اگر نہ دیں گے عنداللہ عاصی وفاسق وظالم ہوں گے، مگر جب کہ وہ معاف کردے اس وقت گنہ گار نہ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفقود الخبر کا قرضہ کس طرح ادا کیا جائے؟

سوال: (۱۷۷۷) ایک شخص کے چوبیس روپیہ مجھ پر آتے ہیں، اور وہ مفقود الخبر ہے، اور اس کے آنے کی توقع نہیں ہے، اس صورت میں مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟ اگر وہ رقم اس کی طرف سے آپ کے مدرسہ کو یا کسی محتاج کو دی جائے تو میں بریٔ الذمہ ہو جاؤں گا یا نہیں؟ (۱۰۶۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر اس مفقود کے ورثہ معلوم ہو سکیں تو ان کو دینا چاہیے، اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو پھر وہ رقم فقراء کو دینی چاہیے، اس نیت سے کہ ثواب اس صدقہ کا مالک کو پہنچے، اور مدرسہ میں طلبہ مساکین کے خرچ کے لیے بھی وہ رقم دینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس نے کسی تاجر کو روپیہ دے رکھا تھا اس کا انتقال ہو گیا اور وارث کو معاملہ کی نوعیت کا پتا نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۷۸) زید اور عمر دونوں حقیقی بھائی ہیں، زید نے کسی سوداگر کو کچھ روپیہ دے رکھا تھا، زید بہ قضائے الٰہی فوت ہو گیا، زید کے بیان یا تحریر سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ روپیہ شخص مذکور کو قرض دیا تھا یا حصہ پر بہ طور مضاربت دیا تھا، زید لاولد فوت ہوا، وارث اس کا بھائی ہے، تو عمر کو یہ حق ہے یا نہیں کہ وہ سوداگر سے اصل روپیہ کے علاوہ اس کا منافعہ بھی طلب کرے؟ (۱۱۶۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ زید کا اس بارے میں کچھ بیان نہیں ہے اور کوئی شہادت کسی امر کی نہیں ہے، تو جو کچھ وہ شخص کہے جس کے پاس زید کا روپیہ ہے اسی کا اعتبار کیا جائے گا، زید کا بھائی عمر جو کہ حقدار اس روپیہ کا ہے وہ اصل روپیہ اس شخص سے لے سکتا ہے جس کا اس کو اقرار ہے، اور دربارۂ تعیین نفع وغیرہ جو کچھ وہ کہے اسی کا اعتبار کیا جائے گا، اور بعد مرنے زید کے جب تک عمر نے کوئی معاملہ جدید اس شخص کے ساتھ مضاربت وغیرہ کا نہیں کیا، اس وقت تک وہ کسی حصہ نفع کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ فقط

جس گھر میں یتیم کے ساتھ ولی رہا اس کے کرایہ کا ولی سے مطالبہ کرنا

سوال: (۱۷۷۹) ایک شخص کا انتقال ہوا، اور اس کے والد نے اپنے بیٹے متوفی کے حصہ کو جس میں ایک مکان اور کچھ نقد ہے اس متوفی کے بڑے بھائی اور اس کے نابالغ لڑکے کے تائے کے سپرد کردیا، اور تایا بارہ برس تک اس کے نان ونفقہ و جملہ اخراجات تعلیم وغیرہ کا متکفل رہا، اور ہمیشہ اس مکان کی مرمت کرائی، اور اس میں اضافہ بھی کرتا رہا، اب بالغ ہونے پر وہ لڑکا اور اس کے دیگر ورثاء کو جب اس کا بھائی وہ مکان اور نقدی سپرد کرنے لگا تو انہوں نے اس مکان کا کرایہ طلب کیا، اور نقدی کا منافعہ بھی، حالانکہ اس کی شرط نہیں کی تھی، جب کہ لڑکا بھی اس مکان میں رہا، تو ولی کو اس کا کرایہ دینا لازم ہے یا نہیں؟ اور لڑکے کے اخراجات اس نقد میں سے وضع کیے جاویں گے یا نہیں؟

(۹۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں لڑکے کو اس مکان کا کرایہ لینے کا حق نہیں ہے جس میں وہ خود بھی ولی کے ساتھ رہا ہے، اسی طرح ولی نے اس پر جو کچھ خرچ کیا ہے وہ بھی تبرع ہے، ولی کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں، البتہ ولی نے لڑکے کی تعلیم ونفقہ میں جو کچھ خرچ کیا ہے وہ اس روپیہ سے مجرا ہوسکتا تھا، مگر جب کہ یہ تمام مصارف ولی نے اپنے اوپر برداشت کیے، اور اس وجہ سے نہیں کیے کہ لڑکے کے مال میں منہا کیے جائیں، تو اب یہ بھی تبرع ہی سمجھا جائے گا۔ **ولو أنفق عليه الوصی من مـالـه ومـال اليتيم غائب فهو متطوّع، إلاّ أن يّشهد أنّه قرض عليه أو أنه يرجع** (۱) **(جامع الـفـصـولين جلد: ۲) وفي الـعـتـابية: و يـكـفـيـه الـنـيّة في ما بينه وبين اللّٰه تعالىٰ إلخ** (۲) **(شامي: جلد: ۵)** پھر نقدی کے منافع کے متعلق یہ تفصیل ہے کہ ولی نے یہ تصرف اگر لڑکے کے لیے کیا تھا تو اس کا نفع بھی لڑکے کا ہے۔ **کما في الدّرّالمختار: وجاز لو اتّجرمن مال اليتيم لليتيم**

---

(۱) جامع الفصولين: ۱۶/۲، الفصل السّابع والعشرون في تصرّفات الأب والوصي والقاضي والـمتـولـي والمأمورين ومن يتحمل منه الغبن و من لا يتحمّل، المطبوعة: مطبع كبرى ميره بلاق، قاهره، مصر.

(۲) الشّامي: ۳۵۸/۱۰، كتـاب الـوصـايـا، بـاب الـوصي وهو الموصىٰ إليه، فصل في شهادة الأوصياء.

وتمامه في الدّرر إلخ (۱) اور اگر اپنے لیے کیا تھا تو اگر چہ یتیم کے مال میں اپنے نفس کے لیے تصرف یعنی تجارت وغیرہ کرنا جائز نہیں، تاہم اس میں جو نفع ہوا لڑکے کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں۔ علی الخصوص جب کہ ولی تعلیم ونفقہ کے اخراجات کا بھی مطالبہ نہیں کرتا، تو لڑکے کو بھی نقدی کے منافع کا حق نہ ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکی کے بلوغ کی حد اور اس کی علامتیں

سوال: (۱۷۸۰)...... (الف) لڑکی کے بالغہ ہونے کی حد کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی ہے؟

(ب) بالغہ ہونے کی شرعاً کون کون علامتیں ہیں؟

(ج) مراہقہ لڑکی جس میں بعض علامتیں مثلاً ثدیین (پستانوں) کا ظاہر ہونا وغیرہ پایا جاوے وہ حکم میں بالغہ کے ہے یا نابالغہ کے؟ (۲۴۶۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) مفتی بہ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسری علامت بلوغ کی لڑکی میں ظاہر نہ ہو تو پندرہ برس کی عمر پورا ہونے پر بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے۔

(ب) لڑکی کے بلوغ کی علامتیں حیض اور حاملہ ہونا اور احتلام ہے۔ قال في الدّرّ المختار: بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال إلخ والجارية بالاحتلام والحيض والحبل إلخ، فإن لم يوجد فيهما شيء فحتّى يتمّ لكلّ منهما خمس عشرة سنة، به يفتى (۲) (درّمختار)

(ج) نہیں (یعنی وہ بالغہ کے حکم میں نہیں، بلکہ نابالغہ ہے۔ مرتب) كما مرّ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۷۸۱) لڑکی کی بلوغت کی کیا عمر ہے، اور علامت کیا ہے؟ (۱۹۰۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال إلخ والجارية بالاحتلام والحيض والحبل إلخ، فإن لم يوجد فيهما شيء أي في الغلام والجارية شيء ما ذكر فحتّى يتمّ لكلّ منهما خمس عشرة سنة، به يفتى (۲) اس روایت سے معلوم ہوا کہ لڑکی

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۳۵۲/۱۰، كتاب الوصايا، باب الوصي .

(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۱۸۵/۹، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام إلخ .

کی بلوغ علامت حیض وغیرہ کا آنا ہے اور اگر علامت بلوغ کی نہ پائی جائے تو جب عمر اس کی پوری پندرہ سال کی ہو جائے اس وقت حکم بلوغ کا شرعاً کر دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آدمی کس عمر میں شریعت کا مکلّف ہوتا ہے؟

سوال: (۱۷۸۲) آدمی پر احکام الٰہی کس عمر میں فرض ہو جاتے ہیں؟ (۱۹۴۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر کوئی علامت بلوغ کی پندرہ برس کی عمر سے پہلے ظاہر نہ ہو تو شریعت میں پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم کیا جاتا ہے، اسی وقت نماز، زکاۃ، حج، روزہ، فرض ہوتے ہیں۔

۱۲ سال کا لڑکا اور ۱۴ سال کی لڑکی اگر بالغ ہونے کا دعویٰ کریں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۸۳) کیا نابالغان ۱۲ سال سے زیادہ عمر رکھنے والا اور ۱۴ سال سے زائد عمر رکھنے والی نابالغہ کا اپنے آپ کو بالغ قرار دینا معتبر مانا جاوے گا یا نہیں؟ جب یہ کہیں کہ ہم بالغ ہیں اور ظاہر حال ان کا بیان کرے کہ یہ صاحب شعور ہیں۔ (۲۸۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قول ان کا معتبر ہے اور وہ بالغ ہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مراہقت کی عمر کیا ہے؟

سوال: (۱۷۸۴) مرد اور عورت کی مراہقت کی کیا عمر ہے؟ (۱۹۴۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: عمرِ مراہقت مذکر کے لیے بارہ برس اور مؤنث کے لیے ۹ برس ہے، اس عمر میں اگر مراہق و مراہقہ اقرار بلوغ کا کریں تو اقرار ان کا معتبر ہے، بہ شرطیکہ ظاہر حال اس کا مکذب نہ ہو۔

---

(۱) فإن لم يوجد فيهما شيء فحتّى يتمّ لكلّ مّنهما خمس عشرة سنة ، به يفتىٰ .... و أدنىٰ مدّته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين .... فإن راهقا بأن بلغا هذا السّنّ ، فقالا : بلغنا صدقا إن لم يكذبهما الظّاهر أي هو معنى قوله الآتي : وهو أن يكون بحال يحتلم مثله (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۹/ ۱۸۵-۱۸۶، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام إلخ)

درمختار میں ہے: وأدنی مدّته له إثنتا عشرة سنةً و لها تسع سنین .... فإن راهقا بأن بلغا هٰذا السّنّ ، فقالا : بلغنا صدقا إن لم یکذبهما الظّاهر إلخ (۱) اور عمر بلوغ مرد اور عورت کے لیے پندرہ برس کامل ہے، جب کہ اس سے پہلے کوئی علامت مثل احتلام وحیض وغیرہ کی ظاہر نہ ہو۔

پستان کا اُبھرنا بلوغ کی علامت نہیں

سوال: (۱۷۸۵) لڑکی کب بالغہ سمجھی جاتی ہے؟ پستان ابھرنا یہ علامت بلوغ کی ہے یا نہیں؟
(۱۲۰۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: شرعاً مدار بالغہ ہونے کا حیض وغیرہ پر ہے، اور اگر حیض وغیرہ نہ آتا ہو تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر حکم بالغہ ہونے کا شرعاً دیا جاتا ہے، اور پستان کا مرتفع ہونا علامت بلوغ کی نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: بلوغ الجاریة بالاحتلام والحیض والحبل إلخ. فإن لم یوجد إلخ فحتّی یتمّ لکلّ منهما خمس عشرة سنةً (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری کاغذات عمر کی تعیین میں معتبر ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۷۸۶) ایک شخص کی عمر میں اختلاف ہے، لیکن کاغذات سرکاری سے زائد از پندرہ سال ثابت ہوتی ہے، یہ معتبر ہے یا نہیں؟ (۲۲۳۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: سرکاری کاغذات بھی ایسے مواقع میں معتبر ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمر کی زیادتی کے لیے بچہ کو تول کر اس کے ہم وزن آٹا، گھی صدقہ کرنا

سوال: (۱۷۸۷) کیا بچہ کو تول کر اس کے ہم وزن آٹا، گھی وغیرہ دینا کہ اس کی بڑی عمر ہو، جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۷۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شرعاً نہ یہ مأمور بہ ہے اور نہ ممنوع ہے، اور عمر کی زیادتی اس سے سمجھنا جہالت کا

---

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۹/ ۱۸۵-۱۸۶، کتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام إلخ
(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۹/ ۱۸۵، کتاب الحجر، فصل : بلوغ الغلام بالاحتلام إلخ .

خیال ہے، پس اگر صدقہ کرنا ہو تو اس قسم کی قیود کا التزام نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسکرات ومحرمات کی آمدنی کا حکم

سوال: (۱۷۸۸) آمدنی مسکرات، شراب و افیون وغیرہ کی کیسی ہے؟ اور ان کی خرید و فروخت کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ اور اس کی آمدنی سے تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا کیسا ہے؟ اور امام مسجد کو روپیہ مذکور دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۴۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: شراب وافیون و جملہ مسکرات ومحرمات کی بیع وشراء کرنے والا فاسق وفاجر ہے اور آمدنی اس کی جو اس ذریعہ سے ہو وہ حرام ہے، تعمیر مسجد وغیرہ امور خیر میں ایسے روپیہ کا لگانا جائز نہیں، اور امام اگر فقیر ومحتاج ہے تو اس کو لینا جائز ہے، ورنہ اس کو بھی نہ لینا چاہیے، احتیاط اسی میں ہے، اور مسجد میں تو کسی طرح اس حرام آمدنی کو لگانا نہ چاہیے، لیکن وہم نہ کرنا چاہیے کہ شاید اس میں حرام پیسہ لگایا گیا ہو، اور زیادہ کھود کرید کی ضرورت نہیں اور بدگمانی سے بچنا چاہیے، آئندہ کو احتیاط رکھے اور جو کچھ ہو گیا اس کو نظر انداز کرنا چاہیے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ (سورۂ حجرات، آیت: ۱۲) وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَایَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ الآیۃ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۱۰۵) فقط

ایک شریک کا مال حرام ہو تو آمدنی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۸۹) دو شریکوں میں سے اگر ایک شریک نے کاروبار میں حلال آمدنی لگائی ہے، دوسرے کا کل حرام مال ہے، تو کیا فتویٰ ہے؟ (۸۴۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: دو شریکوں میں سے اگر ایک شریک کا روپیہ حلال ہے، بہ قدر اس کے حصہ کے اس کی آمدنی اس کے حق میں حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نو مسلم نے حالت کفر میں جو حرام مال کمایا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۹۰) ایک عورت کافرہ جو زناکاری وشراب فروشی اور رباخواری کا روپیہ جمع

کرتی تھی اسلام لائی ہے، اب بعد اسلام لانے کے وہ مال اس کے اور دوسرے مسلمانوں کے حق میں حلال ہے یا حرام؟ (۱۰۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اسلام لانے کے بعد وہ مال جو رباخواری وشراب فروشی وغیرہ سے اس نے حاصل کیا حلال ہے جس کو وہ دے اس کے لیے بھی حلال ہے (کیونکہ غیر مسلم فروع کے مکلّف نہیں) فقط

سوال: (۱۷۹۱) ایک ہندوانی عورت بیوہ کسبی ہوگئی اور تا مدت زنا کا پیشہ کرتی رہی اور اس میں روپیہ وغیرہ بھی کچھ کمالیا، اب وہ تائب ہوکر مسلمان ہوگئی ہے، پس وہ مال اس کے لیے یا غیر کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ (۸۵۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: وہ مال جو اس نے بہ حالت کفر حرام ذریعہ سے کمایا، وہ بعد اسلام لانے کے اس کے لیے اور غیر کے لیے جس کو وہ دے دے حلال ہے۔ کما ورد: الإسلام يهدم ما كان قبله(۱) فقط

سوال: (۱۷۹۲) حالت کفر میں دو طوائفوں نے زنا کے ذریعہ روپیہ پیدا کیا اور اس روپیہ سے جائداد خریدی، پھر وہ تائب ہوکر مسلمان ہوئی ہیں، ایسی صورت میں وہ اپنی جائداد اور روپیہ اپنے کام میں شرعاً لاسکتی ہیں یا نہیں؟ اور قومی کاموں میں دے سکتی ہیں یا نہیں؟ (۱۰۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں آمدنی جائداد مذکورہ کی اور روپیہ جو اُن کے پاس ہے ان کے لیے حلال ہے اور اسلام لانے کے بعد ان کو تصرف کرنا اس میں صحیح ہے اور خیر کے کاموں میں اور قومی کاموں میں وہ اس کو صرف کرسکتی ہیں، اور اسلام لانے سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور جو شخص اسلام لایا وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے جیسا کہ وہ بچہ جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور حدیث شریف میں ہے: الإسلام يهدم ما كان قبله (۱) یعنی اسلام تمام گناہوں کو محو کردیتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن ابن شمامة المهري قال: حَضَرْنا عمرَو بْنَ العاصِ و هو في سياقة الموت يبكى طويلاً وحوَّل وجهه إلى الجدار، فجعل ابنه يقول : يا ابتاه! أمّا بشرك رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بكذا ؟...... قال: أمّا علمت يا عمرو ! أنّ الإسلام الحديث (الصّحيح لمسلم: ۱/۷۶، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما كان قبله و كذا الحجّ والهجرة)

تبدیل ملک سے حرام مال حلال ہو جاتا ہے اس کی مثال

سوال: (۱۷۹۳) تبدیل ملک سے کون حرام چیز حلال ہو جاتی ہے؟ مثال تحریر فرمائیے۔
(۱۳۳۳-۳۲/۵۱۰ھ)

الجواب: ترکۂ مورث کو —— جو کسب حرام سے ہے —— بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ بہ حق ورثہ حلال ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں (۱) مثال ظاہراً اُس کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر صدقہ حرام تھا بعد تبدیل ملک آپ کے لیے حلال ہو گیا، جیسا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک بیل جنگل میں سے پکڑ کر کھیت بویا تو پیداوار کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۹۴) ایک شخص نے ایک بیل جنگل میں سے پکڑ کر جس کو سانڈ کہتے ہیں کھیت بویا، اس میں جو پیداوار ہوئی اس کا کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۴۴۸ھ)

الجواب: اس پیداوار میں برائی اور خباثت کا اثر ضرور آیا، اگر چہ کھانا اس غلہ کا حرام نہیں ہے، پس اس کی حلت اور رفعِ خباثت کی صورت یہ ہے کہ بہ قدر اجرت بیل کے غلہ میں سے صدقہ کر دیا جائے یا اپنے پاس سے اس قدر روپیہ صدقہ کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اموال خبیثہ کو کار خیر میں صرف کرنا

سوال: (۱۷۹۵)...... (الف) اموال خبیثہ مثلاً مال مسروقہ اور مال مغصوبہ اور مال رشوت

---

(۱) مات وكسبه حرام، فالميراث حلال، ثمّ رمز وقال: لا نأخذ بهذه الرّواية، وهو حرام مطلقًا على الورثة فتنبه (الشّامي: ۲۲۳/۷، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حرامًا)

(۲) عن عائشة رضي الله عنها قالت: أتى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم بلحم بقر، فقيل: هذا ما تُصدق به على بريرة، فقال: هولها صدقة ولنا هدية (الصّحيح لمسلم: ۳۴۵/۱، كتاب الزّكاة، باب إباحة الهدية للنبيّ صلّى الله عليه وسلّم ولبني هاشم وبني المطّلب إلخ)

اور مال ربا وغیرہ سے حج کرنا کرانا یا مسجد یا مسافر خانہ یا پل بنانا یا ضیافت کھانا یا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ اوران امور میں ثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟

(ب) اگر فاعلین ؛ امور مذکورہ کو اموال محرمہ سے بعد توبہ کے کریں تو کیا حکم ہے؟ اگر مسجد میں نماز پڑھیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور صدقہ کرنا بھی درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے اموال کو لے کر نیک کاموں میں شریک کرنا کیسا ہے؟ اور افعال خیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۵۰۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) حدیث شریف میں ہے: **ولایقبل اللّٰہ إلاّ الطّیب** (۱) پس اموال خبیثہ محرمہ سے قربت حاصل نہیں ہوسکتی اور ایسے اموال واجب الرد ہیں یعنی ان کے مالکوں کو رد کیے جاویں یا ان کے ورثہ کو اگر یہ ممکن نہ ہو تو حکم ان اموال کا تصدق علی الفقراء ہے، امور مذکورہ بالا مثل حج کرنا کرانا وغیرہ ایسے اموال سے درست نہیں ہے اور امید ثواب رکھنا اس میں باطل ہے، اور جس کو حال معلوم ہو اس کو لینا حرام ہے، اور باوجود علم کے ایسے شخص کی ضیافت کھانا حرام ہے، البتہ فقراء کے لیے اس صورت میں حلال ہے لینا اس کا کہ مالک یا اس کے ورثہ موجود نہ ہوں یا ان کو پہنچانا دشوار ہو (۲)

(ب) اوپر معلوم ہوا کہ حکم ایسے اموال کا یہ ہے کہ مالکوں پر رد کیے جاویں، ورنہ ان کے ورثہ پر، ورنہ صدقہ کیا جاوے، پس توبہ اس کی یہ ہے کہ ان اموال کو اپنے پاس نہ رکھے، مسجد بنانا یا کوئی تصرف کرنا اموال خبیثہ سے درست نہیں ہے **کما مرّ في الحدیث** (۱) اور جو مسجد ایسے اموال سے

---

(۱) عن أبي هریرة رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم : یا أیّها النّاس! إنّ اللّٰہ طیّب ولایقبل إلاّ طیّبا الحدیث (جامع التّرمذي: ۲/ ۱۲۸، أبواب التّفسیر عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم، باب ما جاء من سورة البقرة)

وقال تاج الشّریعة: أمّا لو أنفق في ذلك مالاً خبیثًا أو مالاً سببه الخبیث والطّیّب فیکرہ، لأنّ اللّٰہ تعالٰی لایقبل إلاّ الطّیّب، فیکرہ تلویث بیته بما لایقبله اھ (ردّالمحتار: ۳۷۳/۲، کتاب الصّلاة، باب ما یفسد الصّلاة وما یکرہ فیها مطلبٌ: کلمة ”لا بأس“ دلیل علی أنّ المستحبّ غیرہ إلخ)

(۲) و إن لم یجد المدیونُ ولا وارثُه صاحبَ الدّین ولا وارثَه فتصدق المدیونُ أو وارثُه عن صاحب الدّین، برئ في الآخرة (الشّامي: ۳۴۲/۶، کتاب اللّقطة، قبیل مطلب في من علیه دیون ومظالم جهل أربابها)

بنائی جاوے اس کا حکم مغصوبہ کا سا ہے، نماز پڑھنی اس میں مکروہ ہے، اور للہ صرف کرنے کا حکم اوپر معلوم ہوا کہ جب تک مالک یا ان کے ورثہ موجود ہیں صدقہ کرنا درست نہیں ہے، اور ایسے اموال کسی فعل خیر میں لگانا درست نہیں، اور ایسے اموال کی شرکت سے ان کاموں میں برائی آجاتی ہے۔

جس کے پاس تنخواہ کے علاوہ بالائی آمدنی بھی اکٹھا ہے اس پر حج اور زکاۃ فرض ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۹۶) ایک شخص کے پاس سرمایہ تنخواہ کا اور کچھ اس کی بالائی آمدنی کا اکٹھا ہے، اور وہ اس سرمایہ سے حج کرنا اور زکاۃ ادا کرنا چاہتا ہے اور خیرات کرنا چاہتا ہے تو وہ مقبول ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور شرع اس کو اجازت ان امور میں صرف کرنے کی دے سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۵۷۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: إنّ اللّٰہ لایقبل إلاّ الطّیّب الحدیث أو کما قال صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم (۱) جس کا حاصل یہ ہے کہ بے شبہ اللہ تعالیٰ پاک کو قبول کرتا ہے یعنی حرام اور خبیث کو قبول نہیں فرماتا، پس جب کہ مال حلال نہیں ہے تو قبولیت کی توقع بے سود ہے، رہا یہ کہ ایسے مخلوط مال میں شرعاً زکاۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور حج اس کے ذمے واجب ہے یا نہیں؟ تو امام صاحب کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ بہ سبب خلط کردینے کے اور ملا دینے کے وہ شخص مالک اس کل مال کا ہوجاتا ہے (۲) مگر بقدر مال حرام اس کے ذمے ادا کرنا لازم ہے یعنی خود صاحب مال یا اس کے ورثہ کو، ورنہ تصدق کرنا فقراء پر، پس جب کہ وہ شخص خلط کرنے والا مالک ہوگیا تو زکاۃ اس کی لازم ہے بہ شرط حولان حول اور حج اس کے اوپر فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) جامع التّرمذي: ۱۲۸/۲، أبواب التّفسیر عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، باب ما جاء من سورۃ البقرۃ.

(۲) ولو خلط السّلطان المال المغصوب بمالہٖ ملکہ، فتجب الزّکاۃ فیہ ویورث عنہ، لأنّ الخلط استہلاك، إذا لم یمکن تمییزہ عند أبي حنیفۃ رحمہ اللّٰہ (الدّرّالمختار مع الشّامي: ۲۰۱/۳، کتاب الزّکاۃ، باب زکاۃ الغنم، مطلب فیما لو صادر السّلطان رجلاً فنویٰ بذلك أداء الزّکاۃ إلیہ)

حرام مال سے قربانی، زکاۃ اور خیرات کرنا

سوال: (۱۷۹۷) ایک شخص کے پاس روپیہ قمار بازی کا ہے اور اس نے چند آدمیوں کے سامنے توبہ کرلی ہے، اب وہ شخص روپیہ مذکور سے قربانی وزکاۃ وخیرات کرنا چاہتا ہے، شرعًا درست ہے یا نہیں؟ (۲۶۳۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسے مال حرام کا حکم شرعًا یہ ہے کہ جن سے لیا ہے ان کو واپس کیا جائے یا وہ نہ ہوں تو ان کے وارثوں کو دیا جائے، اور اگر کوئی بھی نہ ملے تو فقراء پر صدقہ کیا جائے، قربانی اور زکاۃ اس میں واجب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام ومشتبہ مال سے بچنا

سوال: (۱۷۹۸) اس زمانے میں حرام اور مشتبہ سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ آیا بچ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہ بچے تو اس کے ذمے کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ (۲۴۳۷/۱۳۳۳-۳۲ھ)

الجواب: حرام صریح سے بچنا ضروری ہے اور مشتبہ سے احتراز ہو سکے تو تقوی ہے، اور نہ ہو سکے تو از روئے فتوی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام مال وارث کے لیے حلال نہیں

سوال: (۱۷۹۹) ایک شخص سود لیتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کے لیے وہ مال حلال ہوگا یا نہیں؟ (۱۰۴۹/۱۳۳۴-۳۳ھ)

الجواب: حرام مال وارث کے لیے حلال نہیں ہے۔ وقال في الشّامي: لكن في المجتبیٰ: مات وكسبه حرام فالميراث حلال ثمّ رمز وقال: لا نأخذ بهذه الرّواية وهو حرام مطلقًا على الورثة فتنبّه إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الشّامي: ۷/۲۲۳، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حرامًا.

حرام مال سے جوزمین خریدی ہے اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۰۰) ایک شخص نے کسبی کا مال وراثت میں پایا اور اس مال سے زمین خریدی، اب اس زمین کا غلہ اور آمدنی ان کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۱۲/۱۳۳۴-۳۳ھ)

الجواب: جس قدر مال سے زمین خرید کیا اس قدر مال کو واپس کرے مالک پر یا اس کے ورثہ پر اگر معلوم ہوں، یا صدقہ کرے فقراء پر اگر مالک وغیرہ نہ ملے، بعد ادائے ضمان آمدنی وغلہ اس زمین کا حلال ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام مال سے بنائے ہوئے کنویں یا تالاب سے غسل اور وضو کر کے نماز پڑھنا اور پانی پینا

سوال: (۱۸۰۱) ایک رنڈی نے اپنی حرام کمائی سے کنواں بنوایا اس کنویں کا پانی پینا جائز ہے یا نہیں، اور اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی جاوے تو صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: پانی پینا اس کنویں کا درست ہے، اور جو وضو اس پانی سے کیا جاوے اس سے نماز صحیح ہے اور حرام کمائی کے خرچ کرنے کا گناہ اس رنڈی کے ذمے ہے، پانی میں کچھ نجاست اور حرمت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۸۰۲) رنڈی اگر اپنے روپیہ حرام سے تالاب کھدوائے، اس تالاب کے پانی سے وضو اور غسل کرنا اور پینا مسلمانوں کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟ اگر ربا کے روپیہ سے تالاب کھودا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۷۲۸/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) إذا علم أنّ كسب مورثهٖ حرام يحل له ، لكن إذا علم المالك بعينهٖ فلا شكّ في حرمتهٖ و وجوب ردهٖ عليه ...... وفي منية المفتي : مات رجل و يعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لايعلم الطالب بعينهٖ ليرد عليه حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه (الشّامي: ۲۲۳/۷، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حرامًا)

الجواب: اگر اس تالاب کے پانی سے وضو اور غسل کرے گا طہارت حاصل ہو جاوے گی، اور نماز صحیح ہوگی، اور پانی پینا اس کا درست ہے۔ اسی طرح ربا کے روپیہ سے اگر چاہ یا تالاب کھدوایا اس پانی سے بھی غسل اور وضو اور نماز صحیح ہے اور پینا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

توبہ کے بعد حرام مال اور اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۰۳) ایک آدمی نے تمام عمر چوری اور حرام خوری میں گذاری بعد کو توبہ کی، اب جو روپیہ مال وغیرہ اس کے پاس موجود ہے وہ خرچ میں لانا کیسا ہے؟ (۲۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس مال حرام کی مقدار کو مالکوں کو یا ان کے ورثہ کو واپس کرنا لازم ہے، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس قدر مال محتاجوں کو صدقہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۸۰۴) احمد نے حرام پیشہ سے معقول جائداد اور دس بیس لاکھ روپیہ کمایا، اس پیشہ سے توبہ کرنے کے بعد جائداد اور روپیہ احمد کے لیے اور تعمیر مسجد کے لیے حلال ہے یا نہیں؟

(۲۵۴۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: پوری طرح وہ مال اُس وقت حلال ہوسکتا ہے کہ احمد بقدر حرام مال کے صدقہ فقراء پر کردے، اور اگر کسی شخص کا حق ہے تو اس کو واپس کرے یا معاف کراوے، یا اس کے ورثہ کو دیوے یا معاف کراوے، اور مسجد میں حرام و مشتبہ مال لگانا درست نہیں ہے۔ لقولہٖ علیہ الصّلاۃ و السّلام: إنّ اللہ طیب و لا یقبل إلاّ الطّیب (۱) (الحدیث) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری مال میں بلا اجازت تصرف کرنا

سوال: (۱۸۰۵) سرکاری مال ذخیرۂ درختان یا دریائی لکڑی میں سے بلا اجازت کوئی چیز لکڑی وغیرہ تصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۷/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: يا أيّها النّاس! إنّ الله طيّب ولا يقبل إلاّ طيّبا الحديث (جامع التّرمذي: ۲/۱۲۸، أبواب التّفسير عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، باب ما جاء من سورة البقرة)

الجواب: بلا اجازت درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۸۰۶) سرکاری مال کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۰۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جس چیز کی اجازت عام ہو اس کا استعمال جائز ہے، ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری درختوں کی خشک لکڑی استعمال کرنا یا فروخت کرنا

سوال: (۱۸۰۷) مزدور یا لکڑی لانے والے کو درختوں سے خشک لکڑی لاکر بیچنا یا استعمال کرنا کہاں تک جائز ہے؟ اور کتنی بڑی لکڑی تک درختوں سے توڑنے کی اجازت ہے؟ (۱۶۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جس قسم کی لکڑیاں توڑنے کی عرفاً اجازت ہے، ان کا توڑنا اور استعمال کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لوگوں کے روزگار کو حرام کہنا اور ان کے تحائف قبول کرنا

سوال: (۱۸۰۸) جو عالم یا واعظ اوروں کے روزگار کو حرام کہے، مگر ان کے تحفے تحائف لے کر گھر میں رکھ لے اور دوسروں کے لیے مخصوص لباس حرام بتاوے اور خود وہی لباس استعمال کرے وہ کیسا ہے؟ (۴۳۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جو حرام ہے وہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوسکتا اور جو حلال ہے وہ کسی کے لئے حرام نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تارک صوم وصلاۃ کی روزی حلال ہے یا حرام؟

سوال: (۱۸۰۹) جو شخص صوم وصلاۃ کا بالکل پابند نہ ہو اس کی روزی حلال ہے یا حرام؟ (۶۲۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر وہ شخص حلال ذریعہ سے روزی حاصل کرتا ہے تو اس کی روزی حرام نہیں ہے، ترک صوم وصلاۃ کا گناہ اس کے ذمے ہے، اور اس وجہ سے وہ فاسق ہے، مگر روزی اس کی مطلقاً حرام نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام مال سے نفع اٹھانا جائز نہیں

سوال: (۱۸۱۰) زید کا ناجائز تعلق عرصۂ دراز تک ایک طوائف کے ساتھ رہا، بعد انتقال زید وہ طوائف اپنی بقیہ عمر مع زرنقد وغیرہ کے زید کے عزیز واقارب میں بسر کرنا چاہتی ہے، اگر زید کے عزیز واقارب طوائف کے زرنقد مال وغیرہ سے نفع اٹھاویں تو جائز ہے یا حرام؟ (۱۱۵۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: حرام مال سے نفع اٹھانا ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی محکمہ کی رقم اپنے مصارف میں صرف کرنا حرام ہے

سوال: (۱۸۱۱) زید کے پاس کچھ رقم مصارفِ محکمہ کے لیے آتی ہے، اس میں جو باقی رہی وہ اپنے ذاتی مصارف میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس رقم باقی ماندہ کو زید اپنے صرف میں نہیں لاسکتا، بلکہ واپس کرنا چاہیے، اور خود صرف کرنا اس کا اپنے ذاتی مصارف میں حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مخلوط مال کا حکم

سوال: (۱۸۱۲) اگر ایک آمدنی حرام ہو اور دو آمدنی حلال ہوں؛ تو تینوں آمدنی مخلوط ہوجانے پر حلال ہوں گی یا حرام؟ (۲۱۵۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: غلبہ کا اعتبار ہے اگر غالب حلال ہے تو حلت کا حکم دیا جائے گا ورنہ نہیں (۱) فقط

سوال: (۱۸۱۳) مشترک چیز میں حلال کی کمائی زیادہ ہو اور حرام کی کم، ان ہر دو کی ملاپ میں بھی حرمت کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟ (۳۲۱/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور لأن الغالب في مالهم الحرمة إلّا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به لأنّ أموال النّاس لا تخلوا عن قليل حرام فالمعتبر الغالب، وكذا أكل طعامهم. كذا في الاختيار شرح المختار (الفتاوىٰ الهندية: ۳۴۲/۵ كتاب الكراهية، الباب الثّاني عشر في الهدايا والضّيافات)

الجواب: حکم اس پر حلت کا ہے، لیکن شبہ سے خالی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۸۱۴) مال طیب غیر طیب سے کم ہو تو وہ حکم میں طیب کے ہے یا نہیں؟ (۵۳۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مخلوط رقم کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: (۱۸۱۵) میرے پاس جو سرمایۂ حج رکھا ہوا تھا وہ رقوم میں نے تنخواہ سے جمع کی تھیں، وہ رقم ناجائز آمدنی میں مخلوط ہوگئی، کیا صورت اس کے پاک کرنے کی کی جاوے؟ (۱۸۴۸/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس قدر روپیہ جو تنخواہ سے جمع کیا گیا تھا علیحدہ کرلیا جاوے، علیحدہ کرلینے سے وہ رقم حلال پاک اور صاف ہوجاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حکیم، عطار اور تعویذ گنڈے کی آمدنی حلال ہے

سوال: (۱۸۱۶) حکیم اور عطار اور جو لوگ تعویذ گنڈا کرتے ہیں ان میں سے کونسا پیسہ حلال ہے؟ (۱۸۵۵/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ سب آمدنی حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شراب بیچنے والے کی آمدنی کا حکم

سوال: (۱۸۱۷) بائع الخمر کا پیسہ کسی صورت سے حلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کار خیر میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کی نماز روزہ مقبول ہے یا نہیں؟ بعد توبہ کے وہ پیسہ حلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس سے کوئی چیز خریدنی جائز ہے یا نہیں؟ (۴۸۲/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: بائع الخمر جس کی روزی اس کے سوا کچھ نہ ہو اس کی آمدنی حلال نہیں ہے، اور کار خیر میں اس کو صرف کرنا درست نہیں ہے (۱) اور نماز و روزہ اس کا ادا ہوجاتا ہے، اور کیا عجب ہے کہ اللہ

(۱) قال تاج الشّریعة: أمّا لو أنفق في ذلك مالاً خبيثًا أو مالاً سببه الخبيث و الطّيّب فيكره ، لأنّ اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلاّ الطّيّب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله =

تعالیٰ نماز روزہ کی برکت سے اس کو توبہ نصیب فرماوے، اور اس کا یہ فعل بھی چھڑادے۔ کما قال اللّٰہُ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (سورۂ عنکبوت، آیت: ۴۵) اور جو کسب حرام ہے اس سے توبہ کی صورت بہ حالت مذکورہ یہ ہے کہ حرام کمائی کو صدقہ کردے۔ والتّفصیل في کتب الفقه(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسب حلال افضل ہے یا عبادات نافلہ؟

سوال: (۱۸۱۸)......(الف) بعض معتبر سلف کی تحریر میں عبادت کو کسب حلال پر ترجیح وافضلیت معلوم ہوتی ہے، اور عبادت کی افضلیت کسی خاص فرد کے ساتھ مخصوص نہیں، اگر عام اس افضلیت کے عامل بن جاوے تو کیا اللہ تعالیٰ بغیر اسباب ظاہرہ کے ان کو روزی پہنچائے گا؟

(ب) طلب کسب الحلال فریضة بعد فریضة (۲) سے کسب حلال کا فرض عین ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو عادت اللہ کا بہ اعتبار واقعہ کے خلاف ہونا ضرور چاہیے، یعنی بدون اسباب ظاہراً روزی ضرور ملنی چاہیے؟ (۴۹۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: (الف) اس میں بہ اعتبار اشخاص وحیثیات کے تفاضل ہوجاتا ہے، مثلاً بعض کے حق میں عبادات نفل افضل ہے کسب سے اور بعض کے لیے کسب افضل ہے۔ والتّفصیل في الکتب(۳)

(ب) طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة (۲) یہ بھی بعض کے حق میں ہے۔ فقط

= (الشّامي: ۲/۳۷۳، کتاب الصّلاة – باب ما یفسد الصّلاة وما یکره فیها، مطلبٌ: کلمة لابأس دلیلٌ علی أنّ المستحبَّ غیره إلخ)

(۱) والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده علیهم، و إلاّ فإن علم عین الحرام لایحلّ له و یتّصدّق به بنیة صاحبه (الشّامي: ۷/۲۲۳، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حرامًا)

(۲) عن عبداللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة رواه البیهقي في شعب الإیمان. (مشکاة المصابیح، ص: ۲۴۲، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثّالث)

(۳) قال الملاّ علی القاري في مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: طلب کسب =

مجبوری میں بیٹا باپ کے حرام ترکہ کو استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۱۹) زید کا بیٹا جوان عیال دار ہے، اور زید کا روپیہ حرام آمدنی کا ہے، زید کا بیٹا اس میں سے کھاوے یا نہیں؟ زید کا بیٹا کہتا ہے کہ میں مزدوری ۸ روپیہ کی کرسکتا ہوں، اس میں میرا گزر نہیں ہوتا، مجبوراً باپ کے ترکہ سے کھا رہا ہوں۔ (۱۳۳۹/۲۰۷۷ھ)

الجواب: زید کے پسر کو کچھ مجبوری شرعاً ایسی نہیں ہے جس سے حرام بھی حلال ہوجاوے، پس اس کو اپنے کسب حلال پر اکتفا کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام آمدنی والے کی ضیافت قبول کرنا درست نہیں

سوال: (۱۸۲۰) جس شخص نے سود کی آمدنی سے بہت روپیہ جمع کیا ہو، اور اب توبہ کرلی ہو تو اس کی ضیافت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور سود کے روپیہ اور اسباب کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۴۱/۶۲۴ھ)

الجواب: حرام طریقہ سے جو روپیہ جمع کیا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اولاً مالکوں کو یا ان کے ورثہ کو واپس کیا جاوے یا ان سے معاف کرایا جاوے، اور اگر یہ متعذر ہو تو فقراء پر صدقہ کیا جاوے، اور حرام آمدنی والے کی ضیافت قبول کرنا اور طعام کھانا درست نہیں ہے، اور توبہ ایسے گناہوں سے جو متعلق حقوق العباد سے ہے حقوق کا واپس کرنا یا معاف کرانا ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ فقط واللہ اعلم

سور کا گوشت پکا کر انگریزوں کو کھلانا

سوال: (۱۸۲۱) ایک شخص نے ہوٹل کیا ہے جس میں انگریز لوگ کھانا کھاتے ہیں اور اس میں سور کا گوشت بھی پکا کر دینا پڑتا ہے، کیا یہ روزی حلال ہے؟ (۱۳۴۱/۲۸۴۰ھ)

= الحلال فريضة أي على من احتاج إليه لنفسه أو لمن يلزم مؤنته ...... ثمّ هذه الفريضة لا يخاطب بها كل أحد بعينه، لأنّ كثيرًا من النّاس تجب نفقته على غيره (مرقاة المفاتيح:٦/٢٥-٢٦، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثّالث رقم الحديث:٢٧٨١)

الجواب: ایسا ہوٹل چھوڑ دینا چاہیے وہ روزی حلال نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام آمدنی والے کا ہدیہ قبول کرنا

سوال: (۱۸۲۲)......(الف) زنا کی کمائی چوری وسودی مال ہدیۃً قبول کرنے میں کچھ حرج ہے؟

(ب) اگر کوئی شخص اس قسم کے روپیہ کی دعوت کرے تو قبول کرنی چاہیے یا نہیں؟

(ج) اگر کوئی مولوی صاحب یہ فرمائیں کہ سود کا روپیہ یا زنا کی آمدنی کا روپیہ یا اس سے کوئی چیز خرید کر کسی کو ہدیۃً دے دی جائے تو جس کو ہدیہ کیا جائے اس کے لیے یہ مال حلال ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۲/۴۳۵ھ)

الجواب: (الف - ج) حرام کی آمدنی سے اگر کسی کو ہدیہ دیا جائے اور اس شخص کو معلوم ہو جس کو دیا جائے کہ یہ حرام کی آمدنی سے دیا ہے، تو اس کو لینا درست نہیں ہے، اور اگر اس کو معلوم نہیں ہے، تو حلال ہے، اور حرام کمائی سے دعوت کرنے کا بھی یہی حکم ہے، اگر معلوم ہو تو نہ کھائے اور اگر معلوم نہ ہو تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام آمدنی سے زمین خریدنے والا زمین کا مالک ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۲۳) حرام روپیہ مثلاً سود، رشوت وغیرہ سے زمین خریدنے سے شرعاً مملوک ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اس کی پیداوار کھانا، اور کپڑا خریدنا، نماز پڑھنا اور اس کی پیداوار کھا کر روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۴۷۰ھ)

الجواب: مملوک ہوجاتی ہے مگر خباثت سے خالی نہیں ہے، اور اس سے جو آمدنی حاصل ہو وہ بھی مشتبہ ہے، اور اس کپڑے سے نماز ادا ہوجاتی ہے، مگر کراہت ہے، اور روزہ بھی صحیح ہے۔ فقط

سوال: (۱۸۲۴) حرام آمدنی سے کوئی شخص خیرات کرتا ہے اور کپڑا وغیرہ خرید کر اس سے نماز وغیرہ پڑھتا ہے، اور زمین بھی خریدتا ہے تو وہ زمین اس کی ملک ہوتی ہے یا نہ؟ اور نماز و روزہ بھی درست ہوتا ہے یا نہ؟ (۲۰۵-۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ زمین اس کی ملک ہوجاتی ہے اور جو تصرفات وہ اس کی آمدنی میں کرتا ہے صحیح ہیں۔

فوجی اپنی باقی ماندہ خوراک فروخت کرسکتا ہے؟

سوال: (۱۸۲۵) زید موجودہ جنگ یورپ پر سرکار کی فوج میں بھیجا گیا، اس کو اس قدر خوراک ملتی ہے کہ کافی کھانے کے بعد نصف بچا رہتا ہے، اس کو فروخت کر کے اپنے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۵۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: باقی ماندہ خوراک کو بیچ کر اپنے صرف میں لانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنے محکمہ کے ملازم سے سرکاری وقت میں اپنا ذاتی کام لینا

سوال: (۱۸۲۶) اپنے محکمہ کے ملازم سے سرکاری وقت میں اپنا ذاتی کام لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۴۲ھ)

الجواب: نہیں لے سکتا، مگر بہ قدر معروف۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ٹیکس وصول کرنے کی ملازمت کرنا

سوال: (۱۸۲۷) گورنمنٹ برائے اِحداث طرق وتعمیر آنہا از رعایا ٹیکس می گردد، و درستیٔ طرق می نماید، اگر کسے مسلمان را دریں کار نوکر داشتہ ازاں مد تنخواہ دہد حلال شود یا نہ؟ (۱۳۴۳/۳۹۸ھ)

الجواب: ملازمت کار مذکور کردن و تنخواہ گرفتن جائز است۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: سوال: (۱۸۲۷) گورنمنٹ سڑکوں کی تعمیر اور مرمت کے لیے رعایا سے ٹیکس لیتی ہے، اگر کسی مسلمان کو اس کام کے لیے نوکر رکھے اور اسی مد سے تنخواہ دے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

(۱۳۴۳/۳۹۸ھ)

الجواب: مذکورہ کام کی ملازمت کرنا اور تنخواہ لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نوکری بچانے کے لیے خلاف شریعت کام کرنا

سوال: (۱۸۲۸) ایک شخص کسی سرکاری محکمہ میں نوکر ہے، وہ شخص جس کے ماتحت ہے جبرًا

ناجائز کام اپنے ماتحت سے کراتا ہے، اگر ماتحت نہ کرے تو صاف دشمنی ہے، ایسی صورت میں ماتحت کے لیے کیا حکم ہے اور اس کا مواخذہ کس پر ہے؟ (۹۰۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: خلاف شریعت کام اور حرام کام کسی افسر کے کہنے سے کرنا درست نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق** (۱) یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری اور اطاعت درست نہیں ہے، پس نوکری رہے یا نہ رہے، مگر معصیت کا کام کسی کے کہنے سے جائز نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زائد وقت میں اپنا ذاتی کام کرنا

سوال: (۱۸۲۹) ایک شخص ملازم اپنے آقا کا کام کر کے جو وقت بچے اس میں اپنا کام کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری خزانہ سے تنخواہ لینا

سوال: (۱۸۳۰) مثلاً خزانہ ریاست بھاول پور جس میں عشر وخراج لے کر جمع نہیں کیا جاتا، بلکہ انگریزی طریقہ پر وصول کیا جاتا ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ پس وہ خزانہ حلال ہے یا حرام؟ اور جو معلمین وملازمین وغیرہ اس سے تنخواہ پاتے ہیں ان کی تنخواہ حلال ہے یا حرام؟ (۵۸۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: خزانہ مذکورہ سے جو ملازمین ومعلمین تنخواہ پاتے ہیں، ان کے لیے وہ حلال ہے۔ **قال في الدّرّ المختار: ولو خلط السّلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزّكاة فيه ويورث عنه، لأنّ الخلط استهلاك إلخ. قوله (لأنّ الخلط استهلاك إلخ) أي بمنزلته من حيث أن حقّ الغير يتعلّق بالذّمّة لا بالأعيان** (۲) شامی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) مصنّف ابن أبي شيبة: ۶/۵۴۹، كتاب السّير، في إمام السّريّة يأمرهم بالمعصية من قال: لا طاعة له.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳/۲۰۱، كتاب الزّكاة، باب زكاة الغنم، مطلب فيما لو صادر السّلطان رجلاً فنوى بذلك أداء الزّكاة إليه.

جس خدمت کے لیے وظیفہ مل رہا ہے اس کی انجام دہی کے ساتھ دوسری جگہ ملازمت کرنا

سوال: (۱۸۳۱) زید حجرہ رشیدی گنگوہی میں مقیم تھا، اور کچھ اسباق صرف ونحو کے پڑھاتا تھا، اور مسجد میں نماز بھی پڑھاتا تھا، حسب ضرورت قصبہ میں وعظ بھی کہتا تھا، ان خدمات کے عوض کسی ریاست سے کوئی وظیفہ یا تنخواہ مقرر نہ تھی، عرصہ کے بعد زید کے قیامِ حجرۂ مقدسہ کی خبر رئیسہ بھوپال کو پہنچی، اس پر سکریٹری تعلیمات نے مہتمم مصارف وظائف خیر کو لکھا کہ سرکار عالیہ نے واسطے جاری رکھنے سلسلہ ارشاد و ہدایت کے زید کا مبلغ بیس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کیا جانا منظور فرمالیا ہے۔ زید کو اس صورت میں باہر جانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر زید بلا تعیین تا واپسی کسی ایسے باشندہ کو یا کسی مدرس کو اپنا عوض حجرہ مقدسہ میں مقرر کرے کہ نماز پنج گانہ کے علاوہ زبانی ہدایت بھی کیا کرے اور حجرہ مقدسہ میں نشست و برخاست بھی رکھے، تو ایسی صورت میں زید کو یہ وظیفہ ۲۰ روپیہ ماہوار لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اگر زید بہ حالت قیام حجرۂ مقدسہ وانجام دہی ارشاد و ہدایت مذکورہ اپنی ضرورت و حاجت مندی سے گنگوہ میں کوئی ملازمت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳۱۳۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: زید کو اس صورت میں ضرورۃً باہر جانا درست ہے، اور دوسرے شخص کو اپنی غیبوبت کے زمانہ میں اپنا قائم مقام بنانا بھی درست ہے، اور وظیفہ مقررہ لینا درست ہے، اور اگر بہ حالت قیام گنگوہ کوئی ملازمت بھی کرلیں تو درست ہے، وظیفہ مقررہ ان امور کو مانع نہیں ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ خدمت ادا ہوتی رہے جو ریاست کی طرف سے مقرر ہے اور جس پر اس وظیفہ کا اجراء ہوا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نیک عمل میں فاسد نیت شامل ہوجائے تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۱۸۳۲) اگر در عملِ صالح نیت فاسد مثل ریاء کاری پیش آید چہ کند؟ عمل را ترک کند یا نہ کند؟ (۸۱۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر در اعمال صالحہ نیت فاسد مثل ریاء وغیرہ پیش آید، عمل را ترک نہ کند، وتصحیح نیت حتی الوسع کردہ باشد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ سوال: (۱۸۳۲) اگر عمل صالح میں نیت فاسد مثلاً ریاء کاری پیش آئے تو کیا کرنا چاہیے؟ عمل کو ترک کرے یا نہ کرے؟

الجواب: اگر اعمالِ صالحہ میں نیت فاسد مثلاً ریاء کاری وغیرہ پیش آئے تو عمل کو ترک نہ کرے اور حتی الامکان نیت کو درست کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آمدنی میں سے کچھ بچا کر رکھنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۸۳۳) آمدنی میں سے کچھ روپیہ بچا کر رکھنا اور جمع کرنا کیسا ہے؟ (۶۳۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اقتصاد یعنی میانہ روی کی تعریف احادیث میں وارد ہے، اور اسراف کی ممانعت شریعت میں سخت ہے، اور مسرف پر قرآن شریف میں وعید شدید وارد ہے، اور ہاتھ کو زیادہ تنگ کرنے پر بھی ملامت کی گئی ہے (۱) لہٰذا ہر ایک انسان کو چاہیے کہ حتی الوسع میانہ روی کو ترک نہ کرے، اگر میانہ روی کے طریق کو اختیار کرنے کے ساتھ کچھ پس انداز ہو آئندہ کی ضرورات و حاجات کے لیے اس کو رکھنا درست ہے، اور جب بہ قدر نصاب ہو جاوے اس کی زکاۃ ادا کرتا رہے۔ **لأنّ ما أدّى زكاته فليس بكنز كما ورد في الحديث (۲) وعن عبدالله بن عباس رضى الله عنهما أنّ نبىّ الله صلّى الله عليه وسلّم قال: إنّ الهدىَ الصّالحَ والسمتَ الصّالحَ**

---

(۱) قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ، اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْآ اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ . وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴾ (سورۂ اسرائیل، آیت:۲۶-۲۷)

وَقَالَ أَيْضًا: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۲۹)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: لمّا نزلت هذهِ الآيةُ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الآية﴾ كَبُرَ ذٰلك على المسلمين، فقال عمر رضي الله عنه: أنا أُفَرِّجُ عنكم، فانطلق، فقال: يا نبيَ اللّٰه! إنّه كَبُرَ على أصحابك هذهِ الآيةُ، فقال: إنّ الله لم يفرِض الزّكاةَ إلّا لِيُطَيِّبَ مابقي من أموالكم الحديث (مشكاة المصابيح، ص:۱۵۶، كتاب الزّكاة، الفصل الثّاني)

والاقتصادَ جزءٌ من خمسة وعشرين جزءً من النّبوّة رواه أبو داوٗد (۱) وفي حديث آخر: لابأس بالغنى لمن اتقى اللّٰه عزّ وجلّ الحديث (۲) وقد ورد: نعم المال الصّالح للرّجل الصّالح (۳) مکرر آنکہ شرعاً اس کی کچھ تحدید نہیں ہے کہ تنخواہ کا کتنا حصہ خرچ کرے اور کتنا بچاوے، بلکہ توسط ومیانہ روی کے ساتھ خرچ کرے اور جو کچھ بچے اس کا رکھنا مباح ودرست ہے۔ فقط

حق تلفیوں کا تذکرہ کیے بغیر عام معافی نامہ لکھوالینا کافی ہے؟

سوال: (۱۸۳۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص حق العباد کی معافی بہ طریقہ تحریر یعنی ایک کاغذ کے اوپر اپنی عرض معروض لکھ کر اور نیچے تمام اپنے دوستوں اور بزرگوں اور استادوں سے یہ لکھوائے کہ ہم نے اس کے وہ قصور اور حقوق جو کہ ہمارے متعلق کیے ہوں یا اس کے ذمے ہوں، سب معاف کردیے۔ اس خیال سے کہ نہ معلوم کہ کس وقت انسان کو موت آجاوے، اور میں ہر ایک سے زبانی معاف نہ کراسکوں، اور حق العباد کا بار میری گردن پر رہے،

(۱) سنن أبي داوٗد، ص:۶۵۹، أوّل كتاب الأدب، باب في الوقار.

(۲) عن رجل من أصحاب النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: كنّا في مجلس، فطلع علينا رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم وعلى رأسه أثر ماءٍ، فقلنا: يا رسول اللّٰه! نراك طيبَ النّفسِ، قال: أجلْ، قال: ثمّ خاض القوم في ذكر الغنىٰ، فقال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: لابأس بالغنى الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۴۵۱، كتاب الرّقاق، باب استحباب المال والعمر للطّاعة، الفصل الثّالث)

(۳) عن موسىٰ بن علي بن أبي رباح، يقول: سمعتُ أبي يقول: سمعت عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنه، يقول: بعث إليَّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، فأتيته، فأمرني أن آخذ علي ثيابي وسلاحي، ثمّ آتيه، قال: ففعلت، ثمّ أتيته وهو يتوضّأ، فصعّد فيّ النّظر ثمّ طأطأ، ثمّ قال: يا عمرو! إنّي أريد أن أبعثك على جيشٍ فيغنمك اللّٰه ويسلمك، و أرغب لك رغبة صالحة من المال، فقلت: يا رسول اللّٰه! إني لم أسلم رغبة في المال، ولكن أسلمت رغبة في الإسلام و أن أكون مع رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: فقال لي: يا عمرو! نعم المال الصّالح للرّجل الصّالح (شعب الإيمان للبيهقي: ۹۱/۲، رقم الحديث: ۱۲۴۸، باب التوكّل باللّٰه عزّ وجلّ والتّسليم لأمره تعالىٰ في كلّ شيء، المطبوعة، دارالكتب العلمية بيروت، لبنان)

جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا بالحساب. (۱۱۳۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس طرح معاف کرانے سے بھی حقوق معاف ہوجاتے ہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے:
وفي الخلاصة: رجل قال لآخر: حلّلني من كلّ حقّ هو لك، ففعل فأبراه، إن كان صاحب الحقّ عالمًا به برئ حكمًا وديانةً و إن لم يكن عالمًا به برئ في الحكم بالإجماع، وأمّا ديانة فعند محمد لا يبرأ وعند أبي يوسف رحمه الله برئ وعليه الفتوىٰ(۱) فقط واللہ اعلم

جو اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کو حکومت کے ڈر سے کلمہ نہ پڑھانا

سوال: (۱۸۳۵) ایک لڑکا ۱۷ سالہ مسلمان ہونا چاہتا ہے، اس لڑکے نے جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ حاضر ہوکر امام جامع مسجد سے جو مولوی بھی ہے یہ درخواست کی کہ میں اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ مولوی صاحب نے بہ سبب خوف گورنمنٹ کے کلمۂ توحید پڑھانے سے انکار کیا کہ تم پہلے گورنمنٹ سے اجازت لے لو، تب کلمہ پڑھائیں گے، اس صورت میں مولوی صاحب موصوف کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۲۲۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کلمۂ توحید پڑھا دینا چاہیے تھا کہ یہ حکم شرعی ہے، گورنمنٹ کی طرف سے اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے، یہ ان مولوی صاحب سے غلطی ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ کو مسلمان کرنا

سوال: (۱۸۳۶) کسی صغیر السن ہندو کھٹیک نابالغ یتیم کو جس کی عمر نو دس برس کی ہے، مسلمان کرنا کیسا ہے؟ (۲۶۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نو دس برس کے بچہ کا اسلام لانا صحیح ہے، اور مسلمان کرنا اس کو درست ہے۔ فقط

عشرۂ محرم میں تعمیر مسجد کو ناجائز سمجھنا غلط ہے

سوال: (۱۸۳۷) زید کہتا ہے کہ تعمیرِ مسجد اور اس کی مرمت وغیرہ عشرۂ محرم میں نہ کرنی چاہیے،

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۱۹۵، بيان أقسام التّوبة ، المطبوعة : مطبع مجتبائي دهلي .

کیونکہ یہ مہینہ غم کا ہے، اور عمر کہتا ہے کہ مسجد کی تعمیر اور مرمت میں کسی وقت کی خصوصیت نہیں، محرم میں بھی ہوسکتی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟ (۳۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: زید کا قول غلط ہے، صحیح قول عمر کا ہے، مسجد کی تعمیر و مرمت کی فضیلت عام ہے، کسی مہینہ اور دنوں میں ممانعت نہیں ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ﴾ (سورۂ توبہ، آیت:۱۸) **وعن عثمان رضي الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى الله عليه وسلّم: من بنى لله مسجدًا بنى الله له بيتًا في الجنّة ، متّفق عليه الحديث** (۱) یہ نصوص عام ہیں، کسی مہینہ اور دن کی ان میں تخصیص نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

فوت شدہ کافر کا حق مسلمان کے ذمے ہوتو سبکدوش ہونے کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۱۸۳۸) اگر کافر کا حق ذمے مسلمان کے نقد جنس وغیرہ کسی قسم کا ہو، اور وہ کافر فوت ہوجائے یا مسلم اور کافر میں مسافتِ بعیدہ حائل ہوجائے کہ تلاش دشوار ہو، اور اس کے ورثہ کا بھی پتا نہ ہو، تو یہ مسلم حقِ کافر سے کس طرح سبکدوش ہوسکتا ہے؟ اگر مسکین کو دے کر کافر کو ثواب پہنچائے تو بریٔ الذمہ ہوجائے گا یا نہیں؟ اور کافر کو ثواب پہنچے گا یا نہیں؟ (۶۷۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ ادا اور معافی کی کوئی صورت نہ ہوتو پھر حکم اس کا صدقہ کرنا مساکین پر ہے، اس سے یہ شخص سبکدوش ہوجائے گا، باقی اس کو ثواب پہنچے یا نہ پہنچے مگر یہ دینے والا بریٔ الذمہ ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا مصیبتیں پچھلے جیون کے گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں؟

سوال: (۱۸۳۹) ایک آریہ نے کہا کہ موجودہ زندگی کی مصیبتیں پچھلے جیون کے گناہوں سے آتی ہیں، اور اِس زندگی کے گناہوں کی پاداش یا آزمائش کے طور پر نہیں، مثلاً ایک پانچ سال کے بچے پر ماں باپ کے مرنے کی مصیبت پڑی ہے، تو اس زندگی میں اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، اور

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۶۸، كتاب الصّلاة–باب المساجد ومواضع الصّلاة، الفصل الأوّل.

آزمائش کی قابلیت بھی نہیں رکھتا، ہو نہ ہو اس کی مصیبت کا سبب کوئی پچھلے جیون کا گناہ ہے؟

(۳۷/۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اوّل تو اس کا مصیبت ہونا مسلم نہیں ہے، کیا عجب ہے کہ اس کے لیے ماں باپ کا مرنا ہی بہتر ہو، اور اسی میں حکمت ہو، اور اگر تسلیم کیا جائے تو ہر ایک تکلیف کا سزائے اعمال ہونا مسلم نہیں ہے، بعض تکالیف درجات کے بلند کرنے کے لیے پہنچائی جاتی ہیں، علاوہ بریں اس سے پوچھا جائے کہ سب سے پہلے جیون میں موافق عادت اللہ کے جو تکالیف اس کو پہنچی وہ کس جیون کی سزا تھی؟

جو مذہب سائنس کے مطابق نہ ہو اسے باطل گمان کرنا

سوال: (۱۸۴۰) ایک شخص کہتا ہے کہ جو مذہب سائنس کے مطابق نہ ہو وہ مردود اور باطل ہے، اور خدا کا مذہب نہیں ہے۔ (۱۹۰۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ احکام خداوندی موافق حکمت بالغہ وعقل تام کے ہیں، لیکن ہر ایک کو ادراک اس کے کنہ (حقیقت) کا میسر نہیں ہے، پس یہ اس شخص کی غلطی ہے کہ احکام الٰہی کو اپنی فہم کے تابع کرتا ہے، اس کو لازم ہے کہ اللہ کے احکام کو برسروچشم رکھے، اور اگر اپنی سمجھ ناقص میں نہ آئے تو اپنی فہم کا قصور جانے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علمائے ہیئت نے سیاروں کے جن حالات کا انکشاف کیا ہے، اس پر یقین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۴۱) نظام شمسی وسیارگان کا وجود تو کلام اللہ سے ثابت ہے، جدید علمائے ہیئت نے سیاروں کی ماہیت کے اصول قرار دیے ہیں، اور بہ ذریعہ آلات ان کے اندرونی حالات کا انکشاف کیا ہے، اس پر یقین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۹۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس قسم کے امور جن سے نصوص ساکت ہیں اور ظنی طریق سے ان کی کیفیات اہل ہیئت نے دریافت کی ہیں ان پر یقین کرنا نہ چاہیے، معلوم نہیں نفس الامر میں کیا ہے؟ اور اس کی تکلیف

شارع نے نہیں دی، اور حق تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (سورۂ اسراء، آیت: ۳۶) لہٰذا اقرار وانکار کچھ نہ کرے، اور نہ اس کی تحقیق کے درپے ہو کہ لا حاصل ہے، البتہ جتنی بات تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے اس کو رد نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پائخانہ میں کچھ لکھنا اور تھوکنا

سوال: (۱۸۴۲)......(الف) پائخانے کے اندر سامنے دیوار پر عبارت ذیل بین القوسین لکھ کر لگانا جائز ہے یا نہیں؟ ''پائخانہ میں تھوکنا شرعًا منع ہے''

(ب) کیا شرعًا پائخانہ میں تھوکنا منع ہے، اگر ہے تو حدیث سے یا کہ اقوال بزرگانِ دین سے؟

(۱۳۳۷/۹۶۱ھ)

الجواب: (الف) پائخانہ میں کچھ لکھنا مکروہ ہے۔ وقیل:...... **يكره مجرد الحروف إلخ ولعلّ وجه ذلك أنّ حروف الهجاء قرآن أنزلت على هود عليه السّلام إلخ** (۱) (شامی: ۱۲۰/۱، **قبيل بحث المياه**)

(ب) شامی نے نقل کیا ہے آداب خلاء میں: **ولا يبزق في البول** (۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاضرورت نہ تھوکے، اور کوئی حدیث اس بارے میں معلوم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسلمان پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے

سوال: (۱۸۴۳) کسی پر بدگمانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۱۸۵ھ)

الجواب: بدگمانی کسی مسلمان پر کرنا جائز نہیں ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ الآية﴾ (سورۂ حجرات، آیت: ۱۲) فقط واللہ اعلم

---

(۱) ردّالمحتار على الدّرّالمختار: ۲۸۹/۱، كتاب الطّهارة، آخر مطلب الدّعاء على ما يشتمل الثّناء، قبيل باب المياه .

(۲) حاشية ابن عابدين على الدّرّالمختار: ۴۸۵/۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب في الفرق بين الاستبراء والاستنقاء، والاستنجاء .

دل میں کسی کو کچھ دینے کا ارادہ کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۴۴) ہندہ نے دل میں خیال کیا کہ اگر میرے پاس سو روپیہ ہو گئے تو فلاں چیز اپنے شوہر زید کو دے دوں گی، اور زید سے کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا، اور ہندہ کے پاس سو روپیہ ہو گئے، تو ہندہ کے ذمے اس چیز کا دینا واجب ہے یا نہیں؟ (۱۲۸۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہندہ کے ذمے اس چیز کا دینا اپنے شوہر زید کو لازم نہیں ہے، اگر اپنے ارادہ کو پورا کرے اچھا ہے، ورنہ کچھ مواخذہ اس پر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سقہ کا کام نہ کرنا اور اس کی تنخواہ لینا

سوال: (۱۸۴۵) ایک شخص کا نام سقوں میں لکھا جائے، اور وہ صرف مسجد کی خدمت کرے، سقہ کا کام نہ کرے، اس کو تنخواہ لینی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۱۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسا کرنا احتیاط کے خلاف ہے، ایسے دھوکا سے تنخواہ لینا سرکار سے درست نہیں ہے۔

انگریزی روشنائی اور رنگوں کا استعمال درست ہے

سوال: (۱۸۴۶) انگریزی روشنائی اور رنگوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۸۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: انگریزی روشنائی اور رنگوں کا استعمال درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بلا اجازت کسی کا خط پڑھنا

سوال: (۱۸۴۷) ہندہ بیوہ ایک شخص نامحرم کے ساتھ خط و کتابت رکھتی ہے، بکر خفیہ طور پر ہندہ کے خطوط کو صرف اس غرض سے کھول کر دیکھتا ہے کہ کوئی بیجا بات شہوت انگیز تو نہیں لکھی ہے، اس غرض سے خطوط ہندہ کے بلا اجازت دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۳۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: کسی کا خط دوسرے شخص کو دیکھنا نہ چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ (سورۂ حجرات، آیت: ۱۲) یعنی تجسس اور عیب جوئی کسی کی نہ کرو، باقی اگر یہ معلوم ہو کہ بکر ہندہ کا کیا

رشتہ دار ہے، اور وہ اس کا ولی وغیرہ ہے تو پھر شاید کوئی حکم دوسرا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مدت دراز گزرنے سے حق دار کا حق باطل نہیں ہوتا

سوال: (۱۸۴۸) کتنی مدت میں حق حق دار کا باطل ہوجاتا ہے، قرآن وحدیث میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ عرصہ بعید گزرنے کے بعد حق ارث کا باطل ہوجاتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ مدت معین کی گئی ہے؟ (۸۹۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: تقادمِ زمان سے حق کسی حقدار کا ساقط نہیں ہوتا، پس خواہ کتنی ہی مدت ہوجاوے حق کسی صاحبِ حق کا عنداللہ ساقط نہ ہوگا۔ قال في ردّالمحتار: **ثمّ أعلم أن عدم سماعها ليس مبنيًا على بطلان الحقّ، حتّى يرد أن هذا قول مهجور، لأنّه ليس ذلك حكمًا ببطلان الحقّ، و إنّما هو امتناع من القضاة عن سماعها خوفًا من التّزوير و لدلالة الحال كما دل عليه التّعليل، و إلاّ فقد قالوا: إنّ الحقّ لايسقط بالتّقادم إلخ**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو آدمیوں نے آپس میں اراضی کا تبادلہ کیا اور ہر ایک نے دوسرے کی زمین پر قبضہ بھی کرلیا تو ورثاء اس کو فسخ نہیں کرسکتے

سوال: (۱۸۴۹) زید وعمر نے باہم بہ رضا ورغبت آپس میں اراضی کا تبادلہ کرلیا، اور ہر ایک دوسرے کی اراضی پر قابض اور متصرف ہوگیا، اور عرصہ پچاس سال کا گزر گیا، اب زید وعمر دونوں کا انتقال ہوگیا، ورثۂ زید وعمر بھی اس تبادلہ پر قائم رہے، مگر کاغذات سرکاری میں نام بدستور سابق لکھے جاتے رہے، اسی وجہ سے بعض ورثۂ زید نے ورثۂ عمر کی اراضی پر تصرف کرلیا، اور بہ قدر اپنے حصہ کے بیعانہ اپنی منکوحہ کے نام لکھ دیا، اور اس کے منافع کے ورثۂ عمر سے دعوے دار ہیں، شرعًا ان کو اس فسخ تبادلہ کا اختیار ہے یا نہیں؟ اور اس کے منافع سے فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟ (۱۱۰۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: شرعًا معاملہ تبادلہ کا پختہ ہوگیا تھا، لہٰذا اب کسی کو ورثہ زید وعمر سے اختیار اس معاملہ کے فسخ کرنے کا نہیں ہے، اور وارثان زید کو عمر کی اراضی میں تصرف بیع وغیرہ کا اختیار نہیں ہے، اور

---

(۱) الشّامي: ۱۰/ ۳۸۸، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتّی.

اس زمین سے منافع حاصل کرنے کا اختیار اور مجاز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمانوں میں خلیفہ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۵۰) مسلمانوں میں خلیفہ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۹۷۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: ضروری واہم واجبات سے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوسرے کے مکان کی طرف ہوا اور روشنی کے لیے کھڑکی کھولنا

سوال: (۱۸۵۱) زید وعمر کے دو مکان مردانہ ہیں، زید کے مکان کی پشت عمر کے مردانہ مکان میں ہے، اوراس کا حق آبریز (پانی گرانے کا حق) سوا گز پشت کی جانب چھوٹا ہوا ہے، جو عمر کی جانب ہے، زید اپنے مکان کی پشت میں کھڑکی ہوا کی آمد برآمد کے لیے اور روشنی کے لیے کھولنا چاہتا ہے، عمر کا مکان چونکہ مردانہ ہے، اور ہمیشہ مردانہ رہے گا، اوراگر چاہے تو زید کا حق چھوڑ کر اپنی دیوار علیحدہ بنائے، اس صورت میں زید کو شرعًا کھڑکی کھولنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ (۲۲۲۵/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کو کھڑکی کھولنا ہوا اور روشنی کے لیے درست ہے۔ کما في الشّامي: و إذا أراد به الاستضاء ة و الرّيح دون المرور لم يمنع من ذلك إلخ(۱) (شامي: ۲/۳۶۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازیوں کے جوتوں کا رخ مشرق کی طرف کردینا

سوال: (۱۸۵۲) ایک شخص نمازیوں کے جوتوں کے مُنہ مشرق کی طرف کردیتا ہے تاکہ ثواب ملے، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۱۷۴/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے، ثواب کا کام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الشّامي: ۸/۱۳۳، كتاب القضا باب: كتاب القاضي إلى القاضي وغيره ، مطلب في فتح باب آخر للدّار .

اولاد میں لڑکیاں بھی داخل ہیں

سوال: (۱۸۵۳) ولد کا اطلاق انثی پر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اولاد بنات بھی لفظ اولاد میں داخل ہوسکتی ہے یا نہ؟ (۲۸۸۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ولد کا اطلاق انثی پر بھی ہوتا ہے۔ في الدرّالمختار في بیان الوقف علی الأولاد: ویعمّ —— أي لفظ الولد یعمّ —— الأنثی مالم یقید بالذّکر إلخ(۱) (درّمختار) فقط

مظلوم و بے سہارا لوگوں کی امداد نفلی حج سے بہتر ہے

سوال: (۱۸۵۴) مظلومین موپلوں کے واسطہ کہ جن کے پاس نہ روٹی ہے نہ کپڑا و مسکن، میں نے اپنے چند بزرگوں کی طرف سے حج بدل کرانے کا ارادہ کیا ہے، کیا وہ روپیہ موپلوں کی امداد کے واسطے دے دوں، تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۹۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بے شک اس صورت میں نفلی حج سے ان مظلومین موپلا کو دینے میں اور ان کی امداد کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے تو اس کی کھال کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۵۵) اگر کتے کو تکبیر پڑھ کر ذبح کیا جاوے، تو ایک غیر مقلد اس کی کھال پر نماز جائز بتلاتا ہے؟ (۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس میں اختلاف ہے، جو ائمہ کتے کو نجس العین کہتے ہیں وہ اس کو ناجائز فرماتے ہیں، اور جو نجس العین نہیں کہتے وہ جائز فرماتے ہیں۔ وهو الأظهر کذا في الدرّالمختار إنّ الکلب لیس بنجس العین إلخ(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدرّالمختار مع ردّالمحتار: ۶/۵۴۶، کتاب الوقف، فصل فیما یتعلّق بوقف الأولاد .

(۲) أمّا في الکلب فبناء علی أنّه لیس بنجس العین وهو أصحّ التّصحیحین (الشّامي: ۱/۳۱۸، کتاب الطّهارة باب المیاه ، مطلب في أحکام الدّباغة)

موجودہ دور کے عیسائی اہل کتاب ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۸۵۶) آج کل کے عیسائیوں سے معاملہ اہل کتاب کا کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۱۳۴۱/۲۰۰ھ)

الجواب: یہ عیسائی اس زمانہ کے عندالبعض اہل کتاب نہیں ہیں، یہی احتیاط ہے کہ ان سے معاملہ اہل کتاب کا نہ کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دیوار پر لکھنا، شام کے وقت جھاڑو دینا، اور شبِ جمعرات کو دستر خوان جھاڑنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۸۵۷) عوام میں مشہور ہے کہ دیوار پر تحریر کرنا باعث مقروض ہونے کا ہے، اور شام کے وقت جھاڑو دینا منع، اور جمعرات کو رات کے وقت دستر خوان جھاڑنا منع ہے؟

(۶۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ان امور کی کچھ اصل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رات کو جھاڑو دینا یا آئینہ دیکھنا جائز ہے

سوال: (۱۸۵۸) رات کو جھاڑو دینا یا آئینہ دیکھنا کیسا ہے؟ (۱۳۴۱/۲۰۸ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمر رسیدہ میاں و بیوی طلاق مغلظہ کے بعد ایک گھر میں رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۸۵۹) زید جس کی عمر تقریبًا ساٹھ برس کی، اور اس کی زوجہ ہندہ جس کی عمر تقریبًا پچاس برس کی ہے، ان دونوں میں حرمت غلیظہ ثابت ہوگئی ہے، یہ دونوں ایک مکان میں رہ سکتے ہیں

یا نہیں؟ (۲۷۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ولهما أن يّسكنا بعد الثّلا ث في بيت واحد إذا لم يلتقيا التقاء الأزواج ، ولم يكن فيه خوف فتنة إلخ** (۱) ترجمہ: اور تین طلاق کے بعد وہ دونوں ایک گھر میں رہ سکتے ہیں بہ شرطیکہ مثل خاوند بیوی کے نہ رہیں، اور کوئی فتنہ بھی اس میں نہ ہو، اور اندیشہ زنا کا نہ ہو، اور شیخ الاسلام سے نقل کیا ہے کہ اگر دونوں بوڑھے ہوں تو ایک گھر میں رہ سکتے ہیں، لیکن مثل زوجین کے نہ رہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بھتیجیوں کے مال میں تصرف کرنے کی ولایت چچا کو نہیں

سوال: (۱۸۶۰) ایک شخص اپنی بھتیجیوں کے مال کا خود ولی بنا، اور ان کے مال میں یہ تصرف کیا کہ دکان کا جو کچھ سامان تھا اس کو بہت کم قیمت میں لگا کر اپنے بیٹوں کو اس میں بغیر روپیہ کے شریک کر دیا، اور کچھ عرصہ کے بعد یہ ظاہر کیا کہ دکان میں خسارہ ہوا، اور تمام دکان کا سامان بہت کم قیمت میں لگا کر اپنے بیٹوں ہی کے نام سے خرید لیا، اور جو قیمت کا روپیہ نقد حاصل ہوا، اس سے ایک جائداد ایسی خریدی جس کی زمین سرکاری ہے، اور دیواریں وچھت مشترکہ ہیں، اگر فروخت کی جائے تو نصف قیمت مشکل سے ہاتھ آئے، آیا اس ولی کے یہ تصرفات بھتیجیوں کے حق میں معتبر ہوں گے یا نہیں؟ اور بھتیجیاں اپنا نقد روپیہ طلب کرتی ہیں تو ان کو نقد روپیہ مل سکتا ہے، یا ان کو وہ جائداد ہی لینا لازم ہے؟ (۱۹۵۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بھتیجیوں کے مال میں تصرف کی ولایت چچا کو نہیں ہے، پس اس شخص کو شرعاً یہ اختیار نہ تھا کہ وہ اپنی بھتیجیوں کے مال میں اس قسم کا تصرف کرے، جیسا کہ درمختار میں ہے: **و وليه وأبوه ثمّ وصيه إلخ ثمّ .... جدّه إلخ قال في الشّامي: دون الأخ والعمّ إلخ قوله دون الأم أو**

(۱) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۱۸۲/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب: الحقّ أن على المفتى أن يّنظر في خصوص الوقائع .

(۲) و سئل شيخ الإسلام عن زوجين افترقا ولكلّ مّنهما ستون سنة و بينهما أولاد تتعذّر عليهما مفارقتهم فيسكنان فى بيتهم ولا يجتمعان في فراش و لا يلتقيان التقاء الأزواج ، هل لهما ذٰلك ؟ قال: نعم . (الدّر مع الشّامی: ۱۸۲/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة)

وصیها إلخ قال الزّیلعي : وأمّا ما عدا الأصول من العصبة کالعمّ والأخ أو غیرهم کالأمّ إلخ لیس لهم أن یتصرّفوا في ماله تجارةً إلخ (۱) (شامی: ۵/۵۱۰-۵۱۱) الحاصل چچا کے یہ تصرفات مذکورہ شرعاً سب ناجائز ہیں، اور بھتیجیاں اپنے حصہ کا روپیہ لے سکتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امر مباح کسی فرض کا معاون ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۶۱) جو امر مباح کسی فرض کا معاون ہو جائے یا عبادت کا اس کا کیا حال ہوگا؟ کیا وہ امر مباح ہی رہے گا یا نہیں؟ (۲/۷۷-۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو امر مباح کسی فرض کا مدد و معاون ہو وہ مستحب ہو جائے گا، اور اس کا کرنا بہتر ہوگا، کیونکہ اس سے فرض میں مدد ملتی ہے، اور اگر فرض کا موقوف علیہ ہوگا کہ بدون اس کے فرض ادا نہیں ہو سکتا تو فرض ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت خضر زندہ ہیں؟

سوال: (۱۸۶۲) حضرت خضر زندہ ہیں؟ (۲/۱۰۰۲-۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس میں علماء کا اختلاف ہے، اکثر محدثین حیات کے قائل ہیں، پھر اس میں بھی بحث ہے کہ اگر حیات ہے تو کس قسم کی ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدرّ المختار و ردّ المحتار: ۹/۲۰۹-۲۱۰، کتاب المأذون، مبحث في تصرّف الصّبي ومن له الولایة علیه و ترتیبها.

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تفسیر معارف القرآن میں ارقام فرماتے ہیں:
قرآن کریم میں جو واقعہ حضرت خضر کا مذکور ہے اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ خضر اس واقعہ کے بعد وفات پا گئے یا زندہ رہے، اسی لیے قرآن وسنت میں اس کے متعلق کوئی صریح بات مذکور نہیں، بعض روایات وآثار سے ان کا اب تک زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے، بعض روایات سے اس کے خلاف مستفاد ہوتا ہے، اسی لیے اس معاملے میں ہمیشہ سے علماء کی رائیں مختلف رہی ہیں، جو حضرات ان کی حیات کے قائل ہیں ان کا استدلال ایک تو اس روایت سے ہے جس کو حاکم نے مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک شخص سیاہ سفید داڑھی والے داخل ہوئے، اور لوگوں کے مجمع کو =

بازار میں دستیاب ہلدی پر ناپاکی کا حکم لگانا

سوال: (۱۸۶۳) بعض مقامات میں ہلدی گوبر سے ابالی جاتی ہے، تو اس وجہ سے جو ہلدی

= چیرتے پھاڑتے اندر پہنچے اور رونے لگے، پھر صحابۂ کرام کی طرف متوجہ ہوکر یہ کلمات کہے:

إنّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيبَةٍ وَعِوَضًا مِّنْ كُلِّ فَائِتٍ وَخَلَفًا مِّنْ كُلِّ هَالِكٍ فَإِلَى اللّٰهِ فَأَنِيبُوْا وَ إِلَيْهِ فَارْغَبُوْا فَإِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ.

یہ آنے والے کلمات مذکورہ کہہ کر رخصت ہوگئے، تو حضرت ابوبکر اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خضر تھے، اس روایت کو جزریؒ نے حصن حصین میں بھی نقل کیا ہے، جن کی شرط یہ ہے کہ صرف صحیح السند روایات اس میں درج کرتے ہیں۔

اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ دجّال مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ تک پہنچے گا تو مدینہ سے ایک شخص اس کے مقابلہ کے لیے نکلے گا، جو اس زمانے کے سب انسانوں میں بہتر ہوگا، یا بہتر لوگوں میں سے ہوگا، ابواسحاق نے فرمایا کہ یہ شخص حضرت خضر ہوں گے۔ (قرطبی)

اور جو حضرت خضر کی حیات کو تسلیم نہیں کرتے ان کا بڑا استدلال اس حدیث سے ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز اپنی آخرِ حیات میں پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد آپ کھڑے ہوگئے اور یہ کلمات ارشاد فرمائے:

أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّ عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ روایت نقل کرکے فرمایا کہ اس رویت کے بارے میں لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ سو سال پر یہ قرن ختم ہوجائے گا۔

یہ روایت مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ منقول ہے، لیکن علامہ قرطبیؒ نے یہ رویت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس میں ان لوگوں کے لیے کوئی حجت نہیں جو حیات خضر کو باطل کہتے ہیں، کیوں کہ اس روایت میں اگرچہ تمام بنی آدم کے لیے عموم کے الفاظ ہیں اور عموم بھی مؤکد کرکے لایا گیا ہے مگر پھر بھی اس میں نص نہیں کہ یہ عموم تمام اولاد آدم علیہ السلام کو شامل ہی ہو، کیوں کہ اولادِ آدم میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں جن کی نہ وفات ہوئی اور نہ قتل کیے گئے، اس لیے ظاہر یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ علی الارض میں الف لام عہد کا ہے اور مراد ارض سے ارض عرب ہے، پوری زمین جس میں ارض یاجوج و ماجوج اور بلادشرق اور جزائر جن کا نام بھی عربوں نے نہیں سنا اس میں شامل نہیں، یہ علامہ قرطبی کی تحقیق ہے۔ (معارف القرآن: ۵/۶۲۳-۶۲۵، تفسیر سورۂ کہف، آیت: ۸۲)

بازاروں سے خریدی جاتی ہے، اس پر حکم نجاست کا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (۸۰/۷-۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر بعض مقامات میں ہلدی گوبر سے ابالی جاتی ہوتو اس ہلدی پر جو بازاروں سے خریدی جاتی ہے حکم نجاست کا نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ شک سے حکم نجاست کا نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ قاعدہ: **اليقين لا يزول بالشّك**(۱) سے ثابت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نومسلمہ نے حالت کفر میں جو مال چوری یا غصب کیا تھا اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۶۴) ایک عورت کافرہ رنڈی مسلمان ہوگئی، تو کل مال مکسوبہ حرام جو قبل مسلمان ہونے کے بہ ذریعہ کسب حرام کمایا، وہ اس کے لیے اب حالت اسلام میں حلال ہوگا یا حرام؟ اگر عورت مذکورہ نے حالت کفر میں کچھ مال چوری کیا یا غصب کیا تو حالت اسلام میں وہ مال مسروقہ اور مغصوبہ حلال ہوگا یا حرام؟ (۶۳۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: حالت کفر میں جو کچھ اس عورت نے کسب حرام سے کمایا، بعد اسلام لانے کے وہ مال اس کے لیے حلال ہے۔ **لأنّ الإسلام يهدم ما كان قبله كما ورد في الحديث أمّا علمت ياعمرو! أنّ الإسلام يهدم ماكان قبله وأنّ الهجرة تهدم ما كان قبلها وأنّ الحجّ يهدم ماكان قبله الحديث** (۲) (**رواه مسلم**) اور جو مال چوری اور غصب سے اس نے لیا، وہ بعد اسلام کے بھی اس کے لیے حلال نہیں ہے، اس کو واپس کرے یا معاف کراوے یا صدقہ کرے۔ فقط

درزی کے لیے بچا ہوا کپڑا رکھنا درست نہیں

سوال: (۱۸۶۵) درزی اور جلاہا کپڑے کی چھانٹ (کترن) جو مالک کے کام کی نہ ہو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۶۲/۱۳۴۵ھ)

---

(۱) **قواعد الفقه**، ص:۱۴۳، **قاعدة**: ۴۲۱۔

(۲) **عن ابن شمامة المهري قال: حَضَرْنا عمرَو بْنَ العاصِ وهو في سياقة الموت يبكي طويلاً وحوَّل وجهه إلى الجدار، فجعل ابنه يقول : يا ابتاه! أمّا بشرك رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بكذا ؟...... قال: أما علمت يا عمرو ! أنّ الإسلام الحديث (الصّحيح لمسلم: ۱/۷۶، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله و كذا الحجّ والهجرة)**

الجواب: درزی اور جلاہا کو بلا اجازت مالک کے چھانٹ وغیرہ کا رکھنا جائز نہیں ہے، مالک سے اجازت لے لینی چاہیے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۸۶۶) درزی کو بچا ہوا کپڑا رکھنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۴۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بچا ہوا کپڑا رکھنا بلا اجازت صریح مالک درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک جھوٹا اشتہار جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جاتی ہے

سوال: (۱۸۶۷) ایک اشتہار بغداد شریف سے چھپ کر آیا، اس کی میرٹھ میں بہت شہرت ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے شب جمعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ وقت تلاوت قرآن دیکھا، مجھ سے فرمایا کہ جملہ مسلمانوں کو ہدایت کر دے کہ میں ان کے گناہوں کی کثرت سے سخت بیزار ہوں، کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک نو لاکھ آدمی مرے ہیں، جن میں سے سترہ ہزار ایمان لے گئے اور باقی کافر مرے ہیں وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے اشتہار کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور اس کا مضمون کیسا ہے؟ (۷۴۷/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) راجح اور صحیح قول یہ ہے کہ معمولی کترن جس کو کپڑے کے مالک خود چھوڑ دیتے ہیں درزی استعمال کر لے تو کوئی حرج نہیں، کیوں کہ دلالۃً اجازت ہے۔

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

درزی کے پاس جو کپڑا بچا ہو، اگر وہ ایسی معمولی سی کترن ہو کہ کپڑے کے مالک خود اسے چھوڑ دیتے ہوں اور اسے نہ لے جاتے ہوں تو ایسی معمولی کترن درزی استعمال کر لے تو کوئی حرج نہیں گنجائش ہے، حکماً اجازت ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: معمولی کترن جو مالک پارچہ خود بھی چھوڑ دیتے ہیں ان کے لے جانے کا اہتمام نہیں کرتے، اگر درزی وہ کترین کسی کپڑے میں لگا دے تو اس کو پہننا جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند قدیم: ۷-۸-۲۸۴، امداد المفتیین)

لیکن اگر بچا ہوا کپڑا بڑا اور کارآمد ہو اور مالک عموماً ایسے ٹکڑے نہ چھوڑتے ہوں تو اگر مالک کی اجازت سے درزی وہ کپڑا اپنے پاس رکھ لے تب تو وہ استعمال کر سکتا ہے، اور اگر مالک کی اجازت نہ ہو یا مالک سے چھپا کر کپڑا بچا لے تو یہ کپڑا چوری کا کہلائے گا اور اس کپڑے کا استعمال اس کے لیے جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (۱۰/۲۸۲-۲۸۴) (فتاویٰ رحیمیہ کامل: ۵/۴۴۲-۴۴۳، جائز و ناجائز امور کا بیان)

الجواب: یہ محض افتراء دشمنانِ دین اسلام کا ہے، اس کا بالکل یقین نہ رکھیں، نو لاکھ مسلمانوں میں سے آٹھ لاکھ تراسی ہزار بے ایمان مرے، اور کل سترہ ہزار ایمان پر فوت ہوں، یہ اس بے ایمان کا افتراء ہے جو آنحضرت ﷺ کے اوپر افتراء باندھ کر مصداق: من كذب عليّ متعمّدًا فليتبوّأ مقعده من النّار (۱) کا بنتا ہے، وہ شخص جو ایسی خوابیں گھڑتا ہے کوئی بد دین ملحد ہے، اور اکثر ایسا کرتا رہتا ہے، اس اشتہار کو بالکل شائع نہ کریں، اور چاک کر کے پھینک دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نوکر کو غلطی پر مارنا

سوال: (۱۸۶۸) ایک رئیس کہ جس کے یہاں اکثر خدمت گار ہیں، و نیز منشی وغیرہ بھی ہیں، اس نے اپنے منشیوں کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ تم ان ملازموں سے ہمارا کام بھی اور اپنا کام بھی لیا کرو، چنانچہ ایک منشی نے ایک نوکر سے کام لیا، اس نے کام میں گڑبڑ کی، منشی نے اس پر ہدایت کی، نوکر بک بک کرنے لگا، منشی نے کہا: خاموش رہو، تو نوکر نے جواب میں منشی کو الو کا پٹھا کہا، پھر منشی نے بھی اس کو الو کا پٹھا کہا، اور اس پر بس نہ کی، بلکہ ایک لکڑی بھی ماردی، تا کہ انتظام خراب نہ ہو، اور کل کو دوسرے نوکروں کو اس سے زیادہ جرأت نہ ہو، تو کیا یہ منشی اس معاملہ میں شرعًا کچھ خطاوار ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا (۳۰۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: لکڑی مارنا منشی کا اس ملازم کو جائز نہ تھا، اس میں منشی خطاوار ہے، اس ملازم سے معاف کرائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سقہ اور بھنگی کو کام نہ کرنے پر مارنا

سوال: (۱۸۶۹) سقہ اور بھنگی کو کام نہ کرنے پر مارنا کیسا ہے؟ (۴۲۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: کسی اجیر کو کام معین نہ کرنے پر ضرب وتعزیر کا حکم نہیں ہے، بلکہ اثر اس کے کام نہ

---

(۱) عن عبداللّٰه بن عمرو قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: بلّغوا عنّي ولو آية، وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج، ومن كذب عليّ متعمّدًا فليتبوّأ الحديث (مشكاة المصابيح، ص:۳۲، كتاب العلم، الفصل الأوّل)

کرنے کا اس کی اجرت پر ہوتا ہے، یعنی اجرت کل یا بعض ساقط ہوجاتی ہے، مارنے کی اجازت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پوسٹ مین کو انعام دینا

سوال: (۱۸۷۰) خلاصۂ سوال یہ ہے کہ چٹھی رساں کو منی آرڈر لانے کی وجہ سے کچھ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر انعام کی نیت سے کچھ دیوے تو کیا حکم ہوگا؟ (۶۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر انعام کی نیت سے اور اس کی غربت کی وجہ سے اس کی کچھ امداد کردے تو دینے والے کے حق میں ناجائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چور کی گرفتاری پر اس کے عزیزوں کے پاس اظہار افسوس کے لیے جانا اور اس کی رہائی پر مبارک باد دینا

سوال: (۱۸۷۱)...... (الف) ایک اہل علم، دین دار شخص کا رشتہ دار چوری پیشہ ہو، اور وہ الزام چوری میں ماخوذ ہوجائے تو اس کے وارثوں کے پاس افسوس کے لیے جانا شرعًا کیسا ہے؟ اور اس کی رہائی کے واسطے کوشش یا افسوس کرنا یا دعا وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

(ب) ان کی رہائی پر مبارک باد دینا شرعًا کیسا ہے؟ (۹۲۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) اس کے وارثوں کے پاس اظہارِ افسوس کے لیے جانا درست ہے، اور اگر وہ شخص چور تائب ہوجائے اور توبہ واستغفار کرے تو چونکہ حدود شرعیہ تو اس زمانے میں جاری نہیں ہوسکتیں، جو کچھ سزا ہوگی وہ موافق حد شرع کے نہ ہوگی، اس لیے اس کی رہائی میں سعی وغیرہ کرنا درست ہے بہ شرطیکہ وہ آئندہ کو اقرار کرے کہ پھر ایسا نہ کروں گا اور گذشتہ سے توبہ کرے اور دعا ہدایت کی کرے۔

(ب) جب کہ وہ چور تائب ہوجائے اور جس کا مال چرایا ہے واپس دیدے یا معاف کرالے تو پھر مبارک بادی کے لیے جانا بھی درست ہے۔ حدیث شریف میں ہے: التّائب من الذّنب کمن

لا ذنب له (۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

''حضورانور'' اور ''حضور پرنور'' وغیرہ الفاظ عام لوگوں کے لیے استعمال کرنا

سوال: (۱۸۷۲) عام طور پر لفظ حضور پرنور استعمال ہوتا ہے، جو بڑے طبقہ کے آدمیوں و نیز اقرانِ اہل اسلام، اہل ہنود و نصاریٰ کو بھی استعمال کیا جاتا ہے، لیکن پیغمبر صاحب کو لفظ ''حضور پرنور'' کا استعمال ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یہ غلطی ہے، جو لفظ پیغمبر صاحب کے لیے استعمال ہوتا ہے وہ عام لوگوں کے لیے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۲۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ کی شان مبارک بہت ارفع ہے، آپ کو سرورِ عالم ﷺ یا سرورِ کائنات یا حضور ﷺ جو کچھ کہا جائے بجا ہے، لیکن جو نام تعظیم کا لیا جائے اس کے ساتھ ﷺ کہا جائے تاکہ خصوصیت آپ کی ہوجائے، اگر اور کسی بزرگ کو کسی ضرورت سے ''حضور'' کا لفظ یا ''حضور پرنور'' کا لفظ کہے تو یہ بھی درست ہے، کیونکہ حضور اقدس ﷺ کے نام کے ساتھ ﷺ چونکہ ہوتا ہے اس لیے یہ امتیاز کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۸۷۳) ''حضورانور'' اور ''حضور پرنور'' کا لفظ عام طور پر افسرانِ بالا اہلِ ہنود اور انگریز اور مسلمان عہدہ داروں پر استعمال کیا جاتا ہے، اور مسلمان ماتحت زیادہ استعمال کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ میری رائے میں یہ لفظ صرف پیغمبر صاحب کے لیے موزوں ہے اور دیگر اقوام ہندو و مشرکین یا بت پرست وغیرہ کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے؟ (۲۱۱۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں شک نہیں ہے کہ کفار و مشرکین و بت پرستوں کو ایسا لفظ بے ضرورت استعمال کرنا قبیح اور مذموم ہے، اور ملازمین ماتحت کم درجہ کے لوگ اگر خوشامدِ حکام میں کوئی ایسا لفظ بہ ضرورت بچنے کے نقصان جانی و مالی سے کہہ دیویں تو شاید عنداللہ وہ معذور سمجھے جائیں اور مواخذہ سے بری رہیں۔ الضّرورات تبیح المحذورات (۲) قاعدہ شرعیہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبی عُبیدة بن عبدالله عن أبیه رضي الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: التّائب من الذّنب کمن لا ذنب له (سنن ابن ماجة، ص:۳۱۳، أبواب الزّهد– ذکر التّوبة)
(۲) قواعد الفقه، ص:۹۸، قاعده:۱۷۰۔

مجامعت کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا

سوال: (۱۸۷۴) زیدمی گوید کہ مباشرت با زوجۂ خود مستقبل القبلۃ یا مستدبر القبلۃ حرام است، اگر ازیں چنیں وطی فرزندے پیدا شود حرامی گردد، ایں قول زید صحیح است یا نہ؟ (۱۹۰۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: قول زید غلط محض است درشامی آوردہ: ولما مرّ في الغُسل أن من آدابه أن لايستقبل القبلة لأنّه يكون غالبًا مع كشف العورة، حتّى لو كانت مستورة لا بأس به، ولقولهم: يكره مدّ الرجلين إلى القبلة في النّوم وغيره عمدًا وكذا في حال مُواقعة أهله إلخ (۱) (شامی) پس معلوم شد کہ کشف عورت بہ سوئے قبلہ مکروہ است، واگر مستور باشد مضائقہ ندارد، وہم چنیں مدّ الرّجلين إلى القبلة بہ وقت نوم ومباشرت مکروہ است واگر مدرجلین نباشد مکروہ نیست، پس بہرحال ولد مولود ازآں مباشرت راحرام زادہ گفتن جہلِ قائل است۔ فقط

ترجمہ: **سوال:** (۱۸۷۴) زید کہتا ہے کہ اپنی زوجہ سے مباشرت کرنا قبلہ رو ہوکر یا قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے حرام ہے، ایسی وطی سے جو بچہ پیدا ہوا گا وہ حرامی ہوگا، زید کا یہ قول درست ہے یا نہیں؟

الجواب: زید کا قول سراسر غلط ہے۔ شامی میں ہے: ولما مرّ في الغسل أن من آدابه إلخ پس معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا کشف عورت کی حالت میں مکروہ ہے، اور اگر مستور العورہ ہوتو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور اسی طرح بہ وقت نوم ومباشرت قبلہ کی طرف پیر پھیلانا مکروہ ہے، اور اگر پیر نہ پھیلائے جائیں تو مکروہ نہیں ہے، بہرحال اس طرح کی مباشرت سے پیدا ہونے والے بچے کو حرام زادہ کہنا قائل کی جہالت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تہجد کے بعد سونا کیسا ہے؟

سوال: (۱۸۷۵) بعد تہجد سونا کیسا ہے؟ (۸۸۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: نماز تہجد کے بعد صبح کی نماز تک سونا جائز ہے، اس طرح کہ صبح کی نماز و جماعت

(۱) ردّالمحتار: ۱/۴۸۰، كتاب الطّهارة– باب الأنجاس، قبيل مطلب: القول مرجّح على الفعل

فوت نہ ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قطب ستارہ کی طرف پاؤں کر کے لیٹنا

سوال: (۱۸۷۶) قطب ستارہ کی طرف پاؤں کر کے لیٹنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۷۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قطب قبلہ کی بائیں جانب ہے، اس طرف پاؤں کرنے میں کوئی حرج نہیں، بہ شرطیکہ پاؤں قبلہ کی طرف نہ ہوں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نعل مبارک کا نقشہ موجبِ برکت ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۷۷) حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا نقشہ ایک کتاب میں چھپوایا ہے، اور حصول برکت کے واسطے اس کا سر پر رکھنا اور بوسہ لینا جائز اور وسیلہ جائز لکھا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بزرگوں نے ایسا لکھا ہے اور اس کو موجبِ برکت سمجھا ہے (۱) لہٰذا اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے **نیل الشّفاء بنعل المصطفی** میں جو **زادالسّعید** کے آخر میں ہے نعل مبارک کا نقشہ شائع فرمایا تھا، اور اس سے توسل کو باعثِ برکت تحریر فرمایا تھا، پھر جب اس پر اعتراضات ہوئے تو حضرت تھانویؒ نے اس سے رجوع فرمالیا تھا، خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ **إتمام المقال في بعض أحكام التّمثال** میں ارقام فرماتے ہیں:

''اب مجھ کو خواص کے اس اختلافِ آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہوگیا، پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاقِ اہواء سے جس سے میرا ذہن خالی تھا مصالح دینیہ اسی کو مقتضی ہیں کہ بہ حکم: **دع ما یریبك إلی ما لا یریبك الحدیث**. اپنے رسالۂ نیل الشفاء سے رجوع کرتا ہوں الخ'' (زادالسعید، ص:۴۷، مطبوعہ ادارۂ اشرفیہ، کراچی، پاکستان۔ اور **إتمام المقال فی بعض أحكام التّمثال** ،ص:۱۹-۲۰،مطبوعہ، مطبع جمال پرنٹنگ ورکس، دہلی)

نیز حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی قدس سرہٗ کے دو فتوے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح ہوجائے: = =

= = سوال: حضرات علمائے دین جواب ارقام فرمائیں۔

استفتاء ہذا کی پشت پر رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے نعل مبارک کا نقشہ ہے، اور اسی کے ساتھ اس نعل مبارک کے بعض آثار وخواص اور اس کی تعریف میں بعض بزرگوں کے اشعار اور اس نعل مبارک کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے حاجات طلب کرنے کا طریقہ بھی تحریر ہے۔ زید نے یہ نقشہ نعل مبارک معہ امور بالا حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''زادالسعید'' سے ملحقہ رسالہ **نیل الشّفاء بنعل المصطفی** سے نقل کرکے طبع کرایا، اور مسلمانوں کے مجمع میں اس لیے تقسیم کیا تاکہ وہ اس کی برکات سے بہرہ اندوز ہوں۔ حضرات اکابر تحریر فرمائیں کہ (۱) کیا زید کا یہ فعل ناجائز ہے؟ (۲) اس کے آثار وخواص میں جن برکات کے ظہور کا ذکر ہے ان کا اعتقاد ناجائز ہے (۳) اس نقشۂ مبارک کو باعث برکت سمجھنا ناجائز ہے (۴) اس نقشۂ مبارک کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ناجائز ہے (۵) زید جو ایک مسجد میں امام ہے اس نے اس نقشہ کو طبع کراکے اپنے نام سے پہلے خادم دربار محمدی لکھ دیا۔ کیا یہ لکھنا ناجائز ہے؟ (۶) زید نے صبح کو یہ مبارک نقشے مسلمانوں میں تقسیم کیے۔ دوسرے دن صبح کو زید کی کمر میں کپڑے وغیرہ اتار کر ٹھنڈی ہوا میں لیٹنے کی وجہ سے درد ہوگیا، اس پر ایک شخص نے زید سے کہا کہ تم نے یہ نقشہ طبع کراکے تقسیم کیا تھا اس وجہ سے تمہارے سر اور کمر میں درد ہوگیا، اور تم دو دن ترجمہ نہ کرسکے، کیا اس شخص کا یہ قول صحیح ہے؟ اگر غلط ہے تو اس شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار متبرکہ طیبہ سے برکت حاصل کرنا تو علمائے متقدمین اور صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے، لیکن آثار واشیاء متبرکہ سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق یہ بات ثابت ہو کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی استعمال کی ہوئی اشیاء (مثل جبۂ مبارک یا قمیص مبارک یا نعل مبارک) یا حضور کے جسم اطہر کے اجزاء (مثل موئے مبارک) یا حضور کے جسم اطہر کے ساتھ مس کی ہوئی چیزیں ہیں (مثل اس خاص پتھر کے جس پر قدم مبارک رکھنے سے نشان قدم بن گیا ہو) لیکن ان میں سے کسی چیز کی تصویر بنا کر اس سے برکت حاصل کرنے کا معتمد اہل علم وارباب تحقیق سے ثبوت نہیں۔

اگر تصویر سے تبرک حاصل کرنا بھی صحیح ہو تو پھر نعل مبارک کی کوئی تخصیص نہ ہوگی بلکہ جبۂ مبارک، قمیص شریف، موئے مبارک اور قدم شریف کی کاغذ پر تصویریں بنانے اور اُن سے تبرک وتوسل کرنے کا حکم اور نقشہ نعل مبارک سے تبرک وتوسل کا حکم ایک ہوگا۔ اور ایک ماہر بالشریعت اور ماہر نفسیات اہل زمانہ اس کے نتائج سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ جن بزرگوں نے نعل مبارک کے نقش کو سر پر رکھا، بوسہ دیا، اس سے توسل کیا = =

....

= = وہ ان کے وجدانی اور انتہائے محبت بالنبی ﷺ کے اضطراری افعال ہیں۔ ان کو تعمیمِ حکم اور تشریع للناس کے موقع پر استعمال کرنا صحیح نہیں۔

نیز اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ نعل مبارک کا یہ نقشہ فی الحقیقت حضور ﷺ کے نعل مبارک کی صحیح تصویر ہے یعنی حضور کے نعل مبارک کے درمیانی پٹھے (شراک) کے وسط میں اور آگے کے تسموں (قبالین) پر ایسے ہی پھول اور نقش ونگار بنے تھے، جیسے اس نقشہ میں بنے ہوئے ہیں، اور بلا ثبوت صورت و ہیئت کے حضور کی طرف نسبت کرنا بہت خوفناک امر ہے۔ اندیشہ ہے کہ من کذب علیّ متعمدًا إلخ کے مفہوم کے عموم میں شامل نہ ہوجائے، کیوں کہ اس ہیئت کے ساتھ اس کو مثال نعل مصطفیٰ قرار دینے کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس کو مثال قرار دینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور نے ایسی نعل مبارک استعمال کی تھی، جس کے پٹھے اور اگلے تسموں پر اس قسم کے پھول بنے تھے، اور اس طرح کے نقش ونگار بھی تھے۔

پھر یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ یہ نقش ونگار ریشم سے بنائے گئے تھے یا کلابتون اور زری کے تھے یا محض ٹھپہ تھا، اور ان تمام امور میں سے کسی ایک کا ثبوت بھی مہیا نہ ہوگا، اور اختلافِ اہواء سے مختلف حکم لگالیے جائیں گے، وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال تصویر کو اصل کا منصب دینا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا احکام شرعیہ سے ثابت نہیں، اگر حضور کی نعل مبارک جو حضور ﷺ کے قدم مبارک سے مس کر چکی ہو کسی کو مل جائے تو زہے سعادت، اُس کو بوسہ دینا، سر پر رکھنا سب صحیح ہے، مگر نعل کی تصویر اور وہ بھی ایسی تصویر جس کی اصل سے مطابقت کی بھی کوئی دلیل نہیں، اصل نعل مبارک کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔

سوال نمبر (۱) سے (۴) تک کا تو یہ جواب ہوگیا۔ نمبر (۵) کا جواب یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے متعلق خادم دربار محمدی لکھ دینا ناجائز نہیں ہے۔ اور نمبر (۶) کا جواب یہ ہے کہ جو شخص سر اور کمر کے درد کو اس پرچہ کی اشاعت کا نتیجہ ہونے کا اعتقاد رکھے وہ بھی غلطی کرتا ہے، اور لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ کے ماتحت اس کو ایسا حکم لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی

❀❀ ❀❀ ❀❀

اس کے بعد حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہم العالی کے پاس اس کے متعلق دوسرا سوال آیا، اس کا جواب بھی مفتی صاحب نے تحریر فرمایا۔ وہ سوال وجواب حسب ذیل ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نقشہ معہ ہدایت شائع ہوا ہے جس میں نشانِ کفِ پائے مبارک کا نقشہ دیا گیا ہے، یہ نقشہ جو شائع کیا گیا ہے کیا حضور کے نعلین شریف کا درست نقشہ ہے؟ = =

سفر کر کے اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کے لیے جانا

سوال: (۱۸۷۸) سفر کر کے اولیاء اللہ کی خانقاہ پر جانا درست ہے یا نہیں (۲۲۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: سفر کر کے جانا زیارت مزارات اولیاء اللہ کے لیے درست ہے، جیسے، **ألافزوروها الحديث**(۱) سے مفہوم ہوتا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

= = کیا اس کی اصل احادیث شریف یا اقوال خلفائے راشدین سے ثابت ہے؟ دوسرے مشتہر نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ بہ توسل نعلین شریف دعا کرنا چاہیے۔ یہ نقشہ معہ تحریر ارسال ہے۔ لہٰذا شرع شریف میں اس نقشہ کو بوسہ دینا، سر پر رکھنا، اس کے توسل سے اپنی حاجت طلب کرنا؛ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر آنحضرت ﷺ کی استعمال کی ہوئی نعل شریف کسی کو مل جائے تو زہے سعادت اور فرطِ محبت سے اس کو بوسہ دینا، سر پر اٹھالینا بھی موجبِ سعادت ہے، مگر یہ تو اصل نعل نہیں اُس کی تصویر ہے اور یہ بھی متیقن نہیں کہ یہ تصویر اصل کے مطابق ہے یا نہیں اور تصویر کے ساتھ اصل شئ کا معاملہ کرنا شریعت میں معہود نہیں، ورنہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک، پائے مبارک، موئے مبارک اور قمیص مبارک، جبۂ مبارک کی تصویریں بھی بنائی جاسکتی ہیں، اور اگر ان میں بھی اصل کی مطابقت کے ثبوت سے قطع نظر کرلی جائے تو پھر آج ہی بے شمار تصویریں بن جائیں گی، اور ایک فتنۂ عظیمہ کا دروازہ کھل جائے گا، جن بزرگوں نے اس تصویر کے ساتھ محبت کا معاملہ کیا وہ ان کے والہانہ جذبات محبت کا نتیجہ تھا، مگر دستور العمل قرار دینے کے لیے حجت نہیں ہوسکتا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی

(اتمام المقال فی بعض احکام التمثال، ص: ۱۰-۱۳، مطبوعہ، مطبع جمال پرنٹنگ ورکس، دہلی)

(۱) **عن ابن بريدة عن أبيه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها الحديث (الصّحيح لمسلم: ۳۱۴/۱، كتاب الجنائز، فصل في الذّهاب إلى زيارة القبور)**

(۲) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری صدر المدرسین وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند تحفۃ الالمعی میں ارقام فرماتے ہیں:

کسی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے لمبا سفر کر کے جانا یا اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لیے جانا، یا کسی ولی کے تکیہ (بزرگ کے رہنے اور عبادت کرنے کی جگہ) کی زیارت کے لیے جانا یا کسی اور متبرک مقام کی زیارت کے لیے سفر کرنا مختلف فیہ ہے۔ بعض مباح کہتے ہیں اور بعض حرام۔ قائلین اباحت کہتے ہیں = =

= = کہ اس حدیث کا مقصد ان جگہوں کا مہتم بالشان ہونا بیان کرنا ہے، اس لیے ان تین مساجد کی طرف سفر کر کے نماز پڑھنے کے لیے جانے کی ترغیب دی، کیونکہ یہ متبرک جگہیں ہیں، پس اگر لوگ سفر کی زحمت اٹھائیں تو ان تین مقامات میں حاضری کے لیے اٹھائیں، ان کے علاوہ کے لیے بار مشقت اٹھانا بے فائدہ ہے، اس حدیث کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ان مقامات کے علاوہ کہیں سفر کر کے جانا جائز نہیں۔

اور دوسری رائے یہ ہے کہ خواہ مسجدیں ہوں یا اولیاء کی قبریں یا کسی ولی کا تکیہ یا کوئی اور متبرک جگہ سب کی طرف لمبا سفر کر کے جانا ممنوع ہے، اس لیے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایسے مقامات کی زیارت کے لیے اور برکتیں حاصل کرنے کے لیے جاتے تھے جو ان کے گمان میں معظم و محترم ہوتی تھیں۔ اور یہ بات دین کی تحریف کا سبب تھی۔ اس لیے نبی ﷺ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ فساد کا دروازہ بند کر دیا کہ تین مساجد کے علاوہ حقیقی یا فرضی متبرک مقامات کے لیے سفر کرنا ممنوع ہے، اور مقصد یہ ہے کہ غیر شعائر اللہ، شعائر کے ساتھ نہ مل جائیں، اور یہ سلسلہ غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ نہ بن جائے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ کی یہی رائے ہے اور میرے نزدیک بھی یہی برحق ہے، کیوں کہ حضرت ابو بصرہؓ نے ''طور'' پر جانے سے منع کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں رحمۃ اللہ الواسعہ (۳/۴۴۴)

پھر ایک نیا مسئلہ قبر اطہر کی زیارت کے لیے سفر کے جواز و عدم جواز کا کھڑا ہوا۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کے لیے بھی سفر کرنا ناجائز کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی نیت سے سفر کرے پھر روضۂ اقدس پر بھی حاضری دے، مگر قبر اطہر کی نیت سے مستقل سفر نہ کرے۔ اور وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، فرماتے ہیں: حدیث میں استثناء مفرّغ ہے یعنی اس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہیں اور قاعدہ ہے کہ استثنائے مفرّغ میں مستثنیٰ منہ عام مقدر مانا جاتا ہے، پس تقدیر عبارت ہوگی: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلٰی مَكَانٍ مَّا. یعنی کسی جگہ کا سفر نہ کیا جائے اور اس کے عموم میں قبر اطہر بھی شامل ہے، پس اس کی زیارت کے لیے بھی سفر کرنا جائز نہیں۔

اور جمہور اُمت کے نزدیک قبر اطہر کی زیارت کے لیے سفر کرنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ اہم عبادتوں میں سے ہے اور بڑا کارِ ثواب ہے۔ اور ابن تیمیہؒ کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ بے شک استثنائے مفرّغ میں مستثنیٰ منہ عام مقدر مانا جاتا ہے، مگر وہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے، پس تقدیر عبارت ہوگی: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلٰی مَسْجِدٍ مَّا اور اس تقدیر کی دلیل ایک حدیث بھی ہے جو مسند احمد (۳/۶۴) میں ہے۔ مسند احمد میں شہر بن حوشب کی یہی حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے: لَا يَنْبَغِيْ لِلْمَطِيِّ أَنْ تُشَدَّ رِحَالُه إِلٰی مَسْجِدٍ يَبْتَغِيْ فِيْهِ الصَّلَاةَ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی وَمَسْجِدِيْ هٰذَا.

اور شہر بن حوشب میں اگرچہ کلام ہے، مگر مجمع الزوائد (۴/۳) میں صراحت ہے کہ ان کی حدیث حسن = =

مباہلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۷۹) امت محمدیہ یعنی مسلمانوں کو آپس میں مباہلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور آیت قرآنی: ﴿قُلْ تَعَالَوْا الخ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۶۱) کو مسلمانوں کے آپس میں جوازِ مباہلہ کے لیے دلیل ٹھہرا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۷۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ تو معروف ہے اور کتبِ تفسیر وحدیث میں مذکور ہے کہ آیت مذکورہ میں مباہلہ اہلِ نجران سے قرار پایا تھا اور وہ نصاریٰ تھے، لیکن علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی امر مہم ایسا ہی پیش آوے، اور امر حق کی مخالفت از راہِ عناد کوئی شخص کرے، اور جو شرائط علماء نے مباہلہ کی لکھی ہیں وہ متحقق ہوں تو اب بھی مباہلہ درست ہے اور مشروع ہے۔ ہدایہ میں ہے: **وقال عبدالله بن مسعود رضي الله عنه: من شاء باهلتُه أن سورة النّساء القُصْرىٰ نزلت بعد الآية الّتي في سورة البقرة** (۱) فتح القدیر میں ہے: **وأخرج البخاري عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: أ تجعلون عليها التّغليظ ولا تجعلون لها الرّخصة، لنزلت سورة النّساء القُصْرىٰ بعدالطُّولى يريد بالقصرىٰ ﴿يٰٓاَ يُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ﴾ (سورة الطّلاق ،الآية:۱) والطُّولى: البقرة، والمباهلة: الملاعنة كانوا إذا اختلفوا في شيء اجتمعوا، وقالوا: بهلة الله على الظّالم**

= = کے درجہ کی ہوتی ہے۔ غرض اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مصرّح ہے اور **إلى مكان ما** تو مقدر مانا ہی نہیں جاسکتا، ورنہ تجارت کے لیے اور مریض کے علاج کے لیے دور دراز کا سفر کرنا بھی ممنوع ہو جائے گا۔

اور جمہور اُمت نے اصل استدلال تعامل اُمت سے کیا ہے کہ دور صحابہ سے آج تک ہر حاجی مکہ کا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب چھوڑ کر چار سو میل کا طویل سفر کر کے مدینہ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حجاج صرف مسجد نبوی کی زیارت کے لیے نہیں جاتے، بلکہ قبر اطہر پر حاضری مقصود ہوتی ہے۔ غرض قبر اطہر کا معاملہ ایک استثنائی صورت ہے، جیسے گھر میں تدفین حدیث کی رو سے ممنوع ہے، مگر آپ ﷺ کی تدفین اس سے مستثنیٰ ہے اور قبروں اور تکیوں کے لیے طویل سفر کا عدم جواز تنقیح مناط کے ذریعہ ہے، حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے ''طور'' کے سفر کو حدیث کے ذیل میں لیا ہے۔ **كما في الموطا، والتّفصيل في رحمة الله الواسعة. والله اعلم**

(تحفة الألمعي: ۲/ ۱۴۷-۱۴۸، كتاب الصّلاة، باب ماجاء في أيّ المساجد أفضل؟)

(۱) الهداية : ۲/۴۲۳، كتاب الطّلاق – باب العدّة .

منّا، وقيل:هي مشروعة في زماننا الخ (۱) وفي العيني: قالوا هي مشروعة في زماننا أيضًا (۲)ان عبارات سے مشروع ہونا مباہلہ کا فی الجملہ اب بھی معلوم ہوا،اور یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو یا کفار کے ساتھ''جَمَلْ'' حاشیۂ تفسیر جلالین میں منقول ہے: تنبيه: وقع البحث عند شيخنا العلاّمة الدّواني قَدّس الله سرّه في جواز المباهلة بعد النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم، فكتب رسالة في شروطها المستنبطة من الكتاب والسّنة والآثار وكلام الأئمة، وحاصل كلامه فيها: أنّها لا تجوز إلاّ في أمر مهم شرعًا وقع فيه اشتباه وعناد لايتيسر دفعه إلاّ بالمباهلة فيشترط كونها بعد إقامة الحجّة، والسّعي في إزالة الشّبهة، وتقديم النّصح والإنذار وعدم نفع ذلك ومساس الضّرورة إليها اهـ من تفسير الكازروني(۳)(جمل)

گلی کوچوں میں رات کے وقت بلند آواز سے اشعار پڑھنا، تکبیر کہنا اور سیٹی بجانا

سوال: (۱۸۸۰) چند آدمیوں کا مل کر محلے کی گلی، کوچوں، سڑکوں بازاروں میں بلند آواز سے خوش الحانی کے ساتھ اشعار ونعتیہ پڑھتے ہوئے تکبیر کہتے سیٹی بجاتے ہوئے گشت لگانا بالخصوص شب کے وقت جب لوگ غافل سورہے ہوں شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ کسی پیر یا عالم ومعتقد علیہ کے استقبال وخیر مقدم کے وقت اسی طرح اشعار نعتیہ و مدحیہ مع تکبیروں کے پڑھتے ہوئے راستہ سے لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۳۶۸ھ)

الجواب: شامی میں اشعار کے متعلق یہ حدیث نقل فرمائی ہے: سئل عنه صلّى الله عليه وسلّم فقال: كلام حسنه حسن وقبيحه قبيح ومعناه أن الشّعر كالنّثر يحمد حين يحمد ويذم حين يذم ولا بأس باستماع نشيد الأعراب وهو إنشاد الشّعر من غير لحن إلخ فما

(۱) فتح القدير شرح الهداية: ۲۸۲/۴، كتاب الطّلاق — باب العدّة.
(۲) عيني شرح الهداية: ۴۱۸/۲، كتاب الطّلاق — باب العدّة، المطبوعة: منشي نول كشور لكناؤ.
(۳) تفسیر جلالین، ص:۵۳، رقم الحاشیہ:۳، مطبوعہ: کتب خانہ رشیدیہ، دہلی۔

كان منه في الوعظ والحكم وذكر نعم الله تعالىٰ وصفة المتقين فهو حسن إلخ وما كان من هجو وسخف فحرام إلخ (۱)(الشّامي:۱/۴۴۳) وفي حاشية الحموى عن الإمام الشّعراني أجمع العلماء سلفًا وخلفًا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أومصل أو قارئ إلخ(۲)(الشّامي:۱/۴۴۴)

پس معلوم ہوا کہ جن اشعار میں مضامین اچھے ہیں ان کے پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور نعرۂ تکبیر میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، مگراس کے جواز کی یہ شرط ہے کہ نائمین اور مصلین کوتشویش نہ ہو اوران کی نماز ونوم میں خلل نہ پڑے، ورنہ فعل مذکورمکروہ ہوگا اور نیز بہ حکم آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ (سورۂ لقمان، آیت:٦) سیٹی بجانا اور بہ طریق لہوولعب اشعار پڑھنا اورنعرۂ تکبیر لگانا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: قال ابن مسعود رضي الله عنه: صوت اللّهو والغناء ينبت النّفاق فى القلب كما ينبت الماء النّبات إلخ وفي الشّامي: رواه في السّنن مرفوعًا إلى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم بلفظ إنّ الغناء ينبت النّفاق في القلب كما فى غاية البيان إلخ وقيل: إن تغنّى وحده لنفسه لدفع الوحشة لا بأس به وبه أخذ السّرخسى وذكر شيخ الإسلام أن كلّ ذلك مكروه عند علمائنا، واحتجّ بقوله تعالىٰ: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الآية ﴾جاء في التّفسير أنّ المراد الغناء وحمل ما وقع من بعض الصّحابة على إنشاد الشّعر المباح الّذي فيه الحِكَمُ والمواعظ إلخ(۳)(۲۲۲/۵)

الحاصل جوصورت سوال میں درج ہے اس کی کراہت میں کچھ تردد نہیں ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مختلف برادریوں کا ثبوت

سوال:(۱۸۸۱)......(الف) شیخ، سید، پٹھان کے سوااور قومیں بھی ہیں یا نہیں؟

(۱) الشّامي: ۲/۳۷۵-۳۷٦، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة وما يكره فيها، مطلب في إنشاد الشّعر .

(۲) الشّامي: ۲/۳۷۷، كتاب الصّلاة ، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها ، مطلب في رفع الصّوت بالذّكر .

(۳) الدّر والرّد:۹/۴۲۴، أوائل كتاب الحظر والإباحة .

(ب) شرعی طریق سے ہندوستان میں جو اعلیٰ، اوسط، ادنیٰ پیشوں کے لحاظ سے نامزد ہو سکتے ہیں، تو ان کے نام کیا کیا ہیں؟ (۲۴۰۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف ـ ب) قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿ وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ الآیة ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۳) اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے تم کو اے بنی آدم! ایک مرد اور ایک عورت یعنی حضرت آدم وحواء علیہما السلام سے پیدا فرما کر قبیلہ اور شعوب کر دیا، تا کہ آپس میں تعارف ہو، بے شک بزرگ تر تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہے، پس اقوام کے باہم فرق اور اختلاف سے ہر ایک شخص اور اس کی قوم دوسری قوم اور اشخاص سے ممتاز ہو جاتے ہیں، اور اہلِ پیشہ جو پیشہ کرتے ہیں وہ اس نام سے موسوم ہو جاتے ہیں، کوئی خیاط ہے کوئی نور باف، کوئی عطار، کوئی بزاز۔ وقس علیہ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ شعر پڑھنا کہ ہنس کے ملنا رام کر لیتا ہے ہر انسان کو: درست ہے

سوال: (۱۸۸۲)

ہنس کے ملنا رام کرلیتا ہے ہر انسان کو ۞ سب سے میٹھا بولنے کی تم کو عادت چاہیے

یہ شعر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں ''رام'' کا لفظ ہے۔ (۲۳۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ''رام'' بہ معنی تابع ہے، اس کے پڑھنے میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

مشاعرہ کا حکم

سوال: (۱۸۸۳)...... (الف) ایک مجلس بنام مشاعرہ منعقد کی جائے جس میں بہت سے شعراء جمع ہو کر ایسے اشعار سنائیں جو خلاف شروع نہ ہوں اگر فی نفسہ مشاعرہ ناجائز ہے تو کیوں؟

(ب) کوئی ایسی غزل یا نظم جس میں زلف وگیسو، وصل وفراق، سوز وگداز، اخبار وکلام، انداز و اغماز کا ذکر ہو، اور لکھنے والے کا خیال اس سے کسی ذات کی طرف نہ ہو محض ایک خیال اور مضمون آرائی مقصود ہو، جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۹۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) جو امر تفاخر کے لیے ہو وہ ناجائز ہے، اسی لیے مشاعرہ اچھا نہیں سمجھا جاتا،

باقی جو نظم خلافِ شرع نہ ہو اس کا سننا سنانا درست ہے کیونکہ نظم بھی ایک کلام ہے: **حسنہ حسن و قبیحه قبیح** (۱)

(ب) یہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کس کو سوال کرنا جائز ہے؟

سوال: (۱۸۸۴) سوال کرنا کس کو جائز ہے؟ مثلاً ایک آدمی کے پاس کچھ نہیں ہے ایک وقت کا بھی کھانے کو نہیں ہے اور قرض دار بھی ہے، اگر بہ وقت سوال کرنے کے یوں کہہ دیوے کہ ہم قرض دار ہیں یا ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں تو دینے والے سائل کو کاذب کہتے ہیں، ایسے موقع پر اگر کچھ فریب و خداع سے کام لے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۶۵۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: سوال کرنا اس کو درست ہے جو محتاج ہو یا مقروض ہو اور کسب نہ کر سکتا ہو، اور قرض کا ادا ہونا دشوار ہو، بغیر ایسی ضرورتِ شدیدہ کے سوال کرنا حرام ہے (۲) واعظوں کو بھی سوال کرنا حرام ہے، مگر جب کہ کوئی مجبوری سخت ہو اور شریعت اجازت دیوے، دھوکا دے کر مال حاصل کرنا حرام ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔ فقط۔ **واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصّواب وإلیه المرجع والمآب.**

جس میں کما کر کھانے کی طاقت ہے اس کو سوال کرنا برا ہے

سوال: (۱۸۸۵) بعضے شریف لوگوں نے سوال کا پیشہ اختیار کیا ہے، اس کے ذریعہ سے اوقات بسر کرتے ہیں، محنت و مزدوری وغیرہ سے عزت میں خلل پیدا ہوتا ہے، اس قسم کے لوگوں کو دینا کیسا ہے؟ جس کو کما کر کھانے کی طاقت ہے اس کو در بہ در سوال کرنا حرام ہے یا نہیں؟

(۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: ذُکر عند رسول الله صلّی الله علیه وسلّم الشعرُ، فقال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: هو کلامٌ فحسنه حسن وقبیحه قبیح، رواه الدّارقطني (مشکاة المصابیح، ص: ۴۱۰-۴۱۱، کتاب الآداب — باب البیان والشّعر، الفصل الثّالث)

(۲) ولایحلّ أن یسأل شیئًا من القوت من لہٗ قوت یومه بالفعل أو بالقوّة کالصّحیح المکتسِب، و یأثم معطیه إن علم بحاله لإعانته علی المحرَّم. (الدّرّالمختار مع الشّامي: ۳/۲۷۶، کتاب الزّکاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلیة)

الجواب: سوال کرنا برا ہے، اوراس کی مذمت احادیث میں وارد ہے(۱) اور جن لوگوں کے لیے سوال حلال ہے ان کا بیان بھی احادیث میں مذکور ہے(۲) پس جس میں وہ شرائط نہ پائی جاویں اس کو سوال کرنا ممنوع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حاجت مند کے لیے کوشش کرنا

سوال: (۱۸۸۶) کوئی شخص زید سے کہے کہ آج فاقہ ہے کچھ دیدو، اور زید کے پاس نہ ہو تو زید کو جب کہ اس شخص کا یقین ہے کہ واقعی فاقہ ہے تو اگر زید دوسروں سے کوشش کر کے اس کو کچھ دلوا دے تو کیسا ہے؟ اور اگر کوشش نہ کرے تو گنہ گار تو نہ ہوگا؟ (۴۵۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: سائل پیشہ والوں کو دینا اس وجہ سے حرام ہے کہ باوجود قوتِ اکتساب وہ کسب نہیں کرتے، یا اغنیاء ومتمول ہوتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے، اور حدیث کا مطلب (۳) یہ ہے کہ وہ سائل پیشہ والا نہ ہو اور غنی معلوم نہ ہو یا گمان غالب ہو کہ اس کو کوئی وجہ سوال کی ایسی پیش آئی ہے جس کی

---

(۱) عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: ما يزال الرّجلُ يسأل النّاس حتّى يأتي يوم القيامة، ليس في وجهه مُزْعةُ لَحْمٍ، الحديث (صحيح البخاري: ۱/ ۱۹۹، كتاب الزّكاة – باب من سأل النّاس تكثُّرًا)

(۲) عن قَبِيْصَة بن مُخارقٍ الهلالي رضي الله عنه قال: تحملتُ حَمالةً، فأتيتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أسأله فيها، فقال: أقم حتّى تأتينا الصّدقة، فنأمر لك بها، قال: ثمّ قال: يا قبيصة! إنّ المسئلة لا تحلّ إلّا لأحدِ ثلاثةٍ:

(۱): رجلٌ تحمَّل حَمالةً، فحلّتْ له المسئلةُ حتّى يصيبها، ثم يُمسِكُ.

(۲): و رجلٌ أصابته جآئحةٌ اجتاحت مالَه، فحلّتْ له المسئلةُ حتّى يُصيب قِوامًا من عيش أو قال: سِدادًا من عيش.

(۳): و رجلٌ أصابته فاقةٌ حتّى يَقُومَ ثلاثةٌ من ذوي الحِجٰى من قومه لقد أصابت فلانًا فاقةٌ، فحلّت له المسئلة حتّى يُصيب قوامًا من عيش أو قال: سِدادًا من عيش، فما سواهنّ من المسئلة ياقبيصةُ! سُحتًا يأكلها صاحبها سُحتًا (الصّحيح لمسلم: ۱/ ۳۳۴، كتاب الزّكاة– باب من تحل له المسئلة)

(۳) حدیث شریف کی تخریج سابقہ جواب کے حاشیہ (۲) میں آ چکی ہے۔

احادیث میں اجازت ہے، اور غیر مکتسب مثل نابینا وغیرہ اگر حاجت مند ہونا ان کا معلوم ہوتو ان کو دینا درست ہے، اور کثیر العیال جن کی آمدنی ان کے عیال کو کافی نہیں ہے ان کو دینا درست ہے، اور اہل فاقہ کو قرض لے کر دینا بھی درست ہے جب کہ اپنے اندر وسعت قرض کے ادا کرنے کی پاتا ہے مگر ضروری نہیں ہے، اور دوسروں سے سعی کر کے کچھ دلوانا ایسے لوگوں کو کار ثواب ہے۔ فقط

جن لوگوں نے سوال کرنے کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے ان کو دینا اور نہ دینے پر ان کا بددعا کرنا

سوال: (۱۸۸۷) جن لوگوں نے باوجود قوّتِ کسب موجود ہونے کے سوال کرنے کا پیشہ اختیار کرلیا ہے ان کو دینا کیسا ہے؟ اور اگر نہ دینے کی وجہ سے بددعا کرے تو کیا حکم ہے؟

(۵۱۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جن لوگوں نے سوال کرنے کا پیشہ کرلیا ہے، اور باوجودیکہ وہ لوگ متمول اور صاحب نصاب وصاحب اموال کثیرہ ہوتے ہیں، اور پھر بھی برابر قصبہ در قصبہ اور دیہات در دیہات سوال کرتے پھرتے ہیں، اور ان میں قوّت کسب کرنے کی بھی ہوتی ہے، مگر محنت وکسب نہیں کرتے ایسے لوگوں کو سوال کرنا حرام ہے اور ان کو دینا بھی ممنوع ہے(۱) ایسے لوگوں کو نہ دینے سے گناہ نہیں ہوتا اور نہ ان کی بددعا کا خوف کرے ان کی بددعا کا کچھ اثر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جن لوگوں سے بے تکلفی ہے ان سے کسی چیز کی فرمائش کرنا

سوال: (۱۸۸۸) جس معلم کی تنخواہ مقرر ہو اس کو طالب علموں سے کوئی چیز لینا درست ہے یا نہیں؟ ان سے اور ان کے والدین سے کسی چیز کی فرمائش کرنا سوال کی وعید میں داخل ہے یا نہیں؟ یا مثلاً اپنے کسی رشتہ دار سے یا شادی شدہ لڑکی اپنے والدین سے یا کوئی اپنے دوست یا غیر سے کسی چیز

(۱) أنّه لایحلّ أن یسئل شیئًا من له قوت یومه بالفعل أو بالقوة کالصّحیح المکتسِب ویأثم معطیه إن علم بحاله لإعانته علی المحرَّم (الشّامي: ۳۹/۳، کتاب الصّلاة، باب الجمعة — مطلب في الصّدقة علی سؤال المسجد)

کی فرمائش کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۵۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: معلم کو طالب علم سے کوئی چیز لینا ممنوع نہیں ہے اور مایحتاج الیہ کا سوال ان لوگوں سے جن سے بے تکلفی ہو جائز ہے، جیسے استاد اپنے شاگرد سے یا برعکس یا اولاد اپنے والدین سے یا برعکس یا دیگر اقرباء سے کوئی چیز طلب کریں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس ضرورت میں خرچ کرنے کے لیے کسی نے رقم دی ہے اس کو دوسری حاجت میں خرچ کرنا

سوال: (۱۸۸۹) زید نے کسی شخص سے سوال کیا کہ میں کانپور سے رامپور تک جانا چاہتا ہوں، اس نے چار آنہ دیا، دوسرے آدمی نے پورا ٹکٹ دلا دیا، وہ چار آنہ دیگر اخراجات میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۲/۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کو وہ چار آنہ اپنے دیگر اخراجات میں لانا درست ہے۔ فقط

برائے جفتی بیل خرید کر چھوڑنا جو زراعت کو نقصان پہنچاتا ہے

سوال: (۱۸۹۰) اکثر لوگ ایک بیل برائے جفتیٔ گاؤ مادہ خرید کر چھوڑنا چاہتے ہیں، جس سے زراعت کو نقصان پہنچے گا، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۳۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بیل کو خرید کر اس طرح چھوڑ دینا کہ وہ لوگوں کی کھیتی کھاوے اور نقصان کرے درست نہیں ہے۔ ضرر رسانی مخلوق کی حرام ہے، پس جو فعل مشتمل ہوگا ضرر رسانی کو یا وہ فعل مفضی ہوگا ضرر مخلوق کی طرف، ایسے فعل کا اپنے اختیار سے کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

والیٔ ریاست کا چرائی کی اجرت وصول کرنا

سوال: (۱۸۹۱) ایک ریاست میں مدت سے یہ قاعدہ ہے کہ جس کسی کا جانور ریاست کے جنگل میں چرے، تو مالک جانور ریاست کو چرائی ادا کرے، اس پر برابر عمل ہوتا رہا، اب والیٔ

ریاست نے چرائی دو چند کردی، تو بہ وجہ اضافہ کے لوگوں نے جانور چھپانے شروع کردیے، مثلاً جس کے بیس تھے اس نے دس یا پندرہ لکھوائے، اور اسی کے موافق چرائی ادا کی، یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اور متفق ہوکر ریاست پر سرکار میں دعویٰ کرنا اور کمی کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۹۶۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: چونکہ جنگل کی گھاس مباحات عامہ میں سے ہے، اس لیے اجرت اور محصول لینا اس پر درست نہیں ہے (۱) اور محصول مقرر کرنا اصحابِ مواشی پر ظلم ہوا، پس مالکان جانور اگر اخفاء کرلیں تو یہ فعل ان کا جائز ہے، اور کمی کی درخواست کرنا درست ہے، کیونکہ ظلم میں جس قدر تخفیف ہوجاوے اچھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنی زمین کی گھاس کاٹنے اور چرانے سے دوسروں کو روکنا

سوال: (۱۸۹۲) زید کے پاس زراعت کے قابل ایک زمین ہے، جس کو زید کاشت نہیں کراتا ہے، بلکہ اس کو دیوار سے محیط کرلیا ہے، اور اپنے مویشی کو گھاس چراتا ہے، لیکن گھاس کی نہ تخم ریزی زید نے کی ہے نہ آب پاشی کی ہے، خودرو ہوتی ہے، البتہ اگر زمین میں جنس کاشت کراتا تو ضرور فائدہ زیادہ ہوتا، آیا ایسی حالت میں لوگوں کو مویشی چرانے سے زید کو روکنے کا حقِ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (۱۷۰۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شامی میں ہے: **ومعنی الشّركة في النّار: الاصطلاء بها وتجفيف الثّياب إلخ، وفي الكلأ: الاحتشاش، ولوفي أرض مملوكة، غير أن لصاحب الأرض المنع من دخوله ولغيره أن يقول: إن لي في أرضك حقًا، فإمّا أن تُوصِلَني إليه أوتَحُشّه أوتستقِيَ و تدفَعَه لي وصار كثوب رجل وقع في دار رجل، إما أن يأذن للمالك في دخوله ليأخذه و**

---

(۱) والمراعي أي الكلأ و إجارتها أمّا بطلان بيعها فلعدم الملك لحديث: النّاس شركاء في ثلاث: في الماء والكلأ والنّار، و أمّا بطلان إجارتها فلأنّها على استهلاك عين، ابن كمال. وهذا إذا نبت بنفسه، وإن أنبته بسقي وتربية ملكه، وجاز بيعه. (الدّر مع الرّد: ۷/۱۸۸-۱۸۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، قبيل مطلب صاحب البئر لا يملك الماء)

إمّا أن یخرجه إلیه إلخ (۱) (۴/۱۱۰) حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ زید اس زمین کی خودرو گھاس کو روک نہیں سکتا، کیونکہ ازروئے حدیث شریف: المسلمون شرکاء في ثلاث (۲) اس گھاس میں سب کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۸۹۳) کوئی شخص اپنی زمین سے نہ گھاس کاٹنے دے نہ کھودنے دے بلکہ اپنے گھوڑوں وغیرہ کو کھلاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۱۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: منع کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ اس گھاس میں ہر ایک کا حق ہے۔ لحدیث: النّاس شرکاء في ثلاثٍ الحدیث (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہندو کھٹیک سے زندہ جانور نہ خریدنے پر مجبور کرنا

سوال: (۱۸۹۴) قصاب یا اور کسی مسلمان کو اس پر مجبور کرنا اور آپس میں یہ عہد و پیمان کرنا کہ ہندو کھٹیک سے زندہ جانور نہ خریدا جاوے، جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۴۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: چونکہ کھٹیک (۳) سے زندہ جانور خریدنا جائز ہے، اس لیے کسی مسلمان قصاب وغیرہ کو اس پر مجبور کرنا کہ کھٹیکوں سے زندہ جانور بھی نہ خریدے ظلم ہے، لہٰذا ایسا معاہدہ شرعاً درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زہر کھلا کر پڑوسی کے مرغ کو مارنا درست نہیں

سوال: (۱۸۹۵) ایک ہم سایہ مرغ بہت پالتا ہے، کھانے کو نہیں دیتا، پاخانہ کھاتا ہے، راستہ وغیرہ کو ناپاک کرتا ہے، کسی چیز میں زہر ملا کر مرغ کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۷۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایسا نہ کرنا چاہیے، یہ حرام ہے، اور معصیت ہے، اور سخت ظلم ہے۔ فقط واللہ اعلم

---

(۱) الشّامي: ۷/۱۸۹، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب: صاحب البئر لایملك الماء

(۲) عن ابن عباس رضي اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم: المسلمون شرکاء في ثلاث: في الماء والکلأ والنّار رواہ أبوداؤد وابن ماجة. (مشکاة المصابیح، ص: ۲۵۹، کتاب البیوع، باب إحیاء الموات والشِّرب، الفصل الثّاني)

(۳) کھٹیک: ہندوؤں کی ایک قوم جس کا پیشہ عموماً ہر قسم کے جانور پالنے اور رکھنے کا ہے۔ (فیروز اللغات)

چھپکلی کو مارنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۸۹۶) چھپکلی کا مارنا کیسا ہے؟ (۶۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مارنا اچھا ہے اور ثواب ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جوؤں کو آگ میں ڈالنا

سوال: (۱۸۹۷) جوؤں کو آگ میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۶۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نہیں چاہیے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چچڑی کو آگ میں جلانا

سوال: (۱۸۹۸) چچڑی (۳) کو آگ میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۶۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: چچڑی کو آگ میں جلانا مکروہ ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن عامر بن سعد عن أبيه رضي الله تعالیٰ عنه أنّ النّبيّ صلّی الله عليه وسلّم أمر بقتل الوَزَغِ و سماه فُوَيسِقًا .

و عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلّی الله عليه وسلّم : من قتل وَزَغَةً في أوّل ضربةٍ، فَله كذا وكذا حسنةٌ، ومن قتلها في الضّربة الثّانية فله كذا وكذا حسنة لدُون الأولیٰ، وإن قتلها في الضّربة الثّالثة فله كذا و كذا حسنة لدون الثّانية (الصّحيح لمسلم : ۲/۲۳۶، كتاب قتل الحيات وغيرها، باب استحباب قتل الوَزَغِ)

(۲) و جاز قتل ما يضر منها ككلب عقور و هرة تضر و يذبحها أي الهرة ذبحًا و لا يضربها لأنه لايفيد ولايحرقها، وفي المبتغي: يكره إحراق جراد وقمل وعقرب. وفي الشّامي: قوله: يكره إحراق جراد أي تحريمًا، ومثل القمل البرغوث ومثل العقرب الحية (الدّرّ والرّد: ۱۰/۴۰۰، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتّیٰ)

(۳) چچڑی: خون پینے والا کیڑا جو اکثر کتے، بکری، گائے، بھینس کے جسم سے چمٹا رہتا ہے۔ (فیروز اللغات)

نقصان دہ بلی کو مارنا درست ہے

سوال: (۱۸۹۹) بلی اگر نقصان کرے تو اس کو جان سے مارنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۵/۱۷۷۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وجاز قتل ما يضرّ منها ككلب عقور وهرّة تضرّ ويذبحها أي الهرّة ذبحًا ولا يضرب بها إلخ** (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلی نقصان کرے اس کا قتل کرنا درست ہے، مگر اس کو ذبح کردے، لکڑی وغیرہ سے مارے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضرر رساں ٹڈی کو آگ میں جلانا

سوال: (۱۹۰۰) ٹڈی چوں کہ زراعت کا نقصان کرتی ہے، اس لیے اس کو جلانا کیسا ہے؟

(۱۳۳۳-۳۲/۱۲۳۱ھ)

الجواب: آگ میں جلانا درست نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ریشم کے کیڑے کو بھاپ دے کر مارنا

سوال: (۱۹۰۱) آبریشم کے خول سے آبریشم نہیں نکل سکتا تاوقتیکہ اس خول کو جس کے اندر زندہ کیڑا ہوتا ہے کھولتے پانی کی بھاپ نہ دیں، پس ان کیڑوں کو مذکورہ طریقہ سے مار کر ریشم حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۱۶۳ھ)

الجواب: بہ صورت مذکورہ بہ غرض حصول ریشم فعل مذکور درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضرر رساں بندر کو مارنا درست ہے

سوال: (۱۹۰۲) بندر جو زراعت اور میوہ جات کو نقصان کثیر پہنچاتا ہے اس کا مار ڈالنا جائز

(۱) الدّرّالمختار مع الرّد: ۱۰/۴۰۰، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتّٰى.

(۲) يكره إحراق جراد. (شامي: ۱۰/۴۰۰، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتّٰى)

ہے یا نہیں؟ (۲۰۵۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس کا مارنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تکلیف پہنچانے والے کتے کو مارنا جائز ہے

سوال: (۱۹۰۳) ایک کتا سخت تکلیف پہنچاتا ہے اور مسلمانوں کی چیز وغیرہ سب توڑ پھوڑ دیتا ہے اس کا مارڈالنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۴۸۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کمزور گھوڑے کو تکلیف سے بچانے کے لیے ذبح کرنا

سوال: (۱۹۰۴) گھوڑا ضعیف قابل سواری نہیں، اس کا حال نہایت نازک ہے، بیٹھ کر اٹھ نہیں سکتا، کیا شرع شریف اجازت دیتی ہے کہ اس کو ذبح کر کے دفن کر دیا جائے، اور چمڑا ابھی کارآمد نہیں ہے۔ (۲۱۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ذبح کسی جانور کا بلا کسی نفع اور فائدہ کے اچھا نہیں ہے، لہٰذا گھوڑے مذکور کو ذبح نہ کیا جائے، البتہ جس وقت آثار موت کے اس پر معلوم ہونے لگیں اس وقت ذبح کر دینے میں مضائقہ نہیں ہے بہ غرض تخفیفِ الم کے **وفي الدّرّ المختار: والأولى ذبح الكلب إذا أخذته حرارة الموت ، قوله: والأولى إلخ ، لما فيه من تخفيف الألم عنه قال ط: والتقييد بالكلب ليس له مفهوم** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکھی مارنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۰۵) مکھی موذی ہے یا نہیں؟ اور مارنا اس کا درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۳۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مکھی خبائث میں سے ہے، لیکن بہ وجہ نہ ہونے دم سائل کے ناپاک نہیں ہے، اور مارنا اس کا اگر کسی وجہ اور ضرورت سے ہو تو درست ہے، مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر مکھی سالن

(۱) الدّر والرّدّ: ۱۰/۶۰، کتاب الصّید .

میں گر جاوے تو اس کو ڈبو کر نکال دو(۱) تو ظاہر ہے کہ اس سے وہ مر جاتی ہے، سو یہ درست ہے۔

جو لوگ جمعیت اصلاح المسلمین کی مخالفت کرتے ہیں ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا

سوال: (۱۹۰۶) مقام ''پرتواڑہ'' میں ہر طبقہ اور فرقہ کے مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنے اور ان پر جو ہندوانی رنگ چڑھ گیا ہے اسے دور کرنے کے لیے **جمعیت اصلاح المسلمین** قائم ہوئی ہے، بعض لوگ جمعیت اور اس کی اغراض کی مخالفت کرتے ہیں، اس صورت میں ارکان جمعیت کو ان کے مخالفوں کا تنگ کرنا، اور ان سے مقاطعہ کر کے طرح طرح کی اذیتیں دینا، انہیں نجدی وہابی کہنا کیسا ہے؟ ان کا جنازہ نہ پڑھنا، نہ اٹھانا کیسا ہے؟ (۱۳۴۰/۱۴۷۵ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **صلّوا خلف كلّ برّ وفاجر (الحديث)**(۲) یعنی ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو، اور ہر ایک کے جنازہ کی نماز پڑھو، پس ہر ایک مسلمان کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے، سوائے ان کے جن کو فقہا نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ جیسے باغی وغیرہ(۳) اور اتفاق

---

(۱) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال : في أحد جناحَي الذّباب سم وفي الآخر شفاء ، فإذا وقع في الطعام فامقلوه فيه ، فإنه يقدم السم ويؤخر الشّفاء (سنن ابن ماجة : ص:۲۵۰، أبواب الطبّ، الذباب يقع في الإناء)

وعن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: إذا وقع الذباب في إناء أحدكم فليغمسه كلّه، ثمّ ليطرحه، فإن في أحد جناحيه شفاءً وفي الآخر داءً (صحيح البخاري: ۸۶۰/۲، كتاب الطّب، باب إذا وقع الذّباب في الإناء)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال : صلّوا خلف كلّ برّ و فاجر وصلّوا علىٰ كلّ برّ وفاجر، وجاهدوا مع كل برّ وفاجر (سنن الدّار قطني: ۱۸۵/۱، كتاب الصّلاة ، باب صفة من تجوز الصّلاة معه والصّلاة عليه، المطبوعة: المطبع الأنصاري الواقع في الدّهلي)

(۳) وهي فرض على كلّ مسلم مات خلا أربعة : بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلّى عليهم .... وكذا أهل عصبة ومكابر في مصرٍ ليلاً وخناق (الدّر) وفي الشّامي: و إنّما لم يغسلوا ولم يصل عليهم إهانةً لهم و زجرًا لغيرهم عن فعلهم (الدر والرّد: ۱۰۱/۳، كتاب الصّلاة ، باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصّبي)

باہمی مسلمانوں میں بہت ضروری اور اہم ہے، اتفاق کی تعریف اور نا اتفاقی کی مذمت اور مفاسد میں آیات واحادیث کثیرہ وارد ہیں۔قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلاَ تَفَرَّقُوْا الآیۃ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۱۰۳) وقال تعالیٰ: ﴿وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ﴾ (سورۂ انفال، آیت:۱) اور فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخْوَیْکُمْ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۰) اسی طرح احادیث کثیرہ میں یہ مضامین وارد ہیں(۱) پس مسلمانوں کو باہمی اتفاق کرنا چاہیے، اور نا اتفاقی سے بچنا چاہیے، اور جس فریق میں جو زیادتی اور بے عنوانی ہو اس کو دور کرنا چاہیے، اور جو کوئی اچھی بات کہے اور اصلاح کرے اس کی موافقت کرنی چاہیے اور اس کی امداد کرنی چاہیے۔فقط

ڈسٹرک بورڈ کا مساجد کے ائمہ اور مؤذن حضرات کو کمینوں کی فہرست میں داخل کرنا

سوال: (۱۹۰۷) ڈسٹرکٹ بورڈ نے اپنی تجویز میں مسجد کے مُلّا یا امام کو کمینوں کی فہرست میں داخل کیا ہے، اس بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ (۱۶۵/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: واقعی امام ومؤذن کو کمینوں کی فہرست میں داخل کرنا سخت ظلم ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے، اور اہل اسلام کو اس میں سعی کرنی چاہیے، امام شرعاً وعرفاً معظم ومکرم سمجھا جاتا ہے، فقہاءؒ

---

(۱) عن أبي الدّرداء رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم : ألا أخبرکم بأفضل من درجة الصّیام والصّلاة والصّدقة ؟ قالوا: بلٰی یا رسول اللّٰه! قال: إصلاح ذات البین، وفساد ذات البین الحالقة(أبو داوٗد، ص:۶۷۳،کتاب الأدب، باب في إصلاح ذات البین)

وعن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا و کونوا عباد اللّٰه إخوانا الحدیث (الصّحیح لمسلم: ۲/ ۳۱۵، کتاب البرّ والأدب والصّلة، باب تحریم التّحاسد والتّباغض والتّدابر)

وعن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم : لا تحاسدوا ولا تناجسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا .... وکونوا عباداللّٰه إخوانا، المسلم أخوالمسلم، لایظلمه ولایخذله ولایحقره،التّقوی ھٰهناویشیر إلی صدرہٖ ثلاث مرارٍ، بحسب امرء من الشّرّ أن یحقر أخاہ المسلم، کلّ المسلم علی المسلم حرام : دمه وماله وعرضه (الصّحیح لمسلم: ۲/ ۳۱۷، کتاب البرّ والأدب والصّلة، باب تحریم ظلم المسلم وخذلهٖ واحتقارہٖ إلخ)

نے جہاں فاسق کو امام بنانا مکروہ لکھا ہے وہاں یہی وجہ لکھی ہے کہ امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے، اور فاسق کی تعظیم حرام ہے، شامی میں ہے: **و بأن في تقديمه للإمامة تعظيمه إلخ** (۱) پس جس عہدہ کو شریعت میں معظم ومکرم سمجھا گیا ہے اس کو حقیر کہنا اور حقیر سمجھنا سخت ظلم ہے، اور اسی طرح اذان کہنے کے فضائل احادیث میں وارد ہیں (۲) درمختار میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ سفر میں خود اذان کہی، اور خود تکبیر کہی، اور خود امام ہوئے، اس لیے صاحب درمختار کہتے ہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام ہی اذان کہے، **إنّ الأفضل كون الإمام هو المؤذن إلخ** (۳) پس معلوم ہوا کہ مؤذن و امام دونوں عنداللہ معظم ومکرم ہیں، اس لیے کسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ ان کو کمینوں کی فہرست میں داخل کیا جاوے، اس کی اصلاح ضروری ہے، اور کمینوں کی فہرست سے ان کو نکالنا لازم ہے، حکام بورڈ کو اس پر متنبہ کیا جاوے، اور اس کی اصلاح کرائی جاوے۔ **وما توفيقي إلّا بالله. فقط**

نوکر کا مالک کے درخت کے بارے میں غلط دعوی کرنا

سوال: (۱۹۰۸) زید کے والد نے اپنی حیات میں اپنی اولاد اور جائداد کا کل انتظام خالد کے سپرد کردیا، زید کے والد کے انتقال کے بعد خالد نے زید کو تعلیم کے لیے وطن سے باہر بھیج دیا، اور مختار کل ہوکر گھر کا انتظام نہایت خوبی سے انجام دیتا رہا، پھر خالد نے اپنے ایک رشتہ دار بکر کو بہ ضرورت

(۱) الشّامي: ۲/۲۵۵، كتاب الصّلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد .

(۲) عن طلحة بن يحيٰ عن عمّه قال : كنت عند معاوية بن أبي سفيان فجاءه المؤذن يدعوه إلى الصّلاة ، فقال معاوية : سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: المؤذنون أطول النّاس أعناقًا يوم القيامة (الصّحيح لمسلم: ۱/۱۶۷، كتاب الصّلاة، باب فضل الأذان وهرب الشّيطان عند سماعه)

وعن عبدالرّحمان بن عبدالله بن عبدالرّحمان بن أبي صعصعة الأنصاري ثمّ المازني عن أبيه أنّه أخبره أن أبا سعيد الخدري قال له: إنّي أراك تحب الغنم والبادية، فإذا كنت في غنمك أو باديتك فأذنت للصّلاة فارفع صوتك بالنّداء ، فإنّه لا يسمع مدى صوت المؤذن جن ولا إنس ولا شيء إلا شهد له يوم القيامة، قال أبوسعيد سمعته من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم (صحيح البخاري: ۱/۸۶، كتاب الأذان، باب رفع الصّوت بالبناء)

(۳) الشّامي: ۲/۵۰، كتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب في أوّل من بنى المنائر للأذان .

کھانے کپڑے پر رکھ لیا، اور وہ زیر نگرانی خالد کام کرتا رہا، اور زید کے یہاں رہنے لگا، زید کے مکان کے اندر ایک درخت املی کا لگا ہوا تھا، بکر نے اس کو وہاں سے کھدوا کر باہر دروازہ پر لگا دیا، چند روز کے بعد بکر زید کے گھر سے قطع تعلق کر کے چلا گیا، درخت کی نگہداشت خالد برابر کرتا رہا، درخت تیار ہوا، اس کے پھل بھی برابر زید تصرف میں لیتا رہا، بعد انتقال خالد کے بکر نے اپنا دعوی اس طرح ثابت کرنا چاہا کہ زید کے گھر میں کچھ درخت خودرو لگے تھے، مزدوران کو کاٹ رہا تھا میں نے یہ درخت وہاں سے کھود کر باہر اپنے لیے لگا دیا تھا، اگر میں اس کو کھود کر باہر نہ لگاتا تو مزدور اس کو بھی کاٹ کر باہر پھینک دیتا، لہٰذا یہ درخت میرا ہے، اس صورت میں شرعاً یہ درخت زید کا ہے یا بکر کا؟

(۹۱۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ درخت زید کا ہے اور زید کی ملک ہے، اور بکر کو خود تسلیم ہے کہ یہ درخت زید کے مکان میں تھا، میں نے اس کو وہاں سے اٹھا کر زید کے دروازہ پر لگا دیا، تو ظاہر ہے کہ وہی درخت نشو و نما پا کر بڑا ہوا ہے، اور وہ دراصل زید کے مکان میں تھا، اور زید کی ملک تھا، پس بکر کی ملکیت اس میں کسی وجہ سے نہیں ہوسکتی، اور دعوی اس کا غلط اور باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باپ نے بیٹے کی زمین میں جو پیڑ لگائے ہیں ان کا مالک کون ہے؟

سوال: (۱۹۰۹) زید باپ ہے اور عمر بیٹا ہے، عمر نے ایک قطعہ اراضی خرید کیا، بہ وجہ تعلق فرزندی و پدری کے زید اس زمین پر نشست و برخاست کرتا ہے، اور اسی زمین پر زید نے سایہ کی غرض سے درخت بیر وغیرہ لگائے، جب درخت سایہ دار ہوگئے، اب عمران درختوں کو اپنا کہتا ہے، اور ان درختوں کی گری ہوئی لکڑی کو اور کاٹ کر عمر لے لیتا ہے، زید کو کسی چیز سے مطلق منتفع نہیں ہونے دیتا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ اور الشّجر لمن غرس کے کیا معنی ہیں؟ اور یہ درخت عمر کے ہیں یا زید کے؟ (۲۲۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ درخت ملک میں عمر کے ہیں، کیونکہ درخت صاحب زمین کا ہوتا ہے، البتہ عمر کو باپ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا سخت مذموم شرعاً و عرفاً ہے۔ الشّجر لمن غرس اس وقت ہے کہ اپنی

زمین میں ہو، کیونکہ صحیح حدیث شریف میں ہے: **لیس لعرق ظالم حق**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو جو مکان رہائش کے لیے دیا اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۱۹۱۰) شیخ الٰہی بخش مرحوم نے اپنے برادر حقیقی شیخ رحیم بخش کو ایک حقیت مسکونہ پر اپنی اجازت سے آباد کیا، اب تیسری پشت شیخ رحیم بخش مرحوم کی اسی حقیت مسکونہ پر مالکانہ طور سے قابض ہے، جس کو عرصہ ۴۳ سال کا ہو گیا، قابضان مذکور کو اختیار بیع و رہن کا شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ اور شیخ الٰہی بخش کے پوتے اس حقیت کو اپنی ملک بتلاتے ہیں، حالانکہ اس حقیت پر نہ ان کا قبضہ ہے اور نہ ان کے والد کا قبضہ ہوا؟ (۲۴۸۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قابضان مذکور کو اختیار بیع و رہن کا حاصل نہیں ہے اور وہ مالک اس حقیت مسکونہ کے نہیں ہیں، مالک ان کے شیخ الٰہی بخش مرحوم کے پوتے ہیں، ان کا اور ان کے والد کا قبضہ نہ ہونے سے ان کی ملک زائل نہیں ہوئی، کتب فقہ میں تصریح ہے: **إنّ الحقّ لا يسقط بتقادم الزّمان** (۲) اور درمختار میں ہے: **لا لو قال: هبة سكنیٰ أو سكنیٰ هبة بل تكون عارية أخذًا بالمتيقن إلخ**(۳)

جو روپیہ مرد نے عورت کو نکاح کی وجہ سے دیا تھا اور عورت نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تو مرد وہ روپیہ واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۱۱) ایک عورت نے ایک مرد سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ میں تمہارے ساتھ نکاح کروں گی، اسی وجہ سے مرد نے اس کو بہت سا روپیہ دیا تھا، آٹھ سال کے بعد عورت نے نکاح

---

(۱) عن سعيد بن زيد رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم أنّه قال: من أحي أرضا ميتة فهي له وليس لعرق ظالم حقّ رواه أحمد والتّرمذي و أبوداوٗد (مشكاة المصابيح، ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثّاني)

(۲) الشّامي: ۱۰/ ۳۸۸، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتّٰی .

(۳) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۸/ ۴۲۶، كتاب الهبة .

کرنے سے انکار کردیا، عورت نے وہ روپیہ کچھ مسجد کی مرمت کے واسطے اور کچھ خیرات کے واسطے دے دیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ مرد اپنا روپیہ لے سکتا ہے یا نہ؟ (۲۱۲۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جب کہ عورت نے نکاح اس سے نہیں کیا تو جو روپیہ مرد نے نکاح کی وجہ سے دیا تھا اس کو واپس لے سکتا ہے، اور اگر وہ واپس نہ لے اور عورت کو اجازت خرچ کرنے کی دے دے تو خرچ کرنا درست ہے، اور تعمیر مسجد میں لگانا یا خیرات کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سرکار کی طرف سے ملی ہوئی زمین سرکار نے ضبط کرکے دوسرے کو دے دی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۱۲) ابراہیم کو ایک قطعہ زمین من جانب سرکار ملی تھی، ابراہیم کہیں چلا گیا، سرکار نے وہ زمین ضبط کرلی، بعدہ اس کے چچاؤں کو عرضی دینے پر مل گئی، جب ابراہیم واپس آیا تو اس نے دیوانی میں دعوی کیا، باہم یہ فیصلہ ہوگیا کہ زمین کے تین حصہ کرکے ایک حصہ ابراہیم کو ملا اور دو حصہ ہر دو چچا نے لے لیے، ایک چچا نے اپنی کچھ زمین فروخت کردی، یہ زمین ابراہیم کو مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور ضبطی صحیح ہوگئی تھی یا نہیں؟ اور بعد صلح کے ابراہیم اپنے حصہ کا مالک ہوگیا یا نہ؟ (۲۹۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ضبطی صحیح ہوگئی تھی، اور پھر بعد صلح کے ابراہیم مالک اپنے حصہ کا ہوگیا، اور فروخت شدہ زمین پر ابراہیم کا خاص حق نہ رہا، اگر وہ شفیع ہو تو بہ حق شفعہ لے سکتا ہے اگر شرائط موجود ہوں۔

تقسیم جائداد سے پہلے بھائی کی شادی میں جتنا روپیہ خرچ ہوا ہے اس کا مطالبہ کرنا

سوال: (۱۹۱۳) ایک شخص کے دو لڑکے ہیں، دونوں کی شادی ہوگئی، ایک لڑکے کی شادی میں تقریبًا چار سو روپیہ صرف ہوا، اور دوسرے کی شادی میں کچھ خرچ نہیں ہوا، یہ کہتا ہے کہ تقسیم جائداد سے پہلے بھائی کی شادی میں جتنا روپیہ خرچ شدہ ہے دیا جائے، پھر جائداد کو نصف نصف کی جائے ورنہ مجھ پر ظلم ہوتا ہے؟ (۶۲۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: شرعاً اس صورت میں اس لڑکے کو جس کی شادی میں کچھ خرچ نہیں ہوا یا کم ہوا یہ حق نہیں ہے کہ وہ باپ سے اس رقم کا مطالبہ کرے جو دوسرے پسر کی شادی میں خرچ ہوئے ہیں، اور اگر باپ وہ رقم اس کو نہ دے تو یہ ظلم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر کی ملکیت پر بیوی کے والدین کا قبضہ کرنا

سوال: (۱۹۱۴) زید کی بیوی اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھ گئی ہے، زید کی ملکیت زیورات مکان وغیرہ پر اس کی والدہ اور سوتیلا باپ قابض ہوگئے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ زید اپنا قبضہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۰۴۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: زید کی حیات میں اس کی منکوحہ کے والدین واقرباء کو کچھ حق نہیں ہے کہ زید کے مکان اور زید کے مملوکہ زیور وغیرہ پر قبضہ کریں، اور اس میں تصرف مالکانہ کریں، اور زید ان کے قبضہ کو اٹھا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر نے جو مرغی خرید کر بیوی کو دی اس کی آمدنی کا مالک کون ہے؟

سوال: (۱۹۱۵) ایک شخص نے اپنے داموں سے مرغی خرید کر اپنی بیوی کو لا کر دی، اور خوراک مرغی کی خاوند کے پیسہ سے کھلائی گئی، پھر مرغی کے بچے نکلوائے گئے، کچھ انڈوں کی فروختگی سے اور کچھ مرغیوں کی فروختگی سے اس کی بیوی نے مبلغ دوسو روپیہ جمع کیے، خاوند نے اس پر اپنا قبضہ کرلیا، اس کی بیوی کہتی ہے کہ یہ روپیہ مجھ کو دے دے، یہ میری محنت کا ہے، اس میں تیرا کچھ حق نہیں ہے، شرعاً یہ کس کا حق ہے؟ (۱۶۴۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ روپیہ خاوند کا حق ہے، البتہ اگر وہ اپنی زوجہ کو دے دے تو یہ جائز ہے۔ فقط

كتاب الرّهن

رہن کا بیان

رہن کا جواز قرآن سے ثابت ہے

سوال: (۱) آیت ﴿فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۸۳) سے رہن رکھنا زمین کا جائز ثابت ہوتا ہے یا نا جائز؟ (۱۹۰۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: رہن رکھنا زمین کا درست ہے، اس میں کسی کو کچھ خلاف نہیں ہے، البتہ نفع اٹھانا زمین مرہونہ سے مرتہن کو حرام ہے، بہ سبب اس حدیث شریف کے **كلّ قرض جرّ نفعًا فهو ربا** (۱) **أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم.** آیت میں صرف یہ ذکر ہے کہ دَین کے وثوق کے لیے رہن رکھ لینا مقروض کی زمین وغیرہ کا درست ہے مگر نفع کا جائز ہونا اس آیت میں مذکور نہیں ہے، اور

---

(۱) عن عُمارة الهمداني: سمعتُ عليّا رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: كل قرضٍ جرّ منفعة فهو ربا (للحارث) المطالب العالية بزوائد المسانيد الثّمانية: ۱/۴۱۱، حديث: ۱۳۷۳. وفيه سوار بن مصعب متروك الحديث، ضعفه البوصيري، وقال: له شاهد من حديث نضلة بن عبيد، رواه الحاكم وعنه البيهقي (من هامش المطالب العالية) وفي فتح القدير: ۶/۳۵۵، كتاب الحوالة، عند قول صاحب الهداية: ويكره السفاتج. وعن الحكم عن إبراهيم قال: كلّ قرض جرّ منفعة فهو ربا (مصنّف ابن أبي شيبة: ۴/۳۳۳، كتاب البيوع والأقضية، باب من كره كل قرض جرّ منفعة، المطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

حدیث شریف سے حرمت نفع اٹھانے کی معلوم ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲) بکر کے ذمے زید کا قرضہ ہے، زید اطمینان کے لیے بکر کا مکان بہ عوض روپیہ کے رہن لینا چاہتا ہے، مگر مکان مرہونہ سے کسی قسم کے نفع اٹھانے کا خواست گار ہرگز نہیں، یہ رہن جائز ہے یا نہ؟ (۱۲۰۱/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس طرح رہن لینا مکان کا درست ہے، رہن دینا لینا شریعت میں ممنوع نہیں ہے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ الآية﴾ بلکہ نفع اٹھانا مرتہن کو رہن سے ممنوع ہے جب کہ رہن سے کچھ نفع نہ اٹھایا جاوے تو اس کے جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رہن کے بارے میں ایک حدیث اور اس کا مطلب

سوال: (۳) زید انتفاع الرہن مطابق مفہوم عام حدیث بخاری الظّهر يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إذا كان مرهونًا، ولبن الدَّر يُشْرَب بِنَفَقَتِهِ إذا كان مرهونًا الحديث (۱) کے زمین اور مکان وغیرہ میں بھی جائز کہتا ہے، اور بکر مفہوم حدیث کو صرف رکب اور در میں مخصوص کر کے ناجائز کہتا ہے، پس ان دونوں صورتوں میں کس کا قول مرجح ہے اور بکر کے قول یعنی خصوصیت پر کیا دلیل شرعی ہے؟ اس کا بیان ادلۂ شرعیہ سے ارشاد فرمایا جاوے۔ (۱۹۰۲/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک مرتہن کو نفع اٹھانا رہن سے مطلقًا على القول الصّحيح ناجائز ہے۔ لأنّ كلّ قرض جر نفعًا فهو ربا (۲) زید اور بکر دونوں کا قول صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث کی تاویل عند الحنفیہ یہ ہے کہ ''ب'' سببیت کی ہے یا منسوخ ہے۔ كما قال السّيّد في حاشية المشكاة قوله: الظّهر يركب بنفقة الظّهر إلخ. والجمهور على أنّ منافع المرهون للرّاهن والنّفقة عليه. قالوا: والحديث منسوخ بآية الرّبا فإنّه يلزم انتفاع المرتهن لأجل دينه وكلّ قرض

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: الظّهر يركب بنفقته الحديث (صحيح البخاري: ۱/۳۴۱، كتاب الرّهن، بابٌ: الرّهن مركوبٌ ومحلوبٌ)

(۲) اس حدیث کی تخریج کتاب الرہن کے پہلے سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

جرّ نفعًا فهو حرام . وقيل الأولٰى أن يقال: ليس الباء للبدلية بل للمعية أي الظّهر يركب وينفق عليه فلا يمنع الرّهن الرّاهن عن الانتفاع بالمرهون ولايسقط عنه الإنفاق (أي يركبه الرّاهن وينفق عليه)(۱) كما يدلّ عليه الحديث الآتي (حاشية سيّد على المشكاة) والحديث الآتي: لا يَغلَق الرَّهنُ الرَّهنَ (أي المرهون) من صاحبه الّذى رَهَنَه له غُنْمُه و عليه غرمه رواه الشّافعي مرسلاً ورُوى مثله أومثل معناه لايخالف عنه عن أبي هريرة رضي الله عنه متّصلاً(مشكاة شريف، ص:۲۴۰)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)اس حدیث کی واضح شرح تحفۃ الالمعی میں ہے:

حدیث:(۱۲۳۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سواری کا جانور: اس پر سواری کی جائے جب وہ گروی رکھا گیا ہو اور دودھ والے جانور کا دودھ پیا جائے جب وہ گروی رکھا گیا ہو اور جو سواری کرے اور دودھ پیئے اس پر ان کا چارہ پانی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں نبی ﷺ نے شئ مرہون سے انتفاع کی اجازت دی ہے اور یہ امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل ہے، دیگر ائمہ فرماتے ہیں: یہ حدیث مسئلۂ باب سے متعلق نہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چوں کہ شئ مرہون کے بقاء کے خرچے راہن کے ذمے ہوتے ہیں کیوں کہ وہی اس کا مالک ہے اور حفاظت مرتہن کے ذمے ہوتی ہے، اور اگر گھوڑا سواری کا ہے تو اس کو کرایہ پر اٹھانا اور مرہون جانور کا دودھ بیچنا مرتہن کے ذمے ہے، اور جو آمدنی ہو وہ رہن میں شامل ہوتی ہے مگر سادہ معاشرہ میں توسع ہوتا ہے، پائی پائی کا حساب نہیں ہوتا، نیز دیہات میں جانور کرایہ پر اٹھانا اور دودھ بیچنا دشوار ہے اور راہن کے لیے صبح وشام جانور کا چارہ مرتہن کے گھر پہنچانا اور اس کی دیکھ بھال کرنا بھی دشوار ہے اس لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مرتہن ہی جانور کا خرچہ اٹھائے اور بدلے میں اس پر سواری کرے اور اس کا دودھ پیئے، پس یہ گروی سے فائدہ اٹھانا نہیں بلکہ خرچ کرنے کا لم سم بدلا ہے، اور دلیل اسی حدیث کے وہ الفاظ ہیں جو بخاری (حدیث:۲۵۱۲) میں ہیں: **أَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، ولبنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَب النَّفقةُ:** اس حدیث میں **بِنَفْقَتِهٖ** کا مطلب وہی ہے جو جمہور نے بیان کیا ہے کہ یہ انتفاع بہ عوض مصارف ہے، مرہون سے فائدہ اٹھانا نہیں ہے۔

(تحفة الألمعي: ۴/۱۷۷، أبواب البيوع، باب ما جاء في الانتفاع بالرّهن)

(۲) مشكاة المصابيح، ص:۲۵۰، كتاب البيوع، باب السّلم والرّهن، و رقم الحاشية : ۸۔

زمین ومکان رہن رکھنا جائز ہے

سوال: (۴) زمین ومکان رہن رکھنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۴۶۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مکان یا زمین کا رہن رکھنا درست ہے، لیکن مرتہن کو اس مکان وزمین سے نفع اٹھانا حرام ہے، بلکہ جو کچھ نفع ہو وہ مالکِ زمین یعنی راہن کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کرایہ دار کا کرایہ کی زمین رہن رکھنا درست نہیں

سوال: (۵) ایک ہندو زمین دار نے اپنی ۵۰ بیگہ زمین چار روپیہ سالانہ کے حساب سے اکبر کو دی، اب اکبر نے بہ طور رہن کے نوازش سے چھ سو روپیہ لے کر اس ۵۰ بیگہ زمین کو نوازش کے حوالہ کردیا، اور نوازش ۴ روپیہ بیگہ زمین دار کو دیتا ہے اور زمین دار خوشی سے لیتا ہے یہ معاملہ جائز ہے یا نہ؟ (۴۹۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وأمّا المستأجر فيؤاجر إلخ ولا يرهن إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اکبر کو یہ جائز نہیں کہ اس زمین کو نوازش کے پاس رہن رکھے اور نوازش کو نفع اٹھانا شئ مرہونہ سے درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶) کاشت کار زمین دار سے زمین اجارہ پر لیتا ہے وہ اس کو رہن رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جو زمین اجارہ پر لی جاوے مستاجر اس کو رہن نہیں رکھ سکتا۔ کمافي الدّرّالمختار: وأمّا المستأجر فيؤاجر ويودع ويعار ولا يرهن إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرتہن مرہونہ زمین کو اجارہ پر لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷) زید نے مجھ سے ایک سو روپیہ قرض لیا اور ایک قطعہ زمین میرے پاس رہن

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۴۱۳/۸، کتاب العارية .

رکھا، میں اس کو زمین کی سالانہ مال گذاری دے کر نفع لینے لگا، اب تو یہ شرعاً رہن نہیں رہا، اجارہ ہوگیا، مگر یہ اجارہ درست ہی نہیں، کیونکہ راہن نے قرض کے سبب سے ضرور مجھ سے خزانہ لینے میں رعایت کی یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۴۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: محض اس فعل سے کہ مرتہن مال گذاری دینے لگا اور نفع حاصل کرنے لگا عقد اجارہ منعقد نہیں ہوا، بلکہ مال گذاری دینا تبرع ہوا اور نفع اٹھانا مرتہن کو حرام ہوا۔ **وكلّ ما وجب على أحدهما فأداه الآخر كان متبرّعًا إلخ (قبل أسطر) ونفقة الرّهن والخراج والعشر على الرّاهن** (۱) (درمختار) البتہ اگر عقد اجارہ باقاعدہ کیا گیا اور اجارہ کے لیے قبضہ جدید کیا گیا تو اجارہ صحیح ہوا اور رہن باطل ہوگیا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس شرط پر زمین رہن رکھنا کہ فلاں وقت تک نہ چھڑاؤں تو بیع متصور ہو

سوال: (۸) ایک شخص نے زمین رہن رکھ کر یہ شرط کی کہ اس کو سات سال تک فک نہ کراؤں گا، اور سات سال گذر جانے کے بعد مزید تین سال کے اندر زر رہن ادا کرے تو فک کرالے گا، اور اس تمام عرصہ کے اندر مرتہن کو محاصل زمین کو تصرف میں لانے کا اور سرکاری مال گذاری ادا کرنے کا حق حاصل رہے گا، اور اگر مذکورہ تین سال کے اندر فک نہ کرایا اور تاریخِ رہن سے پورے دس سال گزر گئے زمین مذکورہ بہ عوض زر رہن بحق مرتہن بیع تصور ہوگی۔ راہن نے وقت معینہ میں اس کو فک نہیں کرایا، یہ بیع الوفاء ہے یا کیا؟ اور اس کا کیا حکم ہے۔ (۱۷۷۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ بیع الوفاء کی صورت نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ رہن کرکے یہ کہا کہ اگر فلاں وقت تک اس کو فک نہ کراؤں تو بیع متصور ہو، اور ''بیع الوفاء'': بیع اسی وقت یعنی بہ وقت عقد معاملہ ہوجاتی ہے اور اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ فلاں مدت تک اگر میں ثمن واپس کردوں تو مبیع مجھ کو واپس کردی جائے، پس اس میں جو کچھ فقہاء کا اختلاف ہے وہ کتب فقہ میں مبسوط ہے (۳) باقی یہ صورت

---

(۱) الدّر مع الرّد: ۷۶/۱۰، كتاب الرّهن.

(۲) وإن كان هو (أي المستأجر) المرتهن وجدد القبض للإجارة............بطل الرّهن والأجرة للرّاهن (الشّامي: ۱۰۴/۱۰، كتاب الرّهن– باب التّصرّف في الرّهن إلخ)

(۳) ''بیع الوفاء'' کی تفصیل کے لیے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۳/۱۴-۳۲۷ ملاحظہ فرمائیں۔

جوسوال میں درج ہے یہ محض رہن ہے، اس میں مرتہن کومنافع حاصل کرنا زمین مرہونہ سے ناجائز ہے، اگر چہ بہ اذن راہن ہوجیسا کہ علامہ شامی کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے(۱) اوراس طرح کہنے سے کہ اگر فلاں وقت تک میں اس زمین کو فک نہ کراؤں تو بیع متصور ہو، اس طرح بیع نہیں ہوتی کیونکہ بیع کی صحت کے لیے فی الحال ایجاب وقبول ضروری ہے، اورحدیث شریف میں ہے: نهى عن بيع و شرط (۲) اس لیے فقہاء رحمہم اللہ نے شرط خلاف مقتضائے عقدکومفسد بیع شمار کیا ہے۔ وتحقيقه في كتب الفقه (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۹) رہن بیع الوفاء میں بعد انقضائے میعاد کے کوئی حق راہن کا ہے یانہیں؟

(۱۹۲۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: رہن میں مالک شئ مرہونہ کا راہن ہی رہتا ہے جب تک معاملہ جدید کے ساتھ اس کو بیع نہ کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرط فاسد سے عقد رہن فاسد نہیں ہوتا

سوال: (۱۰) ایک مسلمان بہ ضرورت اپنا مکان متعین میعاد کے لیے رہن رکھتا ہے، اگراس

(۱) قال فی المنح: وعن عبدالله محمّد بن أسلم السّمرقندی و كان من كبار علماء سمرقند أنـه لايحـلّ لـه أن يّنتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الرّاهن، لأنّه أذن له في الرّبا، لأنّـه يستوفـی دينـه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون ربا إلخ. قال ط: قلتُ: والغالب من أحـوال الـنّاس أنّهم إنّما يريدون عند الدّفع الانتفاع، ولولاه لما أعطاه الدّراهم، وهٰذا بمنزلة الشّرط،لأنّ المعروف كالمشروط وهوممّا يعين المنع(الشّامي:۱۰/۸۷، كتاب الرّهن)

(۲) عـن عـمروبن شعيب عن أبيه عن جدّه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم نهى عن بيع وشـرطٍ، البيع باطل والشّرط باطل إلخ (الـمعجم الأوسط للطّبرانی: ۳/۲۱۱، باب العين، من اسمه عبدالله، رقم الحديث: ۴۳۶۱،المطبوعة : دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، وكذا في بدائع الصّنائع: ۴/۳۸۷، كتاب البيوع، الشّروط الفاسدة)

(۳) قال في الدّرّالمختار: ولابيع بشرط.......... يعني: الأصل الجامع في فساد العقد بسبب شرطٍ لايقتضيه العقد إلخ وفي الشّامي: قوله ولابيع بشرط شروع في الفساد الواقع في العقد بسبب الشّـرط لـنهيه صلّى الله عليه وسلّم عن بيع وشرطٍ. (الدّر والرّد: ۷/۲۰۶-۲۰۷، كتاب البيوع_ مطلبٌ في البيع بشرط فاسد)

میعاد تک زر رہن ادا نہ ہوا تو بیع سمجھی جاوے، ایسی صورت میں رہن دخلی بلا معاوضہ کے جائز ہے یا نہیں؟ (۶۰۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صورت رہن کی ہے اس طرح معاملہ کرنے سے رہن ہوگیا، بعد ختم میعاد بیع نہ ہوگی، یہ ایک وعدہ ہے بعد ختم میعاد مالک کو اختیار ہے کہ بیع کرے یا نہ کرے، یہ نہیں کہ خود بہ خود بیع ہوجائے، اور درمختار میں ہے کہ شرط فاسد سے رہن فاسد نہیں ہوتا شرط لغو ہوجاتی ہے۔ **وقال في الشّامي: وإن لم أُوَفِّ متاعك لك إلى كذا فالرّهن لك بمالك بطل الشّرط وصحّ الرّهن إلخ**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اراضی مرہونہ کا تبادلہ جائز نہیں

سوال: (۱۱) زید کے یہاں ایک اراضی زرعی مدت سے رہن ہے، اگر زید اس اراضی کو عمر کے یہاں کی اراضی مرہونہ سے یعنی ایک اراضی عمر کے یہاں رہن ہے اگر اس سے تبادلہ کرے اس نیت سے کہ جو اراضی عمر کے یہاں سے تبادلہ رہن میں آئے گی اس کا مالک اس کو بہت جلد فک کرا لے گا، اور زید والی اراضی میں تساہل فک ہے یہ تبادلہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: یہ تبادلہ جائز نہیں ہے زید کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو زمین اس کے پاس کسی کی رہن ہے اس کا تبادلہ کسی دوسری زمین مرہونہ سے کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زوجہ کا مکان خفیہ طور پر رہن رکھنا

سوال: (۱۲)...... (الف) زید نے اپنی ملکیت سے ایک مکان اپنی بہو کو دین مہر میں اپنے فرزند کی حیات میں اس کی رضامندی سے دیا، کیا خسر ایسا کرسکتا ہے؟

(ب) بکر نے اس مکان کو خفیہ بلا رضامندئ زوجہ کے رہن کردیا اور خود فوت ہوگیا یہ تصرف کرنا بکر کا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف-ب) خسر ایسا کرسکتا ہے، اور وہ مکان جو خسر نے اپنی بہو کو اس کے مہر

(۱) الشّامي: ۷/۳۹۴، كتاب البيوع– باب المتفرّقات، مطلب قال لمديونه: إذامِتّ فأنت بریءٌ.

میں دیا ہو اس کی مالک ہوگئی، بکر کو بلا رضامندی و اجازت اپنی زوجہ کے اس میں کچھ تصرف بیع و رہن کا اختیار نہیں ہے، اور وہ رہن شرعاً صحیح نہیں ہوا بکر کی زوجہ مجبور نہیں ہے کہ مرتہن کا قرض ادا کرے یا مرتہن اس مکان سے اپنا دین وصول کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک وارث کا دیگر ورثاء کے حصوں کو رہن رکھنا

سوال: (۱۳) ایک شخص کی جائداد کے وارث اس کے چند بیٹے و بیٹیاں و زوجہ ہیں، اگر ایک وارث دوسرے ورثاء کے حصص بھی رہن کردے تو کیا حکم ہے؟ (۶۱۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اگر مالک راضی نہ ہو تو اس کے حصہ میں رہن نافذ نہیں ہوگا، اور کسی شریک کو جائز نہیں ہے کہ وہ بدون رضامندی دیگر شرکاء کے ان کے حصص کو رہن کرے یہ ظلم اور معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شریک رہن شدہ زمین چھڑالے تو بقیہ شریکوں کے حصے اس کے پاس رہن رہیں گے

سوال: (۱۴) تین شخصوں کی زمین ایک شخص کے پاس رہن ہے، ایک شخص اپنے اور دوسرے دو شریکوں کے حصہ کا روپیہ دے کر زمین چھڑاتا ہے، ان دونوں نے چھڑانے والے کو اس کا نفع خوشی سے بخش دیا ہے اس کو نفع لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اب حصہ ان دونوں کا اس چھڑانے والے کے پاس رہن ہے، پس نفع اٹھانا اس مرتہن کو ان کے حصص سے اگر چہ ان کی اجازت سے ہے درست نہیں ہے، کیوں کہ فقہاء نے اس کو سود لکھا ہے جیسا کہ وارد ہے: کلّ قرض جرّ نفعًا فھو ربا (۱) اور سود اجازت سے حلال نہیں ہوتا، پس اس چھڑانے والے کو چاہیے کہ ان دونوں کے حصص کا نفع ان کو دے اور قبضہ زمین پر اپنا رکھے، جس وقت وہ اپنے اپنے حصہ کا روپیہ ادا کردیں اس وقت زمین مرہونہ ان کو دیدے۔ فقط واللہ اعلم

---

(۱) اس حدیث کی تخریج کتاب الرہن کے پہلے سوال کے جواب میں ہے۔

شئ مرہون اوراس کے منافع کا مالک راہن ہے

سوال: (۱۵) اس ملک میں رہن کا رواج جاری ہے، اور مرتہن بہ سبب حاصل کرنے منافع کے اپنے آپ کو مالک تصور کرتا ہے، اور راہن اس وجہ سے کہ زمین اس کے قبضہ سے نکل گئی اپنے آپ کو مفلس شمار کرتا ہے، اس صورت میں مرتہن کو زمین مرہونہ سے نفع اٹھانا اور اس کی آمدنی اپنے تصرف میں لانا جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۱۰۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ عاقدین معاملہ رہن کا کرتے ہیں اور بیع کا معاملہ نہیں کرتے تو ظاہر ہے کہ وہ معاملۂ رہن ہوگا نہ بیع، یہ جہالت عوام ہے کہ مرتہن بہ سبب حصول منافع اپنے آپ کو مالک اور متمول سمجھتا ہے، اور راہن اس وجہ سے کہ اس کے قبضہ سے وہ زمین نکل گئی غریب اور مفلس اور غیر مالک سمجھتا ہے، پس جب وہ معاملہ شرعًا رہن ہوا تو احکام رہن اس پر متفرع ہوں گے، اور مرتہن کو کسی طرح زمین مرہونہ سے نفع حاصل کرنا اور اس کی آمدنی کو رکھنا جائز نہ ہوگا۔ کہ یہ عین ربا ہے، مسئلہ مسلمہ ہے اور کتب میں مصرح ہے: كلّ قرضٍ جرّ نفعًا فهو ربا (۱)

قال في الشّامي: قوله: (وقيل: لايحلّ للمرتهن) قال في المنح: وعن عبدالله محمّد بن أسلم السّمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنّه لايحلّ له أن يّنتفع بشيء منه بوجهٍ من الوجوه وإن أذن له الرّاهن، لأنّه أذن له في الرّبا لأنّه يستوفى دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون ربا إلخ (۲) پھر اس میں علامہ نے کچھ بحث کر کے آخر میں تصریح فرمادی ہے: والغالب من أحوال النّاس أنّهم إنّما يريدون عند الدّفع الانتفاع، ولولاه لما أعطاه الدّراهم، وهذا بمنزلة الشّرط لأنّ المعروف كالمشروط وهوممّا يعين المنع (۲) (شامی: ۱۳۱۱/۵) فقط

زمین مرہونہ سے نفع اٹھانے سے دَین ساقط نہ ہوگا

سوال: (۱۶) زید نے اپنے چند کھیت بکر کے پاس رہن کئے، بکر ایک عرصہ تک اس کھیت سے

(۱) اس حدیث کی تخریج کتاب الرہن کے پہلے سوال کے جواب میں ہے۔
(۲) الشّامي: ۷۰/۱۰، أوائل كتاب الرّهن .

منتفع ہوتا رہا، یہاں تک کہ زرِ رہن سے کئی گونہ منتفع ہو چکا یہ سود ہے یا نہیں؟ اور زید کے ذمہ زرِ رہن واجب الاداء ہے یا نہیں؟ اور اس نفع کو زرِ رہن میں معاوضہ کر کے زید اپنے کھیت کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۹۹۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بکر کو نفع اٹھانا زمین مرہونہ سے ناجائز اور سود ہے، لیکن بعوض ان منافع کے جو بکر نے زمین مرہونہ سے حاصل کیے دین ساقط نہ ہوگا، پس زید اگر زمین مرہونہ کو چھڑانا چاہے تو قرض جو لیا تھا وہ ادا کرے اور زمین واپس لیوے، لیکن بکر کو یہ لازم ہے کہ جس قدر نفع زمین مرہونہ سے حاصل کیا ہے وہ زید کو دیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرتہن کو مرہونہ زمین سے نفع اٹھانا درست نہیں

سوال: (۱۷) ایک قطعہ زمین دو سو روپیہ میں اس طرح گروی لیا کہ دو روپیہ سالانہ کاٹا جاوے گا اور باقی روپیہ ادا کرنے پر زمین تمہاری ہو جاوے گی، حالانکہ دو روپیہ ہی اس زمین کی آمدنی ہوتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۴۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس طرح سے معاملہ درست نہیں ہے، بلکہ زمین مرہونہ سے جس قدر نفع ہو سب راہن یعنی مالک زمین کو دینا چاہیے، مرتہن کو نفع اٹھانا زمین مرہونہ سے درست نہیں ہے۔ لأنّه ربا والرّبا لایحلّ بالإذن کذا في الشّامي (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۸) ایک شخص اپنی اراضی دوسرے کے پاس رہن کرتا ہے، اور مرتہن کو قبضہ دیتا ہے چاہے وہ خود کاشت کرے یا اسامی (کاشت کار) سے کرائے، اگر خود کاشت کرے تو راہن کو کس حساب سے لگان ادا کرے یا زرِ رہن میں محسوب کرے؟ اور اگر اسامی سے کاشت کرائے تو کس طرح کرے۔ (۲۰۹۲/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) لا الانتفاع به مطلقًا لا باستخدام ولا سكنی ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة إلخ. وفي الشّامي: عن عبدالله محمّد بن أسلم السّمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنّه لایحلّ له أن يّنتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الرّاهن، لأنّه أذن له في الرّبا إلخ (الدّرّالمختار والشّامي: ۱۰/۷۰، أوائل كتاب الرّهن)

الجواب: اس طرح رہن رکھنا شرعاً صحیح نہیں مرتہن کے لیے جائز نہیں کہ شئ مرہونہ میں کسی قسم کا تصرف کرے، سوال میں جو صورتیں درج ہیں وہ بناء فاسد علی الفاسد ہے، اس میں کوئی صورت بھی جواز کی نہیں، حکم یہ ہے کہ اگر خود کاشت کرے یا کسی سے کراوے تو جو کچھ آمدنی ہو وہ راہن کو دے یا زرِرہن میں وصول کرے اور اسامی سے خود جو لگان وصول کرے وہ زررہن میں محسوب کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زمین کا لگان مرتہن ادا کرتا ہو تو مرہونہ زمین سے نفع اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹) زید نے عمر کی زمین چالیس روپیہ میں رہن لی، اب زید کو اس زمین مرہونہ سے نفع اٹھانا جائز ہے یا سود ہے؟ اگر مال گذاری زمین کی زید ہی دے دیا کرے تو بھی نفع اٹھانا جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۳۸ھ)

الجواب: اصل یہ ہے کہ مرتہن کے لیے شئ مرہونہ سے نفع حاصل کرنا کسی حال اور کسی صورت میں بھی جائز نہیں، انتفاع من الرہن بلا شبہ ربا ہے، پس صورت مسئولہ میں زید کے لیے جائز نہیں انتفاع من الرہن کہ عمر کی زمین سے نفع اٹھائے، زید اگر اس زمین کی مال گذاری ادا کرتا ہے وہ عمر کے حساب میں محسوب ہوگی، زید کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ اصل مالک عمر سے یہ روپیہ وصول کر لے(۱) اور آئندہ مال گذاری ادا نہ کرے، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اس وجہ سے شئ مرہونہ سے نفع اٹھایا جاسکے، مال گذاری کی ادائیگی عمر کے ذمے ہے، زید اگر ادا کرے گا تو یہ ادائیگی عمر کی طرف سے سمجھی جائے گی جس کا وہ ہر وقت ذمے دار ہے، لہٰذا مال گذاری ادا کرنا یا نہ کرنا حرمت انتفاع کے لحاظ سے مساوی ہے، البتہ ادائیگی مال گذاری کی صورت میں شئ مرہونہ کے نفع اور مال گذاری کے روپیہ کا پوری احتیاط کے ساتھ حساب کر لیا جائے تو پھر جس قدر نفع مال گذاری کے روپیہ میں محسوب ہو سکتا ہے زید کے لیے حلال ہے، بقیہ نفع اصل مالک عمر کا ہے، بہر حال یہ کسی طرح بھی جائز نہیں کہ مرتہن

---

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جب مرتہن نے راہن یا قاضی کے حکم سے زمین کا لگان ادا کیا ہو، اگر راہن یا قاضی کے حکم کے بغیر مرتہن نے زمین کا لگان ادا کیا ہے تو وہ راہن سے وصول نہیں کر سکتا، کیوں کہ وہ تبرع کرنے والا ہے۔ ۱۲

مال گذاری ادا کرے اور شئ مرہونہ سے علی الاطلاق نفع اٹھاتا رہے: درمختار میں ہے: لا الانتفاع به مطلقًا إلخ إلّا باذن إلخ وقيل: لا يحلّ للمرتهن لأنّه ربا (الدّر) قوله: (وقيل لايحلّ للمرتهن) قال في المنح. وعن عبد الله محمّد بن أسلم السّمرقندي وكان من كبار علماء سمر قند أنّه لايحلّ له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الرّاهن لأنّه أذن له في الرّبا إلخ قلتُ: والغالب من أحوال النّاس أنّهم إنّما يريدون عند الدّفع الانتفاع، ولولاه لما أعطاه الدّراهم وهٰذا بمنزلة الشّرط لأنّ المعروف كالمشروط إلخ(۱)(شامي جلد خامس) وفي الأشباه كلّ قرض جرّ نفعًا حرام إلخ(۲)(درّمختارمع الشّامي جلد رابع) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۰) اگر مرتہن باقی سرکاری ادا نہ کرے اس وقت تو اس کو زمین مرہونہ سے نفع اٹھانا جائز ہے اور باقی سرکاری بھی وہی ادا کرے تو نفع اٹھانا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۱۷۷۹-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: کچھ فرق نہیں ہے، ہر طرح نفع اٹھانا رہن سے ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۲۱) زید نے عمرو سے ایک قطعہ زمین ـــــ جس کی سالانہ آمدنی مبلغ پچاس روپیہ ہے ـــــ عوض میں سو روپیہ کے رہن رکھی، عمرو نے زید سے کہا کہ میں اپنی خوشی اور رضامندی سے کہتا ہوں کہ اس اراضی سے تا ادائے روپیہ مذکورہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں ہے تم اس زمین مذکورہ کی آمدنی سے سرکاری خزانہ ادا کرتے رہو، اور باقی منافع تم اپنے حصے میں لاتے رہو، جس وقت میں تمہارا روپیہ ادا کردوں تو اس وقت اراضی مذکورہ کو اپنے قبضے میں لاؤں گا، یا عمرو نے زید سے یوں کہا کہ اس اراضی مذکورہ کو ڈیڑھ سو روپیہ کے عوض میں تم دو برس تک اس اراضی کی آمدنی سے نفع اٹھاتے رہو، اور سرکاری خزانہ بھی ادا کرتے رہو، نہ تمہارا میرے ذمہ کچھ ہوگا اور نہ میرے ذمے تمہارا کچھ ہوگا بعد دو برس کے اس اراضی کو میں اپنے تحت اور تصرف میں لاؤں گا۔ (۲۱۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: دونوں صورتیں شرعًا ناجائز ہیں۔ مرتہن کو رہن سے نفع اٹھانا کسی حال جائز نہیں، اور

(۱) الدّرّالمختار وردّالمحتار: ۷۰/۱۰، كتاب الرّهن.
(۲) الدّر مع الشّامي: ۲۹۸/۷، كتاب البيوع، مطلب: كلّ قرض إلخ، قبل باب الرّبا.

محصول سرکاری بہ ذمے راہن یعنی مالک زمین ہے، مرتہن اگر محصول سرکاری ادا کرے گا وہ اسی کے ذمے پڑے گا راہن سے نہیں لے سکتا، اور نہ رہن کی آمدنی سے وصول کرسکتا ہے بلکہ آمدنی رہن سب راہن کی ملک ہے، مرتہن کو صرف حق حبسِ رہن ہے، یعنی یہ کہ رہن کو اپنے قبضے میں رکھے، تاوصول دین وہ باقی آمدنی جو کچھ حاصل ہوگی وہ راہن کی ہے، مگر تاوصولِ دین منافعِ رہن کو بھی مرتہن اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ لأنّ نماء الرّهن رهن مع الأصل كذا في الشّامي (۱) و في الدّرّ المختار: ونفقة الرّهن والخراج والعشر على الرّاهن........... وكل ما وجب على أحدهما فأداه الآخر كان متبرّعًا إلاّ أن يأمره القاضى به إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرتہن زمین مرہونہ کا ٹیکس ادا کردے تو راہن سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۲) انتفاع بالرہن راہن کی اجازت سے جائز ہے یا نہیں؟ اگر مرتہن سرکاری محصول ادا کرکے نفع اٹھائے تو کیا حکم ہے؟ (۸۲۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: لا الانتفاع به مطلقًا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة سواء كان من مرتهن أو راهن إلاّ بإذن كلّ للآخر، وقيل: لايحلّ للمرتهن لأنّه ربا، وقيل: إن شرطه كان ربا وإلاّ لا إلخ ثمّ أفاد في الأشباه أنّه يكره للمرتهن الانتفاع بذلك وسيجيء آخر الرّهن (درّمختار) وفي ردّالمحتار: قال في المنح: وعن عبد اللّٰه محمّد بن أسلم السّمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنّه لايحلّ له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الرّاهن لأنّه أذن له في الرّبا، لأنّه يستوفى دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون ربا (۳) إلى آخر ما حقّق ورجح الحرمة. وفي الدّرّالمختار أيضًا: ونفقة الرّهن والخراج والعشر على الرّاهن ـــــ إلى أن قال: ـــــ و كلّ ما وجب على أحدهما فأداه الآخر كان متبرّعًا إلاّ أن يأمره القاضي به ويجعله دينًا

(۱) الشّامي: ۱۰/۷۱، كتاب الرّهن .
(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۰/۷۶، كتاب الرّهن .
(۳) الدّرّالمختار والشّامي: ۱۰/۷۰-۷۱، كتاب الرّهن .

على الآخر إلخ(۱) ان عبارات سے یہ امور مستفاد ہوئے۔

ایک یہ کہ مرتہن کو شئ مرہونہ سے نفع اٹھانا مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ باذن الراہن ہو۔ لأنّ كلّ قرض جرّ نفعًا فهو ربا (۲) اور ربا اذن سے جائز نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ احوط اور راجح حرمت انتفاع ہے۔

ودوم یہ کہ محصول زمین مرہونہ کا بہ ذمے راہن کے ہے۔

سوم یہ کہ اگر مرتہن نے محصول دے دیا تو اگر بلا اذن قاضی و بلا حیلہ دینًا علیہ دیا تو اس کو راہن پر رجوع نہیں کرسکتا اور نہ منافع رہن سے وصول کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۳) اگر مرتہن مال گزاری زمین مرہونہ کی خود بہ خود ادا کردے تو پھر راہن سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۷۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مال گزاری زمین مرہونہ کی مالک زمین یعنی راہن کے ذمے ہے، اگر مرتہن نے بلا امر راہن کے دے دی تو راہن سے نہیں لے سکتا۔ قال في الدّرّالمختار: ونفقة الرّهن والخراج والعشرعلى الرّاهن وفي الشّامي عن البزّازية: أخذالسّلطان الخراج أوالعشرمن المرتهن لا يرجع على الرّاهن، لأنّه إن تطوّع فهو متبرّع، و إن أكره فقد ظلمه السّلطان والمظلوم لايرجع إلّا على الظّالم إلخ (۳) اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک راہن سے رجوع کرسکتا ہے (۴) بہرحال مال گزاری زمین مرہونہ کی بہ ذمے راہن ہے اور منافع بھی اسی کے ہیں، مرتہن کو منافع زمین مرہونہ کے رکھنا درست نہیں ہے کیوں کہ یہ نفع قرض پر ہے۔ و كلّ قرض جرّ نفعًا فهو ربا (۵) كما حقّقه الشّامي (۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۰/۷۶، كتاب الرّهن .

(۲) اس حدیث کی تخریج کتاب الرہن کے پہلے سوال کے جواب میں ہے۔

(۳) الدّرّالمختار والشّامي: ۱۰/۷۶، كتاب الرّهن .

(۴) وعن الإمام : لا يرجع لو صاحبه حاضرًا مطلقًا خلافًا للثّاني(الدّر) وفي الشّامي: قوله: (خلافًا للثّاني) حيث قال: يرجع حاضرًا و غائبًا إلخ (الدّر والشّامي: ۱۰/۷۷، كتاب الرّهن)

(۵) اس حدیث کی تخریج کتاب الرہن کے پہلے سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) قال في الشّامي: قوله: (وقيل: لايحلّ للمرتهن) قال في المنح : وعن عبدالله محمّد بن أسلم السّمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنّه لايحلّ له أن يّنتفع بشيء منه =

راہن اجازت دے تب بھی مرہون سے نفع اٹھانا جائز نہیں

سوال: (۲۴) مرتہن کو نفع اٹھانا زمین مرہونہ سے اور اس کی پیداوار کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ نے بہ اذن راہن اس کو جائز لکھا ہے۔ (۴۱۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: علامہ شامی نے اس بارے میں یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ مرتہن کو شئ مرہونہ سے نفع اٹھانا مطلقًا اور ہر حال ناجائز ہے راہن اجازت دے یا نہ دے، اور شرط کرے یا نہ کرے کیوں کہ یہ اذن ربا میں ہے اور ربا اذن سے حلال نہیں ہوتا، اور اس لیے کہ معروف مثل مشروط کے ہے اور اب انتفاع بالمرہون معروف ہے، لہٰذا وہ مثل مشروط کے ہے۔ قال في المنح: وعن عبدالله محمّد بن أسلم السّمرقندی وکان من کبارعلماء سمرقند أنّه لایحلّ له أن یّنتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الرّاهن، لأنّه أذن له في الرّبا، لأنّه یستوفی دینه کاملاً فتبقی له المنفعة فضلاً فیکون ربا إلخ. قال ط قلتُ: والغالب من أحوال النّاس أنّهم إنّما یریدون عند الدّفع الانتفاع، ولولاه لما أعطاه الدّراهم، وهٰذا بمنزلة الشّرط، لأنّ المعروف کالمشروط وهوممّا یعین المنع(۱) (شامی: ۵/۳۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرتہن کا زمین مرہونہ کو کرایہ پر لینا

سوال: (۲۵) اگر مرتہن زمین مرہونہ کو اجارہ پر لے لے تو کیا حکم ہے؟ (۱۵۸۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مرتہن کا زمین مرہونہ کو کرایہ پر لینا رہن کو باطل کر دیتا ہے، اب وہ زمین رہن نہیں رہتی، في الشّامي: وإن کان هو (أي المستأجر) المرتهن وجدد القبض للإجارة إلخ بطل الرّهن والأجرة للرّاهن(۲)

= بوجهٍ من الوجوه وإن أذن له الرّاهن، لأنّه أذن له في الرّبا لأنّه یستوفی دینه کاملاً فتبقی له المنفعة فضلاً فیکون ربا إلخ (الشّامي: ۱۰/۷۰، أوائل کتاب الرّهن)

(۱) ردّالمحتار: ۱۰/۷۰، کتاب الرّهن .

(۲) ردّالمحتار: ۱۰/۱۰۴، کتاب الرّهن – باب التّصرّف في الرّهن إلخ .

انتفاع بالرہن کے لیے حیلہ کرنا

سوال: (۲۶) زید نے عمر سے دوسو روپیہ قرض لے کر تین بیگہ زمین رہن رکھی، اور نفع اٹھانے کی اجازت عمر کو دی، چند سال بعد زید نے روپیہ مذکورہ عمر کو دے دیا، اور زمین واپس لے لی، اور روپیہ ادا کرتے وقت یہ حیلہ کیا کہ جو کچھ زمین مرہونہ سے نفع اٹھایا اس کے عوض تین روپیہ کم کر دیئے بہ طور اجارہ کے حالانکہ دوسری اراضیات کا لگان سات آٹھ روپیہ ہے تا کہ حلال ہو جائے یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ (۶۵۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ طریقہ درست نہیں ہے اور انتفاع مرہون سے درست نہیں ہے، اور حیلہ مذکورہ سے انتفاع بالرہن درست نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوستان میں انتفاع بالرہن کا حکم

سوال: (۲۷)...... (الف) اگر مرتہن محصول سرکاری رہن کا ادا کرے یا راہن اس کو اجازت دے کہ تو رہن سے نفع اٹھالے تو آیا جائز ہے یا ناجائز؟

(ب) اور ہندوستان چوں کہ دار الحرب ہے اس لیے اس میں اگر سود لیا جاوے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۴۰۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف-ب) مرتہن کو رہن سے نفع اٹھانا مطلقًا درست نہیں ہے۔ و إن أذن له الرّاهن (۱) کما ورد: کلّ قرض جرّ نفعًا فهو ربا (۲) لہٰذا اگر چہ مرتہن محصول سرکاری ادا کرے تب بھی اس کو نفع اٹھانا زمین مرہونہ سے جائز نہیں ہے، اور محصول بہ ذمے راہن ہے، اور ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں اختلاف ہے اگر دار الحرب ہونا تسلیم ہو تب بھی سود لینے سے احتراز کرنا چاہیے۔ کما قال عمر رضي الله عنه دعوا الرّبا والرّيبة (۳) پس شبہ ربا سے بھی بچنا لازم

---

(۱) الشّامي: ۱۰/۷۰، کتاب الرّهن.

(۲) اس حدیث کی تخریج کتاب الرہن کے پہلے سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) مشکاة المصابیح، ص: ۲۴۶، کتاب البیوع، باب الرّبا، الفصل الثّالث.

ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل

مرتہن کا مرہونہ مکان میں رہنا درست نہیں

سوال: (۲۸) زید نے عمر کے پاس اپنا مکان رہن رکھا، اور عمر کو اس مکان سے نفع لینے کی اجازت دی، پس زید کو اس مکان سے منتفع ہونا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۸۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: صحیح ومفتی بہ قول کے موافق جائز نہیں ہے۔ لأنّہ ربا والرّبا لایجوز بالرّضا (۱) (کذا في الشّامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۹) مکان رہن دخلی جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے اندر رہنا درست ہے یا نہیں؟ (۳۰۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: نفع اٹھانا مکان مرہون سے مرتہن کو درست نہیں ہے، لہٰذا اس کو رہنا اس میں درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلم کی زمین رہن لینا درست ہے مگر اس سے نفع اٹھانا درست نہیں

سوال: (۳۰) کفار سے زمین رہن لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۷۹۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: زمین رہن لینا اس طرح کہ اس کے منافع خود رکھے درست نہیں ہے، اور کفار کی زمین رہن رکھ کر بھی اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۱) مسلمانون کو ہندوؤں سے زمین رہن لینی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: زمین رہن لے کر اس سے نفع اٹھانا خواہ ہندو سے ہو یا مسلمان سے جائز نہیں ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: کلّ قرض جرّ نفعًا فھو ربا (۲) أو کما قال صلّی اللہ

(۱) لا الانتفاع بہ مطلقًا لا باستخدام ولاسکنی ولا لبس ولا إجارۃ ولا إعارۃ إلخ. وفي الشّامي: عن عبداللہ محمّد بن أسلم السّمرقندي وکان من کبار علماء سمرقند أنّہ لایحلّ لہ أن یّنتفع بشيء منہ بوجہ من الوجوہ وإن أذن لہ الرّاھن، لأنّہ أذن لہ في الرّبا إلخ. (الدّرّ المختار والشّامي: ۷۰/۱۰، أوائل کتاب الرّھن)

(۲) اس حدیث کی تخریج کتاب الرہن کے پہلے سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

علیہ وسلّم. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۲) راہن ومرتہن کے کفر واسلام سے مسائل میں کچھ فرق ہو تو تحریر فرمائیں۔

(۲۳۲۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسلمان کو ہر حال نفع اٹھانا زمین مرہونہ سے حرام ہے اور سود ہے خواہ راہن مسلمان ہو یا کافر، مسلمان کو حرام اور شبہ سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رہن کے مکان میں رہنا یا کرایہ پر دینا درست نہیں

سوال: (۳۳) ایک شخص نے کسی کا مکان رہن کرلیا، اس مکان میں خود رہے یا کرایہ پر دے مالک مکان کو کچھ نہیں دیتا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مکان رہن میں لے کر اس کا کرایہ کھانا یا خود رہنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

مرتہن کا راہن کو زمین مرہونہ اجارے پر دینا

سوال: (۳۴) بکر نے خالد سے مبلغ پانچ سو روپیہ قرض حسنہ لیا، اور اپنی ایک زمین اطمینان ادائے قرض کے واسطے خالد کے پاس رہن کردیا، اور پھر خالد نے یہی زمین بکر کو اجارہ پر دے دی ہے تو ایسی حالت میں مرتہن کو نفع اٹھانا اس زمین مرہونہ سے درست ہے یا نہیں؟

(۶۹۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مرتہن یعنی خالد کو زمین مرہونہ سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اور یہ صریح سود ہے، بکر سے کچھ لینا اس کو جائز نہیں ہے، اور اس صورت میں جب کہ مرتہن نے راہن کو وہ زمین اجارہ پر دی، رہن بھی باطل ہوگیا۔ درمختار میں ہے: **لا الانتفاع به مطلقًا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة إلخ. وفي الشّامي: عن عبداللّٰه محمّد بن أسلم السّمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنّه لا يحلّ له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الرّاهن، لأنّه أذن له في الرّبا إلخ(۱) (شامی جلد نمبر: ۵)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّالمختار والشّامي: ۱۰/۷۰، أوائل كتاب الرّهن.

مرہونہ مکان کا کرایہ راہن کو نہ دینا

سوال: (۳۵) زید کا مکان بکر کے پاس بعوض مبلغ ایک سو پچاس روپیہ رہن ہے، بکر کو اس مکان میں تصرف کرنا اور اس مکان کا کرایہ زید کو نہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعد تصرف کے بکر اس کا مالک ہوگا یا زید ہی مالک رہے گا، اور بکر کو بعد تصرف کے اس کا روکنا درست ہے یا نہ؟

(۳۷۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بکر کو یہ درست نہ تھا کہ زید کے مکان مرہونہ میں کچھ تصرف کرے بعد اس تصرف کے بھی وہ مکان زید کا مملوکہ ہے بکر کو اس کا رکھنا اور روکنا درست نہیں ہے اور کرایہ نہ دینا مکان مرہونہ کا سود میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رہن شدہ زیورات مرتہن استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۶) اگر زیورات رہن ہوں تو ان کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۴۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ان زیورات وغیرہ کا استعمال کرنا بھی مرتہن کو ممنوع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رہن سے فائدہ اٹھانے والے کی گواہی مقبول نہیں

سوال: (۳۷) خالد کے پاس ایک دوسرے شخص کی دکانات رہن ہیں، خالد کو ان کا کرایہ وصول کرنا اور اپنے تصرف میں لانا صحیح ہے یا نہیں؟ اور گواہی اس کی شرعًا مقبول نہیں ہے یا ہے؟

(۱۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: خالد وغیرہ کو کرایہ دکانات مرہونہ کا وصول کرنا صحیح مذہب کے موافق ناجائز اور سود ہے، اور جب کہ خالد مرتکب اس فعل حرام کا ہوا تو وہ فاسق ہے، شہادت اس کی شرعًا قبول نہیں ہے۔

قال في المنح: وعن عبدالله محمّد بن أسلم السّمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنّه لايحلّ له أن ينتفع بشيءٍ منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الرّاهن لأنّه أذن له في الرّبا لأنّه يستوفی دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون ربا، وهذا أمر عظيم إلخ (شامي)

ثمّ قال بعد التّوفيق في الرّوايات: قلت: والغالب من أحوال النّاس أنهم إنّما يريدون عند الدّفع الانتفاع، ولولاه لما أعطاه الدّراهم وهذا بمنزلة الشّرط لأنّ المعروف كالمشروط وهو ممّا يعين المنع(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رہن سے نفع اٹھانے والے کی امامت کا حکم

سوال: (۳۸)......(الف) زید نے عمر سے ایک سو روپیہ لیا، اور اپنی ایک بیگہ زمین کو بہ عوض روپیہ کے زید نے عمر کو دیا، اس صورت سے میعاد قائم ہوئی کہ دو برس کے اندر زید روپیہ مذکور دے کر زمین واپس کرلے گا اب زمین کا منافع عمر کو جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اور امامت عمر کی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۱۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف - ب) اگر زید نے عمر کے پاس بہ سبب قرض کے اپنی زمین رہن رکھی ہے تو عمر کو نفع اٹھانا اس زمین مرہونہ سے درست نہیں ہے بلکہ ربا ہے، اور اس حالت میں امامت اس کی مکروہ ہے(۲) اور اگر زید نے عمر کے ہاتھ اپنی ایک بیگہ زمین بیع کی ہے اور وعدہ دو برس تک واپسی کا ہے تو یہ ''بیع الوفاء'' ہے اور اس میں اختلاف فقہاء کا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر بیع کے ساتھ واپسی کی شرط ہے تو بیع فاسد ہے(۳) اور اگر بعد بیع کے بہ طریق وعدہ واپسی قرار پائی ہے تو درست ہے، اس صورت میں امامت اس کی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرہونہ مکان سے نفع اٹھانے والا توبہ نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۹)......(الف) زید بکر کا مکان رہن لے کر اس کو کرایہ پر چلاتا ہے، اور اس سے

---

(۱) ردّالمحتار: ۱۰/۷۰، كتاب الرّهن.

(۲) ويكره .... إمامة عبد .... و أعرابي .... وفاسق إلخ (الدّرّالمختار) قال في الشّامي: قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعلّ المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزّاني وآكل الرّبا ونحو ذلك (الدّرّالمختار وردّالمحتار: ۲/۲۵۵، كتاب الصّلاة، باب الإمامة، قبل مطلب: البدعة خمسة أقسام)

(۳) تفصیل کے لیے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴/۳۲۳-۳۲۷، ملاحظہ فرمائیں۔

نفع اٹھاتا ہے، یہ کرایہ سود میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو زید کو کیا سزا ہونی چاہیے؟
(ب) زید مکان مرہونہ کے نفع سے توبہ کرلی اور پھر چند روز بعد مکان مرہونہ سے کرایہ لے کر نفع مثل سابق اٹھانے لگا ایسی حالت میں زید سے متارکت کردیا جائے یا کیا؟ (۵۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: (الف) یہ سود میں داخل ہے، وہ کرایہ بکر کو ملنا چاہیے اور زید کو توبہ کرنی چاہیے۔
(ب) مکان مرہونہ سے نفع اٹھانا حرام ہے، زید کو توبہ کرنی چاہیے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو تنبیہًا اس سے متارکت کردینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرہونہ زمین سے نفع اٹھانے والے کے لیے کیا وعید ہے؟

سوال: (۴۰) جو شخص زمین مرہونہ سے نفع اٹھاتا ہے اس کے لیے کیا وعید شریعت میں ہے؟
(۵۹۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کے لیے وہی وعید ہے جو سود خوار کے لیے ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انتفاع بالرہن کی صورت میں راہن گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۴۱) زید نے ایک اراضی عمر کے یہاں رہن رکھی جس کا نفع عمر اٹھاتا رہا، اس صورت میں زید و عمر دونوں گنہ گار ہیں یا فقط عمر؟ (۲۱۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ یہ نفع اٹھانا سود میں داخل ہے تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن عبداللّٰه بن حنظلة غسيل الملائكة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: درهم ربا يأكله الرّجل و هو يعلم أشدّ من ستّة و ثلثين زِنْيَةً رواه أحمد وغيره.
وعن أبي هريرة رضى اللّٰه عنه قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: الرّبا سبعون جزءً أيسرها أن يّنكح الرّجل أمه رواه ابن ماجة وغيره.
و عن أبي هريرة رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: أتيت ليلة أسرِي بي على قوم بطونهم كالبيوت، فيها الحيات تُرىٰ من خارج بطونهم، فقلت: من هٰؤلآء يا جبرئيل؟ قال: هٰؤلآء أكلة الرّبا رواه أحمد وابن ماجة (مشكاة، ص:۲۴۵-۲۴۶، كتاب البيوع – باب الرّبا. وابن ماجة، ص:۱۶۴، أبواب التّجارات – باب التّغليظ في الرّبا)

رہن شدہ مکان کی مرمت وغیرہ کے مصارف راہن کے ذمے ہیں

سوال: (۴۲) ''الف'' نے ایک مکان ''ب'' کے پاس تین سو روپیہ میں رہن رکھا اور حسب ذیل شرطیں لکھ دیں۔

(۱) مکان ششماہی قسط دے کر تین برس میں چھڑالوں گا۔

(۲) اگر مکان تین برس میں نہ چھڑا سکا تو مکان ڈوب جاوے گا۔

(۳) ''ب'' اس مکان سے ہر طرح کا منافعہ اٹھا سکتا ہے۔

(۴) مکان کی مرمت وغیرہ میں جو کچھ خرچ ہوگا وہ میں بہ وقت چھڑانے مکان ادا کر دوں گا، کیا مندرجہ بالا شرطوں پر ''ب'' مکان کو رہن لے سکتا ہے؟ (۹۷۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: رہن میں یہ شرطیں کہ اگر ''الف'' یعنی راہن تین برس تک نہ چھڑا سکا تو مکان ڈوب جاوے گا یعنی مرتہن کا ہو جاوے گا، یا یہ کہ ''ب'' یعنی مرتہن ہر طرح کا نفع اٹھاوے گا باطل اور لغو ہے، تین برس کے بعد نہ وہ مکان ''ب'' کا ہوگا اور نہ ''ب'' کو نفع اٹھانا درست ہے، البتہ یہ شرط کہ مکان کی مرمت میں جو کچھ صرف ہوگا وہ ''الف'' دیوے گا یہ درست ہے، شرط کرے یا نہ کرے مرمت کے مصارف ''الف'' کے ہی ذمے ہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۳) ایک شخص نے کسی کو قرض حسنہ دیا، ایک مدت کے بعد مقروض نے اپنا ایک مکان دائن کے نام رہن کر دیا، اور اس کی شکست وریخت کا اختیار مرتہن کو دیا، مرمت وغیرہ میں جو کچھ صرف ہوا اس کے وصول کا مرتہن حق دار ہے یا نہ؟ اور مکان میں سکونت اور کرایہ پر دینے کا بھی مختار ہے یا نہ؟ یعنی کرایہ مرتہن ہی کا ہو۔ (۳۹۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن کو کسی قسم کا نفع اٹھانا مکان مرہونہ سے جائز نہیں ہے، کرایہ وغیرہ اپنے صرف میں لانا جائز نہیں ہے، اور سکونت کا نفع اٹھانا بھی جائز نہیں ہے، اور مکان کی مرمت وغیرہ کا جو کچھ خرچ ہو وہ راہن یعنی مالک مکان کے ذمے ہے (۱) (درمختار وشامی) فقط واللہ اعلم

---

(۱) وأجرة راعيه لو حيوانًا ونفقة الرّهن والخراج والعشر على الرّاهن، والأصل فيه أن كلّ ما يحتاج إليه لمصلحة الرّهن بنفسه وتَبْقِيَته فعلى الرّاهن إلخ (الدّر مع الشّامي: ۱۰/۷۵-۷۶، كتاب الرّهن)

رہن میں عشر کی ادائیگی کس کے ذمے ہے؟

سوال: (۴۴) بکر نے زید کے پاس زمین رہن کر کے قرض لیا، اور بکر کی اجازت سے زید اراضی سے انتفاع اٹھا رہا ہے اور تاوان سرکاری مرتہن خود ادا کرتا ہے، کیا زید اراضی مرہونہ کی پیدا وار سے عشر دیوے یا زکاۃ؟ (۱۳۳۸/۳۲۱ھ)

الجواب: انتفاع عن المرہون مرتہن کو ناجائز ہے اور ربا ہے، اگرچہ اذن راہن سے ہو۔ کما حقّقه الشّامي (۱) اور محصول سرکاری وغیرہ بذمہ راہن ہے اور زید پر بعد وصول روپیہ کے روپیہ کی زکاۃ لازم ہوگی سب برسوں کی زکاۃ واجب ہے اور عشر پیداوار اس کے ذمے نہیں ہے۔ فقط

مرتہن کا رہن کی آمدنی میں تصرف کرنا

سوال: (۴۵) زمین مرہونہ کی آمدنی سے کچھ کسی کو ہبہ کرنا یا اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۵۳۱ھ)

الجواب: زمین مرہونہ کی آمدنی مرتہن کو رکھنا اور لینا حرام ہے کیونکہ وہ ربا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے: كلّ قرض جرّ نفعًا فهو ربا (۲) پس اس میں کچھ تصرف کرنا مرتہن کو جائز نہیں ہے، بلکہ راہن یعنی مالک زمین کو واپس کرنا چاہیے اور کسی کو اس میں سے ہبہ کرنا نہ چاہیے اور اجرت میں بھی کسی کو نہ دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

راہن سے مرہونہ زمین بہ غرض کاشت عاریۃً لینا

سوال: (۴۶) زید مسلمان نے ایک ہندو کو مبلغ سو روپیہ دے کر ایک بیگہ زمین رہن رکھی، چند

---

(۱) قال في الشّامي: قوله: (وقيل: لايحلّ للمرتهن) قال في المنح: وعن عبدالله محمّد بن أسلم السّمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنّه لايحلّ له أن ينتفع بشيء منه بوجهٍ من الوجوه وإن أذن له الرّاهن، لأنّه أذن له في الرّبا لأنّه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون ربا إلخ (الشّامي: ۱۰/۷۰، أوائل كتاب الرّهن)

(۲) اس حدیث کی تخریج کتاب الرہن کے پہلے سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

روز بعد زید مرتہن نے راہن (ہندو) سے زمین مرہونہ کو بہ غرض کاشت عاریت مانگ لیا، اور برابر اس میں کاشت کرتا ہے اور منتفع ہوتا ہے یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ عالم گیری باب الحیل میں اس کو جائز لکھا ہے(۱) (۱۳۴۵/۲۹۰۳ھ)

الجواب: عالم گیریہ باب الحیل میں اگرچہ اس صورت کو جائز رکھا ہے(۱) مگر اس کا حاصل یہ ہے کہ مدت انتفاع تک عقد رہن ملتوی رہتا ہے، مستقل عقد عاریۃ کے ماتحت اس انتفاع کی اجازت ہے، پس عوام اول تو اس کی صحیح حقیقت سے واقف نہیں پھر جو کچھ بھی ہے حیلہ کے درجہ میں ہے، مسائل حیل اس لائق نہیں ہوتے کہ ان کو مستقل اُسوہ بنایا جائے، اس لیے اس سے احتراز ہی مناسب ہے کہ یہ بھی ایک طرح کا ربا ہے کیوں کہ اس عاریت کا منشا صرف عقد رہن ہی ہے۔فقط

راہن کی اجازت کے بغیر مرہونہ مکان فروخت کرنا درست نہیں

سوال: (۴۷) زید نے اپنا مکان ایک بینک میں رہن رکھا، مدت رہن سے پہلے منیجر تبدیل ہوگیا، دوسرا منیجر آگیا، رہن کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی اس نئے منیجر نے مکان مذکور نیلام کردیا، اور بینک نے خود خرید لیا، پھر ایک مسلمان کے ہاتھ فروخت کردیا، اب زید اس مسلمان سے کہتا ہے کہ یہ مکان جس قیمت کو لیا ہے مجھے دے دو، وہ مسلمان کہتا ہے کہ شرعاً مجھ پر یہ لازم نہیں، یہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور اس مسلمان پر واپس کرنا مکان کا لازم ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۱۵۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ولا یملك راهن ولا مرتهن بیعه بغیر رضی الآخر إلخ (۲) وفیه أیضًا: توقّف بیعُ الرّاهن رهنَه علی إجازة مرتهنه إلخ. قال في الشّامي: وكذا توقّف علی إجازة الرّاهن بیع المرتهن فإن أجازه جاز وإلاّ فلا (۳)(شامي: ۳۲۷/۵، كتاب الرّهن)**

---

(۱) رجل أراد أن یّرتهن من رجل رهنًا ، و أراد أن یّنتفع بالرّهن بأن یكون الرّهن أرضًا، أراد المرتهن أن یّزرعها، أو یكون دار أراد المرتهن أن یّسكنها ، فالحیلة في ذلك أن یّرتهن ذلك الشّيء ویقبضه، ثمّ یستعیر المرتهن ذلك الشّيء من الرّاهن، فإذا أعاره إیّاه وأذن له بالانتفاع طاب لـه ذلك، والعاریة لا ترفع الرّهن إلخ (الفتاوی الهندیة: ۴۳۰/۶، كتاب الحیل، الفصل الرّابع والعشرون في الرّهن)

(۲) الدّر مع الشّامي: ۹۷/۱۰، كتاب الرّهن، باب الرّهن یوضع علی ید عدل .

(۳) الدّرّالمختار والشّامي: ۱۰۰/۱۰، كتاب الرّهن، باب التّصرّف في الرّهن .

پس معلوم ہوا کہ بیع مذکور مالک یعنی راہن کی اجازت پر موقوف تھی، پس جب کہ اس نے اس بیع کو جائز نہیں رکھا تو وہ بیع باطل ہوگئی اور اس کو اپنی چیز واپس لینے کا حق ہے مشتری کا قول صحت بیع کا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کاشت کار نے جو زمین جوتنے کے لیے لی ہے اس کو رہن رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۸) زید نے کسی زمین دار کی چند بیگہ زمین جوتنے کے لیے لی، اب بہ سبب ضرورت کے زید مذکور نے بکر سے دس روپیہ قرض لے لیا، اور ایک بیگہ زمین چار سال کے لیے بکر کو دی کہ تم اس سے نفع اٹھاتے رہو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ بہ منزلہ رہن کے ہے اور رہن سے نفع اٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ ولو أذن له الرّاهن (۱) اور زید کو رہن کرنا اس زمین کا جائز بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس شرط پر رہن رکھنا کہ وقت مقررہ پر قرضہ ادا نہ کیا تو مرتہن مرہون کا مالک ہوجائے گا

سوال: (۴۹) اگر بکر نے زید کے پاس کوئی چیز بہ عوض پچاس روپیہ کے گروی اس شرط پر رکھی کہ چار ماہ کے بعد پچاس روپیہ دے کر لے جاؤں گا، اگر دو چار روز چار ماہ سے زیادہ ہوئے تو تم میری چیز کے مالک ہوجاؤ گے جو چاہے کرنا، بکر کو توفیق پچاس روپیہ دینے کی نہ رہی، کیا زید اس شرط سے شئ مرہونہ کا مالک ہوجائے گا؟ (۹۰۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درمختار وغیرہ میں یہ صورت تو جائز لکھی ہے کہ اگر راہن مرتہن کو شئ مرہونہ کے فروخت کرنے کی اجازت دیدے کہ اگر میں فلاں وقت تک روپیہ ادا نہ کروں تو شئ مرہون کو فروخت کر کے اپنا روپیہ وصول کرلو تو یہ تو جائز ہے، یعنی اس وقت مرتہن اس کو فروخت کر کے اپنا دین

(۱) الشّامي: ۷۰/۱۰، كتاب الرّهن.

وصول کرسکتا ہے۔ درمختار کی عبارت یہ ہے: **سلطه ببيع الرّهن ومات للمرتهن بيعه بلا محضر وارثه** (۱) **فإن وكّل الرّاهن المرتهن أو وكّل العَدل أو غيرهما ببيعه عند حلول الأجل صحّ توكيله إلخ** (۲) (درمختار) لیکن یہ صورت جو سوال میں درج ہے کہ اگر فلاں وقت تک میں تمہارا روپیہ نہ دوں تو تم مالک اس شئ مرہونہ کے ہو یہ صحیح نہیں ہے، جب تک کہ بعد مدت پورا ہونے کے راہن فروخت نہ کرے اس وقت تک مرتہن مالک شئ مرہونہ کا نہ ہوگا، اس کی صورت یہ ہے کہ راہن بعد حلول اجل مثلاً یا اس سے پہلے مرتہن سے کہے کہ میں تمہارے ہاتھ شئ مرہونہ کو بہ عوض دین کے فروخت کی، اور مرتہن قبول کرے تو اس وقت بیع تام ہو جاوے گی، اور مرتہن مالک ہو جاوے گا لیکن شرط مذکورہ کے ساتھ فروخت کرنا اور بیع کو معلق کرنا اس سے بیع نہیں ہوتی، کیونکہ بیع شرط کے ساتھ صحیح نہیں ہوتی اور نیز مرتہن خود بائع اور مشتری نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فک رہن نہ کرانے کی صورت میں مرتہن مرہونہ جائداد کو فروخت کردے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۰) ایک ہندو نے دوسرے ہندو کے پاس چند درخت اس شرط پر رہن رکھے کہ اگر ایک سال کے اندر فک رہن نہ کراؤں تو مرہونہ بیع سمجھی جائے، اور مجھ کو فک کرانے کا اختیار نہ ہوگا، وعدہ مقررہ سے دس سال زائد گذر گئے، راہن نے جائداد مرہونہ کو فک نہیں کرایا، ایک مسلمان نے اس جائداد کو بہ طور بیع مرتہن سے خرید کر بعد ایک ماہ کے ایک دوسرے مسلمان کے نام بیع کردی، یہ جائداد خریدنا اور اس سے نفع اٹھانا مسلمانوں کو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲۷۳۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: **سلطه ببيع الرّهن ومات للمرتهن بيعه بلا محضر وارثه** (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو شئ مرہون کے فروخت کرنے کا اختیار دے دیا اور راہن مرگیا تو مرتہن اس کو فروخت کرسکتا ہے بدون وارثوں کے حاضر ہونے کے، پس جب کہ مرتہن نے موافق

---

(۱) الدّر مع الشّامي: ۱۰/۹۳، كتاب الرّهن، باب ما يجوز ارتهانه ومالا يجوز .

(۲) الدّر مع الرّد: ۱۰/۹۵، كتاب الرّهن، باب الرّهن يوضع على يد عَدْلٍ .

اجازت راہن کے اس شئ مرہونہ کو فروخت کر دیا تو وہ بیع صحیح ہوگئی، اور دوسروں کو اس سے خریدنا اور استعمال میں لانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

راہن ومرتہن کے مرجانے سے رہن باطل نہیں ہوتا

سوال: (۵۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسماۃ وحیدن اور مسماۃ لطیفن دو بہنیں تھیں قوم کنچن (۱) سے، جس میں مسماۃ وحیدن چھوٹی بہن اور مسماۃ لطیفن بڑی بہن تھی، مسماۃ وحیدن نے کچھ جائداد اپنے سرمایہ سے رہن خرید کی تھی، اور مسماۃ لطیفن جو مسماۃ وحیدن کی بڑی بہن تھی اپنی چھوٹی بہن مسماۃ وحیدن کے روبہ روفوت ہوگئی جس کے مسمی عبدو مسمی میاں جان پسران ومسماۃ بندی ومسماۃ امراۃ دختران وارث رہیں، اور پھر بڑی بہن کی چھوٹی بہن مسماۃ وحیدن لاولد فوت ہوئی تو جائداد مرہونہ کے شرعًا بھانجا و بھانجی وارث ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو کس قدر ہیں؟ اور ہمشیرہ دونوں بہنیں علیحدہ علیحدہ رہتی تھیں؟ (۲۶۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: راہن یا مرتہن کے مرجانے سے رہن باطل نہیں بلکہ اگر مرتہن مرجائے تو اس کے ورثہ شئ مرہونہ کو رکھیں گے یہاں تک کہ قرض وصول ہو، اور اگر راہن مرجائے تو اس کے ورثہ قرض ادا کر کے رہن کو چھڑاویں گے۔ **كما في الدّرّ المختار آخر باب التّصرّف في رهن: وفي معين المفتي للمصنّف لا يبطل الرّهن بموت الرّاهن ولا بموت المرتهن ولا بموتهما ويبقى الرّهن رهنًا عند الورثة(۲)**

پس اگر وحیدن کا کوئی وارث سوائے بہن کی اولاد کے نہیں ہے یعنی نہ کوئی ذوالفرض ہے نہ عصبہ، تو بجائے وحیدن متوفیہ کے اس کے بھانجے اور بھانجیاں اس جائداد کو اپنے قبضے میں رکھیں گے، یہاں تک کہ دین ان کا راہن یا اس کے ورثہ سے وصول ہو جس وقت دین اس کا وصول ہوجائے گا جائداد کو واپس کر دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) کنچن: ایک قوم جو اپنی عورتوں کو نچواتی اور ان سے کسب کرواتی ہے۔ (فیروز اللغات)

(۲) الدّرّ مع الشّامي: ۱۱۴/۱۰، كتاب الرّهن، باب التّصرّف في الرّهن إلخ، قبيل فصل في مسائل متفرّقة.

کتاب الوصیة

وصیت کا بیان

وصیت کب صحیح ہوتی ہے؟

سوال: (۱) ایک شخص نے حالت صحت میں چند چیزوں کی وصیت کی:

ایک یہ کہ میرے مرنے کے بعد فلاں دو شخصوں کو میرے ترکہ میں سے ایک ایک ہزار روپیہ دیا جائے۔

دیگر اینکہ میرا جو مکان ہے میرے مرنے کے بعد ''مدرسہ اسلامیہ کھولوڑ'' کے مدرس وحافظ سکونت پذیر ہوں۔

تیسری یہ کہ میرے مرنے کے بعد جب تک میری عورت زندہ رہے اور بشرط اینکہ نکاح ثانی نہ کرے تو میرے مکان کے اندر سکونت رکھے، بعدہ مدرسہ ہذا کے مدرسین سکونت پذیر ہوں، اس وصیت پر عمل کیا جائے یا نہیں؟ میت کے دیگر ورثہ بھی موجود ہیں۔ (۱۵۸۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر وہ دو شخص وارث نہیں ہیں تو ان کے لیے وصیت صحیح ہے، اور دو ہزار روپیہ اگر ثلث سے زیادہ نہیں ہے تو دو ہزار روپیہ کی وصیت درست ہے، ورنہ بہ قدر ثلث صحیح ہے، اور مکان کی سکونت کی وصیت صحیح ہے اب وہ بیع نہ ہو سکے گا۔ درمختار میں ہے: **صحّت الوصیّة بخدمة عبده وسکنٰی دارہٖ مدةً معلومةً وأبدًا ویکون محبوسًا علی ملك المیّت في حقّ المنفعة کما**

في الوقف كما بسط في الدّرر (۱) اور زوجہ کے لیے بدون رضا مندیٔ باقی ورثہ کے وصیت صحیح نہیں ہے۔ لأنّه لا وصيّة لوارث (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲) وصیت کس حالت میں جائز ہے؟ اگر بہ وقت تحریر کے وارث موجود نہ ہوں تو وصیت صحیح ہے یا نہ؟ اور مرض الموت میں وصیت صحیح ہے یا نہیں؟ (۹۷۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وصیت کے جائز ہونے کے لیے وارثوں کا موجود ہونا شرط نہیں ہے، اگر کوئی وارث بھی موجود نہ ہو تب بھی وصیت صحیح ہوتی ہے، اور مرض الموت میں بھی وصیت درست ہے، لیکن وصیت وارث کے لیے درست نہیں ہے، مگر جب کہ باقی ورثہ اجازت دیویں اور وصیت تہائی میں صحیح ہوتی ہے، زیادہ میں بدون رضا مندیٔ وارثوں کے صحیح نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محض ارادے سے وصیت درست نہیں ہوتی

سوال: (۳) زید نے تین سو روپیہ بکر کے پاس امانت رکھے، کئی سال کے بعد جب زید بوڑھا ہوگیا تو خوفِ خدا آیا اور سمجھا کہ زندگی میں خیرات کرنے کا بڑا ثواب ہے، زید نے بکر سے روپیہ طلب کیا اور یہ کہا کہ میں اس روپیہ کو اس طرح تقسیم کروں گا کہ مبلغ یک صد روپیہ اپنے حقیقی بھائی کو، اور یک صد روپیہ مسجد چھاؤنی میں، اور یک صد روپیہ مسجدِ گاؤں میں دوں گا، بکر نے کہا کہ اس وقت میرے پاس نہیں ہیں جلدی انتظام کردوں گا، بعد کچھ عرصہ کے زید کا انتقال ہوگیا، اب بکر حسب وصیتِ زید اس روپیہ کو تقسیم کرے یا کیا حکم ہے؟ (۶۲۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں زید نے کچھ وصیت کسی کو نہیں کی کہ میرے بعد اس طرح روپیہ تقسیم کرنا، اور محض اس ارادہ سے کہ اگر روپیہ وصول ہوجاوے تو میں ایسا کروں گا وصیت نہیں ہوئی، لہٰذا وہ روپیہ زید کے وارثوں کو دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّر مع الشّامي: ۱۰/ ۳۲۸، كتاب الوصايا، باب الوصيّة بالخدمة والسُّكنیٰ والثّمرة .

(۲) ولا لوارثه .... إلّا بإجازة ورثته لقوله عليه الصّلاة والسّلام: لا وصيّة لوارث إلّا أن يجيزها الورثة (الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۰/ ۲۸۵، كتاب الوصايا)

زبانی وصیت بھی معتبر ہے

سوال: (۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی اسماعیل نے قضا کیا، اور قبل از موت رو بہ رو چند اشخاص کے اپنے پھوپھا مسمی حسرت خان کو وصیت کیا کہ ہماری جائداد میں سے ثلث تم ضرور لے لینا، زید کہتا ہے کہ زبانی بلاتحریر قابل تسلیم نہیں، اور محض زبانی صرف شاہدین کی شہادت پر وصیت نافذ نہیں ہوسکتی جب تک کہ میت کی طرف سے کوئی تحریرِ ثبوت نہ ہو، یعنی مسمی اسماعیل نے اگر وصیت نامہ نہیں لکھایا ہے صرف گواہوں کے سامنے زبانی وصیت کر کے انتقال کیا ہے تو یہ وصیت کوئی چیز نہیں ہے، اور نہ شرع شریف میں اس کا کچھ اعتبار ہے، آیا زید کا یہ کہنا از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟ اور زبانی وصیت بلاتحریر از روئے شرع شریف نافذ ہونی چاہیے یا نہیں؟ (۳۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: زید کا قول قابل تسلیم نہیں، زبانی وصیت مثل تحریر کے معتبر ہے اور نافذ ہوتی ہے، اگر ثابت ہو جائے اور شرائط نفاذِ شریعت موجود ہوں مثلاً یہ کہ موصٰی لہ وارث موصی کا نہ ہو۔ ھٰکذا في عامّة کتب الفقه(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر دستخط اور ثبوت کے وصیت نامہ معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۵) ایک شخص اپنی حین حیات میں ایک ایسا وصیت نامہ تحریر کرتا ہے کہ اس پر نہ تاریخ ہے نہ دستخط ہیں، البتہ یہ یقین ہے کہ تحریر متوفی ہی کی ہے کہ میری جائداد میں سے اس کے اخراجات ضروری وضع کر کے جو آمدنی بچے تو اس کو اسلامی مدرسہ کے طلبہ کی کتابوں میں صرف کیا جائے اس وصیت کا شرعًا کیا حکم ہے؟ (۵۲۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اگر ورثہ اس وصیت نامہ کو تسلیم کرلیں تو تحریر مذکور سے وصیت ثابت ہوسکتی ہے، ورنہ وہ تحریر جب کہ مکمل نہیں ہے اور اس پر دستخط بھی نہیں ہیں اور دو گواہ معتبر بھی اس تحریر کے یا زبانی

---

(۱) ولا لوارثه .... إلّا بإجازة ورثته لقوله علیه الصّلاة والسّلام: لا وصیّة لوارث إلّا أن یجیزها الورثة (الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۰/۲۸۵، کتاب الوصایا)

وصیت کے نہیں ہیں تو وہ وصیت نامہ معتبر نہیں ہے، اور حق ورثہ ترکہ پر قائم ہے، اور اگر وصیت نامہ مذکورہ با قاعدہ ثابت ہو جائے تو ایک ثلث میں وصیت نافذ ہوتی ہے بہ شرطیکہ وارث کے لیے نہ ہو، اور بہ صورت اجازتِ ورثہ کل میں بھی نافذ ہو سکتی ہے، باقی دو ثلث ورثۂ شرعیہ پر حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرض موت کا ہبہ بہ حکم وصیت ہے

سوال: (۶) ہندہ مری، اس نے ایک لڑکا دو لڑکی ایک شوہر چھوڑا، مرنے سے پہلے اپنی حالت مرض میں اپنے زیور کے بابت دو حصے کر دیئے تھے، ایک حصہ زوج کو برائے ادائے قرض زوج دے دیا تھا، اور باقی کی نسبت عندالموت وصیت کی کہ اس زیور کو میرے خاوند کو دے دینا تا کہ وہ کسی مدرسہ یا نیک کام میں اپنی رائے سے صرف کر دیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۴۰۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حالت مرض الموت کا ہبہ بہ حکم وصیت ہے، اور وصیت وارث کے لیے صحیح نہیں ہے۔ **إعتاقه ومحاباته وهبته إلخ كلّ ذلك حكمه كحكم وصيةٍ إلخ** (۱) **ولا لوارثه إلخ** (۲) (درمختار) اور نیک کام یا مدرسہ میں صرف کرنے کی جو وصیت کی ہے یہ صحیح ہے، کل ترکۂ مرحومہ کے ثلث میں یہ وصیت جاری ہوگی۔ **أوصى بثُلث ماله لبيت المقدس جاز ذلك إلخ وفي المجتبٰى أوصى بثُلث ماله للكعبة جاز وتصرف لفقراء الكعبة لاغير، وكذا للمسجد وللقدس إلخ** (۳) (**درّمختار**) **وفيه تفصيل للشّامي.** پس ترکہ متوفیہ کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث واجرائے وصیت سولہ سہام ہو کر چار سہام شوہر کو، اور چھ سہام پسر کو، اور تین تین سہام ہر ایک دختر کو ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرض موت میں مہر معاف کرنا بہ حکم وصیت ہے

سوال: (۷) زید کی زوجہ نے بہ حالتِ مرض الموت مہر معاف کر دیا، اور شوہر سے کہا کہ جو

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۰/۳۱۴، كتاب الوصايا، باب العتق في المرض.
(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۰/ ۲۸۵، كتاب الوصايا.
(۳) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۰/ ۲۹۵-۲۹۶، كتاب الوصايا.

کچھ خیرات تم اپنی عمر میں کروگے، اس کا نصف مجھے بخش دو، چنانچہ زید نے اس بات کا وعدہ کرلیا، اور اب زید اس طرح سے خیرات کرتا ہے کہ پانچ روپیہ والد کی جانب سے اور پانچ روپیہ اپنی زوجہ مرحومہ اور اپنی جانب سے؛ اس صورت میں زید پر کچھ مواخذہ ہوگا یا کیا؟ (۵۶۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مرض الموت میں مہر معاف کرنا بہ حکم وصیت ہے، ایک ثلث میں جاری ہوسکتا ہے۔ یعنی اگر مہر ثلثِ کل ترکہ سے زیادہ نہیں ہے تو کل مہر معاف ہوجاوے گا۔ ورنہ بہ قدر ثلث ترکہ معاف ہوگا، اور ثواب جس طرح پہنچاوے درست ہے، مگر زید کو چاہیے کہ موافق اپنے وعدہ کے جو کچھ خیرات نفلی کرے خواہ اپنی طرف سے خواہ اپنے والد کی طرف سے اس میں سے نصف کا ثواب زوجہ کو پہنچا دیوے، باقی اگر والد کے لیے کچھ خیرات علیحدہ کرے اور جو اپنی طرف سے خیرات کرے اس کے نصف میں زوجہ کو شریک کرے، اس میں بھی کچھ مواخذہ زید پر نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرض موت میں مہر میں زیادتی کرنا

سوال: (۸) زید نے پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد اس کی بھانجی باکرہ سے نکاح کیا، اور پانچ سو روپیہ کے زیورات دینے کا وعدہ کیا، نکاح کے ایک ماہ بعد بہ عارضہ سرطان (Cancer) بیمار ہو گیا، اور اپنے چچا اور دیگر عمائد کو یہ کہا کہ میری زوجہ ثانیہ کو میری املاک سے پانچ سو روپیہ مہر کے اور پانچ سو روپیہ زیورات کے میرے وعدہ کے مطابق کل مبلغ ایک ہزار روپیہ دینا، اور فلاں دیہات میں ایک زمین ہے وہ زمین فلاں مدرسہ میں وقف کردیا ہے، اس زمین کو مدرسہ کے اراکین کے قبضہ میں دے دینا، پھر اسی بیماری میں فوت ہوگیا، آیا اس کی زوجہ ثانیہ مبلغ پانچ سو روپیہ بابت زیورات کے لینے کی مستحق ہے یا نہیں؟ (۲۸۸۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: بہ حکم حدیث: أحقّ الشّروطِ أن تُوْفُوْا بِهٖ مَا استحللتُم به الفروجَ (۱) اس صورت میں وہ پانچ سو روپیہ کی رقم جو بہ غرض زیورات مہر کے ساتھ دینے کو زید نے اقرار کیا وہ رقم مہر میں زیادتی کرنا شمار ہوکر اس کی زوجۂ ثانیہ کو دی جاوے گی۔ درمختار میں ہے: أو زید علی ما سمّی

(۱) عن عقبة بن عامر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: أحقّ الشّروط الحديث (صحيح البخاري: ۱/۳۷۶، كتاب الشّروط، باب الشّروط في المهر عند عُقدة النّكاح، وفيه أيضًا: ۲/۷۷۴، كتاب النّكاح، باب الشّروط في النّكاح)

فإنّها تلزمه بشرط قبولها في المجلس وفي الشّامي: (قوله بشرط قبولها إلخ) أفاد أنّها صحيحة ولو بلا شهود، أو بعد هبة المهر، والإبراء منه إلخ و لايشترط فيها لفظ الزّيادة إلخ(۱)(شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں کے لیے وصیت کرنا درست نہیں

سوال: (۹) فرزندانِ زید پر زید کے اس وصیت نامہ کی جو ورثہ کے حق میں ہے جملہ باتوں کی پابندی شرعًا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں تو مکانات اور نقد و جنس و اثاث البیت جملہ ورثہ پر تقسیم ہونا چاہیے یا کیا؟ (۶۸۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وارثوں کے لیے شرعًا وصیت ناجائز ہے، حدیث شریف میں ہے: **لاوصية لوارث** (۲) پس بعد مرنے زید کے اُس کا جملہ ترکہ مکانات و نقد و جنس و زیور و اثاث البیت جملہ ورثہ پر حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، پابندی وصیت نامہ کی اُن کے ذمے لازم نہیں ہے، باقی اپنی خوشی و رضا سے وہ سب ورثہ جس طرح چاہیں کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۰) ہندہ متوفیہ نے یہ وصیت کی کہ میری کل جائداد میرے لڑکے کو ملے لڑکیوں کو نہ دی جائے، اور چونکہ وہ ابھی نابالغ ہے اس لیے میں اپنے بھائی کو اس کا ولی قرار دیتی ہوں یہ وصیت جائز ہے یا نہیں؟ شرعًا ماموں اور دو بہنوں کی موجودگی میں اس کا ولی کون ہوسکتا ہے؟ چھوٹی بڑی بہن میں کچھ فرق ہے یا برابر ولی ہیں؟ (۶۹۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہندہ نے جو اپنے پسر کے لیے وصیت کی ہے وہ شرعًا ناجائز ہے، بدون رضائے بقیہ ورثہ کے وہ وصیت نافذ نہیں ہوسکتی کیونکہ **لاوصية لوارث** وارد ہے (۲) **هٰكذا في كتب الفقه** اور ولی نابالغ کی اس صورت میں اس کی دو بہنیں ہیں (۳) ماموں سے بہنیں مقدم ہیں، اگر دونوں بہنیں بالغ

---

(۱) الدّرّالمختار والشّامي: ۴/۱۸۰، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في أحكام المتعة .

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال : لا وصيّة لوارث إلاّ أن يّشآء الورثة(مشكاة المصابيح، ص:۲۶۵، باب الوصايا، الفصل الثّاني)

(۳) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم .... ثمّ للأخت لأب و أمّ (الدّرّالمختار مع الشّامي: ۴/۱۴۰-۱۴۱، كتاب النّكاح، باب الولي، مطلب: لا يصحّ تولية الصّغير شيخًا على خيراتٍ)

ہیں تو دونوں برابر ولی ہیں، بڑی چھوٹی کا کچھ فرق نہیں ہے، ورنہ جو بہن بالغہ ہے وہ ولی ہے۔

وارثوں کی کونسی اجازت معتبر ہے؟

سوال: (۱۱)......(الف) وارثوں کے لیے وصیت شرعًا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) کیا رضا مندی وصیت پر شرعی ورثاء کی بعد وفات موصی ضروری ہے؟ (۹۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف-ب) مسئلہ شرعیہ در بارۂ وصیت یہ ہے کہ وارثوں کے لیے وصیت درست نہیں ہے، مگر جب کہ باقی ورثہ بعد موت موصی کے اس کو جائز رکھیں، اور غیر وارث کے لیے وصیت ایک ثلث تک جائز ہے، اور اگر ایک ثلث ترکہ سے زیادہ ہو تو وارثوں کی اجازت کی ضرورت ہے، بدون وارثوں کی اجازت کے ایک ثلث سے زیادہ موصی لہم کو نہیں مل سکتا، اور اجازت وہ معتبر ہے جو بعد مرنے موصی کے ہو زندگی میں اجازت کا اعتبار نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **وتجوز بالثُّلث للأجنبي إلخ وإن لم يجز الوارث ذلك ، لا الزّيادة عليه إلّا أن تجيز ورثته بعد موته، ولا تعتبر إجازتهم حال حياته أصلا بل بعد وفاته إلخ** (۱) وأيضًا فيه: **ولا لوارثه وقاتله إلخ إلّا بإجازة ورثته لقولهٖ عليه الصّلاة والسّلام، لا وصية لوارث إلّا أن يجيزها الورثة إلخ** (۲) **وإنّما يصحّ قبولها بعد موته إلخ فبطل قبولها وردها قبله إلخ** (۳)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ ورثہ کے لیے وصیت کے جواز کی یہ شرط ہے کہ جملہ ورثہ بعد مرنے موصی کے اس پر رضا مند ہوں، اور غیر وارث کے لیے تہائی سے زیادہ وصیت جائز ہونے کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ ورثہ بعد مرنے موصی کے اس پر راضی ہوں۔

مطلقہ بیوی کے لیے وصیت کرنا

سوال: (۱۲) شخصے درمرض الموت مثل ہیضہ وطاعون بہ حالت ثبات عقل وحواس در ثلث مال

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۰/۲۷۹، كتاب الوصايا.

(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۱۰/۲۸۵، كتاب الوصايا.

(۳) الدّر مع الرّد: ۱۰/۲۸۸، كتاب الوصايا.

وصیت کرد و جان بہ حق سپرد، ایں چنیں وصیت نافذ شود یا نہ؟ وہم چنیں وصیت کسے کہ ثلث مال خود بہ مطلقہ خارج عن العدۃ ہبہ یا وصیت نمود نافذ است یا نہ؟ (۲۷۸۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وصیت ثلث مال برائے کسے کہ وارث نباشد و مانع از وصیت درو نباشد در مرض الموت مثل ہیضہ وطاعون صحیح ونافذ است۔ در درمختار است: وَ إلاّ تَطُلْ وخيف موته فمن ثُلُثه إلخ (۱) ووصیت کردن برائے زوجہ مطلقہ خارجہ عن العدۃ صحیح است۔ في الدّرّ المختار: و تجوز بالثُّلُث للأجنبي إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: سوال: (۱۲) ایک شخص نے مرض الموت جیسے ہیضہ اور طاعون میں عقل وحواس کی درستگی کے ساتھ تہائی مال میں وصیت کی اور انتقال کر گیا، ایسی وصیت نافذ ہوگی یا نہیں؟ نیز ایک شخص اس طرح وصیت کرتا ہے کہ اس کا تہائی مال مطلقہ بیوی کو جس کی عدت پوری ہو چکی ہے ہبہ کیا جائے یا وصیت کے طور پر دیا جائے تو ایسی وصیت نافذ ہوگی یا نہیں؟

الجواب: کسی کے لیے تہائی مال کی وصیت کرنا کہ وہ وارث نہ ہو اور اس میں کوئی مانع وصیت موجود نہ ہو مرض الموت جیسے ہیضہ اور طاعون میں صحیح اور نافذ ہے۔ درمختار میں ہے: ''اور اگر مرض کی مدت دراز نہ ہوئی ہو (یعنی ایک سال نہ گزرا ہو) اور موت کا خوف ہو تو اس کا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا''۔

اور جس مطلقہ بیوی کی عدت پوری ہو چکی ہے اس کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے۔ درمختار میں ہے: ''اور تہائی مال کی وصیت کرنا جائز ہے اجنبی شخص کے لیے''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیوہ بہو کے لیے وصیت کرنا

سوال: (۱۳) ایک شخص نے دستاویز مندرجہ ذیل لکھ کر رجسٹری کرادی، جس کا مضمون یہ ہے: مسماۃ حواء میرے لڑکے مرحوم مسمی داؤد کی زوجہ ہے جو کہ بیوہ ہے، میں مسمی یوسف جی، میں آج کے روز تم کو لکھ دیتا ہوں کہ میں نے اپنے لڑکے داؤد کے نام سے فلانی زمین ۱۳ بیگہ فلاں شخص سے بیع

(۱) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۲۹۱/۱۰، کتاب الوصایا.
(۲) الدّر مع الرّد: ۲۷۹/۱۰، کتاب الوصایا.

رکھی تھی جس کا مالک میں ہوں، لیکن میں نے اپنے لڑکے داؤد کے نام پر سرکار میں کردی تھی، جس کا حق مالکیت مجھ کو ہے، اور قبضہ بھی میرا ہے، غرض میری ہی ملکیت ہے، میں آج کے روز یہ اقرار حواء تم کو لکھ دیتا ہوں، اوپر لکھی ہوئی زمین جو کہ میری ہے اس کا سرکاری محصول تم سرکار کو دینا اور منافعہ سالانہ تم لینا، جب تک تم زندہ ہو اس وقت تک یہ زمین تم کو کھانے کے لیے دیتا ہوں، تم کو اس زمین کے بیچنے اور رہن کرنے کا حق نہیں، اور نہ تم کو ہبہ کا حق ہے، فقط تم اپنی زندگی تک اس کا منافعہ کھانا، تمہارے بعد میں اس زمین کا منافعہ جو کچھ آوے وہ تمہاری لڑکی خدیجہ میری پوتی تمہارے موافق کھاوے، اور اگر خدانخواستہ خدیجہ بھی مرجاوے تو میرے مرحوم لڑکے ابراہیم کا لڑکا محمد جو کہ خدیجہ کا خاوند ہے جو کہ میرا وارث ہے وہ اس زمین کا وارث ہے اور مالک ہے، اور اگر خدانخواستہ خدیجہ سے پہلے محمد مرجاوے تو خدیجہ اس زمین کی مالک ہے، اور اگر محمد اور خدیجہ دونوں حواء کی حیات میں مرجاویں تو اس زمین کے منافع کا حق حواء کو ہے، زمین کی ملکیت کا حق حواء کو نہیں ہے، تمہارے بعد میں اس ملکیت کے مالک میرے عصبہ ہیں، مگر میں ایسا کرنے پر راضی نہیں ہوں، اس لیے میں آج کے روز یہ انتظام کرتا ہوں کہ حواء کے مرنے کے بعد اگر ضرورت تجہیز وتکفین کی ہو، اس کو اس ملکیت سے پورا کرکے باقی زمین سملک کی مسجد میں دے دی جاوے، یہ ملکیت سملک کی مسجد میں وقف ہے، یہ وقف صحیح ہے یا نہیں؟

اس صورت میں یوسف جی مرگیا، اس کے بعد خدیجہ نابالغہ مرگئی، پھر محمد بھی مرگیا، اور یوسف جی کی پشت سے کوئی اولاد باقی نہیں رہی، اس وقت محمد کے وارث اس کے عصبات ہیں جو کہ یوسف جی کے علاتی بھائی کی اولاد ہے، مسمی سلیمان، موسیٰ، احمد، اور حواء مذکورہ اس وقت زندہ ہیں، تو بعد حواء کے اس زمین کے وارث محمد کے عصبہ ہیں یا نہیں؟ یا یہ زمین مسجد کے لیے وقف ہوگی؟ (۸۹۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر وہ زمین ثلث ترکہ سے زیادہ نہیں تو اس کا کل منافع ورنہ بہ قدر ثلث حواء مذکورہ کو اس کی زندگی تک ملیں گے، بعد حواء کے مرنے کے وہ زمین ورثہ کی مملوکہ ہوگی، محمد کے عصبات سلیمان وموسی واحمد حسب حصص تقسیم کریں گے، وقف اس طرح صحیح نہیں ہوتا، پس وہ زمین وقف نہ ہوگی۔

صحّت الوصية بخدمة عبدہٖ وسکنٰی دارہٖ مدةً معلومةً وأبدًا إلخ وبِغلّتهما إلخ (١)

---

(١) الدرّ مع الشّامي: ١٠/ ٣٢٨، كتاب الوصايا، باب الوصيّة بالخدمة والسُّكنٰى والثّمرة.

(درّمختار) وبعد موته يعود العبد والدّار إلى الورثة أي ورثة الموصى بحكم الملك إلخ(۱)(درّمختار) و كتاب الوقف من العالمغيرية: ومنها أن يكون منجزًا غير معلّق إلخ(۲)

اولاد کی موجودگی میں پوتے اور اس کی والدہ کے لیے وصیت کرنا

سوال: (۱۴) اگر کسی کے لڑکا ہو شادی شدہ صاحب اولاد اور وہ خبر گیری اپنی زوجہ ولڑکے کی نہ کرے، اور اس کا باپ ان کی خبر گیری کرتا ہو، اگر اس لڑکے کی زوجہ اور پسر کو کچھ تنخواہ بہ ذریعہ اقرار نامہ مقرر کر دے تا مدت عمر بنا بر خور ونوش جیسا کہ اپنی حیات میں کرتا ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۵-۴۴/۳۳۸ھ)

الجواب: اولاد کی موجودگی میں چونکہ پوتا محروم ہوتا ہے، اس لیے اس پوتا اور اس کی والدہ کے لیے بھی وصیت درست ہے، مگر تا مدت حیات کی قید سے درست نہیں ہے، بلکہ جو کچھ اس کو دینا ہو وہ بعد مرنے کے ان کی ملک کر دی جاوے، قطعہ جائداد یا نقد جس کی مقدار معین ہو، اور یہ لحاظ رہے کہ تہائی سے نہ بڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اولاد کی موجودگی میں نواسی اور پوتے کے لیے وصیت کرنا

سوال: (۱۵) زید نے انتقال کیا، مندرجہ ذیل وارث چھوڑے: ایک زوجہ فاطمہ، دولڑکے: محبوب احمد وعابد، پانچ لڑکیاں: طاہرہ، خدیجہ، رحمت، بانو، صغری، ایک لڑکی فائزہ زید کے سامنے انتقال کرگئی، جس کی ایک لڑکی ہاجرہ موجود ہے، اور زید کی دو بیبیاں پہلے ہی انتقال پا چکی تھیں، زید نے اپنے مرنے سے چودہ سال پیشتر اپنے بڑے فرزند محبوب کو جو اس سے الگ تھا اپنے ساتھ تجارت میں شریک کر کے دکان کی بہی کھاتا کی کتاب کے سرورق اپنے خط سے لکھ دیا کہ آج سے تو ہر ایک معاملۂ زمینات ولین دین ودستاویزات میں میرے نصف حصہ کا شریک ہے، اور کھاتا الگ کر دیا، انتقال سے دو روز پہلے بہ حالت صحت ہوش وحواس وثبات عقل زید نے ایک وصیت نامہ

(۱) الدّر مع ردّالمحتار: ۱۰/۳۳۱، كتاب الوصايا، باب الوصيّة بالخدمة إلخ .
(۲) الفتاوىٰ الهندية: ۲/۳۵۵، كتاب الوقف، الباب الأوّل في تعريفه و ركنه إلخ .

لکھوایا جس میں اپنی کل املاک منقولہ وغیر منقولہ کی تقسیم کی صورت یہ بتلائی:

(۱) تینوں ناکتخدا (غیر شادی شدہ) لڑکیوں رحمت، بانو، صغریٰ کو ان کی شادیوں کے لیے ایک ایک ہزار روپیہ دینا، اور بعد شادی پانچوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو روپیہ دینا، اور نواسی ہاجرہ کو بھی پانچ سو روپیہ دینا۔

(۲) زوجہ فاطمہ کو ایک زمین جواہری ہولا سے موسوم ہے اور ایک باغ جو اسی زمین سے ملحق ہے جن کی قیمت تقریباً تین ہزار ہوگی دینا۔

(۳) باقی املاک منقولہ وغیر منقولہ گھر وغیرہ کے تین حصہ کرکے محبوب وعابد دونوں بیٹوں کو ایک ایک حصہ اور ایک حصہ نور اپنے پوتے کو دینا۔

(۴) دکان اور پرامیسری (۱) دستاویزات کے کل مبلغ کو دو حصہ کرکے ایک حصہ اپنے فرزند محبوب و پوتے نور کو، اور ایک حصہ عابد دوسرے بیٹے کو دینا۔

(۵) فاطمہ زوجہ کے نزدیک جو زیوات ہیں وہ اس کے مہر میں دے دیا ہے باقی زیورات جن جن کے پاس ہیں وہ انہیں کے ہیں۔

(۶) ایک زمین جو میرے والد نے ربیع الاوّل کے فاتحہ اور خیرات کے لیے وقف کی ہے، اور حسب وصیت میں اپنی زندگی میں اس کا متولی تھا اب حسب قرارداد سابق میرا چھوٹا بھائی سید قاسم اس کا متولی ہے، موافق وصیت وہ اس کا سرانجام فرمائے، اور اس کا جو مبلغ میرے پاس جمع ہے اس سے چھوٹی مسجد کی تعمیر کے لیے ایک ہزار چار روپیہ دینے کے لیے میں نے وعدہ کیا ہے وہ دے دے، اور آئندہ جیسے اس کے مزاج میں آئے فاتحہ وغیرہ پر حسب وصیت عمل پیرا ہو۔

(۶۵۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حکم شرعی اس بارے میں یہ ہے کہ وصیت وارث کے لیے جائز نہیں ہوتی، مگر جملہ ورثہ کی اجازت سے بہ شرطیکہ وہ سب وارث بالغ وعاقل ہوں اور غیر وارث کے لیے ایک ثلث تک وصیت درست ہے۔ **و تجوز بالثُّلث للأجنبي .... و إن لم يجز الوارث ذلك إلخ (۲)**

---

(۱) پرامیسری نوٹ (Promissary note) وہ تحریر جو روپیہ ادا کرنے کے متعلق کسی سے خاص وقت تک کے لیے لکھوائی جائے۔ (فیروز اللغات)

(۲) **الدّرّ المختار مع الشّامي: ۲۷۹/۱۰، كتاب الوصايا.**

(درّمختار) ولا لوارثه إلخ إلاّ بإجازة ورثتهٖ لقولهٖ عليه الصّلاة والسّلام: لا وصية لوارث إلاّ أن يجيزها الورثة إلخ وهم كبار عقلاء .... ولو أجاز البعض وردّ البعض جاز على المجيز بقدر حصّته إلخ (درّمختار) قوله: (جاز على المجيز إلخ) بأن يقدر في حقّ المجيز كأن كلّهم أجازوا وفي حقّ غيره كأن كلّهم لم يجيزوا إلخ(١)(شامي)

پس بعد اس تمہید کے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ نواسی ہاجرہ اور نور پوتا کے لیے جو وصیت زید کی ہے وہ تو بلا کسی شبہ اور تردد کے اور بدون کسی وارث کی اجازت لینے کے صحیح و نافذ ہے، ان دونوں کو بہ قدر وصیت دیا جائے گا، جب کہ وہ ثلث ترکہ سے زیادہ نہیں ہے، اور ماسواء ان دونوں کے باقی سب وارث ہیں، ان کے لیے وصیت مذکورہ پر اس وقت عمل ہوسکتا ہے کہ سب وارث راضی ہوں، بہ شرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں، زوجہ اگر اس وصیت پر راضی ہے تو اس کے حق میں وصیت صحیح ہوجائے گی، لیکن اگر نا کتخدا لڑکیاں نابالغ ہیں تو ان کی اجازت معتبر نہیں ہے، البتہ ان کے لیے جو ایک ہزار روپیہ کی وصیت ہے شادی کے لیے اگر باقی سب ورثاء بالغین اس پر راضی ہوں تو یہ رقم ان کو دے دی جائے گی، الغرض اگر سب ورثہ بالغ ہیں اور سب اس وصیتِ زید پر راضی ہیں تو اسی تفصیل کے موافق جو کہ زید نے وصیت نامہ میں لکھی ہے عمل درآمد ہوگا، اور اگر سب بالغ نہیں یا سب راضی نہیں ہیں تو جو بالغ ہے اور وہ راضی ہے اس کے حق میں وصیت کے موافق عمل ہوگا، اور جو نابالغ ہیں یا اس وصیت سے ناراض ہیں ان کے حق میں حصص شرعیہ کے موافق ترکہ تقسیم ہوگا، اور حصص شرعیہ اس صورت میں اس طرح ہیں کہ ترکہ زید کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث بہتر (٧٢) سہام ہوکر نو سہام اس کی زوجہ فاطمہ کو، اور چودہ چودہ سہام محبوب و عابد پسران کو، اور سات سات سہام پانچوں دختران طاہرہ، خدیجہ، رحمت، بانو، صغریٰ کو ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکی کا حصہ نکالنے کے بعد لڑکوں کے برابر پوتوں کو دینے کی وصیت کرنا

سوال: (١٦) منگل خان کے تین فرزند ایک دختر صلبی تھے، منگل خان کی حیات میں بڑے فرزند کا انتقال ہوا، اور اس نے اپنے صلب سے ٣ فرزند وارث چھوڑے، اور ایک زوجہ، بہ وقت نزع

(١) الدّرّالمختار والشّامي: ١٠/ ٢٨٥-٢٨٦، كتاب الوصايا.

خود منگل خان نے یہ وصیت کی کہ بعد میرے میری جائداد متروکہ سے بہ استثنائے حصۂ فریضۂ دختر ہر دو فرزندگان اور فرزند زادہ کو حصہ برابر دیا جائے۔ (۱۹۱۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر جملہ ورثا اس پر راضی ہیں تب تو سب فرزند زادوں کو مثل فرزندانِ صلبی کے حصہ دیا جائے گا اگرچہ وہ ثلث سے زیادہ ہو، اور اگر وہ راضی نہ ہوں تو ایک ثلث میں وصیت جاری ہوگی یعنی ایک ثلث ترکہ کا فرزند زادوں کو دیا جائے گا، اور باقی دو ثلث وارثین پر تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کے لیے وصیت کرنا

سوال: (۱۷) زید کے چار لڑکے اور ایک پوتا فوت شدہ پسر سے موجود تھے، زید نے وصیت کی کہ اگر میرا پوتا حصۂ والد سے محروم ہے تو میں اس کو مساوی حصہ اپنے فرزندوں کے ہبہ کرتا ہوں کیوں کہ بعد فوت ہونے میرے اس کو کوئی محروم نہ کرے، اور تنازعہ مابین نہ رہے، بلکہ زید نے قدر متروکہ خود کا قبضہ پوتے کو دیا، باقی مال مشترک تا ہنوز چلا آتا ہے اب وہ لڑکا بالغ ہوگیا، لیکن وارثان دیگر یعنی پسران زید اس یتیم کو حصہ دینے سے انکاری ہیں، لہٰذا استفسار ہے کہ وراثت زید سے یہ لڑکا یعنی اس کا پوتا محروم ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۵۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: زید کی وصیت کے موافق اس کے پوتے کو چاروں فرزند کے حصہ کے برابر حصہ ملے گا کیوں کہ پوتا اس صورت میں بہ موجودگی دیگر فرزندوں کے محروم ہے، لہٰذا وصیت اس کے لیے صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پوتے کے لیے تمام مال کی وصیت کرنا

سوال: (۱۸) مسماۃ عظیمن بی بی نے بذریعہ وصیت نامہ کے اپنی جائداد معہ اشیائے خانگی اپنے پوتے حقیقی کے نام تحریر کرکے انتقال کیا، یہ وصیت نامہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۴۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر متوفیہ نے کوئی لڑکا بھی چھوڑا ہے تو چونکہ لڑکے کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں ہے، لہٰذا اس حالت میں پوتا کے لیے وصیت صحیح ہے، تہائی میں وصیت جاری ہوگی، اور اگر متوفیہ نے پسر نہیں چھوڑا تو پھر چونکہ پوتا بھی وارث ہے تو اس کے لیے وصیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ وارث کے لیے

بدون رضامندیٔ باقی ورثہ کے وصیت صحیح نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بھانجے کو کچھ دینے کی وصیت کی تو اس کو ترکہ میں سے کتنا ملے گا؟

سوال: (۱۹) حافظ نظام الدین نے اپنے بھانجے عبدالشکور کو اپنے مال سے کچھ دینے کی وصیت کی، اب یہ وصیت قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ ترکہ میں سے کتنا ملے گا اور بقیہ وارثوں کو کتنا؟

(۲۰۹۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اگر حافظ نظام الدین متوفی نے اپنے بھانجے عبدالشکور کو وصیت نامہ لکھا تھا تو چونکہ عبدالشکور وارث شرعی نظام الدین کا نہیں ہے، لہٰذا اس کے حق میں وصیت صحیح ہے، اور وصیت ایک ثلث میں نافذ ہوگی بقیہ وارثوں کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنی لڑکی اور داماد کے لیے تمام مال کی وصیت کرنا

سوال: (۲۰) مسماۃ بشریٰ زوجہ الف خان مرحوم نے اپنے شوہر متوفی کی جائداد بلاشرکت غیرے کو قبضہ میں لے کر بہ سلسلہ تجارت ترقی دے کر کچھ اثاثہ جمع کیا، الف خان نے اپنے نطفہ اور بطن مسماۃ بشریٰ سے ایک دختر مسماۃ کلو کو چھوڑا، اور مسماۃ بشریٰ کا ایک بھائی حقیقی چھوٹے خان ہمیشہ سے علیحدہ رہ کر معہ عیال اطفال اپنی کمائی سے گزر بسر کرتا رہا، اور ہمشیرہ خود کی کوئی امداد نہ کی، اور بشریٰ کی جائداد سے کچھ تعلق نہ تھا، مسماۃ بشریٰ کو اس کے والدین کی جائداد سے ایک حبہ نہ ملا، بلکہ کل جائداد شوہر متوفی کی تھی بلاشرکت غیرے تجارت سے اپنی اور دختر خود کی پرورش کرتی رہی، بعدہ شیر خان سے لڑکی کا عقد کر کے گھر جمائی رکھا، اور شیر خان کل تنخواہ اپنی خوش دامن کو دیتا رہا، چونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے مسماۃ بشریٰ نے اپنی حیات میں جملہ اعزاء و برادر حقیقی و پنچان برادری کے سامنے ایک وصیت نامہ اپنی کل جائداد کا منقولہ وغیر منقولہ کا اپنی دختر حقیقی مسماۃ کلو و شیر خان داماد خود کو تحریر کر کے قبضہ مالکانہ دے دیا، اس وصیت نامہ پر مسماۃ مذکورہ کے بھائی چھوٹے خان کا نشانِ انگشت شہادت میں لگا ہے، اب مسماۃ بشریٰ نے انتقال کیا، اور بعد ایک ماہ کے مسماۃ کلو دختر بشریٰ کا انتقال ہوگیا، کلو کے بطن سے ایک دختر حقیقی نابالغہ موجود ہے، اس کی پرورش اس کا باپ کرتا ہے، ایسی صورت

میں کس کس کو حصہ ملنا چاہیے؟ چونکہ مسماۃ بشریٰ کی جائداد میں اس کے داماد شیر خان کی کمائی کی جائداد بھی شامل ہے تو کیا ایسی حالت میں چھوٹے خان بھی حصہ پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس جائداد سے حصہ مل سکتا ہے؟ (۷۹/۲۰۷۹-۴۶/۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں مسماۃ کلو چونکہ وارث اپنی والدہ کے ترکہ کی ہے، اس لیے اس کے حق میں وصیت صحیح نہیں ہوئی، حدیث شریف میں ہے: لا وصیة لوارث الحدیث (۱) البتہ داماد کے حق میں وصیت صحیح ہوگئی، لہٰذا ایک تہائی ترکہ مسماۃ بشریٰ متوفاۃ کا اس کے داماد کو از روئے وصیت پہنچا، اور دو تہائی ترکہ میں سے نصف مسماۃ بشریٰ کی دختر مسماۃ کلو کو اور نصف برادر حقیقی چھوٹے خان کو ملے گا، پھر مسماۃ کلو متوفاۃ کا کل ترکہ اس کی دختر کو ملے گا ماموں محروم ہے، اور مسماۃ بشریٰ وغیرہ کا یہ کہنا کہ میری جائداد میں میرے داماد کی کمائی کی جائداد بھی شامل ہے بلا ثبوت شرعی معتبر نہ ہوگا۔ فقط

بھائی اور بہن کی موجودگی میں بیوی کے لیے پورے ترکہ کی وصیت کرنا

سوال: (۲۱) زید نے انتقال کیا، ایک بھائی بکر، ہندہ بہن، باصرہ زوجہ منکوحہ وارث چھوڑے، اور زید نے ایک وصیت نامہ اس مضمون کا لکھا ہے کہ میری زوجہ باصرہ میری جمیع جائداد کی جس میں اثاث البیت وغیرہ بھی شامل ہے مالک ہے، اور ابھی تک زید کی زوجہ باصرہ کا مہر بھی ادا نہیں ہوا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۱۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کے ترکہ میں سے تجہیز و تکفین ضروری کے خرچ کے بعد اول مہر زوجہ کا ادا کیا جائے گا، اسی طرح اگر کوئی دوسرا قرض و دین زید کے ذمے ہے وہ اول ادا کیا جائے گا، ادائے دیون کے بعد مرتبہ وصیت کے جاری کرنے کا ہے، مگر زوجہ چونکہ وارث بھی ہے اس لیے بہ حکم لا وصیة لوارث (۱) زوجہ کے لیے جو کچھ زید نے وصیت کی ہے وہ بدون رضا برادر و ہمشیرہ وارثان شرعی نافذ و صحیح متصور نہیں ہے، بلکہ زید کا تمام ترکہ جس میں اسباب خانہ وظروف و مکان و زیور بھی داخل ہے، بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے چار سہام ہو کر ایک حصہ اس کی زوجہ باصرہ کو اور دو سہام بھائی بکر کو اور ایک حصہ ہندہ بہن کو ملے گا۔ فقط

(۱) اس حدیث کی تخریج کتاب الوصیۃ کے سوال (۹) کے جواب میں ہے۔ ۱۲

خاوند کے رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا

سوال: (۲۲) مسماۃ بیجان بیوہ منشی عطا حسین مرحوم ہے، منشی صاحب کا ایک بھائی تھا جس کا ایک بیٹا محمد اسحاق ہے اور دو لڑکی موجود ہیں، اور منشی صاحب کا ایک دوسرا بھائی موجود ہے اور منشی صاحب کی ایک ہمشیرہ بھی موجود ہے اور مسماۃ بیجان کا سوائے ان اشخاص مندرجہ بالا کے کوئی رشتہ دار اور وارث شرعی نہیں ہے، بعد مسماۃ بیجان کے ان اشخاص کو شرعاً کچھ جائداد مل سکتی ہے یا نہیں؟ مل سکتی ہے تو کتنی کتنی؟ اور یا ان اشخاص میں سے کسی ایک کی نسبت جائداد دینے کی وصیت لکھا دے تو وہ شخص جائداد مسماۃ بیجان پا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۳۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ان میں سے جو شوہر کے رشتہ دار ہیں مسماۃ بیجان کے ترکہ کا کوئی بھی وارث شرعی نہیں ہے، بیجان اگر ان میں سے کسی کے لیے کچھ وصیت کرے صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنے سالے اور اپنے لڑکے کے سالے کے نام الگ الگ دو وصیت نامے لکھے تو کون سا صحیح ہے؟

سوال: (۲۳) مسمی یار محمد خان نے ایک وصیت نامہ رحیم خان اپنے سالے کے نام لکھا، اور پھر ایک وصیت نامہ بنام کلو ولد رحمت اللہ زردوز لکھا، اور رحمت اللہ یار محمد کے لڑکے کا سالہ ہے، اور یار محمد کے ورثہ میں سوائے پوتی کے اور کوئی موجود نہیں ہے، اب دونوں وصیتوں میں سے کون سی صحیح ہے؟ (۲۴۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: دونوں وصیتیں شرعاً صحیح ہیں، ایک ثلث میں دونوں شریک ہیں اور باقی پوتی کو ملے گا، **بخلاف ما إذا أوصى به لرجل، ثمّ أوصى به لآخر، لأنّ المحلّ يحتمل الشّركة واللّفظ صالح لها**(۱) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّالمختار: ۱۰/۲۹۰، كتاب الوصايا.

بیوی کو کچھ نہ دینے اور بہو کو سب جائداد دینے کی وصیت کرنا

سوال: (۲۴) زید نے اپنے انتقال کے اٹھارہ سال قبل ایک وصیت نامہ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعد وفات میری جملہ جائداد کی مالک میرے پسر متوفی کی اہلیہ ہوگی، اور میری منکوحہ دوسری کو جو کہ غیر خاندان سے ہے کچھ حصہ نہ ملے گا، صرف نان ونفقہ کے واسطے تاحین حیات سو روپیہ سالانہ میرے پسر متوفی کی اہلیہ اس کو دیتی رہے گی، اور مہر منکوحہ غیر خاندان جن کی تعداد پانچ صد روپیہ ہے اس طریقہ سے ادا کر چکا ہوں کہ اس کی دختر جو کہ مجھ سے نہیں ہے شوہر سابق سے ہے میرے نکاح کے وقت ساتھ آئی تھی، دختر مذکورہ کی شادی میں خرچ کر چکا ہوں، اب میرے ذمے مہر باقی نہیں ہے، اب من جملہ وارثان شرعی کے دو بھتیجے اس وصیت نامے کو تسلیم کرتے ہیں اور منکوحہ تسلیم نہیں کرتی، یہ وصیت نامہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۹۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: وصیت ایک تہائی میں جاری ہوتی ہے اگر شرعًا وصیت صحیح ہوگئی ہے اور الفاظ وصیت اس وصیت نامہ میں موجود ہیں تو ایک تہائی موصی لہا کا نکال کر باقی میں سے زوجہ کا حصہ زوجہ کو دیا جاوے گا جو کہ بہ صورت زید کے اولاد نہ ہونے کے چہارم ہے، اور زوجہ کا مہر بھی دیا جاوے گا اور جمیع حقوق مقدمہ اول ادا کیے جاویں گے، اور زوجہ مذکورہ کی دختر کے نکاح میں خرچ کرنے سے مہر ساقط نہیں ہوا، اور وہ خرچ مہر میں محسوب نہ ہوگا، اور جو بھتیجے کل وصیت پر راضی ہیں ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنا حصہ لیں یا نہ لیں مگر زوجہ کا حصہ ساقط نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بہن سے ناخوش ہونے کی وجہ سے تمام مال کارِ خیر میں صرف کرنے کی وصیت کرنا

سوال: (۲۵) ایک شخص نے قبل انتقال اپنے آقا کو مال سپرد کر کے یہ کہا کہ میں لاولد ہوں میرا مال کار خیر میں صرف کرنا، اور ہمشیرۂ حقیقی سے ناخوش تھا اس کے لیے کچھ وصیت نہیں کی، اس صورت میں اس کی ہمشیرہ کو کچھ دینا درست ہے یا نہیں؟ (۴۹۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شرعاً وصیت تہائی ترکہ میں جاری ہوتی ہے، آقائے مذکور کو چاہیے کہ کل متروکہ کو بعد تجہیز وتکفین کے وادائے قرض کے جو رہا ہو اس کا تہائی بہ موجب وصیت کے کار خیر میں صرف کرے، اور باقی دو تہائی متوفی کے وارثوں کو دیویں، اگر وارثوں میں صرف ایک بہن ہی ہے تو دو ثلث اس کو دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ کی وصیت درست نہیں

سوال: (۲۶) نابالغ کی وصیت صحیح اور درست ہے یا نہیں؟ اور بلوغ کا حکم کس عمر میں ہوتا ہے؟ (۴۲۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نابالغ کی وصیت درست نہیں ہے (۱) اور شرعاً پندرہ برس کی عمر میں عورت اور مرد بالغ شمار ہوتے ہیں، اور اگر اس عمر سے پہلے کوئی علامت بلوغ کی ظاہر ہو تو اس سے بھی حکم بلوغ کا ہوتا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقروض کی وصیت کب لغو ہوتی ہے؟

سوال: (۲۷) مسماۃ اولیاء بیگم نے اپنا مکان ہبہ کر دیا، اور چار ہزار کی قرض دار مریں، مرنے کے بعد ورثہ میں وصیت کی بابت نزاع ہے، ایک فریق یہ کہتا ہے کہ میت نے وصیت بھی کی ہے، اور دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ جب میت نے کچھ نہیں چھوڑا ایک مکان تھا سو اس کو ہبہ کر دیا تھا اور چار ہزار کی مقروض مریں تو وصیت کس چیز میں کی؟ جب کچھ مال نہیں چھوڑا تو پھر وصیت کس طرح پر ہوسکتی ہے؟ اگر کچھ مال چھوڑتی تو اس میں وصیت ہوسکتی تھی، جب مال ہی نہیں چھوڑا تو پھر وصیت

---

(۱) ولا من صبيّ غيرِ مُمَيِّزٍ أصلاً ولو في وجوه الخير ...... وكذا لا تصحّ مِنْ مُمَيِّزٍ (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱۰/۲۸۶، كتاب الوصايا)

(۲) بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال إلخ والجارية بالاحتلام والحيض والحبل إلخ، فإن لم يوجد فيهما شيء فحتّى يتمّ لكلّ منهما خمس عشرة سنة، به يفتى ...... وأدنیٰ مدّته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹/۱۸۵، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام إلخ)

ممکن ہی نہیں ہے، پس علمائے دین سے استفتاء کیا جاتا ہے کہ اس صورت میں وصیت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۳۳/۶۶۲-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو شخص مقروض مرے اور اس کا ترکہ قرض کو کافی نہ ہو یا برابر قرض کے ہو تو اگر بالفرض وہ شخص کچھ وصیت کرے تو وصیت اس کی لغو ہوتی ہے، کیونکہ وصیت کا نفاذ بعد ادائے دیون کے ہے۔ **كما في الدّرّ المختار: ثمّ ديونه إلخ ثمّ وصيته............ من ثلث مابقي بعد تجهيزه وديونه، وإنما قدّمت في الآية اهتمامًا لكونها مظنّة التّفريط إلخ** (۱) پس معلوم ہوا کہ نفاذ وصیت بعد ادائے قرض کے ہے جب کہ قرض کے ادا کے بعد کچھ باقی نہ رہے یا قرض ہی ادا نہ ہوسکے تو وصیت کیوں کر جاری ہوسکتی ہے؟! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے بارے میں وصیت قابل اعتبار نہیں

سوال: (۲۸) ایک شخص نے اپنی بیٹی کا رشتہ کردیا، کچھ دنوں بعد وہ مرگیا، مرتے وقت یہ وصیت بھی کرگیا کہ میری لڑکی کا نکاح اسی جگہ کرنا جہاں میں نے اس کا رشتہ کیا ہے، اب دادا اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتا ہے، آیا سابق رشتہ کی بناء پر لڑکی کی والدہ اس کا نکاح اسی جگہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۸۷۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ نکاح کے بارے میں وصیت معتبر نہیں، اور باپ کے مرنے کے بعد ولایتِ نکاح نابالغہ دادا کی طرف منتقل ہوجاتی ہے، پس صورت مذکورہ میں دادا جو نکاح نابالغہ کا کرے گا وہی صحیح ہوگا، والدہ کا کیا ہوا نکاح بدون دادا کی رضا واجازت کے صحیح نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے: **وليس للوصي من حيث هو وصي أن يزوج اليتيم مطلقًا وإن أوصى إليه الأب بذلك على المذهب إلخ** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۹) عمر لا ولد نے زید شیر خوار غیر مسلم کو اپنی بی بی کا دودھ پلوا کر پرورش کیا، پھر

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۴۱۰/۱۰-۴۱۲، أوائل كتاب الفرائض .

(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۴۲/۴، كتاب النّكاح، باب الولي، مطلب لايصحّ تولية الصّغير شيخًا على خيرات .

مسلمان کر کے اپنی قوم میں شادی کردی، عمر نے لاولد ہونے کی وجہ سے زید کو اپنا پسر قرار دیا، قضائے الٰہی سے عمر فوت ہوگیا، بعدہ زید بھی دو دختر ایک پسر نابالغان چھوڑ کر فوت ہوا، مرنے کے قبل وصیت کی کہ اگر میں مرجاؤں تو میرے بچوں کی پرورش وشادی کا اختیار میرے رضاعی چچا بکر کو ہے، اور امینِ مال بھی وہی ہے، یہ وصیت جائز ہے یا نہیں؟ (۵۸۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مال کی حفاظت وغیرہ وتصرف ضروری میں وصیت درست ہے، اور دربارۂ اختیارِ نکاحِ نابالغان وصی مذکور کو اختیار نہیں ہے، بلکہ ولایت نکاح کی حاکم کی طرف منتقل ہوگی، اگر حاکم بھی اسی کو مقرر کرے تو صحیح ہے۔ درمختار میں ہے: **وليس للوصي من حيث هو وصي أن يزوّج اليتيم مطلقًا وإن أوصى إليه الأب بذلك على المذهب إلخ** (۱) اور شامی میں ہے کہ بہ صورت ولی نہ ہونے کے ولایت حاکم کی طرف منتقل ہوتی ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۰) پیر بخش کے دو لڑکیاں ہیں، بڑی لڑکی کی شادی پیر بخش نے محمد اسماعیل خان کے بڑے لڑکے سے کردی تھی، چھوٹی لڑکی نابالغہ کو اپنی زندگی میں ایک وصیت نامہ کے ذریعہ سے جو ہادی حسین کے حق میں لکھا ہادی حسین کے سپرد کردی، اور وصیت نامہ میں تحریر کیا کہ اس نابالغہ کا شادی بیاہ تم کرنا، مگر اسماعیل خان کے یہاں ہرگز نہ کرنا، پیر بخش فوت ہوگیا، اور لڑکی ناکتخدا (غیر شادی شدہ) مذکورہ ہادی حسین کے زیر پرورش عرصہ تک رہ کر فرار ہوگئی، اور اپنی ہمشیرہ کے یہاں چلی گئی، اب وہ بالغہ ہے محمد اسماعیل اپنے چھوٹے لڑکے سے شادی کرنا چاہتا ہے، اور لڑکی رضامند ہے یہ وصیت جائز ہے یا نہیں؟ (۸۰۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس وصیت کا شرعًا اعتبار نہیں ہے جو پیر بخش کر گیا تھا، اب چونکہ لڑکی بالغہ ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنی رضامندی سے محمد اسماعیل خان کے چھوٹے پسر سے نکاح کرلے یہ نکاح جائز ہوجائے گا۔ **كذا في الدّرّ المختار** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) **وانتقلت الولاية للحاكم عند عدم قريب** (الشّامي: ۱۴۲/۴، كتاب النّكاح، باب الولي)

(۳) **ولا تُجبر البالغةُ البكرُ على النّكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ.** (الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۱۸/۴، كتاب النّكاح، باب الولي)

کوئی مرتے وقت یہ کہے کہ میری نابالغہ لڑکی کا اور میرے مال کا مالک زید ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۱) بکر نے مرتے وقت کہا کہ میری لڑکی نابالغہ کا اور میرے مال کا مالک زید ہے، اور بکر کا باپ زندہ صحیح العقل موجود ہے، اور وارث اس کے اور بھی موجود ہیں: تین بھائی، ایک بہن، باپ کے ساتھ اس کا کچھ تنازعہ نہ تھا، البتہ اس کی عقل میں بیماری کی وجہ سے کچھ قصور تھا، کئی بات ہوش کی کرتا تھا اور کئی بے ہوشی کی، چنانچہ اس نے ایک وقت اپنے باپ کو کہا کہ میری گھوڑی کا زین زید کو دینا، اور مجھ کو مبلغ نو روپیہ بہن کا قرضہ دینا ہے وہ ادا کرنا، اور ایک دفعہ اس نے یہ کہا کہ میری گھوڑی کو جھول (۱) کرو کیونکہ اس کو سردی ستا رہی ہے، باپ نے جواب دیا کہ اب تو گرم وقت ہے، کہا کہ مجھے جو سردی ستا رہی ہے اس کو بھی ستاتی ہوگی، اب معلوم نہیں کہ بے ہوشی کی حالت میں کہا کہ میری لڑکی اور مال کا مالک زید ہے یا ہوش میں، اور بکر متوفی کا باپ اس بات کے وقت موجود نہ تھا، اب خلاصہ یہ ہے کہ بکر کے اس کہنے سے زید وصی بکر کا ہوجاتا ہے یا موصی لہ بھی ہوجاتا ہے، اور باپ بکر کا یہ بات جائز نہیں رکھتا یعنی زید کا وصی اور موصی لہ ہونا جائز نہیں رکھتا نہ کل مال متروکہ کا نہ تہائی کا، اور بکر متوفی کے وارث صرف باپ اور لڑکی ہے؟ یا بھائی بہن بھی وارث ہوتے ہیں؟ (۲/۴۷۷-۱۳۳۷ھ)

الجواب: نابالغہ کے بارے میں وصیت درست نہیں ہے ولایت نکاح کی باپ کے بعد جد (دادا) کو ہے، زید کو کچھ اختیار اس کے نکاح کا نہیں ہے، اور مال کے بارے میں وصیت زید کے لیے ایک ثلث تک صحیح ہے (۲) باقی دو ثلث مال حسب قاعدہ ورثہ کو حسب حصص ملے گا (اور باپ کی

---

(۱) جھول: ہاتھی یا دوسرے حیوانات پر ڈالنے کا کپڑا۔ (فیروز اللغات)

(۲) سوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بکر معتوہ (نیم پاگل) ہے اگر واقع میں بکر معتوہ اور مجنون ہے تو مال کے بارے میں بھی اس کی وصیت صحیح نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے: وشرائطها كون الموصي أهلاً للتّمليك فلم تجز من صغير ومجنون (الدّرمع ردّالمحتار: ۱۰/۲۷۶-۲۷۷، أوائل كتاب الوصايا)

وكذا لو أوصى ثمّ أخذ بالوسواس فصار معتوهًا حتّى مات بطلت، خانية. (الدّرّالمختار مع الرّدّ: ۱۰/۲۹۴، كتاب الوصايا، قبل باب الوصيّة بثُلث المال)

موجودگی میں بھائی بہن وارث نہیں ہوتے)

بھائی کے بجائے بھانجی کو وصی مقرر کرنا

سوال: (۳۲) زید قریبًا تین ہزار کی جائداد چھوڑ کر فوت ہوا، زید کے دو لڑکے سن رسیدہ عبدالغنی وعبدالرحیم ہیں۔ عبدالرحیم نے بھی دو بچے نابالغ ایک نو برس کا دوسرا پانچ برس کا معہ ایک وصیت نامہ اپنی بھانجی مسماۃ اللہ رکھی کو واسطے پرورش بچوں کے اور تعلیم کے کر کے اپنے برادر عبدالغنی کی عدم موجودگی میں فوت ہوا، تو عبدالغنی عبدالرحیم کے بچوں کا اور جائداد کا ولی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۷۴۵ھ)

الجواب: عبدالرحیم متوفی کی وصیت کے موافق اس کی بھانجی مسماۃ اللہ رکھی اس مال وجائداد کی محافظ اور متصرف رہے گی، بچوں کی پرورش وغیرہ میں جس قدر ضرورت ہو وہ خرچ کرے، اور حساب آمد وخرچ صاف رکھے، عبدالغنی برادر عبدالرحیم کو مال متوفی میں کچھ تصرف کا اختیار نہیں ہے، البتہ نابالغان کے نکاح کا ولی عبدالغنی ہے کیونکہ نکاح کے بارے میں وصیت کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ **كذا في كتب الفقه**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کے گرد چہار دیواری بنوانے کی وصیت باطل ہے

سوال: (۳۳) عمر نے وصیت کی تھی کہ میری قبر کے گرد چہار دیواری بنوانا، اور قبر کو پکی رکھنا اس وصیت کو پورا کیا جاوے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۵۶ھ)

الجواب: یہ وصیت عمر کی نافذ نہیں ہے، بلکہ ایسی وصیت باطل ہے۔ درمختار میں ہے: **أوصى بأن يّصلّى عليه فلانٌ، أويحمل بعد موته إلى بلدٍ آخر، أويكفن في ثوب كذا، أويطين قبره أويضرب على قبره قبة، أولمن يقرأ عند قبره شيئًا معينًا فهي باطلة** (۲) فقط

---

(۱) درمختار میں ہے: **وليس للوصي من حيث هو وصي أن يزوج اليتيم مطلقًا وإن أوصى إليه الأب بذلك على المذهب إلخ** (الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۴۲/۴، كتاب النّكاح، باب الولي، مطلب لا يصحّ تولية الصّغير شيخًا على خيرات)

(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۲۹۷/۱۰، كتاب الوصايا، قبل باب الوصيّة بثلث المال.

نماز جنازہ پڑھانے کے بارے میں وصیت کرنا

سوال: (۳۴) اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ نماز جنازہ اس کی فلاں شخص پڑھاوے بہ وجہ تقویٰ اور دیانت کے، یہ وصیت صحیح اور معتبر ہوگی یا نہیں؟ (۱۲۱۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کسی کو مقرر کرنا کہ میری صلاۃ جنازہ فلاں پڑھاوے یہ وصیت باطل ہے۔ شامي (۱/۶۵۰): والفتویٰ علی بطلان الوصية لغسله والصّلاة عليه(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ داری کرنے کی وصیت پر عمل کرنا درست نہیں

سوال: (۳۵) ہمارے چچا مدت سے تعزیہ داری کیا کرتے تھے، ان کا یہ خیال ہوا کہ کوئی تدبیر ایسی کی جائے جس سے ہمارے بعد بھی یہ رسم جاری رہے، اور ان کی کوئی اولاد بھی نہیں؛ چنانچہ انہوں نے اپنی جائداد اپنے بھتیجوں کو بہ ذریعہ وصیت نامہ دے دی، اور یہ شرط بھی لکھی کہ اگر دونوں فریق تعزیہ داری نہ کریں تو اور عزیز واقارب تعزیہ داری کا انتظام کریں، اگر ان سے بھی نہ ہوسکے تو بہ موجب وصیت ہذا کے کوئی مسلمان کرے تو کرسکتا ہے، اور اگر کسی مسلمان سے بھی نہ ہوسکے تو سرکار اپنے اہتمام وانتظام سے کرے، دونوں فریق اسی مجبوری کی وجہ سے تعزیہ داری کررہے ہیں، مگر دونوں اس فعل ناجائز کو برا سمجھتے ہیں، اور عقیدہ اہل سنت کا رکھتے ہیں نہ روافض کا، کیا یہ وصیت شرعًا درست ہے؟ اور ایسی حالت میں دونوں فریق کو تعزیہ داری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴۸۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسی وصیت باطل ہے اور شرعًا اس وصیت پر عمل کرنا درست نہیں ہے، اور تعزیہ سازی وتعزیہ داری جو کہ متضمن افعال شرکیہ کو ہے اور جہلاء اس کی وجہ سے مبتلائے شرک ہوتے ہیں؛ جائز نہیں ہے، بلکہ قطعًا حرام اور معصیت ہے، اور تعزیہ بنانے والے اگرچہ اس کو برا جانتے ہوں اور خود افعال قبیحہ شرکیہ کے مرتکب نہ ہوں لیکن تعزیہ کے ساتھ جہلاء جو کچھ افعال شرکیہ

---

(۱) الدّرّ المختار مع الرّد: ۳/۱۱۵، کتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب: تعظيم أولي الأمر واجب.

کریں گے وہ گناہ بنانے والوں کی طرف عائد ہوگا اور یہ تعزیہ بنانا موجبِ اعانت علی المعصیت ہوگا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲) وفي الحديث: ومن سنّ في الإسلام سنةً سيئةً كان عليه وزرها و وزر من عمل بها الحديث(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دفن کرنے کے بعد قبر کو مسجد میں شامل کرنے کی وصیت کرنا

سوال: (۳۶) میں یہ وصیت کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے دفن کرنے کے بعد میری قبر شامل مسجد کردی جائے اور نشان قبر بھی نہ رکھا جائے، کیونکہ فرش مسجد کا ٹیڑھا ہے، اس کے سیدھا کرنے کی ضرورت ہے یہ وصیت جائز ہے یا نہیں؟ اور قبر کا مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵/۷-۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسی وصیت نہ کرنی چاہیے، اس کی کیا ضرورت ہے کہ مسجد کے فرش میں دفن کیا جائے اور پھر اس کو برابر کردیا جائے اور نشان قبر نہ رکھا جائے، بلکہ یہ چاہیے کہ مسلمان میت کو قبرستانِ اہل اسلام میں دفن کیا جائے اور نشان قبر جیسا کہ سنت ہے رکھا جائے (۲) اور ایسی وصیت صحیح نہ ہوگی اور اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا، لہٰذا ایسی وصیت نہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تجہیز و تکفین میں بھائی کے شریک نہ ہونے کی وصیت کرنا باطل ہے

سوال: (۳۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

دو شخص آپس میں حقیقی بھائی ہیں، بڑے بھائی نے ایک تیسرے شخص سے یہ وصیت کی کہ میرا چھوٹا بھائی میری تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہو؛ تو اس صورت میں چھوٹا بھائی تجہیز و تکفین میں اس کے شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۳۳۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ وصیت ناجائز و باطل ہے اس پر عمل نہ ہونا چاہیے (۳) بلکہ میت کے چھوٹے بھائی

---

(۱) الصّحيح لمسلم:۱/۳۲۷، كتاب الزّكاة، باب الحثّ على الصّدقة ولو بشق تمرة إلخ .

(۲) عن سفيان التّمّار أنّه حدّثه أنّه رأى قبر النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم مسنّمًا (صحيح البخاري:۱/۱۸۶، كتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم إلخ)

(۳) الوصيّة بالمعاصي لاتصحّ (بدائع الصّنائع:۶/۴۴۰، كتاب الوصايا، شرائط ركن الوصيّة)

کو واسطے ادائے حقِ اسلام و وصلِ رحم کے اگر چہ دوسرے لوگ تجہیز و تکفین کرنے والے کافی موجود ہوں شریک ہونا چاہیے۔قال النبيُّ صلّی اللّٰہُ علیه وسلَم حقّ المسلم علی المسلم خمسٌ: ردّالسّلام، و عیادة المریض، واتّباع الجنائز، وإجابة الدّعوة، وتشمیت العاطس الحدیث (۱) قال في الدّرّالمختار: أوصی بأن یّصلّی علیه فلانٌ – إلی أن قال – أویطین قبره أویضرب علی قبره قبةً، أولمن یقرأ عند قبره شیئًا معینًا فھی باطلة إلخ(۲) فقط

قبر کے پاس نماز پڑھنے کے لیے چبوترا بنانے کی وصیت کرنا

سوال: (۳۸) ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ میری قبر کے پاس نماز کے لیے چبوترا بنا دینا، تاکہ آنے جانے والے نماز پڑھ لیا کریں، اور مجھ کو بھی کچھ ثواب ملے، اس کی قبر کے پاس چبوترا بنانا مناسب ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۳۴ھ)

الجواب: چبوترا نماز پڑھنے کا قبر کے پاس بنانا مکروہ ہے(۳) پس اس وصیت پر عمل نہ کرنا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس رقم کو فی سبیل اللہ دینے کی وصیت کی ہو اس سے حج کرانا کیسا ہے؟

سوال: (۳۹) ایک شخص نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد مبلغ تین سو روپیہ فی سبیل اللہ دیویں، اس روپیہ سے حج کرانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۹۵۶ھ)

---

(۱) عن أبي هریرة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: سمعتُ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم یقول: حقّ المسلم علی المسلم خمس الحدیث (صحیح البخاري: ۱/۱۶۶، کتاب الجنائز، باب الأمر باتّباع الجنائز)

(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۰/۲۹۷، کتاب الوصایا، قبل باب الوصیّة بثلث المال.

(۳) درمختار میں ہے: وکذا تکره في أماکن کفوق کعبةٍ .... و مقبرة ومغتسل وحمام.

ردّ المحتار میں ہے: واختلف فی علّتہ فقیل: لأنّ فیھا عظام الموتیٰ وصدیدھم وھو نجس وفیه نظر، وقیل: لأنّ أصل عبادة الأصنام اتّخاذ قبور الصّالحین مساجد، وقیل: لأنه تشبّه بالیھود وعلیه مشی في الخانیة (الشّامي: ۲/۳۹، کتاب الصّلاة – مطلبٌ فی إعراب کائنا ما کان)

الجواب: فی سبیل اللہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں میں صرف کیا جاوے، پس حج کرانا بھی نیک کام ہے، لہٰذا اس میں صرف کرنا بھی جائز ہے، اور دوسرے نیک کاموں میں بھی صرف کرنا درست ہے۔ شامی میں ہے: وقال محمّد: جائزة، ویصرف إلی وجوه البرّ، وبه یفتی إلخ(۱)

کارخیر میں صرف کرنے کی وصیت کی اور یہ نہیں بتلایا کہ کس قدر صرف کریں تو کیا کیا جائے؟

سوال: (۴۰) ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے بعد میرے اموال میں سے کار خیر میں صرف کرنا یہ وصیت صحیح ہے یا نہ؟ (۱۳۸۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ وصیت صحیح ہے، مگر چونکہ موصی نے یہ نہیں بتلایا کہ کس قدر خرچ کیا جائے، لہٰذا وارثوں کو اختیار ہے کہ جس قدر چاہیں اعمال خیر میں صرف کردیں۔ درمختار میں ہے: وبجزءٍ أو سهمٍ من مالهٖ فالبیان إلی الورثة، یقال لهم: أعطوه ماشئتم إلخ. وفي الشّامی قوله: (فالبیان إلی الورثة إلخ) لأنّه مجهول یتناول القلیل والکثیر، والوصیة لا تمتنع بالجهالة، والورثة قائمون مقام الموصی فکان إلیهم بیانه(۲)

یتیم بچوں اور بیوی نے حج کی وصیت کا روپیہ کھالیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۱) ایک شخص نے لوگوں سے حج کے لیے روپیہ جمع کیا تھا وہ مرگیا، اور یہ کہہ گیا کہ یہ روپیہ حج میں بھیج دینا، لیکن وہ اس کے یتیم بچے و بیوی نے بہ وجہ غربت کے کھالیا، فی الحال بعض بچے بالغ و بعض نابالغ ہیں، اب یہ روپیہ بھیجنا ان پر ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: وہ روپیہ اس کے یتیم بچوں اور زوجہ کا ہے انہی کو ملے گا، البتہ اگر متوفی نے وصیت کی ہے کہ اس روپیہ سے میری طرف سے حج کرایا جائے تو ایک تہائی روپیہ میں سے جس جگہ سے حج

---

(۱) الشّامي: ۱۰/۲۹۴-۲۹۵، کتاب الوصایا، قبل باب الوصیة بثلث المال.

(۲) الدّرّالمختار والشّامي: ۱۰/۳۰۳، کتاب الوصایا، باب الوصیّة بثلث المال.

ہو سکے کرادیا جائے (۱) اور باقی دو تہائی روپیہ متوفی کی زوجہ اور بچوں کو دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جہیز کا سامان خاوند کے پاس سے لے کر کسی اور کو دینے کی وصیت کرنا

سوال: (۴۲) ایک لڑکی شادی شدہ اپنے والدین کے گھر فوت ہوئی، بہ حالت بیماری اس نے سامان جہیز کے متعلق وصیت کی کہ وہ سب سامان میرے مرنے کے بعد میرے شوہر سے فلاں آدمی کو واپس دلایا جائے، وصیت کرنے کے وقت اس کی سسرال میں سے کوئی رشتہ دار یا شوہر موجود نہ تھا یہ وصیت جائز ہے یا نہیں؟ (۶۱۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اگر ثابت ہوجائے کہ اس عورت نے وصیت کی ہے اور دو گواہ عادل وصیت کے موجود ہیں تو ایسی وصیت ایک ثلث ترکہ میں نافذ اور صحیح ہے، بہ شرطیکہ وہ وصیت کسی وارث کے لیے نہ ہوئی ہو، کیونکہ بہ حکم لا وصیة لوارث (۲) کسی وارث کے لیے کوئی وصیت بدون اجازتِ جملہ ورثہ کے صحیح نہیں ہوتی، البتہ غیر وارث کے لیے ایک ثلث میں وصیت جائز ہے، اگرچہ شوہر وہاں موجود نہ ہو یا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو مگر دو عادل گواہ موجود ہوں یا باقاعدہ تحریر ہو، اور ترکہ عورت کا وہ سمجھا جائے گا جو کہ اس کے والدین کے گھر سے بوقت شادی اس کو ملا ہو، یا شوہر نے زیور وغیرہ اس کو دے دیا اور اس کی ملک کر دیا ہو، یا مہر جو شوہر کے ذمے ہے وہ بھی ترکہ عورت کا ہے، اس تمام ترکۂ عورت میں سے ایک ثلث وصیت کے موافق نکال کر اور اگر قرض ہو تو اس کو ادا کر کے باقی جو بچے وہ ورثۂ شرعیہ پر حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تمام زیور صدقہ کر دینے کی وصیت کرنا

سوال: (۴۳) اگر عورت نے وصیت کی ہو کہ میرا تمام زیور صدقہ کر دینا اس صورت میں

---

(۱) وإلاّ فيحجّ عنه من بلده .... إن وفّى به أي بالحجّ من بلده ثلثه، و إن لم يفِ فمن حيث يُبلِّغ استحسانًا (الدّرّالمختار مع الشّامي: ۴/۲۲-۲۳، كتاب الحجّ، باب الحجّ عن الغير، مطلب: العمل على القياس دون الاستحسان هنا)

(۲) اس حدیث کی تخریج کتاب الوصیۃ کے سوال (۹) کے جواب میں ہے۔۱۲

وارثوں کو بھی کچھ ملے گا یا نہیں؟ (۲۸۰/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وصیت تہائی میں جاری ہوتی ہے، باقی حق ورثہ کا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۴) زید کی زوجہ جب قریب المرگ ہوئی تو بلا اجازت زید کے اپنے والدین سے کہا کہ میرا تمام زیور مدرسہ میں دے دینا، جب وہ مرگئی تو زید نے اس کا زیور طلب کیا، والدین کہتے ہیں کہ میری لڑکی زیور مدرسہ میں دے گئی ہے، لہٰذا زید کو ترکہ ملے گا یا نہیں؟ (۱۱۹۳/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر وہ زیور زید کی زوجہ کا مملوکہ تھا مثلاً اس کے والدین کے گھر کا تھا یا شوہر نے اس کی ملک کر دیا تھا تو حکم وصیت کا اس میں جاری ہوگا یعنی ایک ثلث ترکۂ عورت سے اگر وہ زیادہ نہیں ہے تو کل زیور صدقہ کیا جائے گا، ورنہ ایک ثلث مدرسہ میں دیا جائے گا اور باقی ورثہ کو تقسیم ہوگا، اور ورثہ میں شوہر بھی ہے اور والدین بھی ہیں، حسب حصص سب کو تقسیم کیا جائے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر کے زیور میں بیوی کی وصیت معتبر نہیں

سوال: (۴۵) کسی عورت نے یہ وصیت کی کہ میرا فلاں فلاں زیور مدرسہ و مسجد میں دے دینا، زیور سب شوہر کا ہے تو شوہر کو عورت کی یہ وصیت پوری کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۴۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو زیور شوہر کی ملک ہے اس میں متوفیہ کی وصیت معتبر نہیں ہے شوہر کو اختیار ہے کہ خواہ مسجد وغیرہ میں دے یا نہ دے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی کے پاس کچھ رقم امانت رکھنا اور اس میں سے قربانی کرنے کی وصیت کرنا

سوال: (۴۶) ۲۰ صفر ۱۳۴۱ھ کو حافظ قاسم علی نے میرے پاس امانت رکھی اور اسی وقت اپنے قلم سے حالت تندرستی میں یہ تحریر کر دیا کہ یہ جو میری امانت ہے ہمیشہ چار حصہ قربانی کے کیے جائیں، میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد بھی، میرے بعد کسی وارث کو نہ دی جائے اب حافظ قاسم علی کے انتقال کو ایک سال ہو گیا ہے کچھ رقم ان کی موجود ہے اس میں ان کے ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟ (۳۶۱/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ صورت وصیت کی ہے، لہٰذا اگر وہ روپیہ جو متوفی نے قربانیوں کے لیے رکھا ہے ایک ثلث ترکہ سے زیادہ نہیں ہے تو وہ باقی ماندہ روپیہ اسی کام کے لیے رکھا جاوے کہ متوفی کی طرف سے قربانیاں موافق اس کی وصیت کے کی جایا کریں اور وارثوں کو نہ دیا جاوے۔ درمختار میں ہے: و رکنُها أوصیتُ بکذا لفلان وما یجری مجراه من الألفاظ المستعملة فیها إلخ. وقوله: (وما یجری مجراه إلخ) في الخانیة قال: أوصیتُ لفلان بکذا ولفلان بکذا وجعلت رُبع داري صدقة لفلان: قال محمّد: أجیز هٰذا علی الوصیة إلخ (۱)(شامي) وفي الأضحیة: من ضحّی عن المیّت یصنع کما یصنع في أضحیة نفسه من التّصدّق والأکل، والأجر للمیّت والملك للذّابح. قال الصّدر: والمختار أنّه إن بأمر المیّت لا یأکل منها وإلّا یأکل إلخ(۲)(ردّالمحتار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرضِ موت میں کم قیمت پر وارث کے ہاتھ جائداد فروخت کرنا

سوال: (۴۷) منشی اشفاق احمد کی مزید علالت کے دوران ۲۳/ اکتوبر سنہ ۲۶ کو ایک بیع نامہ ایک ہزار روپیہ کی قید سے میرے بڑے بھائی محمد اسحاق نے مجھے محروم چھوڑ کر اپنے حق میں کرالیا، یہ مالیت دو ہزار سے کم کی نہیں ہے، ۲۷/ اکتوبر کو ان کا انتقال ہوگیا، اس میں شرعاً مجھے حق حاصل ہے یا نہ؟ (۱۱۴۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مرض الموت میں بیع کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر مریض نے اپنی جائداد کم قیمت میں فروخت کی تو جس قدر قیمت میں کمی کی وارث کے حق میں یہ جائز نہیں ہے، جو کمی قیمت میں کی وہ جملہ ورثاء کا حق ہے۔ درمختار میں ہے: إعتاقه ومحاباته وهبته و وقفه إلخ حکمه کحکم وصیة فیعتبر من الثّلث إلخ (۳) پس جب کہ یہ کمیٔ قیمت بہ حکم وصیت ہے تو وارث کے لیے صحیح نہ ہوگی، کیوں کہ وارث کے لیے وصیت بدون اجازت باقی ورثہ کے صحیح نہیں ہے۔

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۲۷۸/۱۰، أوائل کتاب الوصایا.
(۲) ردّالمحتار: ۳۹۵/۹، کتاب الأضحیة.
(۳) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۳۱۴/۱۰، کتاب الوصایا، باب العتق في المرض.

مرضِ موت میں مسجد کا منارہ بنوانے کی وصیت کرنا

سوال: (۴۸) زید نے عمر کو چالیس روپیہ دیا، اور کہا کہ ان روپیوں سے فلاں مسجد کا منارہ بنوا دینا، بعد گزشتن دوسہ روز پھر دوبارہ کہا: میرے سامنے ہی اس منارہ کی اینٹ چڑھا دو، اور زید کو زیادہ تر اندیشہ یہ تھا کہ عمر زید کے بھتیجے کو کہیں روپیہ نہ دے دے، عمر اپنی کاہلی کے سبب منارہ نہ بنواسکا، الغرض زید مر چکا ہے، یہ روپیہ زید نے مرض الموت میں دیا تھا عمر کو، وہ روپیہ عمر کے پاس باقی ہے، اور اس کا وارث بھتیجا موجود ہے، کیا وہ روپیہ اس کے وارث کو دیا جائے یا منارہ بنوا دیا جائے؟ یا ثلث مال کا منارہ بنوادے باقی وارث کو دے، کس طرح کرنا چاہیے؟ (۳۲۳۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زید نے جو روپیہ عمر کو مسجد کے لیے مرض الموت میں دیا ہے وہ وصیت کے حکم میں ہے، اور وصیت ایک ثلث میں صحیح ہوتی ہے، لہٰذا اگر وہ چالیس روپے ایک تہائی ترکہ سے زیادہ نہیں ہیں تو وصیت صحیح ہے، اور عمر کو لازم ہے کہ اس روپیہ کو مسجد میں صرف کردے، بھتیجے زید کو دینا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے لیے وصیت شدہ مکان میں وارثوں کا حق ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۹) ایک عورت نے اپنی حیات میں اپنی جائداد اور مکانات اپنے اعزاء اور ورثہ کو تقسیم کردیئے، اور صرف ایک مکان بہ روئے وقف نامہ رجسٹری شدہ اس شرط پر وقف کردیا کہ میرے بعد فلاں فلاں دو شخص اس کو فروخت کرکے جہاں مناسب سمجھیں ایک مسجد بنوادیں، لہٰذا شرعاً وہ دونوں شخص اس مکان کو فروخت کرکے مسجد بنواسکتے ہیں یا نہ؟ اور اس کے ورثہ اگر اس میں اپنا دعوی کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ظاہر اس صورت میں یہ ہے کہ یہ وصیت ہے، پس اگر وہ مکان جس کی قیمت سے مسجد بنانے کی وصیت کی ہے ثلث ترکہ کے اندر ہے تو کل مکان کی وصیت صحیح ہے، وہ دونوں شخص اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے مسجد بنوادیں، اور اگر وہ مکان ثلث ترکہ سے زیادہ ہے تو بہ قدر ثلث میں وصیت صحیح ہے زیادہ وارثوں کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۰) ایک شخص نے اپنی جائداد میں سے اپنی زندگی میں کچھ حصہ وارثوں کو تقسیم کردیا، اور مکان مسکونہ کے متعلق یہ وصیت کی کہ اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے مسجد بنوائی جائے، اس مکان وصیت شدہ میں کچھ حق وارثوں کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ (۲۰۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر وہ مکان تہائی ترکہ سے زیادہ نہیں ہے تو وصیت صحیح ہے، اور اگر وہ مکان تہائی سے زیادہ ہے تو بہ قدر تہائی کے مسجد میں لگایا جائے، اور باقی ورثہ کا حق ہے اگر وہ چاہیں تو مسجد میں لگا دیں ورنہ وہ رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرعی ورثاء کے مفقود ہونے کی صورت میں کل مال کی وصیت کرنا

سوال: (۵۱) زید کا ایک لڑکا اور ایک زوجہ ہندہ تھی، زید کی زوجہ مسماۃ ہندہ اپنے لڑکے عمر کو لے کر چلی گئی، اور اب تک کچھ پتا نہیں ہے، زید کا انتقال ہوگیا، اور مرتے وقت زید نے ایک مسماۃ کو یہ وصیت کی کہ میرا مسکونہ مکان اور کل اسباب کو فروخت کرکے کسی مسجد یا چاہ وغیرہ میں لگا دینا، اس صورت میں مسماۃ ہندہ کے بہن بھائی کو اس میں سے کچھ حق پہنچ سکتا ہے یا نہیں اور اہل محلّہ اس مکان کو کرایہ پر دے کر اس کا کرایہ کار خیر میں صرف کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس معاملہ میں وہ امر کرنا چاہیے جو موافق حکم شریعت کے ہے، وہ مسماۃ جس کو زید وصیت کر گیا ہے بہ مشورہ چند اہل صلاح از محلّہ اس مکان کو فروخت کرکے ایک تہائی اس میں سے مسجد وغیرہ میں صرف کردیوے، اور باقی دو تہائی زید کی زوجہ اور پسر مفقود کے لیے رکھے (۱) اس وقت تک کہ اس لڑکے کی عمر اس قدر ہوجاوے کہ اس کے اقران مرجاویں، اس کی مدت متاخرین فقہاء نے ساٹھ یا ستر برس کی عمر قرار دی ہے (۲) اگر اس عرصہ میں وہ لڑکا نہ آوے تو پھر کل روپیہ

---

(۱) وهو في حقّ نفسه حي بالاستصحاب، هذا هو الأصل فيه، فلا يَنكِح عُرسَه غيرُه و لا يقسّم ماله إلخ. (الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۳۵۴/۶، أوائل كتاب المفقود)

(۲) ولا يستحقّ ما أوصى له إذا مات الموصي بل يوقف قسطه إلى موت أقرانه في بلده على المذهبِ لأنّه الغالب. قال في الشّامي: قوله: (على المذهب) وقيل يقدر بتسعين سنة بتقديم التّاء من حين ولادته، واختاره في الكنز، وهو الأرفق، هداية وعليه الفتوى، ذخيرة. وقيل: بمائة، وقيل: بمائة وعشرين، واختار المتأخّرون ستّين سنة، واختار ابن الهمام سبعين =

وغیرہ مسجد میں صرف کردیا جاوے، مسماۃ ہندہ زوجۂ زید کے بھائی بہن کو اس میں سے کچھ نہیں پہنچتا، اور اہل محلّہ کا اس کی بابت یہ انتظام کرنا کہ کرایہ پر دے کر تمام کرایہ کار خیر میں فی الحال صرف کردینا یہ بھی درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بہ وقت موت تمام ملکیت مسجد میں دینا

سوال: (۵۲) ایک شخص نے مرتے وقت یہ کہا کہ میری تمام ملکیت مسجد میں دینا، کیا یہ تمام مال مسجد میں وقف سمجھا جائے گا، اور اس میں سے وارث لے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۵۱۰ھ)

الجواب: یہ وصیت بالوقف ہے، لہٰذا ایک ثلث میں جاری ہوگی، اور دو ثلث ورثہ کو حسب حصص شرعیہ ملے گا، البتہ اگر ورثہ کل کے وقف کرنے پر راضی ہوں تو کل وقف ہوجائے گا، اور اوقاف مسجد میں سے شمار ہوگا، اور آمدنی اس کی مسجد میں صرف ہوگی اور اگر ورثہ کل کے وقف کرنے پر راضی نہ ہوں تو ایک ثلث وقف ہوگا، اور دو ثلث ورثہ کو ملے گا، اور تقسیم کر کے حصۂ مسجد علاحدہ کردیا جائے گا۔ قال في الشّامي: رجل وقف دارًا له في مرضه علی ثلاث بنات له إلخ قال: الثّلث من الدّار وقف إلخ قال الفقیه أبواللّیث: هذا إذا لم یجزن، أمّا إذا أجزن صار الکلّ وقفًا إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیمار شخص نے اپنی زمین مسجد کے نام رجسٹری کردی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳) ایک شخص اکثر بیمار رہتا تھا، اسی وقت لوگوں نے مسجد کے نام زمین کی رجسٹری کرالی، اور وارث کوئی پاس نہ تھا، وہ شخص اسی وقت مرگیا، مگر رجسٹری کے وقت ہوش درست تھا۔

(۲۰۴۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایک تہائی ترکہ میں وصیت درست ہے وارث خواہ راضی ہوں یا نہ ہوں، البتہ زیادہ

= لقوله علیه الصّلاة والسّلام: أعْمَارُ أمّتي ما بین السّتّین إلی السّبعین، فکانت المنتهی غالبًا. (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۶/۳۵۸، کتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود)

(۱) ردّالمحتار: ۶/۴۱۵، کتاب الوقف، مطلب في وقف المریض.

میں رضائے وارث کی ضرورت ہے، پس تہائی اس زمین کا مسجد کے نام وقف ہوگیا، اگر اس کے سوا اور ترکہ نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مریض نے ایک شخص کو کچھ رقم دی اور مختلف کاموں میں خرچ کرنے کی وصیت کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۴) ایک شخص نے مرض الموت میں نوسو ساٹھ روپیہ حکیم مولوی مسعود احمد صاحب کے پاس روانہ کیا، اور لکھا کہ مبلغ سو روپیہ مدرسہ دیوبند میں دے دیجیے، اور مبلغ سو روپیہ مدرسہ گنگوہ میں، اور سات سو ساٹھ روپیہ میں دو حج کرادیں، اور اس شخص کے ایک برادر زاد پوتا جو نابالغ ہے اور کچھ اور بھی حقیت ہے، اب اس روپیہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ آیا سارے میں تصرف کیا جاوے یا ثلث میں اور حج مقدم کیا جاوے یا مدرسہ میں دینا؟ (۶۶۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں باقی حقیت کو ملا کر کل کا ثلث دیکھا جاوے کہ کس قدر ہے، اسی ثلث میں ادائے وصیت کی جاوے، اور حج فرض کو مقدم کیا جاوے، اس کے بعد اگر کچھ باقی رہے اس کو بہ قدر حصہ مدارس اور حج نفل میں صرف کیا جاوے۔ في المحیط عن المنتقی: أوصٰی لرجل بألفٍ و للمساکین بألف ولحجّة الإسلام بألف، والثّلث ألفان یقسم الثّلث بینهم أثلاثًا ثمّ تضاف حصة المساکین إلی الحجّة فما فضل عن الحجّة فللمساکین، لأنّ البداءة بالفرض أهم(۱) (شامي جلد ثاني، باب الحجّ عن الغیر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مدرسہ کے لیے وصیت کرنا

سوال: (۵۵) ایک شخص نے ایک مدرسہ کے لیے وصیت کی تو ثابت ہوگی یا نہیں؟ (۵۵۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وصیت مدرسہ کے لیے بدون شہادت معتبرہ کے ثابت نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) ردّ المحتار: ۳۳/۴، کتاب الحجّ، قبیل باب الهدی.

تہائی کا آدھا بڑے بیٹے کو اور آدھا مدرسہ میں دینے کی وصیت کرنا

سوال: (۵۶) زید نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے ثلث کا آدھا بڑے بیٹے کو دیا جائے، اور آدھا فلاں مدرسہ میں، تو یہ جائز ہے یا پورا ثلث مال مدرسہ ہی میں دے دیا جائے؟
(۱۳۴۳/۵۶۱ھ)

الجواب: پسر کے لیے وصیت باطل ہے۔ إلّا أن یجیزها الورثة (۱) اور مدرسہ میں ثلث کا نصف دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وصیت کا روپیہ کارِ خیر میں خرچ کرنے کے بجائے تجارت میں لگانا اور اُس کی آمدنی کو کارِ خیر میں خرچ کرنا

سوال: (۵۷) ایک شخص نے وصیت کی کہ پانچ ہزار روپیہ بعد مرنے میرے کارخیر میں صرف کر دینا اور مصارف بھی مقرر کر دیئے اور مصرف کی تعداد بھی مقرر کر دی، اب اس رقم مذکور میں سے کوئی تجارت وغیرہ کر کے اس کی آمدنی میں سے ان مصارف میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۹۷۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شرائط نفاذ وصیت اگر پائے جائیں مثلاً یہ کہ پانچ ہزار روپیہ جو موصی نے مصارف خیر میں دینے کی وصیت کی وہ ثلث ترکہ سے زیادہ نہیں ہے، وہ روپیہ حسب وصیت موصی مصارف مذکورہ میں صرف کر دینا چاہیے، تجارت میں لگانا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فوت شدہ نماز و روزہ کا فدیہ اور فرض حج ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے

سوال: (۵۸) ہندہ علیل ہے وہ کہتی ہے کہ ایک ثلث مال متروکہ زیور اور اسباب جہیز وغیرہ

---

(۱) لقوله علیه الصّلاة والسّلام : لا وصیّة لوارث إلّا أن یجیزها الورثة. (الدّرّ مع الشّامي: ۱۰/۲۸۵، کتاب الوصایا)

میرا بعد میرے خیرات کر دیا جاوے، اور تین ماہ کے روزہ اور نماز کا کفارہ ادا کر دیا جاوے، اور بقیہ مال سے میری طرف سے حج کرا دیا جاوے، گویا کل مال کو بہ تفصیل مذکورہ راہِ خدا میں صرف کر دیا جاوے، تو اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ یہ وصیت اس کی شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ ثلث سے زائد کی وصیت بہ مقابلہ ورثہ وابستگان کے نافذ ہوگی، اور باقی ورثہ محروم رہیں گے یا نہیں؟ یا ثلث ہی مال کی وصیت نافذ ہوگی اور باقی ورثہ کو تقسیم ہوگا؟ (۱۵۱۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: فدیۂ نمازوں اور روزں کی وصیت واجب ہے بہ شرطیکہ اس کے ذمے نماز اور روزے ہوں، اور حج اگر اس کے ذمے فرض تھا تو اس کی وصیت بھی ضروری ہے، پس فدیہ و حج ادا کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ وارثوں کو دیا جاوے گا، حج فرض اور فدیۂ صلاۃ وصوم میں اگر تمام مال بھی خرچ ہو جاوے تو خرچ کر دیا جاوے(۱) قال في الشّامي: في البدائع: **الوصية بما عليه من الفرائض والواجبات كالحجّ والزّكاة والكفارات واجبة إلخ**(۲)

وصیت کی بعض رقم سے رجوع کرنا

سوال: (۵۹) ہندہ نے بلا موجودگی اپنے شوہر کے وصیت کی کہ چار سو روپیہ مدرسہ میں دے دینا، جب اس سے معافی مانگی تو ڈیڑھ سو پھر سو (۱۰۰) پھر ڈھائی سو روپیہ، پھر دوسو، پھر ڈیڑھ سو اس پر آ کر ٹھہر گئی، بعض شخصوں نے ورغلانا چاہا اور دوسو کی رائے دی، پھر دوسو کی وصیت کی، لیکن پھر بعد کو ڈیڑھ سو پر رضا مند ہوئی تو اس صورت میں کونسی وصیت صحیح مانی جائے گی؟ (۳۲۰۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں وصیت مبلغ ڈیڑھ سو روپیہ کی معتبر اور صحیح ہے، بہ شرطیکہ کل متروکہ

---

(۱) صحیح قول یہ ہے کہ تہائی ترکہ تک ہی فدیۂ صوم وصلاۃ اور حج فرض کی وصیت نافذ ہوگی۔ درّمختار اور شامی میں ہے: **ولو مات وعليه صلوات فائتة، و أوصى بالكفّارة، يعطى لكلّ صلاة نصف صاع من برّ كالفطرة وكذا حكم الوتر والصّوم، وإنّما يعطى من ثُلُث مالِه (الدّر)**

قوله: (يعطى)............ أي يُعطى عنه وليّه: أي من له ولاية التّصرّف في ماله بوصاية أو وراثة فيلزمه ذلك من الثّلث إن أوصى (الدّرالمختار والشّامي: ۲/۴۶۵-۴۶۶، كتاب الصّلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصّلاة عن الميّت)

(۲) **ردّالمحتار: ۱۰/۲۷۶، كتاب الوصايا.**

عورت متوفاۃ کا کم از کم ساڑھے چار سو روپیہ کا ہو، اور ڈیڑھ سو روپیہ کے علاوہ دیگر رقومات سے جب کہ موصی نے رجوع کرلیا تو رجوع اس کا صحیح ہوگیا۔ درمختار میں ہے: **وله أي للموصی الرّجوع عنها إلخ** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وصیت کرنے کے بعد اس کو باطل کرنا درست ہے

سوال: (۶۰) ایک عورت نے قریب الموت کی حالت میں اپنے غیر وارث کے لیے وصیت کی، جب وہ تندرست ہوگئی تو وہ اس وصیت کو باطل کرنا چاہتی ہے تو یہ اس کو شرعًا حاصل ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۵۲۶ھ)

الجواب: یہ حق اس کو حاصل ہے، درمختار کتاب الوصیت میں ہے: **وله الرّجوع عنها إلخ** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وصیت کو چھپانے والے کی شہادت مقبول نہیں

سوال: (۶۱) اگر کوئی مرنے سے پہلے وقت تندرستی میں زید سے وصیت کرے کہ تم میری جائداد کو اس طرح تقسیم کرنا، چند مدت تک وہ زندہ رہا بعد میں وہ وصیت کرنے والا فوت ہوگیا، بعد مرنے اس کے زید نے کوئی وصیت اس کی جائداد میں پوری نہیں کی، اور چھپاتا ہے، اگر اس سے کہتے ہیں تو انکار بھی کردیتا ہے کہ مجھ کو وصیت ہی نہیں کی، غرض اپنے نقصان کی وجہ سے اس وصیت کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے تو زید کی شہادت شریعت میں جائز ہے کہ نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۰۸ھ)

الجواب: زید جب کہ جان بوجھ کر وصیتِ میت کو چھپاتا ہے اور اس پر موافق شریعت کے عمل درآمد کرنے سے انکار کرتا ہے اس لیے وہ فاسق ہے، اس کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

تہائی ترکہ کی وصیت کرنے کا مطلب

سوال: (۶۲) وصیت زید کی، متروکہ سے ایک ثلث کے اندر صرف کرنے کی ہے؛ کیا مراد

---

(۱) الدّرّ مع الشّامي: ۱۰/ ۲۸۸، کتاب الوصایا.

ہے؟ (۴۱۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: مراد تین روپیہ میں سے ایک روپیہ صرف کرنا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موصیٰ لہ کا موصی سے پہلے انتقال ہوگیا تو وصیت باطل ہوجائے گی

سوال: (۶۳) زید نے خالد کے پاس مبلغ پانچ سو روپیہ بہ اقرار سود عرصہ ۷ سال کا ہوا جمع کیا، اور ہر سال وقت محاسبۂ سود زید خالد سے بہ طور وصیت یہ کہا کرتا تھا کہ اگر خدانخواستہ حج کو میرا جانا نہ ہوا تو یہ رقم پیر و مرشد مولوی محمد عمر صاحب کے پاس بھیج دیں، چنانچہ عرصہ تخمیناً تین سال کا ہوا جب کہ مولوی محمد عمر صاحب حیات تھے زید نے پھر اعادۂ الفاظ بالا کیا، بعد ازاں مولوی محمد عمر صاحب کا بدون علمِ وصیت انتقال ہوگیا، اور ان کے انتقال کے تخمیناً ڈیڑھ سال بعد زید موصی کا انتقال ہوگیا، اور مولوی محمد عمر کے انتقال کی خبر زید کو نہیں ہوئی، بعد وفات زید کے خالد نے حسب وصیت بہ نام مولوی محمد عمر صاحب خط تحریر کیا کہ رقم جمع شدہ کے واسطے زید نے ہم کو وصیت کی تھی آپ رقم مذکورہ لے جاویں، ورثائے مولوی محمد عمر صاحب نے جواباً خالد کو لکھا کہ مولوی صاحب کا انتقال ہوچکا ہے، ثلث حصہ کا مستحق ہوسکتے ہیں بھیج دیں، پس صورت مسئولہ میں ورثائے مولوی محمد عمر صاحب ثلث مال پانے کے مستحق شرعاً ہیں یا نہیں؟ اور دو ثلث رقم حقیقی ورثائے زید یعنی برادر زادہ پاسکتے ہیں یا نہیں؟ (۴۲۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: وصیت تملیک بعد الموت کا نام ہے، پس جب کہ موصی لہ موصی کی حیات میں فوت ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی۔ كما في الدّرّ المختار: هی تمليك مضاف إلی ما بعد الموت إلخ (۱) وفي الشّامي: حتّی لو ماتوا (أي الموصی لهم) بطلت (الوصية) إلخ (۲) لہٰذا صورت مسئولہ میں وارثان مولوی محمد عمر صاحب مرحوم مستحق ثلث مال موصی کے نہیں ہیں، اور کل مال بعد ادائے حقوق مقدمہ ورثۂ زید کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

---

(۱) الدّر مع ردّالمحتار: ۱۰/۲۷۵، أوائل كتاب الوصايا.

(۲) ردّالمحتار: ۱۰/۳۰۶، كتاب الوصايا، باب الوصيّة بثلث المال.

کتاب الفرائض

میراث کا بیان

میراث کو شرعی طریقہ پر تقسیم نہ کرنے کا گناہ

سوال: (۱) جو شخص عالم ہو کر آیت شریفہ: ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ الآیة﴾ پر عمل نہ کرے اس کا کیا حکم ہے؟ (۲۰۷۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر آیت کریمہ: ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ الآیة﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱۱) پر عمل نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ میراث شرعی طور سے تقسیم نہیں کرتے، تو یہ خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نافرمانی ہے، اور عالم کے لیے ایسا کرنا نہایت قبیح اور موجب فسق ہے، جو شخص میراث کو شرعی حکم کے موافق تقسیم نہ کرے اور بیٹیوں کو حصہ نہ دے وہ سخت گنہ گار اور فاسق ہے، اور اس سے متارکت کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پنچوں نے خلافِ شرع جو تقسیم کی ہے وہ قابلِ نفاذ نہیں

سوال: (۲) زید نے انتقال کیا؛ دو زوجہ اور اولاد بعض بالغ اور بعض نابالغ چھوڑے، جائداد کی تقسیم کے لیے پنچ مقرر کیے، پنچوں نے اپنی رائے کے موافق ایک فریق کو حصہ کم اور ایک کو زیادہ دیا، اور ایک مدت تک اسی حالت پر رہے اور دونوں فریق نے اپنے اپنے حصے میں زیادتی کی، اب نابالغین بھی

بالغ ہوگئے اور ہر فریق یہ چاہتا ہے کہ اس تقسیم کو توڑ کر بہ حصۂ مساوی تقسیم کرائی جاوے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور پنچوں نے جو یہ تقسیم کی تھی وہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۷۹۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پنچوں کا حکم خلاف شریعت نافذ نہیں ہے اور صحیح نہیں ہے، اس کو توڑا جاوے گا، پس کم زیادہ کرنا حصۂ شرعیہ سے پنچوں کے لیے جائز نہ تھا، اور وہ حکم قابل نفاذ نہیں تھا، نہ بہ مقابلہ بالغین کے اور نہ بہ مقابلہ نابالغوں کے، پس اس تقسیم سابق کو توڑ کر جملہ ورثہ پر موافق حصۂ شرعیہ کے ترکہ تقسیم کیا جاوے اور جو زیادتی وغیرہ ہر ایک فریق نے اپنے حصہ میں کی اس کا کچھ معاوضہ کسی پر لازم نہیں ہے۔ قال في الدّرّالمختار: إلّا ما خالف كتابًا.........أو سنّة مشهورة.......... أو إجماعًا إلى أن قال لا ينفذ مطلقًا (كتاب القضاء)(۱) وفي باب التّحكيم منه: وشرطه من جهة المحكم.......... صلاحيته للقضاء كما مرّ إلخ (۲) وفي الباب السّابق: في قوله: والحاكم كالقاضي إلخ(۳) (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حقوق مقدمہ علی المیراث کی تفصیل

سوال: (۳) حقوق مقدمہ علی المیراث کیا چیز ہے کہ جن حقوق کے بعد ترکہ تقسیم کیا جائے؟ اور خیرات کرنا حقوق مقدمہ علی المیراث میں داخل ہے یا نہیں؟ (۲۰۷۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: حقوق مقدمہ علی المیراث تین ہیں؛ جن کا ادا کرنا تقسیم ترکہ سے مقدم ہے: اوّل ترکہ میں سے تجہیز و تکفین کا خرچ کیا جائے، اس کے بعد اگر میت کے ذمے قرض ہے — اور دین مہر زوجہ کا قرض ہوتا ہے — تو اس کو ادا کیا جائے، اس کے بعد اگر میت نے وصیت کی تھی تو اس کو ایک تہائی ترکہ میں سے ادا کرنی چاہیے، اس کے بعد جو کچھ باقی بچے اس کو وارثوں پر تقسیم کیا جائے (۴)

(۱) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۸/۷۹-۸۹، كتاب القضاء، مطلب في الحكم بما خالف الكتاب أو السّنّة أو الإجماع .

(۲) الدّر مع الرّد: ۸/۱۱۲-۱۱۳، كتاب القضاء، باب التّحكيم .

(۳) الدّر مع ردّالمحتار: ۸/۱۰۶، كتاب القضاء، مطلب: طاعة الإمام واجبة .

(۴) يبدأ من تركة الميّت الخالية عن تعلّق حقّ الغير بعينها كالرّهن والعبد والجاني ......بتجهيزه ...... من غير تقتير ولا تبذير.......... ثمّ تقدم ديونه الّتي لها مطالب =

اور مشترک ترکہ میں سے خیرات کرنے کا حکم نہیں ہے، بعد تقسیم ترکہ کے ہر ایک وارث جو چاہے اپنے حصہ میں سے خیرات کرسکتا ہے، غرض خیرات کرنا حقوق مقدمہ علی المیراث میں داخل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترکہ میں سے پہلے قرضہ ادا کیا جائے پھر وصیت نافذ کی جائے

سوال: (۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی اسماعیل نے انتقال کیا، اور اپنے اوپر دین مبلغ پانچ سو روپے چھوڑ گئے، اور اپنے پھوپھا مسمی حسرت خان کو وصیت کر گئے کہ ہماری جائداد میں سے ثلث تم لے لینا، اب مسمی اسماعیل کی جائداد سے پہلے دین ادا کیا جائے گا یا وصیت نافذ کی جائے گی؟ یا ورثہ پر حصہ تقسیم کیا جائے گا؟ صاف صاف بہ حوالۂ کتب مع عبارت وترجمۂ اردو مزین بہ مہر ودستخط خاص ودیگر علماء نامداران دیار فرمائیں۔ بینوا توجروا

(۳۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: صورت مسئولہ میں تجہیز وتکفین کے بعد اول قرضہ جو بہ ذمۂ متوفی ہے ادا کیا جائے، اس کے بعد وصیت نافذ کی جاوے۔ کما في الدّرّ المختار: وتؤخر عن الدّین لتقدّم حقّ العبد إلخ(۱) یعنی وصیت قرض سے موخر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

میت کا قرضہ ورثاء کے علاوہ دوسرے رشتہ دار ادا کر دیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵) عمر صاحبِ اولاد شخص تھا، مقروض ہو کر فوت ہوا، جملہ اثاث البیت اولاد عمر کو ملا، لیکن قرض جو بہ ذمۂ عمر ہے اس کی ادائیگی سے گریز کرتے ہیں، اگر دیگر رشتہ دار بھتیجا وغیرہ قرض مذکور ادا کر دیں تو عمر کو قرض سے مخلصی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۵۷۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: عمر کے ترکہ سے اولاً اس کا قرض ادا کرنا ضروری ہے، اس کے بعد جو کچھ بچے اس

= من جهة العباد............ ثمّ تقدّم وصیته .... من ثلث ما بقي............ ثمّ...... یقسم الباقي ...... بین ورثته (الدّر مع الشّامي: ۱۰/۴۰۹-۴۱۲، کتاب الفرائض)

(۱) الدّر مع الشّامي: ۱۰/۲۸۱، کتاب الوصایا.

کی مالک اس کی اولاد ہوسکتی ہے، اگر عمر کے بھتیجا وغیرہ رشتہ دار عمر کا قرض ادا کردیویں، تو اس طریق سے بھی عمر بارِ قرض اور مواخذۂ قرض سے سبکدوش ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرض خواہ کا وارث قرضہ معاف کردے تو میت کا قرضہ معاف ہوجاتا ہے

سوال: (۶) زید کے ذمہ عمر کا کچھ مطالبہ واجب الاداء ہے، عمر فوت ہوگیا، اگر اس کا وارث معاف کردے تو معاف ہوجاوے گا یا نہیں؟ اور مواخذہ اخروی تو نہیں ہوگا؟ (۸۱۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وارث کے معاف کردینے سے معاف ہوجاتا ہے، اور مواخذہ اخروی سے بری ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کا قرضہ موقوفہ جائداد کی آمدنی سے ادا کیا جائے یا غیر موقوفہ جائداد سے؟

سوال: (۷) ایک مورث نے انتقال کیا اور اپنی حیات میں اپنی جائداد کو جس پر کسی قدر مواخذہ بھی قرضہ کا تھا وقف علی الاولاد کرکے دستاویز وقف کو حسب قانون مروجہ مکمل کرکے رجسٹری کرادیا، مگر دستاویز وقف میں ادائے قرضہ کے متعلق کوئی ہدایت تحریر نہیں کی گئی، تو ایسی صورت میں کیا جو قرضہ جائداد و وقف پر ہے وہ پہلے اس وقف کی آمدنی سے ادا کیا جائے گا، اور بعدہ وقف کے مطابق تقسیم منافع اور گذارہ وغیرہ کا عمل درآمد ہوگا؟ علاوہ جائداد موقوفہ کچھ جائداد منقولہ وغیر منقولہ ایسی بھی مورث نے چھوڑی ہیں جو وقف سے علیحدہ ہے اور اس جائداد متروکہ پر بھی کسی قدر قرضہ کا مواخذہ ہے، ایسی صورت میں پہلے قرضہ جو جائداد متروکہ پر ہے ادا کیا جائے گا اور بعدہ جائداد متروکہ جملہ ورثاء میں بہ موجب حصص شرعی تقسیم ہوگی؟ یعنی متروکہ کا قرضہ متروکہ سے اور وقف کا قرضہ وقف کی آمدنی سے ادا کیا جائے گا یا دونوں میں سے جس سے چاہے ادا کردیا جائے؟ متروکہ

---

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جب فوت شدہ قرض خواہ کا ایک ہی وارث ہو اور بالغ ہو، اگر متعدد ورثاء ہیں اور سب بالغ ہیں تو جو وارث معاف کرے گا اس کا حق معاف ہوجائے گا، بقیہ ورثاء کا حق معاف نہیں ہوگا، نیز ورثاء میں اگر کوئی نابالغ ہے تو اس کا حق معاف کرنے سے معاف نہیں ہوگا۔ ۱۲

اس قدر نہیں ہے جس سے کل قرضہ متروکہ اور وقف دونوں کا ادا ہو سکے۔ (۲۴۲۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قرضہ تمام اسی جائداد سے ادا کیا جائے گا جو وقف نہیں ہے، اور وقف شدہ جائداد کی آمدنی میں سے قرضہ ادا نہ کیا جائے گا، اس کو موافق شرط واقف کے تقسیم کیا جائے گا، اور جائداد متروکہ غیر موقوفہ کی آمدنی سے یا اس کو فروخت کر کے سب قرضہ ذمہ مورث کو ادا کیا جائے گا، بعد ادائے قرضہ وغیرہ حقوق مقدمہ علی المیراث جو کچھ باقی رہے ورثہ پر حسبِ حصص تقسیم کیا جائے گا، اور اگر اس جائداد سے تمام قرضہ ادا نہ ہو سکے، جو کچھ باقی رہے وہ جائداد موقوفہ کی آمدنی سے ادا کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارث پر اصل قرضہ ادا کرنا ضروری ہے، سود کا روپیہ ادا کرنا ضروری نہیں

سوال: (۸) ایک شخص نے کسی کو کچھ روپیہ قرض دیا، دس برس کے بعد اس نے اصل وسود کا حساب کر کے کچھ روپیہ ادا کر دیا اور کچھ باقی ہے قرضدار مر گیا تو وارث کو وہ روپیہ ادا کرنا چاہیے یا کیا؟ اگر روپیہ والا نالش کرے تو کیا حکم ہے؟ (۱۱۸۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جب کہ اصل روپیہ قرض کا ادا ہو گیا تو اگر وارث سود کا روپیہ نہ دے تو کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ جس حیلہ سے ہو سکے اس کے ادا کرنے سے بچے، لیکن اگر مدعی نالش کرے اور بہ مجبوری اس وارث کو ادا کرنا پڑے تو دینے میں گنہ گار نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کے ترکہ میں سے امانت کی رقم وصول کرنا

سوال: (۹) خالد نے اپنے باپ باقر کو کچھ روپیہ بہ طور امانت رکھنے کو دیا، باپ اس روپیہ کو صرف کر کے انتقال کر گیا، اور اتنی زمین چھوڑی کہ روپیہ ادا ہو سکتا ہے، پس ایسی صورت میں روپیہ واجب الاداء وارثہ پر ہوگا یا نہیں؟ (۵۹۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وہ روپیہ باپ کی جائداد میں سے واجب الاداء ہے، تقسیم ترکہ سے پہلے اس کو ادا کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۰) اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کے پاس پانچ ہزار روپیہ امانت رکھا ہو، اور وہ بیٹا

لاولد صرف ایک زوجہ اور باپ کو چھوڑ کر فوت ہوجائے تو باپ بیٹے کے ترکہ سے امانت کا روپیہ وصول کرنے کا حقدار ہے یا نہیں؟ (۲۹۴۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: قرض اور کسی کی امانت وغیرہ تقسیم ترکہ سے پہلے صاحب حق کو پہنچا دینا ضروری ہے، اسی طرح جملہ حقوق مقدمہ علی المیراث قبل از تقسیم ترکہ ادا کر دینا ضروری ہے، پس اگر گواہان عادل سے یہ ثابت ہے یا دوسرے ورثہ کو اس کا اقرار ہے تو باپ کو امانت کا روپیہ پہلے دے دیا جائے گا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۵۸) فقط

شوہر کے ذمہ فوت شدہ بیوی کا جو قرضہ ہے اس کا حقدار کون ہے؟

سوال: (۱۱) ایک شخص لاولد مر گیا، عورت اس کی اس سے پہلے مر چکی تھی، متوفی مرد نے قبل از مرگ خود روبرو چند مسلمانوں کے یہ اقرار کر کے وصیت کی کہ میرے ذمہ اتنا قرضہ میری زوجہ کا ہے واجب الاداء ہے جو کہ امانت ہے، مرد متوفی کے ایک برادر زادہ موجود ہے، عورت متوفیہ کے چار برادر زادہ وارث موجود ہیں، اس صورت میں وہ قرضہ مرد کے وارثوں کو ملے گا یا زوجہ کے وارثوں کو؟

(۸۱۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جس قدر اقرار قرض کا زوجہ متوفیہ کے لیے کیا وہ مقدار عورت مرحومہ کے وارثوں کو ملے گی، اور وارثوں میں شوہر بھی داخل ہے، اور باقی ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث مرد کے وارثوں کو ملے گا۔ قال في الدّرّ المختار: إقراره بدين لأجنبي نافذ من كلّ ماله ...... وأخر الإرثُ عنه إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تجہیز و تکفین کا خرچ اور تمام قرضوں کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے

سوال: (۱۲) مولوی رشید احمد نے بہ قضائے الٰہی انتقال کیا، ایک بیٹی مسماۃ امۃ المنان ایک زوجہ مسماۃ کنیز فاطمہ دو بھتیجے یعنی حقیقی بھائی کی اولاد محمود احمد و ناظر حسن دو بھتیجیاں حقیقی بھائی کی اولاد مسمات امۃ الغنی و امۃ الحبیب، ایک چچا حقیقی حافظ محمد خیراتی وارث چھوڑے، متوفی کے ذمے دین مہر

(۱) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۸/۳۳۱-۳۳۲، كتاب الإقرار، باب إقرار المريض.

مسماۃ کنیز فاطمہ کا اور نیز قرضہ مہاجنان اور دیگر قرض حسنہ اور مبلغ ایک سودس روپیہ فدیہ قضا شدہ نمازوں کا واجب ہے، مرحوم نے فدیہ کی وصیت کی تھی، بہ حالت موجودہ ترکہ مولوی رشید احمد متوفی کا کیوں کر تقسیم ہوگا؟ علاوہ ازیں میت کا خرچ تجہیز وتکفین وقرضہ بیماری بھی تقسیمِ ترکہ پر مقدم ہے یا نہیں؟ (۱۴/۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تجہیز وتکفین کا خرچ اس قدر کہ موافق سنت ہو بلا تبذیر وتقتیر تقسیم ترکہ سے مقدم ہے، اسی طرح دین مہر زوجہ اور قرض دیگر مردمان اور بیماری کا وہ قرض جس کا سبب معلوم ہے اور فدیہ نمازوں کا جب کہ متوفی نے اس کی وصیت کی ہے(۱) تقسیم ترکہ سے مقدم ہے (۲) الغرض اس صورت میں ترکہ مولوی رشید احمد متوفی کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث سولہ سہام ہوکر دوسہام اس کی زوجہ کنیز فاطمہ کو اور آٹھ سہام اس کی دختر امۃ المنان کو اور چھ سہام دونوں برادرزادگان محمود احمد و ناظر حسن کو یعنی ہر ایک بھتیجے کو تین تین سہام ملیں گے، چچا حقیقی حافظ خیراتی اور بھتیجیاں ترکہ متوفی سے محروم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بھائی یا ان کی اولاد بہن کا حصہ فروخت نہیں کر سکتے

سوال: (۱۳) ایک شخص فوت ہوا، اس نے دو وارث لڑکے مسمیان اکبر واصغر اور ایک لڑکی

(۱) صحیح قول یہ ہے کہ دوسری وصیتوں کی طرح فدیہ کی وصیت بھی تہائی ترکہ تک نافذ ہوگی، جیسا کہ درّ مختار اور شامی میں ہے: ولو مات وعليه صلوات فائتة ، و أوصى بالكفّارة، يعطى لكلّ صلاة نصف صاع من برّ كالفطرة و كذا حكم الوتر، والصّوم، وإنّما يعطى من ثلث مالهٖ (الدّرّ)

قوله: (يعطى)........... أي يعطي عنه وليّه : أي من له ولاية التّصرّف في ماله بوصاية أو وراثة فيلزمه ذلك من الثّلث إن أوصى (الدّرّ المختار والشّامي: ۲/۴۶۵-۴۶۶، كتاب الصّلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصّلاة عن الميّت)

(۲) يبدأ من تركة الميّت الخالية عن تعلّق حقّ الغير بعينها كالرّهن والعبد والجاني........... بتجهيزهٖ........... من غير تقتير ولا تبذير........... ثمّ تقدم ديونه الّتي لها مطالب من جهة العباد، ويقدم دين الصّحّة على دين المرض إن جهل سببه...........ثمّ تقدّم وصيته ...... من ثلث ما بقي........... ثمّ ...... يقسم الباقي .... بين ورثتهٖ (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱۰/۴۰۹-۴۱۲، كتاب الفرائض)

مسماۃ کبریٰ وارث چھوڑے، مگر اکبر واصغر نے جائداد متروکہ پر اپنا نام اندراج کرالیا اپنی ہمشیرہ کا نام درج نہیں کرایا، اب اکبر واصغر و کبریٰ تینوں کا انتقال ہوگیا ہے، اکبر واصغر کی اولاد موجود ہے، اور کبریٰ کی بھی، کبریٰ کی اولاد اکبر واصغر کی اولاد سے اپنا حصہ مانگتی ہے، ان کے ذمے واجب الاداء ہے یا نہیں؟ اکبر واصغر کی اولاد اس ترکہ کو فروخت کرنا چاہتی ہے، فروخت کرسکتی ہے یا نہیں؟
(۱۶۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اکبر واصغر اسی مقدار ترکہ کو فروخت کرسکتے ہیں جو ان کے حصہ میں شرعاً پہنچا، کبریٰ کے حصہ کے وہ مالک نہیں ہیں، اور نہ اس کو فروخت کرسکتے ہیں، اور نہ بیع اس کی بدون اجازت کبریٰ یا اس کی اولاد کے صحیح ہوسکتی ہے، پس اصغر واکبر کی اولاد کے ذمے حصہ کبریٰ کا کبریٰ کی اولاد کو دینا لازم ہے ورنہ مواخذۂ حق العباد اُن کے ذمے رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بہنوں اور لڑکیوں کو حصہ نہ دینا بہت بڑا ظلم ہے

سوال: (۱۴) بعض لوگ کہتے ہیں کہ اخوات اور بنات کو اس واسطے میراث نہ دینی چاہیے کہ اگر غیر کفو میں نکاح کرلیں تو مال تو نہ لے جائیں، یہ عذر صحیح ہے شرعاً یا نہ؟ (۱۷۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اخوات و بنات کو اس خیال باطل کی وجہ سے حصہ نہ دینا صریح ظلم ہے اور ناجائز و حرام ہے، جب کہ وہ اپنے حصہ کی شرعاً مالک ہیں تو ان کو ان کا حق نہ دینا صریح ظلم و جور ہے۔ فقط

سوال: (۱۵) زید جس کے خاندان میں کبھی شرعی کارروائی وقوع میں نہ آئی تھی، ہمیشہ سے ہمشیرگان اپنے برادران سے حصہ کی بابت کبھی تقاضا نہ کرتی تھیں، بلکہ ترک کردیتی تھیں، اسی اصول سے زید نے بھی اپنی ملکیت مقبوضہ جائداد کی نسبت اپنی زندگی میں قانونی فیصلہ کیا اور دختران کے واسطے دستور قدیمی بحال رکھا، آیا زید مذکور گنہ گار ہے یا غافل؟ (۳۳۴۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: غفلت کرنا احکام خداوندی سے بھی موجب گناہ ہے، لہٰذا اگر زید ہمشیرگان اور اناث کا حق شرعی اپنی اور اپنے مورث کی جائداد میں سے ادا نہ کرے گا اور حقداروں کو نہ پہنچائے گا تو مواخذہ حق العباد کا اس کی گردن پر رہے گا، اور اس وجہ سے وہ گنہ گار اور عاصی ہوگا، قانون شرعی کو ترک کرکے قانون دنیاوی کو اختیار کرنا اور اس پر کاربند ہونا سخت مذموم و ممنوع ہے اور موجبِ نکالِ

آخرت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶) جولوگ لڑکیوں کو میراث نہیں دیتے اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ ہم لوگ پہلے ہندو تھے، اور ہمارے بزرگ ہندو سے مسلمان ہوئے، اس لیے ہمارے یہاں ہنود کا یہ رواج جاری ہے کہ بھائی کے ہوتے ہوئے بہنوں کو اور بیٹے کے ہوتے ہوئے لڑکیوں کو حق میراث نہیں ملتا، شادی کے موقع پر کپڑا جہیز وغیرہ دے دیا جاتا ہے، آیا شرعاً بہنیں اور لڑکیاں ترکہ پانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟ اور جولوگ ان کا حق ساقط کرانے میں کوشش کرتے ہیں وکیل اور گواہ؛ ان کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟ ایسے لوگوں سے سلام وکلام اور شرکت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۹۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: لڑکیوں کا جو حقِ وراثت اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، اس کو کوئی باطل نہیں کرسکتا، اور جولوگ اس کے مقابلہ میں رواج کو پیش کر کے لڑکیوں کا حق باطل کرنا چاہتے ہیں وہ سخت گنہ گار ہیں، اور عذر مذکور ان کا باطل ہے، ان کے ان اعذار باردہ وتاویلات رکیکہ سے لڑکیوں کا حق میراث ساقط نہ ہوگا، بے شک حقوق اسلام میں سے یہ ہے کہ جولوگ لڑکیوں کے حق کو باطل کرتے ہیں اور رواج ہنود کو ترجیح دینے میں کوشش کریں ان سے سلام وکلام ترک کردیا جائے، اور شرکت ان کی شادی وغمی میں نہ کی جائے تاکہ ان کو عبرت ہو اور اس فعل مذموم سے نادم ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنی حیات میں جائداد تقسیم کرنا اور بیوی وبیٹیوں کو کچھ نہ دینا

سوال: (۱۷) زید نے اپنی حیات میں کل جائداد دو بیٹوں خالد اور بکر کو برابر تقسیم کردی تھی اور دختران وزوجہ کا کچھ حصہ نہیں دیا تھا۔ اب بعد موت زید لڑکیاں وزوجہ اپنے اپنے حقوق کا میت کی جائداد سے جو شرعاً ہر ایک کو ملنا چاہیے تھا ان دونوں بیٹوں سے جن کی طرف میت کی کل جائداد قبل ازموت ایک سال منتقل بہ قبضہ تام ہوچکی ہے مطالبہ کرتی ہیں اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵۵۰/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ فعل زید کا کہ اولاد ذکور کو تمام جائداد دے دے اور اولاد اناث اور زوجہ کو کچھ نہ دیا جور اور ظلم اور معصیت ہے(۱) لیکن بہ ایں ہمہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مورث نے اپنی حیات میں جس

---

(۱) عن النّعمان بن بشير رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: =

کو جو کچھ دے دیا وہ اس کا مالک ہوگیا، دوسروں کو اس میں کچھ دعویٰ نہیں پہنچتا۔ کما في الدّرّ المختار: ولو وهب في صحّته كلّ المال للولد جاز وَأثم إلخ (۱) مگر یہ اس وقت ہے کہ شرائط صحت ونفاذ ہبہ پائی جائیں، مثلاً زید نے دونوں بیٹوں کو جو جائداد دی، وہ تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ نصف نصف ہر ایک پسر کو دی ہو، اور قبضہ ہر ایک کا اس کے حصۂ منقسمہ پر کرادیا ہو اور اگر کل جائداد بلا تقسیم کے دونوں بیٹوں کو ہبہ کر دی اور دونوں کا قبضہ مجتمعًا کل جائداد پر کرادیا ہو تو وہ ہبہ بوجہ مشاع ہونے کے باطل ہے اور نافذ نہ ہوگا، اس صورت میں بعد موت زید جملہ ورثہ کو حسب حصص شرعیہ جائداد وترکہ ملے گا اور دعویٰ دختران وزوجہ کا صحیح ہوگا۔ هكذا في الدّرّ المختار: ولو سلمه شائعًا لا يملكه إلخ، وفي الشّامي: قال في الفتاوى الخيرية: ولا تفيد الملك في ظاهر الرّواية إلخ وكما يكون للواهب الرّجوع فيها يكون لوارثه بعد موته لكونها مستحقّة الرّدّ إلخ (۲) (شامي: ۴/ ۵۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس علاقہ میں بغیر رجسٹری کرائے لڑکیوں کو وراثت نہیں ملتی وہاں رجسٹری کرانا ضروری ہے

سوال: (۱۸) پنجاب میں عورتوں کو ورثہ نہیں ملتا، اگر لڑکی کا باپ رجسٹری کرادے کہ میری جائداد موافق شریعت تقسیم ہو تو موافق شریعت تقسیم ہوتی ہے اس شخص کے ذمہ رجسٹری کرانا فرض ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۴۷۰ھ)

الجواب: اس صورت میں رجسٹری کرانا اس کے ذمے ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

= ألك بنون سواه؟ قال: نعم، قال: فكلّهم أعطيت مثل هذا؟ قال: لا، قال: فلا أشهد على جور. (الصّحيح لمسلم: ۲/ ۳۷، كتاب الهبات، باب كراهة التّفضيل بعض الأولاد في الهبة)

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸/ ۴۳۴، كتاب الهبة.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸/ ۴۲۹، كتاب الهبة.

''باپ کے ترکہ میں سے حصہ نہ لوں گی''
کہنے سے بہن کا حقِ میراث ساقط نہیں ہوتا

سوال: (۱۹) زینب نے اپنے بھائی زید سے کہا کہ میں تجھ سے باپ کے ترکہ میں سے حصہ نہ لوں گی، تو اس کہہ دینے سے زینب کا حصہ ساقط ہوگیا یا مستحق لینے کی ہے؟ (۱۲۸۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کہہ دینے سے زینب کا حصہ میراث پدری سے ساقط نہیں ہوا، وہ اپنا حصہ لے سکتی ہے۔ کذا في الأشباه و النّظائر (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بہنوں کے دست بردار ہونے سے ان کا حقِ میراث ساقط نہیں ہوتا

سوال: (۲۰) ہندہ اپنے والد مرحوم کے ترکہ سے بہ مقابلہ دو بھائی اور ماں کے دست بردار ہوگئی، اس شرط سے کہ ہندہ کو مبلغ تین سو روپیہ سالانہ دوامًا دیتے رہیں۔

(الف) یہ دست برداری ہے یا صلح؟

(ب) اور دست برداری بالعوض کا شرعًا کیا حکم ہے؟

(ج) برتقدیر صلح کے صورت مفروضہ میں جہالت بدل موجب فساد ہوگی یا نہیں؟

(د) اور برتقدیر ہبہ کے ہبہ مشاع ہوگا یا نہیں؟

(ھ) مطلقًا یہ کہنا کہ میں اپنے حصہ سے دست بردار ہوگئی اور اس میں کہ فلاں فلاں کے حق میں دست بردار ہوگئی شرعًا کیا فرق ہے؟ (۵۹۶/۱۳۴۲ھ)

---

(۱) لو قال الوارث: تركت حقّي لم يبطُل حقّه، إذ الملك لايبطل بالتّرك إلخ قوله: ''لو قال الوارث: تركت حقّي إلخ''، إعلم أن الإعراض عن الملك أوحقّ الملك ضابطه أنّه إن كان ملكًا لازمًا لم يبطل بذلك، كما لومات عن ابنين فقال أحدهما: تركت نصيبى من الميراث لم يبطُل، لأنّه لازمٌ لايترك بالتّرك ـــــ إلى أن قال ـــــ وفيه التّصريح بأنّ إبراء الوارث من إرثه في الأعيان لايصحّ، وقدصرحوابأن البراء ةمن الأعيان لا تصحّ إلخ (الأشباه مع شرح الحموي: ۳/۵۳-۵۴، الفنّ الثّالث: وهو فنّ الجمع والفرق، ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبله إلخ)

الجواب: (الف-ھ) قال في الأشباه والنّظائر: لوقال الوارث: تركت حقّي لم يبطل حقّه، إذ الملك لايبطل بالتّرك إلخ. وفي شرحه للحموي: قوله: (لوقال الوارث: تركتُ حقّي إلخ) اعلم أن الإعراض عن الملك أوحقّ الملك ضابطه أنّه إن كان ملكًا لازمًا لم يبطل بذلك كما لومات عن ابنين، فقال أحدهما: تركت نصيبي من الميراث لم يبطل، لأنّه لازم لايترك بالتّرك، بل إن كان عينًا فلا بدّ من التّمليك، وإن كان دينًا فلا بدّ من الإبراء إلخ (۱) پس لفظ دست برداری بہ معنی ترک حق میراث بہ عوض رقم مجہول کے ہے، کیونکہ کل مقدار معاوضہ کی معلوم نہیں ہے، اس لیے کہ حیات اس کی معلوم نہیں ہے، پس یہ دست برداری صحیح نہیں ہے اور عورت بہ دستور اپنے حصۂ شرعی کی مالک ہے، کیونکہ میراث اختیاری نہیں ہے اضطراری ہے۔ کما في الدّرّ المختار، كتاب الفرائض: والثّالث: إمّا اختياري وهو الوصية أو اضطراري وهو الميراث (۲) پس اگر کوئی وارث اپنے حصہ سے دست بردار ہو جائے یا یہ کہے کہ میں مالک اپنے حصہ شرعیہ کا نہیں ہوں یا نہیں ہونا چاہتا ہوں تو وہ مالک ہوگا اور اس کا حق اور حصہ ترکہ میں قائم ہوگا، پس اس کو صلح کہو یا ہبہ بالعوض، ہرحال ناجائز اور غیر نافذ ہے کہ صلح ہونے کی صورت میں بہ سبب عوض مجہول ہونے کے ناجائز ہوا، اور ہبہ ہونے کی صورت میں ہبہ مشاع ہونے کی وجہ سے اور نیز عوض معلوم نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہوا، اور یہ کہنا عورت کا کہ میں اپنے حصہ سے دست بردار ہوگئی یا فلاں فلاں کے حق میں دست بردار ہوگئی برابر ہے اور ہرحال دست برداری صحیح نہیں ہے، اور موجبِ سقوطِ حصۂ شرعیہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۱) عمر نے بعد وفات پانچ دختران وارث چھوڑے، اور تین پسر، ہمشیرگان نے اپنا حصہ چھوڑ دیا یعنی دست برداری دے دی، تو یہ صحیح ہے یا نہ؟ اور برادران اس حصہ دختران کے مالک ہوئے یا کیا؟ (۱۱۹۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ دست برداری ہمشیرگان کی بہ حق برادران جو عمل میں آئی صحیح نہیں ہوئی، بلکہ

(۱) الأشباه والنّظائر مع شرح الحموي: ۵۳/۳، الفنّ الثّالث: وهو فنّ الجمع والفرق، ما يقبل الإسقاط من الحقوق ومالا يقبله إلخ.

(۲) الدّر مع الرّد: ۴۰۷/۱۰، أوائل كتاب الفرائض.

ہمشیرگان بدستور اپنے حصہ کی مالک ہیں، اوران کے بعدان کے وارثوں کی ملک ہے، اشباہ ونظائر میں ہے: **بأن إبراء الوارث من إرثه في الأعيان لايصحّ إلخ** (۱)

سوال: (۲۲) ایک شخص فوت ہوا، چندلڑکے اورلڑکیاں وارث چھوڑے برادران نے اپنی ہمشیرگان سے دستاویز دست برداری بابت جائدادمورث کے لکھالی، اورلڑکے تنہا قابض ہوگئے، دستاویزلکھ دینے سےلڑکیوں کاحق ساقط ہوگیایانہیں؟ (۳۰/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دستاویز دست برداری لکھ دینے سےلڑکیوں کا حق میراث ساقط نہیں ہوا، وہ بہ دستور مالک اپنے حصہ کی ہیں، البتہ بہ طریق مصالحت کچھ معاوضہ لےکراپنے حق میراث کوچھوڑسکتی ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خودکشی کرنے سےکوئی وارث میراث سےمحروم نہیں ہوتا

سوال: (۲۳) ایک شخص نے خودکشی کی، اس کے ورثاءکومیراث ملے گی یانہیں؟ ایک غیر مقلد نےفتویٰ دیا کہ چونکہ اس نے خودکشی کی وہ کافرہوگیا، اس لیےاس کے ورثاءکوترکہ نہیں پہنچے گا؟ (۱۳۳۸/۱۹۵۲ھ)

الجواب: خودکشی کرنے سےکوئی وارث میراث سےمحروم نہیں ہوتا، مسئلہ یہ ہے کہ اگر دوسرا (یعنی وارث) قاتل ہوتا تو وہ میراث سےمحروم ہوتا، اور جب کہ کوئی وارث قاتل نہیں ہےتو وہ کیوں محروم ہو؟! اورغیرمقلدکافتویٰ غلط ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جہیز دینے کی وجہ سےلڑکی باپ کی میراث سےمحروم نہیں ہوسکتی

سوال: (۲۴) لڑکی کو جوسامانِ جہیز بہ وقت شادی دیا جاتا ہےاس کی وجہ سے وہ بعدمرنے باپ کےترکہ پدری سےمحروم ہوگی یانہیں؟ (۱۰۵/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) شرح الحموي على الأشباه والنّظائر: ۵۴/۳، الفنّ الثّالث وهو فنّ الجمع والفرق، ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبله.

الجواب: صورت بالا میں لڑکی بہ وجہ جہیز جو شادی کے وقت دیا جاتا ہے، والد کے مرنے کے بعد وراثت سے محروم نہیں ہو سکتی، کیونکہ وراثت ایک امر اضطراری ہے جو بعد مرنے کے ظاہر ہوتا ہے۔ **کما في الدّرّ المختار: أو اضطراري وهو الميراث** (۱) اور جو مال بہ طور جہیز شادی کے وقت دیا جاتا ہے وہ لڑکی کی ملک ہو جاتا ہے، والد اور اس کے یعنی لڑکی کے مرنے کے بعد اس کے کسی وارث کو حق استرداد حاصل نہیں ہے، **كما في الدّرّ المختار: جهز ابنته بجهاز وسلّمها ذلك، ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلّمها ذلك في صحّته بل تختصّ به، وبه يفتى** (۲) بہ صورت نزاع اگر والد بہ دعوی عاریت اسے وراثت قرار دے اور زوجہ یا اس کے مرنے کے بعد اس کا شوہر دعوی تملیک کرے تو زوجہ اور اس کے شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ **كما في الدّرّ المختار: جهز ابنته ثمّ ادّعى أن ما دفعه لها عارية وقالت: هو تمليك أو قال الزّوج ذلك بعد موتها ليرث منه، وقال الأب أو ورثته بعد موته: عارية، فالمعتمد أنّ القول للزّوج ولها إلخ** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرعی میراث کی نیت سے لڑکیوں کو جہیز دیا ہو پھر بھی ان کا حقِ میراث ساقط نہ ہوگا

سوال: (۲۵) لڑکیوں کو شرعی میراث بہ وجہ رواج اس علاقہ کے نہیں مل سکتی، اگر زید لڑکیوں کو جہیز شرعی میراث کی نیت سے دے تو میراث شرعًا ادا سمجھی جائے گی یا نہیں؟ (۱۵۱۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس سے شرعی میراث ادا نہ ہوگی اور نہ اس سے لڑکیوں کی میراث ساقط ہوگی، بعد مرنے مورث کے وہ وارث اس کی بہ قدر حصہ ہوں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّ مع الرّدّ: ۱۰/ ۴۰۷، أوائل كتاب الفرائض.

(۲) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۴/ ۲۲۸، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدّة الغير.

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۲۲۹، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدّة الغير.

جدّ اعلیٰ کے ترکہ میں سے لڑکیوں اور بہنوں کو حصہ نہیں دیا گیا، اب براءت کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۲۶) سرکار نے ہمارے جداعلی سے دریافت کیا کہ تم کو رواج منظور ہے یا شریعت؟ جداعلیٰ نے بہ وجہ جہالت کے رواج قبول کرلیا، اب ہم جب قرآن شریف میں حق دختران وہمشیرگان پاتے ہیں تو نادم اور پشیمان ہوتے ہیں، اور یہ معلوم نہیں کہ ہم اس جائداد میں سے کس قدر حصہ کے مالک ہیں، پس کوئی صورت براءت کی تحریر ہو۔ (۵۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: صورت براءت از حقوق عباد کی یہ ہے کہ اوپر سے سب ورثہ کی تحقیق کر کے جداعلی کے ترکہ کو سب ورثۂ جداعلیٰ پر تقسیم کیا جائے، پھر ہر ایک کا حصہ اس کو یا اس کی اولاد کو دیا جائے، اور جو کچھ کھایا ہے اس کو معاف کرایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بہنیں بھائیوں سے کچھ نقد لے کر اپنے حقِ میراث سے دست بردار ہو گئیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۷) ایک شخص فوت ہوا، اس کے تین بیٹے دو بیٹیاں ہیں، بیٹوں نے کل جائداد اور ترکہ کے عوض اپنی بہنوں کو کچھ نقد دے کر معافی چاہی کہ تم اپنا حق بخش دو، بہنوں نے بخش دیا، اب بہنوں کی اولاد تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنی والدہ کا حصہ لیتے ہیں، اس صورت میں لے سکتے ہیں یا نہ؟ (۱۱۴۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ صورت جو بھائیوں نے کی تخارج اور مصالحت کی صورت ہے، اس کے بعد بہنوں کی اولاد دعوی وراثت کا اور مطالبہ حق کا نہیں کرسکتی، درمختار میں ہے: **أخرجت الورثة أحدهم عن التّركة وهي عرض أوهي عقار بمال أعطاه له ، أو أخرجوه عن تركة هي ذهب بفضّة، دفعوها له أو على العكس إلخ صحّ في الكلّ صرفًا للجنس بخلاف جنسه، قل ما أعطوه أو كثر إلخ**(۱) (درّمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۳۶۸/۸، كتاب الصّلح، فصل في التّخارج .

مورث کی زندگی میں وارث کو میراث طلب کرنے کا حق نہیں

سوال: (۲۸) حقیقی دو بھائی ہیں، بڑے بھائی نے باپ کے گذرنے کے بعد چھوٹے بھائی کی پرورش کی، اوراس کی شادی وغیرہ بھی کی؛ اپنی کمائی سے کی، باپ نے مرنے کے بعد کچھ نہیں چھوڑا تھا، چھوٹا بھائی شادی ہوجانے کے بعد علیحدہ رہنے لگا، عرصہ تیس چالیس برس کا ہوا، جب سے چھوٹے بھائی نے تین نکاح اور کیے، لیکن چھوٹے بھائی کی اولاد نہیں ہے، اور بڑا بھائی صاحب اولاد ہے، لہٰذا چند روز ہوئے چھوٹے بھائی نے تینوں عورتوں کو طلاق دے دی، اور بدصحبت اختیار کر کے شراب وغیرہ پینے لگا، اور جو ملکیت اس نے کمائی ہے اس کی بربادی کے خیال میں ہے، اس خیال سے کہ بعد میرے مرنے کے بڑا بھائی میری ملکیت کا حق دار ہوگا، تو زندگی میں بڑا بھائی چھوٹے بھائی کی ملکیت کا آدھا حقدار ہے یا نہیں؟ (۲۰۶۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: چھوٹا بھائی جب تک زندہ ہے اس وقت تک وہ اپنی کل ملکیت کا خود مالک ومختار ہے، بڑے بھائی کا اس کی ملکیت میں کوئی حق اور حصہ اس کی زندگی میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۹) والدین کی حیات میں لڑکوں کو بلا رضامندی باپ کے جائداد تقسیم کرانے کا حق شرعًا حاصل ہے یا نہیں؟ (۷۴۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مورث کی حیات میں وارثوں کو کچھ حق اس کی جائداد کے تقسیم کرانے کا نہیں ہے۔

زندگی میں جائداد تقسیم کرنے کا طریقہ

سوال: (۳۰) حین حیات میں اگر کوئی شخص اپنی جائداد تقسیم کرنی چاہے تو کس طرح کرے جیسا کہ بعد ممات ہے یا اور طرح؟ (۱۶۶۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس میں دو قول ہیں کہ اس طرح تقسیم کرے جیسا کہ بعد الممات ہذا عند محمدؒ، یا مساوی دے دے ہذا عند ابی یوسفؒ اور صاحب درمختار نے اسی پر فتوی لکھا ہے۔ **یسوی بینهم یعطی**

البنت کالابن عند الثّانی وعلیه الفتویٰ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

بعض اولاد کو کم اور بعض کو زیادہ دینا

سوال: (۳۱) اپنی موجودگی میں کسی لڑکے کو کم کسی کو زیادہ اپنی جائداد سے دیوے تو کیا حکم ہے؟ (۴۳/۷-۳۲-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بعض اولاد کو کم بعض کو زیادہ دینا بلا کسی وجہ وجیہ کے برا ہے اور گناہ ہے، حدیث شریف میں اس کو ظلم اور جور فرمایا ہے (۳) بہ ایں ہمہ اگر باپ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دے کر مالک بنا دیوے، اور باقاعدہ ہبہ کر دیوے تو وہ مالک ہو جاویں گے۔ درمختار اور شامی میں یہ مضمون ہے کہ اگر دوسرے کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو تو ایک کو زیادہ دینا درست ہے اور اگر دوسرے کا اضرار پہنچانا مقصود ہے تو کمی بیشی ممنوع ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) وفي الشّامي: قوله: (وعليه الفتوىٰ) أي على قول أبي يوسف: من أن التّنصيف بين الذّكر والأنثىٰ أفضل من التّثليث الّذي هو قول محمّد. رملي (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۸/۴۳۴، كتاب الهبة)

(۲) حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا فتوی صحیح ہے، لیکن احقر کے ناقص خیال میں صاحبینؒ کے اقوال میں تطبیق کی ایک صورت ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں موت کے تصور سے پہلے اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرے، تو اس صورت میں امام ابویوسفؒ کا قول راجح ہے۔ لأنّ مفاد الحديث هو هذا، اور اگر قبیل موت اولاد کو ترکہ کے جھگڑوں سے بچانے کے لیے جائداد وغیرہ ہبہ کرے تو اس صورت میں امام محمد رحمہ اللہ کا قول راجح ہے۔ واللہ اعلم۔ سعید احمد پالن پوری

(۳) عن النّعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: ألك بنون سواه؟ قال: نعم، قال: فكلّهم أعطيتَ مثل هذا؟ قال: لا، قال: فلا أشهد على جور. (الصّحيح لمسلم: ۲/۳۷، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة)

(۴) وفي الخانية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبّة لأنّها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده يسوى بينهم؛ يعطى البنت كالابن عند الثّاني، وعليه الفتوى. (الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۸/۴۳۴، كتاب الهبة)

ایک خاتون اپنی حیات میں نواسوں اور بھانجوں کے درمیان ترکہ تقسیم کرنا چاہتی ہے تو کس طرح کرے؟

سوال: (۳۲) مسماۃ مفید النساء اپنی حیات میں اپنا ترکہ علی حسب فرائض اللہ ورثہ کو تقسیم کرنا چاہتی ہے، اور ورثہ یہ ہیں: چار نواسے جن کی امہات فوت ہو چکی ہیں اور تین بھانجے ہیں تو بھانجوں کو کیا ملے گا؟ (۵۸۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر اقرباء مسماۃ مذکورہ کے صرف یہی ہیں جو مذکور ہیں یعنی چار نواسے اور تین بھانجے تو ان میں سے وارث صرف نواسے ہیں، نواسوں کی موجودگی میں بھانجے محروم ہیں۔ کذا في السّراجی (۱) پس مسماۃ مذکورہ اگر انہیں اشخاص کو چھوڑ کر وفات کر جائے تو وارث صرف نواسے ہوں گے بھانجے وارث نہ ہوں گے، لیکن اگر مسماۃ مذکورہ بھانجوں کے لیے کچھ وصیت کر جائے تو تہائی تک وہ نافذ ہوگی، اور اسی طرح اگر بھانجوں کو کچھ مال بہ وجہ ان کی حاجت کے اپنی زندگی میں ان کو دے جاتی ہے تو یہ بھی درست ہے یعنی اگر ایسا کرے کہ تہائی مال بھانجوں کو دیدے یا وصیت کرے اور باقی دو تہائی نواسوں کو برابر تقسیم کر دیوے تو کچھ حرج اور مواخذہ اس میں نہیں ہے۔ فقط

مورث کی حیات میں کوئی وارث اپنا حصہ دوسرے ورثاء کو دے دے اور مورث دوسرے ورثاء کے درمیان تقسیم کر دے تو جائز ہے

سوال: (۳۳) ایک دو ورثہ اپنا حصہ نہ لینا چاہیں بقیہ وارثوں کو دینے میں راضی ہیں، مورث نے اسی طرح تحریر کر کے تقسیم کر دیا، اس حالت میں مورث گنہ گار رہا یا نہیں؟

(۱۹۰۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

---

(۱) و ذوو الأرحام أصناف أربعة : الصّنف الأوّل ینتمی إلی المیّت وهم أولاد البنات ...... والصّنف الثّالث ینتمی إلی أبوی المیّت وهم أولاد الأخوات وبنات الإخوة .... وروی أبویوسف والحسن بن زیاد عن أبي حنیفة وابن سماعة عن محمّد بن الحسن عن أبي حنیفة رحمهم اللّٰه تعالیٰ إن أقرب الأصناف الصنف الأوّل ثمّ الثّاني ثمّ الثّالث ثم الرّابع کترتیب العصبات وهو المأخوذ به(السّراجي في المیراث، ص:۵۶-۵۷، باب ذوي الأرحام)

الجواب: اگر ایک دو وارث اپنا حصہ بقیہ وارثوں کو دے دیں اور خود نہ لیں تو یہ بھی جائز ہے، مورث کو کچھ گناہ نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کے انتقال کے بعد شوہر کے دیئے ہوئے زیورات کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۳۴) بعد نکاح کے زوجہ کو جو زیورات یا کپڑے وغیرہ مرد یعنی خاوند بہ طور چڑھاوا(۱) دیتا ہے، بعد مرنے عورت کے ایسے زیورات یا کپڑے وغیرہ ترکہ عورت کا ہوگا اور عورت متوفیہ کے ورثہ میں حسب حصص شرعی تقسیم ہوگا یا نہیں؟ (۲۹۸/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر وہ زیور جو شوہر نے زوجہ کو دیا ہے مہر میں ہے یا اس کو ہبہ کر دیا ہے تب تو وہ ملکِ زوجہ ہو گیا، اور بعد انتقال زوجہ زوج اس کو واپس نہیں لے سکتا، بلکہ زوجہ کے ورثہ پر وہ زیور حسب حصص تقسیم کیا جاوے گا، اور شوہر کو بھی اس میں سے اس کے حصے کے موافق ملے گا، اور اگر وہ زیور جو زوجہ کو شوہر نے دیا ہے مہر میں نہ دیا تھا اور نہ ہبہ کیا تھا بلکہ عاریۃً دیا تھا تو شوہر اس کو بعد انتقال واپس لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کے انتقال کے بعد ماں باپ کے دیئے ہوئے زیورات کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۳۵) جہیز کے زیور جو زوجہ متوفیہ کے ماں باپ نے اس کو دیا تھا، زوج بعد انتقال واپس لینا چاہتا ہے حالانکہ شوہر نے اس کی خبر گیری و دوا دارو بالکل نہ کی تھی، اور وہ اپنے باپ کے گھر عرصہ سے تھی اور نفقہ بالکل نہ دیتا تھا، زیور واپس لینا چاہتا ہے کیا حکم ہے؟ (۳۰۰/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جہیز کا زیور یعنی جو ماں باپ اپنی لڑکی کو دیتے ہیں اسی کی ملک ہو جاتا ہے، شوہر کو کسی حال اس میں دعویٰ ملک نہیں پہنچتا، البتہ بعد موت زوجہ اس میں سے حسب حصہ شوہر کو بھی

(۱) چڑھاوا: بری کا زیور، کپڑا۔ (فیروز اللغات)

ملے گا، اور شوہر ہندہ بہ سبب نہ کرنے خبر گیری ہندہ کی اور نفقہ نہ دینے کی وجہ سے گنہ گار ہوگا۔ فقط

وفات شدہ شخص نے اپنی حیات میں کسی وارث کو جو ساز وسامان دیا ہے وہ ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۳۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی میاں احمد بن محمد شیخ صاحب کا انتقال ہوا، اور انہوں نے دولڑکے: اسماعیل عمر اکیس سال، دوسرا یوسف عمر پانچ سال اور دولڑکیاں: ایک جوان عمر گیارہ سال مگر نابالغہ، دوسری فاطمہ عمر نو سال اور ایک عورت عائشہ چھوڑی، مرحوم میاں احمد شیخ صاحب نے اپنی حیات میں ایک وصیت نامہ لکھا ہے اس میں تحریر کیا ہے کہ میرے ورثہ بعد میرے موافق شرع محمدی کے میراث تقسیم کرلیں۔

(۱) اب دریافت طلب یہ ہے کہ مرحوم شیخ صاحب نے اپنی حیات میں اپنے بڑے لڑکے اسماعیل کے نام سے لائیسنس لے کر اپنے پیسے سے دکان کھولی تھی اور اس بیوپار میں ایک ساجھی (احمد جی) کو بھی ساتھ کیا تھا، مگر ساجی کی فقط محنت تھی پیسہ نہیں، اور اسماعیل اس دکان میں بالکل کام نہیں کرتا تھا، بلکہ اسکول میں جایا کرتا تھا، چندروز کے بعد مرحوم نے بیوپار ختم کردیا اور منافع میں سے ساجی کا حصہ اس کو دے دیا، اور دوسرا حصہ اسی دفتر میں جمع رہا جس میں کہ اس دکان کا حساب لکھا کرتے تھے، اور وصیت نامہ میں اس کا کچھ ذکر نہیں کہ یہ حصہ میرا ہے یا اسماعیل کا، تو یہ حصہ کس کا ہوگا؟ اگر اسماعیل کا ہو تو اس کو دیا جائے اور اگر شیخ صاحب کا ہو تو ان کے ورثہ تقسیم کرلیں۔

(۲) نیز مرحوم نے بہت پیسہ خرچ کر کے اسماعیل کی شادی کرائی اور اس کی عورت کو زیور کپڑے دیئے، مگر یہ نہیں کہا کہ یہ میں ہبہ دیتا ہوں، اور نہ اس پر کوئی گواہ ہے تو شرع شریف میں اس کا کیا حکم ہے؟ مرحوم کی کل متروکہ میں یہ زیور شمار کر کے سب ورثہ پر تقسیم کیا جائے یا اسماعیل کی زوجہ ہی اس کی مالک ہوگی؟

(۳) علی ہذا مرحوم نے دونوں لڑکیوں کو بھی زیور کپڑا اپنے پیسے سے بنادیا جو اس وقت ان نابالغہ لڑکیوں کے پاس موجود ہے، اس کے دینے کے وقت بھی کچھ نہیں کہا کہ یہ تم کو دے دیا یا صرف پہننے کے واسطے دیتا ہوں، پھر واپس لے لیا جائے گا، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) اسی طرح مرحوم شیخ صاحب کی عورت عائشہ یہ مرحوم شیخ صاحب کی تیسری عورت ہے یعنی مرحوم کی کل تین عورتیں ہوئی ہیں، دو کا تو شیخ صاحب کی حیات میں انتقال ہوا اور تیسری کا شیخ صاحب کی وفات کے بعد دو ماہ پیچھے انتقال ہوا، اوّل عورت سے ایک لڑکا اسماعیل اور دوسری سے دو لڑکیاں حواء و فاطمہ اور تیسری سے ایک لڑکا یوسف، اس کو بھی قبل نکاح کے دو زیور (منگنی کے) ایک چاندی اور ایک سونے کا دیا، اور بعد نکاح کے مہر ۱۲۸ روپیہ کے ساتھ چھ سال کے عرصہ میں کتنا ایک زیور اور کپڑے بنوادیئے، یہ سب عورت کے پاس رہتا تھا، نیز وقت نکاح اور بعد نکاح شادی اور عیدوں کی تقریب میں عورت کے والدین اور رشتہ داروں کی طرف سے اس عورت کو نقد زیور اور کپڑے ملا کرتے تھے یہ بھی اس کے پاس رہتے تھے، علاوہ اس کے شیخ صاحب اُسے گاہ بہ گاہ جیب خرچ کے واسطے پیسہ دیا کرتے تھے، اس کو وہ مرضی کے موافق خرچ کرتی تھی حتی کہ اس سے اور جو اس کے خویشوں سے نقد ملے تھے اس سے کبھی کبھی بیوپار بھی کرلیا کرتی تھی، زیور کو اپنی مرضی کے موافق ایک طرح سے دوسری طرح توڑوایا اور بنوایا کرتی تھی، شیخ صاحب ان سب حرکتوں کو دیکھتے تھے اور منع نہیں کرتے تھے، ان سب چیزوں کو یہ عورت بلاتمیز کیے کہ یہ باپ کی ہے یا فلاں رشتہ دار کی ہے اور یہ خاوند کی ہے اپنے قبضہ میں ایک صندوق میں رکھا کرتی تھی، اور آخر دم تک اس کے پاس رہیں، شیخ صاحب کے مرنے کے بعد دو ماہ پیچھے اس عورت کا انتقال ہوا، اس دو ماہ کے عرصہ میں باوجودیکہ شیخ صاحب کے سب ورثہ ایک جگہ موجود تھے کسی نے شیخ صاحب کی وصیت نہیں سنائی۔

اب اس عورت کے مرجانے کے بعد شیخ صاحب کا بڑا لڑکا اسماعیل کہتا ہے کہ میرے والد نے آخر وقت میں مجھ کو وصیت کی تھی کہ تیری سوتیلی والدہ کو جو کچھ بنادیا ہے وہ سب اپنا ہے، دیکھنا سنبھالنا کوئی لے نہ جائے، اب اس لڑکے کا کہنا قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ والدین کا دیا ہوا اور رشتہ دار کا دیا ہوا اور خاوند کا دیا ہوا اس عورت کے قبضہ میں آجانے اور اس میں تصرف کرنے اور اس کی زکاۃ خود اپنے پیسے سے ادا کرنے اور کسی کا کسی امر میں مانع نہ ہونے سے حکم ہبہ اس کے لیے ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اور عورت کے والدین یا اور کوئی قریب کے رشتہ دار گواہی دیں کہ خاوند نے اپنی عورت کو فلاں چیز ہبہ کردی ہے تو قابل سماعت ہے یا نہیں؟ (۴۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جواب سوال اوّل: جو منافع و سرمایہ اس دکان سے حاصل ہوا وہ معہ اصل کے ملک

شیخ صاحب کی یعنی میاں احمد بن محمد کی ہے، خاص اسماعیل کی ملک نہیں ہے، کیونکہ کوئی لفظ ہبہ یا تملیک کا شیخ صاحب نے اس کے متعلق نہیں کہا، اور محض جاری کرنا دکان کا اسماعیل کے نام سے موجب انتقال ملک نہیں ہے، پس سرمایہ اس دکان کا اور منافع اس کے سب ملک شیخ صاحب کی ہیں، اور ان کے انتقال کے بعد جملہ ورثہ شرعیہ کو حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوں گے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ترکہ شیخ صاحب مرحوم کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث اڑتالیس سہام ہوکر چھ سہام ان کی زوجہ عائشہ کو اور چودہ چودہ سہام ہر ایک پسر کو اور سات سات سہام ہر ایک دختر حواء و فاطمہ کو ملیں گے۔

جواب سوال دویم: اور اسماعیل کی زوجہ کو جو کچھ زیور و کپڑا شیخ صاحب مرحوم نے دیا اس کے متعلق اگر کوئی تصریح شیخ صاحب کی ہوتی ہبہ و ہدیہ و عاریہ وغیرہ کی، تو اس کے موافق عمل ہوتا، لیکن جب کہ کوئی تصریح ان کی طرف سے نہیں ہے تو مدار عرف اور عمل درآمد پر ہوگا؛ یعنی اگر عرف و عمل درآمد یہ ہے کہ شوہر کے والدین زیور و کپڑا وغیرہ جو کہ بیٹے کی زوجہ کے لیے بناتے ہیں اس کی ملک کر دیا جاتا ہے اور زوجہ کو اختیار اس کے اندر تصرف کرنے کا ہوتا ہے تو وہ سب اشیاء اس کی ملک ہوتی ہیں، اور اگر ایسا عرف و عمل درآمد نہیں ہے تو اس کی ملک نہیں ہوتی، ہر ملک کا عرف و عمل درآمد جدا ہے، مثلاً ہمارے اس نواح میں عرف یہ ہے کہ شوہر کے اقرباء اور والدین کی طرف سے جو کچھ عورت کو دیا جاتا ہے وہ عورت کی ملک نہیں کہا جاتا، اس لیے شوہر کے والدین اور شوہر اس میں بے تامل تصرف کرتے ہیں، پس اگر یہی عرف وہاں بھی ہے تو زیور وغیرہ بھی شامل ترکہ شیخ صاحب ہوکر جملہ ورثہ کو حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، اور اگر وہاں کا عرف اور عمل درآمد یہ ہے کہ یہ اشیاء عورت کی ملک کر کے دی جاتی ہیں تو مملوکۂ عورت ہوں گی۔

جواب سوال سویم: اور لڑکیوں کے لیے جو کچھ قبل شادی زیور وغیرہ بنوایا گیا یا بہ وقت شادی بہ طریق جہیز ان کو دیا گیا وہ ان کی ملک ہے، اس میں دیگر ورثہ کا کچھ حق نہیں ہے، جیسا کہ روایات آئندہ سے ظاہر ہوگا۔

جواب سوال چہارم: اور شیخ صاحب کی زوجۂ ثالثہ مسماۃ عائشہ کے پاس جو کچھ سامان، زیور و نقد وغیرہ ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ جو زیور اور کپڑا و ظروف وغیرہ زوجہ کے والدین اور اقرباء کی طرف سے اس کو بہ وقت نکاح یا نکاح کے بعد وقتاً فوقتاً دیا گیا وہ خاص اس کی ملک ہے، کسی دوسرے

کا کچھ حق نہیں ہے، اسی طرح شیخ صاحب نے جو کچھ زر نقد بہ طریق جیب خرچ اس کو دیا اس کی بھی وہ مالک ہوگئی اور جو کچھ وہ تجارت کرتی تھی اور نفع حاصل کرتی تھی وہ بھی خالص اس کی ملک ہے، باقی وہ زیور جو شیخ صاحب نے اس کو دیا اس کو عرف پر مطابق کر کے دیکھا جائے گا، اگر وہاں بھی عرف یہ ہے جو ہمارے اس نواح میں ہے یعنی مِلک کر کے نہیں دیا جاتا تب تو زیور و کپڑا وغیرہ شیخ صاحب کی مِلک قرار دے کر ورثہ کا حق ہوگا اور اگر وہاں عرف یہ ہے کہ زوج اپنی زوجہ کو یا والد اپنے لڑکے کی زوجہ کو وقتِ نکاح جو کچھ زیور و کپڑا دیتے ہیں وہ ملک کر کے دیا جاتا ہے، وہ جملہ اشیاء زوجہ کی مملوکہ ہوں گی، ورثہ کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔

اور یہ امر سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ عرف ہر جگہ کا جدا ہوتا ہے اور اس جگہ کے رہنے والوں کے لیے وہیں کا عرف معتبر ہوتا ہے، اور یہ کہ عرف میں اکثر افراد کا اعتبار ہوتا ہے یعنی اگر کسی ملک یا شہر میں ایسا عرف ہے کہ زوج یا والد زوج جو کچھ وقت نکاح دیتے ہیں ملک کر کے دیتے ہیں تو اکثر افراد کے عمل درآمد کو دیکھیں گے، دو چار شخصوں کا عمل درآمد اس کے خلاف معتبر نہ ہوگا، اسی طرح اگر عرف یہ ہے کہ جو کچھ دیا جاتا ہے عاریۃً دیا جاتا ہے ملک نہیں بنایا جاتا تو اس میں بھی اکثر کے عمل درآمد کو دیکھا جائے گا۔

اور اگر زوج اور زوجہ میں نزاع پیش آئے مثلاً زوج یہ کہے کہ میں نے جو کچھ وقت نکاح زیور و کپڑا بنایا تھا عاریۃً تھا اور زوجہ کہے کہ ملک تھا تو جو شخص خلاف عرف کے کہتا ہے اس کے ذمہ گواہاں کا پیش کرنا ہے، اور اگر دو گواہ پیش نہ کر سکے تو دوسرے کا قول معتبر ہوگا، اسی طرح اگر زوج و زوجہ کے ورثہ میں بھی نزاع پیش آئے تو یہی حکم ہے، چنانچہ عبارات ذیل سے یہ مطالب ثابت ہوتے ہیں۔

درّمختار کتاب الهبة میں ہے: وركنها: هو الإيجاب والقبول إلخ. وفي الشّامي: و ذكر الكرمانيُّ: أنّها تفتقر إلى الإيجاب، لأنّ ملكَ الإنسان لاينتقل إلى الغير بدون تمليكه؛ وإلى القبول، لأنّه إلزام الملك على الغير إلخ(۱) (الشّامي: ۴/۵۰۹) في الدّرّالمختار: جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك، ليس له الاسترداد منها، ولا لورثته بعده إن سلّمها ذلك في صحّته بل تختصّ به، وبه يُفتىٰ، وكذا لو اشتراه لها في صغرها والوالجية ——— والحيلة فيما لو

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۸/۴۲۴-۴۲۵، أوائل كتاب الهبة.

أراد الاسترداد منها أن يّشهد عند التّسليم إليها أنّه إنّما سلمه عارية إلخ(۱)(درّمختار)

ترجمہ: اور رکن ہبہ کا ایجاب وقبول ہے، اور شامی میں ہے کہ کرمانی نے ذکر کیا کہ بے شک ہبہ محتاج ہے طرف ایجاب کے، اس لیے کہ ملک کسی آدمی کی غیر کی طرف منتقل نہیں ہوتی بدون مالک بنانے کے، اور طرف قبول کے اس لیے کہ وہ لازم کرنا ملک کا ہے غیر پر، درمختار میں ہے: کسی شخص نے اپنی دختر کو جہیز دیا اور اس کے سپرد کر دیا پس اس کو اس کا واپس کرنا لڑکی سے درست نہیں ہے، اور نہ اس کے ورثہ کو بعد اس کے اگر سپرد کیا ہے اس کو یہ اپنی صحت میں، بلکہ وہ جہیز خاص اس دختر کی ملک ہوگا، اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح اگر اس نے اس لڑکی کے لیے اس کے صغر کی حالت میں خریدا ہے وہ بھی اسی کا ہوگا، اور حیلہ اس کا کہ اس سے واپس لے سکے یہ ہے کہ دیتے وقت اس امر کے گواہ قائم کرے کہ میں نے اس کو جو کچھ دیا ہے عاریۃً دیا ہے۔

وفي العالمغيرية: رجل اتّخذ لولده أوتلميذه ثيابًا ثمّ أراد أن يّدفع إلى ولده الآخر أو تلميذه الآخر ليس له ذلك، إلاّ إذا بين وقت الاتّخاذ أنّها عارية كذا في السّراجية، اشترى ثوبًا فقطعه لولده الصّغير صار واهبًا بالقطع مسلمًا إليه قبل الخياطة إلخ (۲) (عالمغيرية)

ترجمہ: ایک شخص نے اپنے ولد یا شاگرد کے لیے کپڑے بنائے پھر دوسرے کو دینا چاہے تو یہ اس کو درست نہیں ہے، مگر جب کہ بنانے کے وقت یہ ظاہر کر دے کہ یہ عاریۃً ہیں۔

کسی شخص نے ایک کپڑا خریدا پس اس کو اپنے چھوٹے بچہ کے لیے قطع کرایا تو اس سے ہبہ ہو جاوے گا اور سینے سے پہلے بچہ اس کا مالک ہو جاوے گا۔

جهّز ابنته ثمّ ادّعى أن ما دفعه لها عارية وقالت: هو تمليك أو قال الزّوج ذلك بعد موتها ليرث منه، وقال الأب أو ورثته بعد موته: عارية فالمعتمد أنّ القول للزّوج، ولها إذا كان العرف مستمرًّا أنّ الأب يدفع مثله جهازًا لا عارية، وأمّا إن مشتركًا كمصر

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۴/ ۲۲۸-۲۲۹، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدّة الغير.

(۲) الفتاوى الهندية: ۳۹۲/۴، كتاب الهبة، الباب السّادس في الهبة للصّغير.

والشّام فالقول للأب .... والأم كالأب في تجهيزها (درّمختار من آخر باب المهر) وفي ردّالمحتار بعد نقل كلام الأشباه: قلت: ومقتضاه أنّ المراد من استمرارالعرف هنا غلبته ومن الاشتراك كثرة كلّ مّنهما، إذ لا نظر إلى النّادر، ولأنّ حمل الاستمرار على كلّ واحد من أفراد النّاس فى تلك البلدة لايمكن إلخ (وبعد أسطر) وقال نقلاً عن حاشية الأشباه: وقال الشّيخ الإمام الأجلّ الشّهيد:المختارللفتوى أن يّحكم بكون الجهاز ملكًا لا عارية ، لأنّه الظّاهرالغالب إلاّ في بلدة جرت العادة بدفع الكلّ عارية إلخ(۱) وفي الدّرّالمختار: ولو بعث إلى امرأته شيئًا ولم يذكر جهةً عند الدّفع غيرجهة المهر كقوله لشمع أو زيت أ وحناء ثمّ قال: إنّه من المهرلم يقبل(قنية) لوقوعهٖ هدية فلا ينقلب مهرًا، فقالت: هوأي المبعوث هدية، وقال: هومن المهر أومن الكسوة أو عارية فالقول له بيمينه والبيّنة لها، فإن حلف والمبعوث قائم فلها أن ترده وترجع بباقي المهر وذكره ابن الكمال (۲)وفي الهداية:ولوكان الاختلاف بعد موت أحدهما فالجواب فيه كالجواب في حياتهما(۳) وفي الدّرّالمختار: وموت أحدهما كحياتهما في الحكم(۴)

ترجمہ:ایک شخص نے اپنی بیٹی کوجہیز دیااور پھردعوی کیا کہ میں نے جہیز میں جوکچھ دیا تھاسب بہ طور عاریت کے تھا،اور بیٹی اس کے جواب میں کہے کہ وہ میری ملک کرکے دیا گیا تھا، یا بیٹی کے مرنے کے بعداس کا خاوند یہ کہے کہ ملک کرکے دیا گیا،تاکہ خاوندکواس کی وراثت ملے،اور باپ یا اس کے وارث کہیں کہ نہیں بلکہ بہ طورعاریت دیا گیا تھا،پس ان صورتوں میں قابل اعتماد یہ بات ہے کہ زوج کا اور بیٹی کا قول معتبر ہوگا،اگرعرف دائمی یہ ہے کہ باپ جو بیٹی کودیتا ہے ملک کرکے دیتا ہے،اوراگرعرف مشترک ہے یعنی کچھ لوگ ملک کرکے دیتے ہیں اور کچھ عاریۃً جیسا کہ ملک مصر وشام میں ہےتواس صورت میں باپ کا قول معتبر ہے،اور ماں کا حال جہیز دینے کی صورت میں باپ

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۴/ ۲۲۹-۲۳۰، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدّ الغير.

(۲) الدّر مع الرّد:۴/۲۲۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزّوجة.

(۳) الهداية:۲/ ۳۳۷، كتاب النّكاح، باب المهر.

(۴) الدّر مع الرّد:۴/۲۲۲، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: مسائل الاختلاف في المهر.

کا سا ہے۔(درّمختار آخر باب المهر)

اور ردالمحتار میں اشباہ کا کلام نقل کر کے لکھا ہے: میں کہتا ہوں کہ مراد عرف کے دائمی ہونے سے یہ ہے کہ غلبہ اور کثرت اس کی ہو، اور عرف مشترک سے مراد ہر ایک جانب میں کثرت سے ہے، کیونکہ ایک دو کے فعل پر نظر نہیں کی جاتی اور اس لیے کہ عرف کے دائمی ہونے کو اگر ہر ہر فرد پر محمول کیا جائے تو یہ دشوار ہے، اور پھر شامی نے حاشیۂ اشباہ سے نقل کر کے لکھا ہے: اور فرمایا شیخ امام اجل شہید نے کہ فتویٰ کے لیے مختار یہ ہے کہ جہیز کو ملک قرار دیا جائے نہ کہ عاریت، کیونکہ ظاہر اور غالب یہی امر ہے، البتہ جس جگہ اس کے خلاف عادت ہو وہاں عاریت سمجھا جائے گا۔ اور درمختار میں ہے: اگر اپنی عورت کو کوئی چیز دی اور دینے کے وقت کوئی جہت سوائے جہت مہر کے مثل شمع اور حنا کے بیان نہیں کی، پھر یہ کہا کہ مہر میں ہے تو قول اس کا معتبر نہ ہوگا، کیونکہ وہ ہدیہ ہو چکا اب مہر کی طرف منتقل نہ ہوگا، پھر عورت نے کہا کہ وہ چیز ہدیہ تھی اور شوہر نے کہا مہر میں ہے یا لباس کے لیے یا عاریت تو قول شوہر کا مع قسم کے معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے لیے ہیں، پس اگر شوہر نے حلف کیا اور وہ چیز موجود ہے تو عورت کو چاہیے کہ اس کو رد کر دے اور باقی مہر شوہر سے لیوے۔

اور ہدایہ میں ہے کہ اگر اختلاف ان میں سے کسی ایک کی موت کے بعد ہو تو حکم وہی ہے جو کہ ان کی حیات کی صورت میں تھا اور درمختار میں ہے کہ ان میں سے کسی کا مرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ زندہ رہنا۔

اور عورت کے والدین وفروع واصول کی شہادت عورت کے دعوی کو ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ فروع واصول کی شہادت معتبر نہیں ہوتی، دیگر رشتہ داران قریبی مثل بھائی بھتیجا وغیرہ کی شہادت مقبول ہے۔ كما في الدّرّ المختار: والفرع لأصله وإن علا إلخ وبالعكس للتّهمة إلخ (۱)

ترجمہ: شہادت فرع کی یعنی اولاد کی ماں باپ کے لیے اور ماں باپ کی اولاد کے لیے مقبول نہیں ہوتی بہ وجہ تہمت کے۔

اور تصرفات مذکورہ کے اس صورت میں چونکہ دلالۃً اجازت ہے اس لیے یہ تصرفات درست ہیں، لیکن دلیلِ ملک نہیں ہیں، خصوصًا بہ صورت نزاع ان تصرفات کو جو کہ وکالۃً بھی ہو سکتے ہیں دلیل

(۱) الدّر مع الرّد: ۱۷۴/۸-۱۷۵، كتاب الشّهادات، باب القبول وعدمه.

ملک نہیں کہہ سکتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مفتی مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح: اشرف علی

الجواب صوابٌ: محمد انور عفا اللہ عنہ، مدرس دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: محمد اعزاز علی غفرلہ، مدرس دارالعلوم دیوبند

الجواب صوابٌ: بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: احمد شیر عفی عنہ، مدرس دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: عبدالسمیع، مدرس دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: احمد امین، مدرس دارالعلوم دیوبند

اصاب المجیب: محمد ادریس غفرلہ، معین المدرسین دارالعلوم دیوبند

الجواب صواب: محمد تفضّل حسین عفا اللہ عنہ، معین المدرسین دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: محمد رسول خان عفی عنہ، مدرس دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح: بندہ ضیاء الحق، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح: کفایت اللہ غفرلہ گنگوہی، مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی

الجواب صحیح: خاکسار سراج احمد خان کان اللہ لہ

الجواب صحیح: سلطان محمود، مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی

ذلک کذلک: بندہ محمد عرفان عفی عنہ، مدرس مدرسہ مینڈھو ضلع علی گڈھ

الجواب صواب: بندہ شفیع دیوبندی غفرلہ۔

بیوی کو اپنے والد کے ترکہ میں سے جو سامان ملا ہے اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۳۷) ہندہ نے اپنے والد کے ترکہ میں سے جو سامان پایا ہے اس کی مالک وہ خود ہے یا اس کا شوہر؟ اور زوجہ نے جو سامان اپنے والدین کے ترکہ میں سے پایا ہے شوہر کو اس

میں مالکانہ تصرف بدون اذن زوجہ جائز ہے یا نہیں؟ (۹۱۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ہندہ اس کی مالک ہے، اس کا شوہر اس کا مالک نہیں ہے، اور شوہر کو اس میں مالکانہ تصرفات بلا اجازت ہندہ کے درست نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو مکان باپ نے اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے قبضہ کرادیا وہ باپ کے ترکہ میں شامل نہ ہوگا

سوال: (۳۸) زید نے اپنے پسر خالد کو ایک مکان دے کر جدا کر دیا اور قبضہ کرادیا، اور ایک دکان زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے نام سے خریدا تھا، اور وہ بھی خالد کو دے دیا تھا، اور خالد نے ان دونوں مکانوں کو ایک کر کے رہتا رہا، اب زید و ہندہ مر گئے ہیں، تو مکان مذکور جو زید نے خالد کو دے دیا تھا اور ہندہ نے بھی انکار نہ کیا تھا، ترکۂ زید سے سمجھا جائے گا یا خالص ملکیت خالد ہے؟

(۱۴۵۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو مکان زید نے اول اپنے بیٹے خالد کو دیدیا تھا اور ہبہ کر دیا تھا اور قبضہ بھی اس کا کرادیا تھا اس مکان کا مالک خالد ہو گیا وہ خالص خالد کا ہے، ترکۂ زید میں شامل نہ ہوگا، اور وہ مکان جو زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے نام سے خریدا تھا اگر اس کا مالک بھی زید ہی تھا یعنی ہندہ کو ہبہ نہ کیا گیا تھا صرف نام ہندہ کا لکھوادیا تھا مشتری اور مالک خود ہی تھا جیسا کہ قرائن سے ظاہر ہے، تو اس کا ہبہ بھی خالد کے لیے صحیح ہو گیا، اس کا مالک بھی خالد ہو گیا، ترکۂ زید میں وہ شامل نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

باپ نے کسی بچہ کے نام جو رقم جمع کی تھی وہ باپ کے ترکہ میں شامل ہوگی

سوال: (۳۹) زید فوت ہوا، حین حیات میں اس کا یہ دستور العمل تھا کہ مدات آمدنی میں سے ایک مد اپنی بڑی اولاد کے نام سے جمع کیا کرتا تھا، اور اس مد میں سے اس کی شادی وغیرہ میں خرچ کیا کرتا تھا، چنانچہ اسی طرح اس نے اپنی تین اولادوں کی شادی کی، اب چوتھی اولاد کے نام سے رقم جمع ہو رہی تھی کہ زید فوت ہو گیا، فوت ہونے سے چند ماہ پیشتر اپنے خسر سے یہ بات کہی کہ اگر آج اس

کے لیے کسی اچھی جگہ سے پیغام آجائے تو میں آج اس کی شادی کردوں، میں نے اس کے نام سے رقم جمع کر رکھی ہے، فوت ہونے سے چند روز پیشتر زید نے ایک وصیت نامہ بنام جملہ ورثاء لکھا: اس میں چند وصیتیں مثلاً حج بدل مسجد کنواں وغیرہ کی لکھی مگر اس رقم کا کوئی تذکرہ نہیں لکھا، مذکورہ بالا اولاد کے علاوہ زید کے پانچ بچے اور ہیں جو نابالغ ہیں، اب یہ رقم ترکۂ مشترکہ سمجھی جائے گی یا صرف اس ایک بچہ کی ملک جس کے نام سے جمع ہے؟ بالغ ورثاء یہ رقم اس بچہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۰۴۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: صرف کسی بچے کے نام رقم جمع کرنے سے یا ان الفاظ سے جو زید کے خسر صاحب بیان کرتے ہیں بچہ کے لیے اس رقم کا ہبہ کر دینا ثابت نہیں ہوتا، اور وصیت نامہ میں اس کا ذکر نہ کرنا بھی عدم ہبہ کا قرینہ ہے، پس ایسی حالت میں وہ رقم ترکۂ مشترکہ میں شامل ہے، ہاں بالغ ورثاء اپنے حصہ کی مقدار اس بچہ کو جس کے نام رقم ہے دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

مرض موت میں اپنی جائداد کسی ایک وارث کو ہبہ کرنا

سوال: (۴۰) محمد عارف سخت بیمار تھا، مرنے سے پندرہ سولہ روز پیشتر محمد عارف نے اپنی جائداد کا وصیت نامہ کے طریقے سے ایک فرضی بیع نامہ اپنے بیٹے کے نام تنہا کر دیا، جس کا روپیہ نہ کسی کو دیا گیا نہ لیا گیا، مالیت جائداد زیادہ روپیہ کی ہے، بیع نامہ میں فرضی قیمت بہت کم لکھی گئی ہے، اور اپنی بیٹی کو کچھ نہیں دیا، ایسے مرض الموت میں وہ فرضی جھوٹا بیع نامہ جائز ہے یا نہیں؟

(۱۱۶۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: إعتاقه ومحاباته وهبته و وقفه وضمانه، كلّ ذلك حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثّلث إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ مریض کے ہبہ وغیرہ کا حکم وصیت کا ہے، اور وصیت وارث کے لیے بدون اجازت باقی ورثہ کے درست نہیں ہے، لہٰذا بیع نامہ مذکورہ فرضی باطل ہوگا، اور ترکہ متوفی کا حسبِ حصصِ شرعیہ جملہ ورثہ کو تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدّر مع الرّد: ۳۱۴/۱۰، كتاب الوصايا، باب العتق في المرض.

واپسی کی شرط کے ساتھ لوگوں نے امام مسجد کو حق الخدمت میں جو زمین دی ہے اس کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۴۱) ایسی زمین جو کہ کسی وقت میں لوگوں نے امام مسجد کو حق الخدمت میں دی ہو اور یہ شرط لگا دی ہو کہ یہ زمین امام مذکور کی نرینہ اولاد کے باقی نہ رہنے کی صورت میں اس کے دیگر ورثہ کو نہ دی جائے گی، بلکہ اصل مالکان اراضی یا ان کی اولاد وارث حق دار کو واپس ہوگی ایسی زمین میں حقوق اناث شرعًا ثابت ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴۶۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب کہ امام مذکور کو وہ زمین ہبہ کر دی گئی اور ان کو مالک بنا دیا گیا تو اس امام کی وفات کے بعد وہ اس کے تمام ورثہ ذکور واناث کو حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگی، یہ شرط معطیان کی جو درج سوال ہے باطل ہے، امام کے انتقال کے بعد وہ زمین مملوکہ امام معطیان کی طرف یا ان کے ورثہ کی طرف منتقل نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باپ نے اپنی زندگی میں بعض لڑکوں کی شادی میں جو خرچ کیا ہے دیگر ورثاء ترکہ میں سے اس کا معاوضہ وصول نہیں کر سکتے

سوال: (۴۲)...... (الف) عمر نے قبل وفات اپنے لڑکوں بکر، زید، خالد کا نکاح بہ عوض مہر پانچ سو روپیہ، بارہ سو، اور چار ہزار پر کر دیا، بعد وفات عمر وقتِ تقسیمِ میراث بکر اور زید کہتے ہیں کہ خالد کا نکاح مہر کثیر پر ہوا ہے، لہٰذا ہم کو خالد کے برابر معاوضہ ملنا چاہیے، آیا شرعًا بکر اور زید کا یہ معاوضہ طلب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) عمر نے قبل وفات اپنے تین لڑکوں کا نکاح کر دیا، بعد وفات عمر، عمر کی دوسری چھوٹی اولاد کی طرف سے یہ جھگڑا اٹھا ہے کہ جس طرح عمر نے اپنے بڑے لڑکوں کا نکاح اپنی زندگی میں کیا تھا اسی طور پر اگر عمر زندہ رہتے تو چھوٹے بچوں کا بھی نکاح کر دیتے، لہٰذا ترکہ میں سے قبلِ تقسیم میراث چھوٹے لڑکوں کا حصہ دے کر بعد میں میراث تقسیم کی جائے، یہ دعوی کرنا بچوں کی طرف سے

جائز ہے یا نہیں؟ (۸۸۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) بکر اور زید کا معاوضۂ مہر طلب کرنا ناجائز اور باطل ہے، شرعاً ان کو کچھ حق اس کے مطالبہ کا نہیں ہے۔

(ب) یہ دعوی چھوٹی اولاد کا درست نہیں ہے، مورث اپنی زندگی میں جو کچھ خرچ کر جائے اس کا کچھ محاسبہ وارثوں کو نہیں پہنچتا، اور ترکہ میں اس کا کچھ حساب نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مدت دراز کے بعد بھی وارث اپنی میراث طلب کرسکتا ہے

سوال: (۴۳)...... (الف) ایک وارث نے ۱۸ برس ترکۂ مورث طلب نہیں کیا، تو کیا اب بعد ۱۸ برس کے طلب کرسکتا ہے؟

(ب) شرعاً کوئی ایسی میعاد مقرر ہے یا نہیں کہ جس کے انقضاء کے بعد طلب کا استحقاق اس کو نہ رہے اور وہ کتنی مدت ہے؟ (۱۱۲۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) طلب کرسکتا ہے۔

(ب) شرعاً کسی میعاد اور مدت کے بعد حق کسی صاحبِ حق کا ساقط نہیں ہوتا۔ کما في الشّامي، جلد خامس: إنّ الحقّ لایسقط بتقادم الزّمان وھکذا في الأشباہ والنّظائر (۱) فقط

سوال: (۴۴) تکملہ شامی: ۱/ ۳۷۱ میں ہے: الإرثُ جَبْرِيٌّ لا یسقط بالإسقاط ایسا ہی شامی وغیرہ میں بھی ہے (۲) اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ زید نے مال وراثت کا اپنا حصہ دے کر شرکاء کو بلاعوض معاف یا ہبہ کردیا یا ترک کردیا یا کہا کہ میں نے اپنا حصہ ساقط کردیا، ان صورتوں میں خود زید بعد دس بیس سال کے یا اس کے وارث بعد اس کے حصہ طلب کریں تو ان کو ملے گا یا نہیں؟ (۹۲۵/ ۱۳۳۸ھ)

---

(۱) إنّ الحقّ لایسقط بالتّقادم. (الشّامي: ۱۰/ ۳۸۸، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتّٰی)

والأشباہ والنّظائر: ۲/ ۱۹۳، الفنّ الثّاني: الفوائد، کتاب القضاء والشّھادات والدّعاوي، رقم القاعدۃ: ۱۳۷۷.

(۲) والثّالث إمّا اختیاري وھو الوصیة أو اضطراري وھو المیراث (الدّر مع الرّد: ۱۰/ ۴۰۷، أوائل کتاب الفرائض)

الجواب: قال في الأشباه والنّظائر: لوقال الوارث: تركت حقّي لم يبطُل حقّه إذ الملك لا يبطل بالتّرك إلخ. قوله:"لوقال الوارث: تركت حقّي إلخ "، اعلم أن الإعراض عن الملك أوحقّ الملك ضابطه أنّه إن كان ملكًا لازمًا لم يبطل بذلك كما لومات عن ابنين. فقال أحدهما: تركت نصيبي من الميراث لم يبطل، لأنّه لازمٌ لايترك بالتّرك ـــــ إلى أن قال ـــــ وفيه التّصريح بأن إبراء الوارث من إرثه في الأعيان لايصحّ، وقد صرحوا بأن البراء ة من الأعيان لا تصحّ إلخ (۱) اس عبارت سے واضح ہے کہ حصۂ وراثت معاف کرنے سے یا ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا، اور تملیک و ہبہ کے لیے اپنا قبضہ کر کے پھر قبضہ کرانا موہوب لہ کو ضروری ہے اور شیوع مانع عن الھبہ ہوتا ہے۔ کما بین في موضعه (۲) پس بعد دس بیس چالیس برس کے وارث دعوی اپنی وراثت کا کر سکتے ہیں، کیونکہ حق کسی مالک اور وارث کا تقادم زمان سے ساقط نہیں ہوتا۔ کما قالوا: إنّ الحقّ لايسقط بالتّقادم كذا في الشّامي(۳)

جس شخص نے اپنا حصۂ میراث لینے سے انکار کر دیا تھا اس کی اولاد حصۂ میراث کا مطالبہ کر سکتی ہے

سوال: (۴۵) ایک شخص نے اپنے والد کی جائداد سے حق لینے سے انکار کر دیا تھا، اب اس کی اولاد اپنے جد کی جائداد سے حصہ شرعی پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تارک حق کی اولاد اپنے جد کی جائداد سے حصہ لے سکتے ہیں۔ كما في الأشباه والنّظائر: لوقال الوارث: تركت حقّي لم يبطُل حقّه إلخ، وفي الشّرح: ضابطه أنّه إن كان ملكًا لازمًا لم يبطل بذلك، كما لومات عن ابنين، فقال أحدهما: تركت نصيبي من

(۱) شرح الحموي على الأشباه والنّظائر: ۳/۵۳-۵۴، الفن الثّالث: وهوفنّ الجمع والفرق، ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبله.

(۲) وشرائط صحّتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا غيرمشاعٍ مميّزًا غيرمشغول (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۸/۴۲۴، كتاب الهبة)

(۳) الشّامي: ۱۰/ ۳۸۸، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتّٰی.

المیراث لم یبطل لأنّه لازم لا یترك بالتّرك(۱)

جو اولاد غیر شادی شدہ ہے اس کی شادی کے اخراجات مشترک ترکہ میں سے لینا درست نہیں

سوال: (۴۶) زید کا انتقال ہوگیا، اس نے چھ لڑکی، دو لڑکے، دو زوجہ چھوڑیں، ان میں سے ایک لڑکی کا نکاح نہیں ہوا، شرع کی رو سے اس لڑکی غیر منکوحہ کا اسباب شادی کے لیے علاوہ ترکہ کے جو اس کو باپ کی وراثت سے پہنچتا ہے کوئی حق ہے یا نہیں؟ (۵۵۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: دوسرے وارثوں کی طرح یہ لڑکی بھی صرف اسی حصہ کی مستحق ہے جو شرعی حیثیت سے اس کو ملتا ہے، اسباب شادی کے لیے مشترک ترکہ سے کوئی حصہ علیحدہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ تمام وارث اگر اپنی رضا سے اس کا کچھ انتظام کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، یہ ان کے لیے باعث اجر ہے، لیکن شرعاً ان پر کچھ لزوم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۷)......(الف) زید کے انتقال کے بعد ایک لڑکی کی شادی ہوئی، اس کے اخراجات کل ترکہ سے نکال لیں گے یا فقط لڑکی کے حصے میں سے؟

(ب) زوجہ ثانیہ کی جملہ اولاد کم سن ہے، قبل از تقسیم مال متروکہ گھر کے جملہ اخراجات کس طرح چلائے جائیں؟ (۱۹۳۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف-ب) اس لڑکی کی شادی کے اخراجات اسی کے حصہ میں سے کیے جائیں، کل ترکہ مشترکہ میں سے خرچ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر باقی جملہ ورثاء بالغ ہوں اور وہ اپنی خوشی سے لڑکی کی شادی میں خرچ کرنے کی اجازت دیں تو اس وقت ترکۂ مشترکہ میں سے خرچ کرنا درست ہے، مگر زوجۂ ثانیہ کی اولاد چونکہ کم سن ہے اس لیے مشترکہ ترکہ میں سے خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ ہر ایک شخص بالغ اور نابالغ کا خرچ اس کے حصہ میں سے کیا جائے اور مشترکہ ترکہ میں سے جو کچھ جس کے خرچ میں آئے وہ مقدار اس کے حصہ میں مجرا کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الأشباہ مع شرح الحموي: ۵۳/۳، الفنّ الثّالث: وھو فنّ الجمع والفرق، ما یقبل الإسقاط من الحقوق وما لا یقبله إلخ .

سرکار میں ایک بھائی کے نام اراضی کے داخل خارج ہونے سے دوسرے ورثاء محروم نہیں ہوتے

سوال: (۴۸) زید، عمر، بکر، خالد وغیرہ کے مورث اعلی کو سرکار سے بنابر خرچ قبیلہ زمین نہری وبارانی کا حاصل بتلادیا گیا، اور یہ حکم دیا گیا کہ اس کا حاصل سالانہ تم کھاتے رہو، چنانچہ کئی پشت تک داخل خارج راج سے یکے بعد دیگرے ہوتا ہے، بعد دو تین پشت کے تقسیم راج سے ہو کر ہر ایک حصہ دار کے نام علیحدہ علیحدہ داخل خارج ہوگیا، بعد انتقال ہر ایک حصہ دار کے اس کی اولاد میں جو عمر میں سب سے بڑا تھا داخل خارج اراضی مذکورہ کا ہوگیا، داخل خارج ہونے سے اس وقت تک زید، عمر، بکر، خالد وغیرہ باہم حاصل اراضی کھاتے رہے قانون راج میں جو متوفی کی اولاد میں بڑا ہوتا ہے اسی کو مالک حاصل اراضی کا کردیا جاتا ہے، لہٰذا چونکہ زید کے نام داخل خارج حاصل اراضی کا ہوا ہے اور سرکار نے اسی کو مالک حاصل اراضی کا کردیا اب زید، خالد، بکر، عمر وغیرہ کو اس میں سے کچھ دینا نہیں چاہتا یہ جائز ہے یا کیا حکم ہے؟ (۲۸۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قاعدہ شرعیہ ہے: المعروف کالمشروط (۱) جس طریق سے عمل درآمد چلا آرہا ہے اسی کے موافق خرچ ہونا چاہیے، اکبر اولاد کے نام کرنے سے وہ تنہا منافع ومحاصل کا مالک نہ سمجھا جائے گا، کیونکہ معروف یہ ہے کہ راج میں ایک کے نام ہوتی ہے اور سب کھاتے ہیں، اسی کے موافق اور اسی لیے راج سے عمل درآمد ہوتا ہے، تو گویا یہ حکم راج سے ہوتا ہے کہ تمہارے نام پر اس کو لکھ دیا ہے مگر منافع سب کو دیئے جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے بعد خلوت صحیحہ سے پہلے بیوی کا انتقال ہوگیا تو کتنا مہر ترکہ میں شامل ہوگا؟

سوال: (۴۹) زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ہندہ بلا خلوت صحیحہ فوت ہوگئی، مہر ہندہ کس قدر

(۱) الشّامي: ۲۰۱/۴، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب: مسئلة دراهم النّقش والحمّام ولفافة الکتاب ونحوها.

شوہر پر عائد ہوگا؟ اور تین وارث ہندہ نے چھوڑے: ایک شوہر، ایک نانا، ایک ہمشیرہ، تو ترکۂ ہندہ ان ہر سہ وارثان میں کس قدر تقسیم ہوگا؟ (۱۹۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: صورت مسئولہ میں تمام مہر بذمہ شوہر لازم ہوگا، یعنی اگر قبل خلوت صحیحہ کے وہ فوت ہوگئی ہے تو کل مہر لازم ہے۔ قال في الدّرّ المختار: ویتأکّد عند وطء أو خلوۃ صحّت من الزّوج أو موت أحدهما (۱) اور ترکہ اس کا مع مہر کے دو سہام ہو کر ایک سہام اس کے شوہر کو اور ایک سہام ہمشیرہ کو ملے گا، نانا صورت مسئولہ میں محروم ہے۔ الغرض صورت مسئولہ میں کل مہر بہ ذمہ شوہر لازم ہے، لیکن نصف اس کا حق ہے، اور نصف اس کی ہمشیرہ کو دینا پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیٹا فوت شدہ ماں کے مہر میں سے اپنا حصہ باپ سے لے سکتا ہے

سوال: (۵۰) زید کا ایک لڑکا عمر ہے، عمر کی والدہ ہندہ اس کو تین سال کا چھوڑ کر انتقال کرگئی، اب وہ عمر اپنی ماں ہندہ کا دین مہر اپنے والد زید سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۶۳۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ہندہ کا مہر جو بہ ذمہ زید تھا، ہندہ کے مرنے کے بعد ایک چوتھائی زید کو پہنچے گا اور تین چوتھائی عمر کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو عورت مہر معاف کئے بغیر مرگئی اس کا مہر اس کے وارثوں کو دیا جائے گا

سوال: (۵۱) جو عورت بغیر معافی مہر مر جاوے تو مہر ادا کس طرح سے کی جاوے؟ (۲۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زوجہ متوفیہ کا مہر اس کے وارثوں کو حسب حصص شرعیہ دیا جاوے، وارثوں میں خود شوہر بھی ہے، اگر متوفیہ کے کچھ اولاد نہ تھی تو شوہر کو نصف مہر اور نصف جملہ ترکۂ متوفیہ ملے گا، اور اگر اولاد تھی تو چوتھائی ملے گا، باقی دیگر ورثہ کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرض موت میں دین مہر کے عوض جائداد دینا شرعاً جائز ہے

سوال: (۵۲) مرض الموت میں اگر کسی نے جائداد بعوض دین مہر زوجہ کو دے دی تو یہ دینا

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۶۹/۴-۱۷۰، کتاب النّکاح، باب المهر.

شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ (۳۳۹۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: دین مہر زوجہ کا شوہر کے ذمہ قرض ہوتا ہے، اور قرض کا ادا کرنا مرض الموت میں بھی صحیح ہے، لہٰذا جو جائداد مورث نے مرض الموت میں بہ عوض دین مہر زوجہ کو دے دی یہ دینا شرعاً صحیح ہے، اور زوجہ اس جائداد کی مالک ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باپ کے سرمایہ سے ایک بیٹے نے تجارت کی تو نفع اور اصل سرمایہ سب ترکہ میں شمار ہوگا

سوال: (۵۳) زید بہ حالت ضعیفی معذور ہوکر خانہ نشین ہوگیا، اس کے پاس کچھ سرمایہ ہے اور تین لڑکے ہیں: عمر، بکر، خالد۔ عمر نے بہ اجازت اپنے والد کے تقریباً دس سال تجارت کرکے بہت فائدہ حاصل کیا، اب زید کا انتقال ہوا، اور بکر، خالد مدعی ہیں کہ کل رقم مع منافع واصل کے ترکہ قرار دیا جائے، اور عمر کہتا ہے کہ یہ ہمارا حقّ المحنت ہے، اس صورت میں کیا کل زراصل مع منافع متروکہ قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ (۱۶۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ کل زراصل مع منافع ترکہ زید کا شمار ہوکر تینوں بیٹوں کو بہ حصۂ مساوی تقسیم ہوگا، اور عمر کا کچھ مبادلہ اس خدمت ومحنت کا سوائے حصۂ شرعی مذکور کے نہیں ہے۔ قال في الشّامي: **الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كلّه للأب إن كان الإبن في عياله لكونه معينا له؛ ألا ترى لوغرس شجرة تكون للأب (شامي)............ وفي الخانية: زوج بنيه الخمسة في داره وكلّهم في عياله: واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثّياب الّتى عليهم لا غير، فإن قالوا هم أو امرأته بعد موته: إن هذا استفدناه بعد موته، فالقول لهم، وإن أقرّوا أنّه كان يوم موته فهو ميراث من الأب**(۱) (شامي:۳/۳۵)

(۱) ردّالمحتار: ۶/۳۹۲-۳۹۳، كتاب الشّركة، فصل في الشّركة الفاسدة، مطلب: اجتمعا في دارٍ واحدةٍ واكتسبا ولا يُعلم التّفاوتُ فهو بينهما بالسّويّة .

بڑے بھائی نے قرض لے کر جو تجارت شروع کی ہے اس میں چھوٹے بھائیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴) زید، عمر، خالد، حقیقی بھائی ہیں ان کے باپ کا انتقال ہوگیا، ترکہ کچھ نہیں چھوڑا، زید نے قرض لے کر سوداگری کی، اور چھوٹے بھائیوں کو تعلیم دلائی، عرصہ کے بعد زید کو اس سوداگری میں نفع کثیر ہوا، اور چھوٹے بھائیوں کو بھی سامان دے کر دکان کرائی ہے، عرصہ تک اسی طرح باہم مشترک کاروبار کرنے کے بعد علیحدہ ہوئے، چھوٹے بھائی زید سے پورا حصہ لینے کے طلب گار ہیں، اس صورت میں جب کہ زید نے اپنے اعتبار اور سر پر ساری کمائی کی ہے، تو چھوٹے بھائیوں خالد و عمر کو پورا حصہ دینے کا ذمے دار ہے یا کیا؟ (۶۸۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شامی میں تصریح کی ہے کہ اگر باپ کے ترکہ میں سب بھائی کام کریں، اور نفع حاصل ہو تو وہ سب پر علی السویہ تقسیم ہوتا ہے۔ **وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرّأي إلخ** (۱) لیکن اس صورت میں سوال یہ ہے کہ باپ کا ترکہ کچھ نہ تھا، بڑے بھائی نے قرض وغیرہ لے کر کام تجارت کا شروع کیا، اور چھوٹے بھائی اس کے عیال میں رہے، تو اس صورت میں تمام سامان بڑے بھائی کا ہے، اس کو اختیار ہے کہ چھوٹے بھائیوں کو جس قدر چاہے دے۔ **كما في القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كلّه للأب إن كان الابن في عياله إلخ** (۱) **(شامي: ۳۴۹/۳)**

دو بھائیوں نے باپ کے ترکہ سے جو نفع حاصل کیا ہے وہ دونوں کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا

سوال: (۵۵) ایک شخص کے دو لڑکے دو بیبیوں سے تھے اور بعد انتقال شخص مذکور برادر خورد زید

---

(۱) الشّامي: ۳۹۲/۶، كتاب الشّركة، فصلٌ في الشّركة الفاسدة، مطلب: اجتمعا في دارٍ واحدةٍ واكتسبا إلخ.

نے تحصیل علم کیا اور وکیل ہوئے، اور دوسرے بھائی خالد اپنے پیشہ کاشتکاری میں حسب دستورِ قدیم مشغول رہے، اور انتظام خانہ داری وغیرہ کو سنبھالا اسی طرح ہمیشہ دونوں بھائی اتفاق سے کام کرتے رہے، اور برابر ہم طعام وہم کلام ہوکر انتظام کرتے رہے، اور اس وقت تک ان دونوں کی اولاد بھی ایک ہی جگہ ایک ہی ساتھ ہیں، اسی عرصہ میں تھوڑی بہت جائداد بھی حاصل ہوتی رہی، اور اس میں کوئی تخصیص نہیں کی گئی کہ مشتری کون ہے اور رجسٹر میں کس کا نام درج رہے؟ بلکہ کبھی زید کا نام درج ہوا تو کبھی خالد کا، ایک عرصہ کے بعد جب سرکاری انتظام ہوا تو خالد کا انتقال ہوگیا، اور تمام جائداد زید کے نام پر درج رجسٹر ہوئی، مگر خالد کی اولاد ہمیشہ حسب دستور سابق زید کی سر پرستی میں رہی، اس کے بعد زید کا بھی انتقال ہوگیا، پھر بھی دونوں کی اولاد اس وقت تک یک جا باہم رہے، اب زید کی اولاد مدعی ہے کہ خالد کی اولاد کا کوئی حصہ ہماری جائداد مذکور میں نہیں ہے، اس وجہ سے کہ ساری جائداد ہمارے والد زید کی حاصل کردہ ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۶۳۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں زید خالد دونوں کی اولاد بہ حصۂ مساوی مالک ہیں۔ كما في ردّالمحتار، كتاب الشّركة: وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرّأى إلخ (۱) اور اس سے پہلے یہ عبارت ہے: يؤخذ من هذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة، وأخذ كلّ مّنهما يكتسب على حدة ويجمعان كسبهما ولا يُعلم التّفاوت ولاالتّساوى ولا التّمييز فأجاب بأنّه بينهما سوية إلخ (۱) (شامي: ۳/ ۳۴۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفقود کا ترکہ کب تقسیم کیا جائے گا؟

سوال: (۵۶) جو شخص سات سال سے مفقود ہے اور عمر اس کی تخمیناً ساٹھ برس کی ہے، اس کو زندہ شمار کیا جائے گا یا مردہ؟ اور مردہ مانا جائے گا تو کب سے؟ (۱۲۷/ ۱۳۴۳ھ)

الجواب: کتب فقہ درمختار وغیرہ میں ہے کہ اصل مذہب امام ابوحنیفہؒ کا یہ ہے کہ جس وقت

(۱) الشّامي: ۶/ ۳۹۲، كتاب الشّركة، فصل في الشّركة الفاسدة، مطلب: اجتمعا في دار واحدة واكتسبا إلخ.

تک اس کے اقران یعنی ہم عمر فوت نہ ہوجائیں اس وقت تک وہ شخص مفقود الخبر زندہ شمار ہوگا، اس کا مال اس کے ورثہ کو تقسیم نہ کیا جائے گا، پھر فقہاء نے ہم عمروں کے فوت ہونے کے زمانہ کو محدود کیا ہے بعض نے فرمایا: ایک سوبیس برس، بعض نے سو برس، بعض نے نوے برس، اور متاخرین ساٹھ یا ستر برس کی عمر ہونے پر موت مفقود کا حکم دیا ہے(۱) اور اکثر فقہاء نے نوے برس پر فتوی دیا ہے۔ **واختاره في الكنز وهو الأرفق هداية وعليه الفتوىٰ ذخيره (۱)(شامي) وقد قال في النّظم المعروف.** ع

مال مفقود را معطل داں ❁ تا نود سال از ولادت آں(۲)

پس اس قول مفتی بہ کے موافق جس وقت شخص مذکور مفقود الخبر کی عمر نوے برس کی ہوجائے اس کو حکم موت کا دے کر اس کی میراث ورثۂ موجودین پر تقسیم کی جائے گی، یعنی جو ورثہ اس وقت موجود ہوں ان کو دیا جائے گا اور جو اس سے پہلے مرگئے وہ محروم رہے۔ **كما في الدّرّ المختار: ويقسم ماله بين من يرثه الآن إلخ (درّمختار) قوله:(بين من يرثه الآن) أي حين حكم بموته، لا من مات قبل ذلك الوقت من ورثته .(۳)(شامي)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لے پالک بیٹا وارث نہیں ہوتا

سوال: (۵۷) ہندہ لاولد ہے اور اپنے دوری کے رشتہ داروں کے ہوتے ہوئے اپنے بھانجا

(۱) ولايستحقّ ما أوصىٰ له إذا مات الموصى، بل يوقف قسطه إلى موت أقرانه في بلده على المذهب لأنّه الغالب (الدّرّالمختار) وفي الشّامي: قوله: (إلى موت أقرانه) هٰذا ليس خاصًّا بالوصيّة، بل هو حكمه العام في جميع أحكامه من قسمة ميراثه وبينونة زوجته وغير ذلك ...... قوله: (على المذهب) وقيل يقدر بتسعين بتقديم التّاء من حين ولادته، واختاره في الكنز وهو الأرفق.هداية وعليه الفتوى. ذخيرة . وقيل: بمائة وعشرين، واختار المتأخّرون ستّين سنة واختار ابن الهمام سبعين إلخ (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۳۵۸/۶، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود).

(۲) ترجمہ: مفقود کے مال کو اس کی پیدائش سے نوے سال تک موقوف سمجھو (یعنی ورثاء کے درمیان تقسیم نہ کرو)

(۳) الدّر والشّامي:۳۶۰/۶، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود.

زید کو بہ طور اپنی اولاد کے جانتی ہے؛ آیا یہ ہندہ کی وفات کے بعد زید اس کا پسر صلبی متصور ہوگا اور جائداد متروکہ ہندہ میں زید پسر صلبی کے مانند حصہ پاوے گا؟(۹۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ہندہ کی حیات میں اور بعد ممات کے زید اس کا پسر صلبی متصور نہ ہوگا، اور بہ موجودگی عصبات وذوی الفروض کے وارث ہندہ کا نہ ہوگا اور کچھ حصہ وراثت کا متبنّٰی ہونے کی وجہ سے اس کو نہ ملے گا۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۴) قال في التّفسير الأحمدي، وبالجملة المتبنّٰى ليس بابن حقيقةً، فلايحرم حليلته ولايجب عليه نفقته ولايجرى عليه شيء من أحكام الشّرع إلخ(۱)(ص:۳۲۵) فقط

سوال: (۵۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بیٹے کے سوا اور وارثوں کے ہوتے ہوئے میراث دینے کے لیے کسی کو ان ہی وارثوں میں سے یا کسی غیر کو لے پالک فرزند بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور وہ لے پالک حسب قواعد شرعیہ میراث کا مستحق ہے یا نہیں؟ اور میراث کا مال حاصل کرنے کے لیے کوئی مدت معین ہے یا نہیں؟(۲۴۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: کسی کو متبنّٰی کرنا خواہ ورثہ میں سے کسی کو متبنّٰی کرے یا غیر شخص کو کرے ناجائز اور حرام ہے قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ الآية﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۵)

اور متبنّٰی میراث کا مستحق نہیں ہوتا، تبنیت کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے، یہ رسم جاہلیت تھی، شریعت نے اس کو باطل کر دیا ہے، اور ورثہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کو خواہ متبنّٰی ہو یا غیر متبنّٰی مال دینا اور ورثہ کو محروم کرنا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: من قطع ميراث وارثه قطع اللّٰه ميراثه من الجنّة (۲)(مشكاة شريف) اور مال میراث کا حاصل کرنے اور وارث بننے کے لیے کوئی مدت معین نہیں، جس وقت مورث مرجاوے گا ورثہ موجودین مالک ترکہ حسب حصص شرعیہ ہوجاویں گے، اور کوئی شخص خدمت وغیرہ کرنے میں کسی کا وارث نہیں ہوتا، وارث شریعت نے مقرر فرمادیئے ہیں وہ خدمت کریں یا نہ کریں، ہر حال میں حسبِ حصص مستحق ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) التّفسيرات الأحمدية، ص:۴۰۸، المطبوعة: المكتبة الأشرفية، ديوبند.

(۲) مشكاة المصابيح، ص:۲۶۶، كتاب الوصايا، الفصل الثّالث، وأخرجه ابن ماجة عن أنس رضي اللّٰه عنه بلفظ: من فرّ من ميراث وارثه قطع اللّٰه الحديث (سنن ابن ماجة، ص:۱۹۴، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية)

شرعی ورثاء کومحروم کرنا اور لے پالک کو وارث بنانا درست نہیں

سوال: (۵۹) ایک شخص لاولد ہے اور اس نے ایک متبنّٰی بنالیا ہے اور اسی کو اپنا وارث بنانا چاہتا ہے، لیکن سہ پشت کے عصبات بھی موجود ہیں، تو اس صورت میں وہ ان کو اپنا وارث بنانا نہیں چاہتا ہے، متبنّٰی کو وارث بناتا ہے، شریعت کا کیا حکم ہے؟ (۱۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: شرعاً یہ درست نہیں ہے کہ وارثوں کو محروم کیا جاوے، مشکاۃ شریف میں حدیث ہے کہ جس نے اپنے وارث کی میراث قطع کی اللہ تعالیٰ اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے گا(۱) پس سہ پشت کے جو عصبات اس کے ہیں وہی وارث شرعی ہیں، ان کو محروم نہ کرنا چاہیے، اور متبنّٰی شرعاً وارث نہیں ہوتا، اگر اس کے لیے کچھ وصیت کر جاوے گا تو ایک ثلث ترکہ اس کو بہ سبب وصیت کے مل جاوے گا، باقی ان سہ پشت کے عصبات کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی ایک وارث کا مشترک مکان کے ایک حصہ میں مسجد بنانا درست نہیں

سوال: (۶۰) ایک شخص لا ولد فوت ہوا، اس کی دو دختران اور ایک بیوہ اور ایک بھائی حقیقی موجود ہیں، متوفی کی تمام زمین زرعی اور مکانات سکنائی زیر قبضہ اس کی بیوہ کے موجود ہیں، اس بیوہ نے بدون اجازت دیگر ورثہ کے ایک حصۂ مکان میں مسجد بنادی، شرعاً اس کو ایسی مسجد بنانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ترکہ شخص متوفی کا اس صورت میں بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چوبیس سہام ہو کر تین سہام اس کی زوجہ کو اور سولہ سہام ہر دو دختران کو اور پانچ سہام برادر حقیقی کو ملیں گے، پس بیوہ اپنے حصہ میں مسجد بنا سکتی ہے دوسروں کے حصہ میں نہیں بنا سکتی، اور قبلِ تقسیم ترکہ اس کو یہ حق نہیں ہے کہ خود بہ خود کسی مکان مشترک کو مسجد بنادیوے، وہ مسجد نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أنس رضي الله عنه: من فرّ من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنّة يوم القيامة. (سنن ابن ماجة، ص:۱۹۴، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية)

تیجہ، چہلم وغیرہ میں اگر کوئی وارث دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر مشترک ترکہ میں سے صرف کرے گا تو وہ اس کے حصہ میں محسوب ہوگا

سوال: (۶۱) کفن دفن کے علاوہ اور خیراتِ چہلم وغیرہ بدون اجازت تمام ورثاء ایک وارث کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ صرف کس کے حصہ میں محسوب ہوگا؟ (۱۹۹۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: کفن دفن کے علاوہ تیجہ، چہلم وغیرہ میں اگر کوئی وارث بلا اجازت دیگر ورثاء کے ترکۂ مشترکہ میں سے صرف کرے گا تو وہ اس کے حصہ میں محسوب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو مال کسی وارث کے قبضہ میں ہے وہ اس کے حصۂ میراث سے کم ہے تو اس کو رکھ لینا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۲)...... (الف) میری اہلیہ مرحومہ کو میرے بھائی مرحوم نے کچھ زیور اس مال میں سے پہننے کے لیے دیا تھا جو والد نے ان کو تجارت کے واسطے دیا تھا، اور بھائی کے انتقال کے بعد وہ زیورات میرے ہی قبضہ میں ہیں، اور جو کچھ حصۂ شرعی میرے والد کے ترکہ میں سے میرا ہوتا ہے اس سے کم ہیں، اور جس وارث کے قبضہ میں جو چیز ہے وہ کسی دوسرے کو دینا نہیں چاہتا ہے، تو اس زیور کا رکھ لینا مجھے درست ہے یا نہیں؟

(ب) اور میرے بھائی مرحوم نے مجھ کو کسی قدر نقد روپیہ بھی تجارت کے لیے دیا تھا، اس میں سے کسی قدر مال فروخت کر کے اس کا روپیہ میں نے دے دیا تھا، اور باقی میرے پاس اب بھی موجود ہے، اس کا بھی میں مالک ہوسکتا ہوں یا نہیں؟ اور ترکۂ پدری اس مال و زیورات سے کہیں زائد مجھ کو ملنا چاہیے تھا۔ (۱۲۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) جب کہ وہ زیورات حصۂ شرعی سے کم ہیں تو ان کا رکھ لینا درست ہے۔

(ب) اس روپیہ باقی ماندہ کو بھی اپنے حصۂ میراث میں رکھ لینا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

تمام اشیاء کا سب وارثوں پر تقسیم ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۳) ترکہ میں کچھ اشیاء ایسی بھی ہیں جن کا تمام وارثوں میں تقسیم ہونا ضروری نہ ہو؟ مثلاً مکان، کسب کے اوزار، کتب وغیرہ یا تمام اشیاء کا سب وارثوں پر تقسیم ہونا ضروری ہے؟ (۲۰۹۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جملہ اشیاء ترکہ کا جملہ ورثہ پر حسب حصص شرعیہ تقسیم ہونا ضروری ہے، البتہ اگر ورثہ باہم کسی طرح مصالحت کرلیں تو یہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فوت شدہ شخص کی پنشن کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۶۴) محمود فوت شدہ کی کچھ پنشن ماہوار آتی ہے، اس کی ایک بیوی (رقیہ) اور دو نابالغ لڑکیاں اور ایک دوسری بیوی (صفیہ) متوفیہ کا پسر بالغ ہے، پس ان میں پنشن کس طرح تقسیم ہوگی؟ (۲۰۹۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: محمود فوت شدہ کی پنشن جو کچھ اُس کے مرنے کے بعد آتی ہے وہ ترکہ محمود کا نہیں ہے، اس میں میراث شرعی جاری نہ ہوگی، بلکہ اس میں جس جس کا نام سرکار میں درج ہو اور جن کے نام سے وہ پنشن آتی ہو اُنہیں کو ملے گی، اور اگر اس میں یہ حکم ہو کہ محمود کے جملہ وارثوں کو حسب حصص شرعیہ دی جاوے تو پھر اس کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ من جملہ ۳۲ سہام کے چار سہام اس کی زوجہ رقیہ کو اور چودہ سہام اس کے پسر کو جو بطن صفیہ متوفیہ سے ہے اور سات سات سہام ہر ایک دختر کو ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بعض وارث تمام ترکہ پر قبضہ کرلیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۵) زوجۂ زید کا انتقال ہوا، اس نے چار پسر تین دختر ایک شوہر وارث چھوڑے، لیکن ایک پسر اور شوہر نے متوفیہ کے مال وزیور وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اس صورت میں زوجۂ زید کا ترکہ تمام اولاد پر تقسیم ہوگا؟ یا اس کے مالک شوہر اور ایک لڑکا ہے؟ (۱۰۵۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زوجۂ زید کا جو کچھ ترکہ ہے وہ تمام اولاد اور شوہر کا ہے، خاص ایک پسر یا شوہر تمام ترکہ متوفیہ کے مالک نہیں ہیں، اگر وہ ایسا کریں کہ خود تمام ترکہ پر قابض ومتصرف ہوں تو حقوق العباد کے مواخذہ میں گرفتار و مستحق عذاب ہوں گے، متوفیہ کے ترکہ کی تقسیم بصورت موجود ہونے چار پسر و تین دختر اور شوہر کے شرعاً اس طرح ہے کہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چوالیس سہام ہو کر گیارہ سہام شوہر کو اور چھ چھ سہام ہر ایک پسر کو اور تین تین سہام ہر ایک دختر کو ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم

میاں بیوی کی کمائی مشترک ہو اور ایک کا انتقال ہو جائے تو ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟

سوال: (۶۶) اس ملک میں دستور ہے کہ زوجین کمائی وغیرہ برابر کرتے ہیں مگر خوراک پوشش (لباس) میں کچھ فرق نہیں ہوتا ہے، ہر ایک سب کمائی وغیرہ کو اپنا سمجھتا ہے، اب اگر ان میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اپنا نصف حصہ علیحدہ کر کے ترکہ تقسیم کریں گے یا کہ سب مال ترکہ سمجھا جائے گا؟ (۴۰۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اپنا نصف علیحدہ کر کے باقی نصف ترکہ متوفی کا سمجھا جائے گا اور ورثہ پر تقسیم ہوگا۔

بیوی کی کمائی الگ ہو تو شوہر ہی کا ترکہ تقسیم ہوگا

سوال: (۶۷) لعل محمد خاں فوت ہوا، اس نے اپنے ورثاء میں اپنی زوجہ اور ایک چچازاد بھائی اور دو پھوپھی زاد بھائی اور ایک بھانجا چھوڑا، ان ورثاء میں کون کون محروم ہیں؟ اور کن کن کو حصہ ملتا ہے اور کتنا ملتا ہے؟ اور لعل محمد خاں کی زوجہ نے سولہ برس تک تیس روپیہ ماہوار اور بعد میں آٹھ برس تک چالیس روپیہ اپنی کمائی کرتی رہی اور یہ کمائی اپنی بالکل علیحدہ رکھتی تھی تو اس زوجہ کو جو ملے گا وہ اس مال کو جو کہ اس کی ہی کمائی کا ہے ملا کر دیا جاوے گا یا اس کی کمائی علیحدہ کر کے بقیہ مال متروکہ میں سے اس کو حصہ ملے گا؟ (۱۳۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: لعل محمد کی زوجہ کی جو کمائی خالص ہے اور اس کو وہ علیحدہ رکھتی تھی وہ خالص اسی کی

ملک ہے، اور جو ترکہ لعل محمد کا ہے وہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چار سہام ہو کر ایک حصہ اس کی زوجہ کو اور تین سہام اس کے چچازاد بھائی کو ملیں گے اور پھوپھی زاد بھائی اور بھانجا محروم ہیں۔

ہندوؤں کا ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہیے؟

سوال: (۶۸) ہندو کا ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہیے؛ شرعاً یا ان کے مذہب کی بناء پر؟

(۱۰۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہم سے تقسیم کروائیں گے تو ہم موافق اپنے مذہب کے تقسیم کریں گے۔ فقط

باپ کی حیات میں جو لڑکا اور لڑکی فوت ہو گئے ان کی اولاد کو دادا کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا

سوال: (۶۹) میرے دادا کی جائداد تھی اس میں چار حصہ دار تھے دو لڑکے، دو لڑکیاں، میرے دادا کے سامنے ایک لڑکی گذر گئی تھی اور میرے دادا کے سامنے میرے والد کا بھی انتقال ہو گیا، بعد دادا کے گذر جانے کے وہ جائداد میرے چچا نے فروخت کر دی تو مجھ کو حصہ شرعاً پہنچتا ہے یا نہ؟

(۳۴۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو پسر اور دختر سائل کے دادا کے سامنے انتقال کر گئے ان کو کچھ حصہ نہیں پہنچتا جائداد مذکور سے، بلکہ جو لڑکا اور لڑکی سائل کے دادا کے انتقال کے بعد زندہ رہے ان کو حصہ بہ حساب ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۱) پہنچتا ہے، یعنی پسر کو دو سہام اور دختر کو ایک حصہ، پس سائل کو جس کا باپ مورث کی حیات میں فوت ہو گیا جائداد مذکورہ سے کچھ حصہ نہیں پہنچتا۔

نابالغ بچے کی چیزوں کو فی سبیل اللہ دینا درست نہیں

سوال: (۷۰) ایک شخص نے اپنی وفات کے بعد ایک لڑکا نابالغ وارث چھوڑا، اور کچھ اسباب خانگی وزیور واجناس وغیرہ چھوڑی اور بعض اشیاء ایسی چھوڑی کہ جو خراب ہو جانے والی ہیں،

جیسے گھی یا تیل وغیرہ اور پارچہ پوشیدنی بھی چھوڑی، خراب ہونے والی اشیاء اجناس و کپڑے وغیرہ کی نسبت کیا حکم ہے؟ کپڑے وغیرہ فی سبیل اللہ دے دیئے جائیں یا کیا؟ اور قسم غلہ وغیرہ سے اس کے واسطے ایصال ثواب کر دیا جائے یا کیا؟ (۱۰۷/۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو اشیاء خراب ہونے والی ہیں اور بچہ کے کام میں نہیں آسکتی ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت امانت رکھی جائے، بعد بلوغ کے بچہ کے حوالہ ہمراہ دیگر ترکہ کے کیا جائے، اور پارچہ پوشیدنی کو بھی یا بچہ کے بالغ ہونے تک رکھے جائیں یا جو کارآمد نہ ہوں ان کو فروخت و نیلام کر کے وہ قیمت بچہ کے لیے رکھی جائے، فی سبیل اللہ دینا نابالغ بچے کی چیزوں کو درست نہیں ہے۔ فقط

ہندو ریاست کی جانب سے جو جاگیر مسلمان کو دی گئی ہے اس میں وراثت جاری ہوگی

سوال: (۷۱) ہندو ریاست کی جانب سے ایک مسلمان کو جاگیر عطا ہوئی، اس مسلمان کے فوت ہونے پر اس جاگیر عطیہ راج میں بہ موجب احکام شرع توریث جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور جاگیر عطیہ راج میں جاگیر دار تصرف بیع و ہبہ وغیرہ کا نہیں کر سکتا۔ (۲۸۳۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ وہ جاگیر مسلمان مذکور کی ملک کر دی گئی ہے تو اس میں شرعاً توریث جاری ہوگی، اور یہ شرط باطل ہے کہ معطی لہ اس میں کوئی تصرف بیع و رہن و ہبہ کا نہ کر سکے۔ درمختار میں ہے:
جاز العمری للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پہلے شوہر کا لڑکا جو بیوی کے ساتھ آیا ہے وہ دوسرے شوہر کا وارث نہیں

سوال: (۷۲) زید نے ایک عورت سے اپنی شادی کی تھی، اور اس عورت کے ساتھ ایک لڑکا گیلڑ پہلے شوہر سے ساتھ آیا، اور زید کا ایک پسر عمر ہے اور ایک یہ زوجہ اور ایک دختر ہے، تو زید کے ترکہ سے اس لڑکے گیلڑ کو شرعاً حصہ پہنچتا ہے یا نہ؟ (۳۳/۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر زید ابھی زندہ ہے تب تو وہ خود اپنی جائداد و مکانات کا مالک ہے، اور اگر زید

(۱) الدرّ مع الرّد: ۸/۴۴۷، كتاب الهبة، أوائل فصل في مسائل متفرّقة.

مر چکا ہے تو اس کا ترکہ اس کی زوجہ اور پسر عمر اور دختر موجودہ کو ملے گا، زوجہ کے پسر کو جو کہ پہلے شوہر سے ہے، زید کے ترکہ سے کچھ نہ ملے گا، وہ گیلڑ لڑکا زید کے ترکہ سے بالکل محروم ہے، نہ زید کی حیات میں اس کا کچھ حق ہے، اور نہ زید کے مرنے کے بعد اس کا کچھ حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجاورت کی آمدنی میں میراث جاری نہیں ہوتی

سوال: (۷۳) زید ایک ولی اللہ کی درگاہ کا مجاور لاولد تھا، بہ وقت رحلت اپنا مجاوری ورثہ یا عہدہ کی جاگیر سے جو آمدنی تھی وہ اپنے نواسہ کے نام لکھ دی، شرعاً زید ایسا کرسکتا ہے؟ (۳۴۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مجاورت وخدمت وغیرہ کی آمدنی میں میراث جاری نہیں ہوتی، یہ حق اس کا ہے جو مجاور ہو اور جس کو دیا جاوے، پس جب کہ زید نے اپنا جانشین اپنے نواسہ کو کیا اور وہ اس کے قائم مقام ہو کر وہاں بیٹھ گیا، تو اب جو آمدنی اس کو ہوگی اور زائرین اس کو پیش کریں گے اور ہدیہ دیں گے وہ اسی کی ملک ہے، بلاشرکتِ غیرے وہ جس کو جس طرح چاہے تقسیم کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عہدۂ قضا وامامت میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال: (۷۴) قاضی محی الدین کا انتقال ہوا، جن کے نام بہ روئے منتخب معاش عطیہ سلطانی بہ شرط ادائے خدمت قضاءت وامامت بحال وجاری ہے، ان کی وراثت کے حق دار مندرجہ شجرہ کون لوگ ہیں؟ (۱۸۷۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ حق قضاءت وامامت میں شرعاً توریث نہیں ہے، پس جو عطیہ سلطانی بہ وجہ کسی شخص کی خدمت قضاءت وامامت کے ہے، اس کے انتقال کے بعد جس کو سلطان کی طرف سے عہدۂ قضا وامامت عطا ہو وہی اس عطیہ کا مستحق ہوگا، یا جو کچھ تصریح فرمان سلطانی میں ہو اور جو ترتیب قضا وامامت اس میں قائم کی گئی ہو یا جو کچھ تعامل ہو اس کے موافق عمل درآمد کیا جاوے۔ فقط

زنا سے پیدا شدہ اولاد زانی کے ترکہ کی وارث نہیں

سوال: (۷۵) زانی سے عورت کے جو اولاد ہوئی وہ زانی کے ترکہ کی حق دار ہے یا نہیں؟ (۸۸۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زانی سے جو اولاد ہوئی وہ زانی کے ترکہ کی وارث نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زنا کاری کی وجہ سے بیوہ عورت شوہر کے ترکہ سے محروم نہیں ہوگی

سوال: (۷۶) ایک بیوہ عورت کے حمل حرام سے لڑکا پیدا ہوا، ایسی عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس فعل کی وجہ سے وہ عورت جائداد شوہر سے محروم ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور پانی بھرنے سے منع کیا جاوے یا نہ؟ (۱۱۳۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ عورت بیوہ بہ وجہ اس فعل شنیع کے ترکۂ شوہری سے محروم الارث نہیں ہوئی، اور پانی بھرنے سے اس کو منع نہ کیا جاوے، اور اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا درست ہے، مگر اس سے توبہ کرائی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیٹے کو وراثت سے محروم کرنا درست نہیں

سوال: (۷۷) ایک شخص اپنے بیٹے سے ناراض ہے اس کو اپنے ترکہ سے محروم کرنا چاہتا ہے، باعث ناراضگی یہ ہے کہ باپ کا ناجائز تعلق اپنی زوجۂ ثانیہ کی جو پہلے خاوند سے لڑکی ہے اس سے ہے، زوجۂ ثانیہ مرچکی ہے، لڑکی ساتھ آئی ہوئی موجود ہے، اس لڑکی سے تعلقات مثل زوجہ قائم ہے، بیٹا باپ کو اس فعلِ ناجائز سے مانع آتا ہے، اسی وجہ سے باپ ناراض ہے، بیٹا ہر طرح پر خدمت کرنے کو موجود ہے، کیا شرعاً ایسی حالت میں کوئی باپ اپنے بیٹے کو اپنے ترکہ سے محروم کرسکتا ہے؟ ایسے شخص سے تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے باب سے قطع تعلق کرنے کی وجہ سے بیٹا گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ (۸۵۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس حالت میں قصور بیٹے کا کچھ نہیں ہے، ایسے بے حیا حرام کار باپ سے تعلق قطع کیا جاوے تو گناہ نہیں ہے، اور بیٹا نافرمان نہ سمجھا جاوے گا، اور محروم الارث کرنا ایسے بیٹے کو درست نہیں ہے، اور اگر باپ اس کو محروم کردیوے گا تو وہ محروم نہ ہوگا، بعد مرنے باپ کے وارث اس کے ترکہ کا ہوگا، اور اگر باپ اپنی زندگی میں کسی دوسرے کو مالک اپنی جائداد کا بہ ذریعہ بیع فرضی وغیرہ یا ہبہ بنادیوے گا تو باپ گنہ گار ہوگا، حدیث شریف میں ہے: من قطع میراث وارثة قطع اللہ

میراثه من الجنّة یوم القیامة. رواه ابن ماجة عن أنس رضي الله عنه (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نافرمان اولاد کو میراث سے محروم کرنا جائز نہیں

سوال: (۷۸) ایک بیٹا اپنے باپ کا نافرمان ہوگیا ہے، اور اقرار کے خلاف کرکے باپ کا مطیع نہیں رہا، اسی وجہ سے باپ اگر اس کو محروم کردے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ حصہ جائداد کا فی سبیل اللہ خیرات اور وقف کردے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲/۵۶۷-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس وجہ سے کہ بیٹے نے اپنا اقرار توڑ دیا، اور باپ کی اطاعت نہ کی، اور نافرمان نکلا، باپ کو شریعتِ مطہرہ یہ اجازت نہیں دیتی کہ اس نافرمان بیٹے کو بالکل محروم کردیا جاوے، کیوں کہ وارث کے محروم کرنے میں سخت وعید حدیث شریف میں وارد ہے، جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنّة یوم القیامة (۱) یعنی جس نے اپنے وارث کو محروم کیا، اللہ اس کو جنت کا وارث نہ کرے گا، اور بہ روز قیامت جنت سے اس کی میراث کو قطع فرماوے گا، باقی اگر کچھ حصہ جائداد کا باپ فی سبیل اللہ وقف کردے اور بیٹے کے لیے بھی کچھ حصہ چھوڑے تو یہ جائز ہے، اور وقف صحیح ہوجاوے گا، اور واضح ہو کہ والدین کی نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور بیٹا جو باپ کا نافرمان ہے سخت گناہ میں مبتلا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیوے کہ وہ باپ کا مطیع رہے، مگر باپ کو اس ضد میں اس کو محروم کرنا نہ چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۹) میرے دو لڑکے ہیں: ایک صالح، دوسرا نہایت بدچلن، نماز روزہ سے غافل اور حد درجہ کا اوباش ہے، میری کمائی کو ناجائز امور میں صرف کرتا ہے، ان تکالیف کے علاوہ مجھ کو ضرر جسمانی بھی پہنچایا ہے، حتی کہ جان لینے کی غرض سے وظائف وجادو وغیرہ کرایا کہ باپ کے مرنے کے بعد ترکہ ملے گا، میں نے اس کی شادی کردی تھی، بچے موجود ہیں، اب میں اس کو زندگی سے عاجز آکر عاق کرنا چاہتا ہوں، اور کوئی چیز اس کو دینا نہیں چاہتا، اس بارے میں شریعت محمدیہ کیا ارشاد فرماتی ہے؟ (۳۲/۱۲۷۵-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) مشکاة المصابیح، ص:۲۶۶، کتاب الوصایا، الفصل الثّالث، وأخرجه ابن ماجة عن أنس رضي الله عنه بلفظ: من فرّ من میراث وارثه قطع الله الحدیث (سنن ابن ماجة، ص:۱۹۴، کتاب الوصایا، باب الحیف في الوصیة)

الجواب: ایسی حالت میں یہ بہتر ہے کہ اس نافرمان بدچلن لڑکے کو کچھ نہ دیا جائے، اس کے بچوں کو دے دیا جائے، باقی رہا عاق کرنا نہ کرنا اس کا حال یہ ہے کہ عاق کرنے سے کوئی عاق نہیں ہوتا، اور شرعًا محروم بھی نہیں ہوتا، جو ولد عاق ہے وہ خود ہی عاق ہے، عاق کے معنی نافرمان والدین کے ہیں، پس جو بیٹا نافرمان ہے وہ عاق ہے اور گنہ گار ہے، اور عوام میں جو مشہور ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو عاق کر کے ترکہ سے محروم کرنا چاہتا ہے اس سے وہ ترکہ سے محروم نہیں ہوتا، بعد مرنے باپ کے وہ وارث ہوتا ہے، اور محروم الارث کرنا ممنوع بھی ہے اگرچہ بیٹا فاسق اور نافرمان ہو، کیونکہ احادیث میں اس کی ممانعت ہے کہ کسی وارث کو محروم نہ کیا جائے(۱) ممکن ہے کہ بعد میں وہ صالح ہو جائے، وجوہ مذکورہ کو آپ غور کر کے خود جیسا انتظام مناسب ہو کر دیں۔ **إنّما الأعمال بالنّيّات ولكلّ امرئ مانوى الحديث (صحيح البخاري:۱/۲)**

مورث کی وفات کے وقت جو وارث مسلمان تھا اور تقسیم ترکہ سے پہلے مرتد ہو گیا اس کو وراثت ملے گی

سوال: (۸۰) ایک شخص وقت موت مورث کے مسلم تھا، بعد ازاں قبل تقسیم ترکہ مرتد ہو گیا تو اس کو ترکہ ملے گا یا نہیں؟ (۱۲۶۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: **قال في الدّرّ: هل إرث الحي من الحيّ أم من الميّت المعتمد الثّاني (۲)** اس سے معلوم ہوا کہ جو وارث مورث کی وفات کے وقت مورث کے دین پر تھا اس کو وراثت ملے گی، اس لیے کہ اختلاف دینین وارث اور مورث میں معتبر ہے(۳) اور وارث ہونے کا وقت یا حیات کا آخری جزو ہے یا موت کا وقت ہے، پس جو وارث اس وقت میں مورث کے دین پر تھا اس کو وراثت

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدّرّ مع الرّدّ: ۱۰/ ۴۰۸-۴۰۹، كتاب الفرائض .

(۳) عن أسامة بن زيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لا يرث المسلمُ الكافر والكافرُ المسلمَ متفق عليه (مشكاة المصابيح، ص:۲۶۳، باب الفرائض، الفصل الأوّل)

اور ترکہ میں استحقاق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان بیٹا کافر باپ کا وارث نہیں

سوال: (۸۱) ایک شخص مسلمان ہوگیا، اس کا باپ کافر ہے، بعد مرنے باپ کے وہ حصہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۸ھ)

الجواب: مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا، لہٰذا مسلمان بیٹا کافر باپ کا وارث نہ ہوگا۔ کما في عامّة الکتب (۱)

قادیانی بیٹا مسلمان باپ کا وارث نہیں

سوال: (۸۲) ایک شخص مسلمان اہل حدیث متشرع آدمی ہے، اس کا بیٹا قادیانی کا مرید اور اس کے عقائد کا معتقد ہے، اور باپ کو پاگل اور سودائی وغیرہ بھی کہتا ہے، باپ اس کو عاق کرنا چاہتا ہے، تو آیا ایسا کرنے میں باپ پر کوئی وعید شرعی تو عائد نہیں؟ اور اگر اس اثنا میں باپ کا انتقال ہو جائے تو یہ قادیانی بیٹا شرعًا اس کا وارث ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۸۷ھ)

الجواب: ایسے بیٹے کا عاق ہونا ظاہر ہے، باپ عاق کرے یا نہ کرے وہ خود عاق ہے، اور اس حالت میں وارث اپنے باپ کا نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کافر بیوی مسلمان شوہر کی وارث نہیں

سوال: (۸۳) ایک شخص نے ایک برہمن عورت سے تعلق پیدا کرلیا تھا، اب اس شخص کا انتقال ہوگیا، عورت اپنے دین پر قائم ہے اور بچے بھی موجود ہیں تو وہ مہر اور ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۹۹۶ھ)

---

(۱) حدیث کی تخریج سابقہ جواب کے حاشیہ (۲) میں ملاحظہ فرمائیں۔

وفي الدّرّ: وموانعه .... اختلاف الدّین إسلامًا وكفرًا (الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۱۰/ ۴۱۷-۴۱۹، کتاب الفرائض)

الجواب: اگر وہ عورت اپنے مذہب پر قائم رہی اور قائم ہے اور اس نے اسلام کو قبول نہیں کیا، اور نکاح نہیں کیا تو مہر و میراث وغیرہ اس کو کچھ نہ ملے گی، لیکن اگر دعوی مسلمان ہونے کا کرے اور نکاح کا کرے تو قول اس کا معتبر ہوگا، اور وہ اس صورت میں مستحق وراثت اور مستحق مہر پانے کی ہوگی۔

شیعہ بیوی مسلمان شوہر کی وارث ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۴) زید و ہندہ اہل سنت والجماعت تھے، عرصہ کے بعد ہندہ مذہب شیعہ میں داخل ہوگئی، اور زید اپنے اعتقاد پر فوت ہوا تو ہندہ اپنے شوہر زید کا ورثہ لے سکتی ہے یا نہیں؟

(۴۷۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: روافض کا وہ فرقہ جو صحبت صدیق اکبرؓ کا منکر اور قذف سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کرتا ہے مرتد ہے(۱) پس اگر ہندہ کے بھی یہی معتقدات ہیں تو چونکہ وہ مرتد ہے، لہٰذا اپنے شوہر کے ترکہ کی مستحق نہیں، بلکہ جس وقت وہ اس لعنت میں مبتلا ہوئی تھی اس کا نکاح اسی وقت فسخ ہوگیا تھا، اور اگر فرقہ غالیہ سے نہیں یعنی صحبت صدیقؓ کی منکر اور قذف کی قائل نہیں تو اس کے ترکہ کی مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلم اولاد کو وراثت سے محروم کرنے کی کوشش کرنا

سوال: (۸۵) عمر ایک نومسلم از ہندو مذہب ہے، اس نے کثیر جائداد جدی اپنے ہندو باپ کے ورثہ سے حاصل کی ہے(۲) اب اس کی وہ اولاد جو قبل از اسلام تھی یعنی ہندو اولاد بھی قانوناً عمر کے

---

(۱) نعم لا شكّ في تكفير من قذف السّيّدة عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها، أو أنكر صحبة الصّدّيق رضي اللّٰه عنه .... أو نحو ذلك من الكفر الصّريح المخالف للقرآن (الشّامي: ۲۸۸/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ ، مطلب مهم في حكم سابّ الشّيخين)

(۲) مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان بیٹا ہندو باپ کا وارث نہیں ہوتا، لہٰذا عمر اگر باپ کے انتقال کے بعد مسلمان ہوا ہے تو ہندو باپ کے ورثہ سے جو جائداد حاصل کی ہے اس کا وہ مالک ہے اور اگر باپ کے انتقال سے پہلے مسلمان ہوا ہے تو ہندو باپ کے ورثہ سے جو جائداد حاصل کی ہے اس کا وہ وارث و مالک نہیں، باپ کے ہندو ورثاء اس کے وارث و مالک ہیں۔ ۱۲

مرنے کے بعد وارث ہوگی، لہٰذا عمر کو یہ کوشش کرنا کہ کسی طرح اس کی ہندو اولاد وارث نہ ہو واجب ہے یا نہیں؟ عمر کی اس وقت دو مسلم زوجہ، دو مسلم بیٹے، دو مسلم دختر موجود ہیں؟ (۴۴/۱۹۵-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بے شک عمر کو ایسی تدبیر اور کوشش کرنا لازم و واجب ہے کہ اس کی کافر اولاد اس کی وارث نہ ہو سکے، مثلاً یہ تدبیر کرے کہ اپنی زندگی میں اپنے مسلمان اولاد اور زوجات کو بہ قدر حصہ جائداد و ترکہ تقسیم کر کے ہبہ کر دے، اور ان کو قابض کر دے، یعنی ہبہ مشاع کا نہ کرے جو کہ بعد میں ٹوٹ سکے یا اور کوئی تدبیر اس قسم کی کرے جس سے ہندو اولاد وارث نہ ہو سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مورث نے جو مال حرام طریقہ پر حاصل کیا ہے وہ ورثاء کے حق میں حلال سمجھا جائے گا یا نہیں؟

سوال: (۸۶) کیا بعد انتقال مورث کے ورثہ کے حق میں تمام مال حلال سمجھا جائے گا یا کیا؟ (۵۸۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس میں تفصیل ہے جن لوگوں سے وہ مال بہ طریق حرام مورث نے حاصل کیا ہے اگر وہ معلوم ہوں تو ان کے پاس لوٹانا واجب ہے، اور اگر ان کا پتا نہ چلے کہ کس کس سے وصول کیا ہے، مگر فلاں شئ بعینہٖ اس نے حرام سے حاصل کی ہے تو وارث کو اپنے صرف میں لانا حرام ہے اسے صدقہ کر دینا واجب ہے، مگر صدقہ میں اصل مالک کی نیت کرے گویا اس کی جانب سے صدقہ کیا جا رہا ہے، اور اگر مال مختلط ہے حلال و حرام سے اور نہ ان کا پتا ہے کہ مورث نے کن لوگوں سے حاصل کیا ہے اور کوئی شئ بعینہٖ حرام کا پتا نہیں ہے تو اس صورت میں وارث کے لیے یہ مال ازروئے فتوی حلال ہے، اور صدقہ کر دینا زیادہ مستحسن ہے، شامی میں ہے: **والحاصل: أنّه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم، وإلاّ فإن علم عين الحرام لايحلّ له ويتصدّق به بنية صاحبه وإن كان مالاً مختلطًا مجتمعًا من الحرام ولا يعلم أربابه ولاشيئًا منه بعينه حلّ له حكمًا، والأحسن ديانةً التنزه عنه** (۱)

(۱) الشّامي: ۲۲۳/۷، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حرامًا.

سوال: (۸۷)......(الف) ایک شخص سود سے جائداد حاصل کر کے مرگیا اس کے وارث کے واسطے وہ جائداد حلال ہے یا حرام؟

(ب) دغا بازی وفریب سے جائداد حاصل کر کے مرگیا، وارث کے واسطے وہ جائداد حلال ہے یا حرام؟ (۱۱۸۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) صحیح یہ ہے کہ عین مال حرام وارث کے لیے حلال نہیں ہوتا، پس جن کا حق مورث نے لیا ہے وارث اس کو ادا کرے یا معاف کرائے۔

(ب) دغا بازی اور فریب سے اگر لوگوں کے حقوق دبائے ہیں اور لوگوں کے اموال غصب کیے ہیں وارث کے ذمے ادا کرنا ان حقوق کا یا معاف کرانا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سودخوار کا مال ورثاء کے حق میں حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۸) سودخوار مرا، اس کے ورثہ کے حق میں وہ سودی مال طیب ہوگا یا نہیں؟

(۱۱۳۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ورثہ کے حق میں وہ مال طیب نہیں ہے: كما في الدّرّ المختار: وعلى هذا لو مات مسلم وترك ثمن خمر باعه مسلم لايحلّ لورثته إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۸۹) ایک عورت کو اپنے پدر متوفی آکل الربا کے اموال متروکہ سے میراث میں زمین اور کچھ روپیہ ملا، اس عورت کو اس مال میں تصرف کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۷۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: فقہاء نے اس میں یہ تفصیل فرمائی ہے کہ اگر وارث کو یہ معلوم ہے کہ فلاں فلاں شخص سے اس کے مورث نے بہ ذریعہ حرام مال حاصل کیا تھا تو وارث کے ذمہ لازم ہے کہ اس مقدار کو مالکوں کو واپس کرے، یا ان کے ورثہ کو دیوے، یا بہ صورت نہ ملنے مالکین اور ان کے ورثہ کے اس مقدار کو صدقہ کرے بہ نیت ارضائے خصوم، شامی میں ہے: قوله: (إلّا في حقّ الوارث إلخ) أي فإنّه إذا علم أن كسب مورثه حرام يحلّ له، لكن إذا علم المالك بعينه فلاشكّ في حرمته و وجوب ردّه عليه إلخ وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان

(۱) الدّرّ مع الرّد: ۹/۴۷۰، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع.

يكسب من حيث لايحلّ ولكن لايعلم الطّالب بعينه ليردّ عليه حلّ له الإرث، والأفضل أن يّتورّع ويتصدّق بنية خصماء أبيه اهـ وكذا لايحلّ إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه لما في البزّازية: أخذ مورثه رشوةً أوظلمًا، إذ علم ذلك بعينه لايحلّ له أخذه، وإلاّ فله أخذه حكمًا، أمّا في الدّيانة فيتصدّق به بنية إرضاء الخصماء إلخ(۱) فقط واللہ اعلم

ترکہ میں مخلوط مال ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۹۰) ایک شخص حلال مال رکھتا تھا، اسی حلال مال سے سود کھانے لگا اور تجارت بھی کرنے لگا، اور نصف مال حلال اور نصف حرام چھوڑ کر انتقال کیا، لڑکے کے لیے یہ مال حلال ہوگا یا حرام؟ اور اس مخلوط مال سے مسجد بنانا اور حج کرانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس کو چاہیے کہ جس قدر مال حرام ہے اس کو علیحدہ کر کے مالکوں کو واپس کرے، اور اگر وہ نہ ہوں تو ان کے وارثوں کو دیا جائے اور اگر کوئی نہ ملے تو فقراء پر صدقہ کر دیا جائے اور نصف مال جو حلال ہے اس کو علیحدہ کر لیا جائے، اور اسی مال حلال کو مسجد و حج وغیرہ امور خیر میں صرف کیا جائے، مال حرام کو مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مطلقہ بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟

سوال: (۹۱) ایک شخص نکاح کرنے کو گیا اور ساتھ لڑکا بھی گیا اور ملازم کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا اور نکاح ہو گیا، لڑکا گواہ بنا اور ملازم وکیل، ایک دو ماہ رہ کر عورت بھاگ گئی اور کہتی ہے شوہر سے کہ میرا نکاح تیرے ساتھ نہیں ہوا تیرے لڑکے کے ساتھ ہوا ہے، شوہر نے اس کے بعد طلاق دے دی، وہ شخص مر گیا، آیا عورت اس کے ترکہ سے حصہ لے سکتی ہے یا نہیں؟ (۵۸۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب کہ عورت کی رضامندی سے پسر اور ملازم کے روبرو نکاح ہوا اور ایجاب وقبول ہوا تو نکاح باپ کے ساتھ منعقد ہو گیا، عورت کا انکار بعد میں معتبر نہیں ہے، اور جب کہ شوہر نے بہ حالت صحت اس عورت کو طلاق دے دی تو وہ عورت مطلقہ وارث ترکۂ شوہری کی نہ ہوگی۔ فقط

(۱) الشّامي: ۷/۲۲۳، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حرامًا .

سوال: (۹۲) زید مرض ذیابیطیس میں مبتلا تھا، اسی مرض مہلک میں زوجہ ہندہ حاملہ کو طلاق دی، طلاق کے پندرہ بیس روز بعد وضع حمل ہوا اور تقریباً تین ماہ بعد زید کا انتقال ہوگیا، اس صورت میں طلاق واقع ہوئی اور زوجہ کو ترکۂ زوج سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۳۶۶ھ)

الجواب: جب کہ مرض زید کا روز بہ روز زیادتی پر تھا اس کو ضعف بڑھتا تھا، یہاں تک کہ وہ اسی مرض میں فوت ہوا تو یہ مرض اس کا مرض الموت ہے، ایسے مرض میں طلاق دینے سے اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہے، لیکن اگر شوہر عورت کی عدت ختم ہونے سے پہلے فوت ہوجائے تو عورت مطلقہ بائنہ اس کی وارث ہوتی ہے، مگر چونکہ صورت مذکورہ میں عورت کی عدت کے ختم ہونے کے بعد زید فوت ہوا ہے، اس لیے اس کی زوجہ اس کے ترکہ کی وارث نہ ہوگی، کیونکہ عدت حاملہ کی وضع حمل ہے خواہ وہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا زوجہا۔ هو كذا في الدرّالمختار: كما قال الله تعالىٰ: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (سورۂ طلاق، آیت: ۴) عبارت درمختار یہ ہے: فلو أبانها إلخ وهو كذلك .... ومات .... بذلك السّبب ....أو بغيره...... في العدّة للمدخولة ورثت هي منه إلخ (۱) پس قید: في العدّة سے معلوم ہوا کہ اگر بعد ختم عدت کے شوہر فوت ہو تو عورت اس کی وارث نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منہ بولی بیٹی اور شوہر کا لڑکا دونوں وارث نہیں

سوال: (۹۳) ایک عورت مرتی ہے اور کچھ ترکہ چھوڑ جاتی ہے، کوئی وارث نہ ہونے کے باعث انجمن اسلامیہ اس کی تجہیز وتکفین کرتی ہے، اس کا قرضہ بھی انجمن نے ادا کیا، مرنے کے کچھ دن بعد ایک منہ بولی بیٹی اور شوہر متوفی کا لڑکا جو دوسری بیوی کے بطن سے ہے ترکہ متوفیہ کا طلب کرتے ہیں یہ دونوں متوفیہ کے وارث ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۱۸۷۹ھ)

الجواب: بعد تقدیم ما یتقدم علی الارث جس میں انجمن مذکور کا روپیہ بھی شامل ہے متوفیہ کے مال کو مصارف خیر میں صرف کردیا جائے، منہ بولی بیٹی اور لڑکے مذکور کو کوئی حق وراثت کا نہیں ہے۔

محمد اعزاز علی غفرلہٗ

---

(۱) الدّر مع الرّد: ۸/۵-۱۰، کتاب الطّلاق، باب طلاق المريض.

سوتیلی ماں وارث شرعی نہیں

سوال: (۹۴) سوتیلی والدہ کو میراث ملتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۲۷۲ھ)

الجواب: باپ کی زوجہ وارث شرعی نہیں ہے، اس کو اس کی میراث سے کچھ حصہ نہ ملے گا۔ فقط

کھانا کپڑا دینے سے ماں کا حصہ ساقط نہیں ہوتا

سوال: (۹۵) ایک شخص نے اپنی میراث میں سے ایک دکان بیع کی، اور اس میں سے والدہ کا حصہ موافق شریعت کے نکالا، ایک شخص نے اس سے یہ کہا کہ جب تم والدہ کو کھانا کپڑا دیتے ہو تو ان کو حصہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جائداد ان کی والد کی پیدا کی ہوئی ہے، اور بعد انتقال والد فروخت ہوئی، والدہ کا حصہ اس میں سے منقطع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۸۱۵ھ)

الجواب: والدہ کا حصہ جو کچھ اس میں ہے وہ ان کو دینا چاہیے، کھانا کپڑا دینے سے انکا حصہ ساقط نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی وارث کے حق میں تمام وارثین کے دست بردار ہونے اور عدالت میں بیان دینے کے بعد ایک وارث کا مُکر جانا

سوال: (۹۶) ایک شخص لاولد نے اپنے ورثاء کو جمع کر کے کہا کہ تم میں جو میری اور میری زوجہ کی خدمت کرے اور بعد مردن تجہیز وتکفین کرے وہ میری جائداد غیر منقولہ کا مالک ہوگا یعنی زمین کا، تو سب ورثاء نے ایک شخص کو اپنی برادری میں جو کہ صاحب استطاعت تھا منتخب کر دیا اور اس شخص لاولد نے یہ بھی شرط لگائی تھی کہ میرے ذمہ جو کچھ قرض ہے وہ بھی ادا کرے، تو اس منتخب شخص نے اس کی اور اس کی زوجہ کی بہت عرصہ تک پرورش کی اور قرض بھی ادا کیا، اور بعد وفات تجہیز وتکفین بھی کی، اس کے بعد معاملہ عدالت میں پیش ہوا، تمام ورثاء بہ وجہ حق الخدمت اپنے اپنے حقوق سے دست بردار ہو گئے اور حلفی بیانات دیئے، تو وہ زمین پرورش کنندہ کو عدالت سے مل گئی، اس کے ورثاء میں سے ایک شخص کہ جس کا بیان با حلف عدالت میں ہو چکا ہے، اب وہ دعوے دار ہے کہ پرورش

کنندہ کا مجھ سے درپردہ وعدہ تھا کہ زمین مل جائے پھر تم کو بھی حصہ دوں گا، گواہ کوئی نہیں، اس وعدہ پر میں نے عدالت میں جھوٹا بیان دے کر باقی حصہ داروں کا حق غصب کرایا ہے، تو سوال یہ ہے کہ عدالت میں جو شخص بہ حلف بیان دے کر عرصہ بیس سال گذر جانے کے بعد دعویٰ کرے کہ میں نے عدالت میں جو بیان بہ حلف دیا ہے وہ جھوٹا ہے، جواب بیان کرتا ہوں یہ سچا ہے، تو اس کا وہ بیان عند الشرع معتبر ہے جو کہ عدالت میں بہ حلف دے چکا ہے یا اب جو کہ عرصہ بیس سال کے بعد بیان کرتا ہے برخلاف اوّل کے؟ (۲۳۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں جب کہ تمام وارثوں نے شرعی طور پر شخص مذکور کو ترکۂ مرحومان کا مالک بنادیا تو وہ شخص اس کا مالک ہوگیا، اب کسی وارث کو شرعاً اس کے جھٹلانے کا حق نہیں، اور ورثاء کے جو بیان پہلے ہو چکے ہیں وہ ہی شرعاً معتبر سمجھے جائیں گے، اب کسی وارث کا کوئی بیان اس کے خلاف مسموع نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ثبوتِ نکاح میں شک ہو تو بیوی اور اس کی اولاد کو وراثت ملے گی یا نہیں؟

سوال: (۹۷) زید نے ایک عورت ہندہ کو جس کا خاوند زندہ تھا، بہ طریق آشنائی اپنے گھر میں رکھ لیا، بعد ازاں خاوند نے ہندہ کو طلاق دے دی، ہندہ زید کے پاس چلی گئی، سنتے ہیں کہ زید نے بعد ایک عرصہ کے ہندہ سے خاص احباب کی مجلس میں نکاح پڑھا لیا تھا، مگر وہ نکاح عام طور پر ظاہر نہیں ہوا، ہندہ زید کے گھر میں بیویوں کی طرح رہی، چنانچہ اس کے بطن سے تین لڑکے بھی پیدا ہوئے، اب زید نے ہندہ اور تین لڑکے چھوڑ کر وفات پائی، اب زید کا بھائی خالد زید کی جائداد پر قابض ہوگیا، کہتا ہے کہ اوّل زید کا نکاح ہندہ سے ثابت کرو، پھر متروکہ سے حصہ لو، اس صورت میں ہندہ اور لڑکوں کو ترکۂ زید سے کس قدر ملے گا؟ جن احباب کے سامنے نکاح ہوا تھا وہ فوت ہوگئے۔

(۱۶۳۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: شرعاً زید اور ہندہ میں نکاح تسلیم کیا جاوے گا، اور ہندہ کے بطن سے جو اولاد ہوئی وہ زید سے ثابت النسب ہوگی، اور زید کے ترکہ کی وارث ہوگی، ترکہ زید کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چوبیس سہام ہوکر تین سہام اس کی زوجہ ہندہ کو اور سات سات سہام اس کے ہر ایک پسر کو

ملیں گے، زید کا بھائی خالد اس ترکہ سے محروم ہے۔ شامی میں ہے: **والنّسب يحتال لإثباته مهما أمكن، والإمكان هنا بسبق التزوّج بها سرًا بمهرٍ يسيرٍ، وجهرًا بأكثر سمعةً، ويقع ذلك كثيرًا، وهذا جوابي لحادثة فليتنبه له إلخ**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

داشتہ کی اولاد کو وراثت ملے گی یا نہیں؟

سوال: (۹۸) ایک شخص نے تیس سال سے ایک عورت رکھ رکھی تھی، بلا نکاح زنا سے اس کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے، قبل مرگ اس نے لڑکے و لڑکی کے نام اپنا مکان اور نقدی جو کچھ تھا لکھ دیا، اور وقت لکھنے کے اپنے پیٹ کا لڑکا لڑکی کر کے لکھا، اور عورت کا اقرار ہے کہ میرا نکاح آج تک نہیں ہوا، اب متوفی کے دو بھتیجے ہیں، ان کو متوفی کے ترکہ سے کچھ ملے گا؟ (۱۶۳۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں جب کہ زید کا اقرار ہے کہ یہ لڑکا اور لڑکی میرے ہیں تو وہ اسی کی اولاد سمجھی جاوے گی، اور نسب ان کا زید سے ثابت ہوگا، اور وہ دونوں وارث زید کے ہوں گے، یعنی بہ حساب **للذّكر مثل حظّ الأنثيين**(۲) اور بھتیجوں کو کچھ نہ ملے گا(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

داماد وارث ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۹) داماد بھی وارث ہوتا ہے یا نہیں؟ (۶۰۹/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) **الشّامي: ۱۹۳/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، فصل في ثبوت النّسب، مطلب في ثبوت النّسب من الصّغيرة.**

(۲) **ومع الابن للذّكر مثل حظّ الأنثيين وهو يعصبهنّ (السّراجي في الميراث، ص:۱۲، فصل في النّساء)**

(۳) حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے متوفی شوہر کے قول کو پیش نظر رکھ کر جواب دیا، مگر عورت زندہ ہے اور وہ اقرار کرتی ہے کہ میرا نکاح آج تک نہیں ہوا، پس نسب ثابت نہیں ہوگا اور وہ لڑکا لڑکی میراث کے مستحق نہیں ہوں گے۔ حدیث میں ہے: **عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: أيّما رجل عاهر بحُرّة أو أمة فالولد ولد زنا لا يَرث ولا يورث، رواه التّرمذيّ (مشكاة،** ص:۲۶۳، باب الفرائض) ۱۲ سعید احمد پالن پوری

الجواب: داماد میں اگر کوئی دوسری حیثیت عصوبت وغیرہ کی نہیں ہیں تو داماد ہونے کی وجہ سے اس کا کچھ حق اس کے خسر کے ترکہ میں نہیں ہے، صرف اس کی زوجہ یعنی دختر متوفی کی وارث اپنے حصۂ شرعی کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوسرا نکاح کرنے سے عورت کا دین مہر اور حق میراث ساقط نہیں ہوتا

سوال: (۱۰۰) اگر کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے اور عورت بعد عدت عقد ثانی کرلے تو شوہر اوّل کے مال سے اپنا مہر لے سکتی ہے یا نکاح ثانی کی وجہ سے کچھ کمی ہوگی؟ (۱۵۹۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شوہر اوّل کے ترکہ سے وہ عورت اپنا مہر لے سکتی ہے، اور پورا مہر لے گی، نکاح ثانی کی وجہ سے مہر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۰۱) ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا ہے، بعد عدت کے اس عورت نے دوسرا نکاح کرلیا ہے، اب دوسرا نکاح کرنے سے اس کے پہلے خاوند کا ترکہ اسے مل سکتا ہے یا نہیں؟

(۲۰۱۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دوسرا نکاح کرلینے کی وجہ سے بیوہ کا حصۂ میراث پہلے خاوند سے باطل نہیں ہوا، یہ خیال جاہلوں کا غلط ہے، جو حصہ شوہر کے ترکہ سے اللہ تعالیٰ نے عورت کا قائم فرمایا ہے وہ دوسرا نکاح کرنے سے باطل نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۲) ترجمہ یہ ہے: اور عورتوں کو تمہارے (شوہروں کے) ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا، اگر تمہارے اولاد نہ ہو، اور اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

نومسلمہ کا انتقال ہوجائے اور اس کا کوئی مسلم وارث نہ ہو تو اس کا ترکہ کس کو دیا جائے؟

سوال: (۱۰۲) ایک عورت ہندو کو ایک شخص نے مشرف بہ اسلام کرکے اس سے نکاح کرلیا، اور اس شخص کے فوت ہونے کے بعد اس کی سابقہ اولاد نے عورت مذکورہ کو جس سے کچھ اولاد نہیں

ہوئی ترکۂ پدری سے حصہ تقسیم کر کے بہ قدر مناسب دے دیا، اب کچھ کم ایک ماہ ہوتا ہے وہ عورت فوت ہوگئی، اس کے ترکہ کا وارث کون ہوگا؟ (۱۳۴۰/۱۳۰۸ھ)

الجواب: اگر عورت نومسلمہ کا کوئی رشتہ دار مسلمان قریب یا بعید موجود ہو اس کو دیا جاوے، اور جو کوئی نہ ہو اس کے ترکہ کو مدارس اسلامیہ وغیرہ میں دے دیا جاوے تا کہ اس کو ثواب پہنچے۔ فقط

اولاد کی موجودگی میں شوہر کا حصہ کتنا ہے؟

سوال: (۱۰۳) جائداد متروکۂ زوجہ میں درصورت موجود ہونے اولاد کے حق شوہری کیا ہے؟ (۱۳۳۷/۲۶۹۴ھ)

الجواب: اس صورت میں شوہر کا حق ربع ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر کے ترکہ میں بیوی کا حصہ کتنا ہے؟

سوال: (۱۰۴) بعد وفات شوہر عورت کا کتنا حق ہے؟ (۱۳۴۰/۱۹۴۸ھ)

الجواب: شوہر کے مرنے کے بعد عورت کا حق ترکہ شوہری میں سے بہ صورت موجود ہونے اولاد کے آٹھواں حصہ ہے اور اگر اولاد نہ ہو تو چہارم حصہ ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کسی نے مخنث سے نکاح کرلیا تو مخنث اس کا وارث ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۱۰۵) ایک مسلمان نے نادانی وعدم واقفیت سے لڑکی سمجھ کر ایک مخنث سے نکاح کرلیا، بعد میں اس کا خنثیٰ ہونا معلوم ہوا، پھر یہ شخص مرگیا تو اس کی میراث میں مخنث کا کیا حصہ ہوگا؟ (۱۳۴۷-۴۶/۱۳۸۸ھ)

الجواب: شریعت میں خنثیٰ کی تعریف یہ ہے کہ اس کے دونوں علامتیں ہوں؛ مرد کی بھی اور

---

(۱) ﴿ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ الآية ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱۲)

(۲) ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱۲)

عورت کی بھی، یا دونوں سے خالی ہو، پھر اس کی دو قسم ہیں: خنثٰی مشکل اور خنثٰی غیر مشکل، خنثٰی مشکل تو وہ ہے کہ اس میں کوئی جانب مرد ہونے یا عورت ہونے کی مرجح نہ ہو، تو جو ایسا خنثٰی ہے اس کا نکاح مرد سے یا عورت سے صحیح نہیں ہوتا، بلکہ موقوف رہتا ہے، اگر بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ عورت ہے تو مرد سے اس کا نکاح صحیح ہے، اور اگر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو مرد سے اس کا نکاح باطل ہے، اور عورت سے صحیح ہے، اور خنثٰی غیر مشکل وہ ہے کہ اس کا مرد ہونا یا عورت ہونا علامات سے محقق ہو جائے تو جیسا وہ ظاہر ہو اس کے موافق حکم ہوگا، پس صورت مسئولہ میں اگر یہ محقق ہے کہ وہ مرد نہیں ہے بلکہ عورت ہے لیکن اس کا شوہر کسی امر مانع کی وجہ سے اس سے صحبت نہیں کرسکتا، تو نکاح صحیح ہوگیا، اور احکام نکاح کے اس پر مرتب ہوں گے، اور وہ وارث اپنے شوہر کی ہوگی، اور اگر علامت عورت کی اس کے نہیں ہے بلکہ علامت مرد کی موجود ہے مگر وہ خصی وعنین ہے تو ظاہر ہے کہ مرد سے اس کا نکاح باطل ہوا، اس صورت میں احکام نکاح مرتب نہ ہوں گے اور میراث جاری نہ ہوگی، غرض یہ تحقیق ہونا چاہیے کہ وہ کس قسم کا مخنث ہے۔ درّمختار، کتاب الخنثٰی میں ہے: **وهو ذو فرج وذكر أو من عرِي عن الإثنين جميعًا، فإن بال من الذّكر فغلام، وإن بال من الفرج فأنثٰى وإن بال منهما فالحكم للأسبق، وإن استويا فمشكل إلخ هٰذا قبل البلوغ، فإن بلغ وخرجت لحيته أو وصل إلٰى امرأة أو احتلم كما يحتلم الرّجل فرجل، وإن ظهر له ثدي أولبن أو حاض أو حبل أوأمكن وطؤه فامرأة، وإن لم تظهر له علامة أصلا أو تعارضت العلاماتُ فمشكل** (۱) اور کتاب النّکاح میں ہے: **فخرج الذّكر والخنثٰى المشكل إلخ** (۲) یعنی مرد کا نکاح مرد سے یا خنثٰی مشکل سے صحیح نہیں ہے وہ نکاح کی تعریف سے خارج ہو گئے، غرض یہ مسئلہ مشکل ہے پہلے حال کی تحقیق کی جائے پھر حکم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاتی بہنوں کو وراثت نہیں ملتی

سوال: (۱۰۶) ایک شخص نے کچھ جائداد اپنی زوجہ کے نام جس کی تعداد دین مہر سے بہت

(۱) الدّر مع الرّد: ۱۰/۳۶۹-۳۷۰، أوائل كتاب الخنثٰى.
(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۴/۵۳، أوائل كتاب النّكاح.

زیادہ ہے کردی، زوج اور زوجہ دونوں لاولد ہیں، زوجہ کا انتقال ہوا، جس کے وارث: شوہر، ایک بھائی، ایک ہمشیرہ حقیقی، اور دو ہمشیران دوسری والدہ سے، اور ایک والدہ حقیقی ہیں، تو اس صورت میں ترکہ دو ہمشیران جو دوسری والدہ سے ہیں پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر پہنچتا ہے تو از روئے فرائض کتنا اور کس قدر ہوا؟ (۶۱۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ترکہ زوجہ متوفیہ کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث اٹھارہ سہام ہو کر نو سہام اس کے شوہر اور چار سہام اس کے حقیقی بھائی کو اور دو حصہ اس کی بہن حقیقی اور تین سہام اس کی والدہ کو ملیں گے، علاتی بہنیں محروم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکے کی موجودگی میں نواسا اور نواسی کو وراثت نہیں ملتی

سوال: (۱۰۷) زید نے ایک لڑکا اور دو نواسے اور ایک نواسی چھوڑ کر انتقال کیا، اس کے ترکہ میں نواسوں کا کچھ حصۂ شرعی ہے یا نہیں؟ (۹۱۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں ترکہ زید کا اس کے پسر کو ملے گا یعنی بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث وارث ترکۂ زید کا اس کا پسر ہوگا، نواسوں اور نواسی کو کچھ نہ ملے گا وہ محروم ہیں۔ فقط واللہ اعلم

عصبہ بنفسہٖ اور بغیرہ دونوں موجود ہوں تو ترجیح کس کو ہوگی؟

سوال: (۱۰۸) ترکہ میں عصبہ بنفسہ اور بغیرہ دونوں موجود ہوں کس کو ترجیح ہے؟ مثلاً زید متوفی کی ایک بیٹی اور ایک بہن ہے اور چار چچازاد بھائی عصبہ بنفسہ ہیں، تو چچازاد بھائی عصبہ بنفسہ کو ملے گا یا نصف نصف بیٹی اور بہن کو ملے گا؟ یا مثلاً ہندہ متوفیہ کے دو بیٹیاں اور ایک بہن حقیقی اور ایک حقیقی بھائی ہے، تو بہن عصبہ بغیرہ ہے اور بھائی عصبہ بنفسہ، ان دونوں کو ملے گا یا صرف بھائی کو؟ مدلل ہو۔
(۱۰۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر متوفی کی ایک دختر ایک بہن اور چار ابناء العم ہیں تو نصف ترکہ دختر کو اور نصف بہن کو ملے گا اور ابناء العم محروم ہیں، کیونکہ وہ اگرچہ عصبہ بنفسہ ہیں مگر بعید ہیں، پس بہ قاعدہ الأقرب فالأقرب

بہن مقدم ہوگی۔ قال علیه الصّلاة والسّلام: اجعلوا الأخوات مع البنات عصبةً(۱) اور دوسری صورت میں بہن اور بھائی دونوں ایک درجہ میں ہیں اور بہن اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے، لہٰذا اس صورت میں دونوں دختران کو دو ثلث ترکہ اور باقی بہن بھائی کو بہ حساب للذّكر مثل حظّ الأنثيين تقسیم ہوگا۔ كذا في السّراجي(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیٹوں کی موجودگی میں پوتوں کو وراثت نہیں ملتی

سوال: (۱۰۹) میرے والد مرحوم کی جائداد میں نے اور میرے برادر حقیقی نے برابر دو حصہ پر تقسیم کرلی، میرے پر اس قدر قرض ہوگیا ہے کہ ہندو لوگ میرے حصہ کو نیلام کرنا چاہتے ہیں، اور میرے چھ لڑکے اور ایک لڑکی اور ایک پوتی اور لڑکوں کی والدہ موجود ہیں، معلوم ہوا ہے کہ قانون شرعی سے حق پوتوں کا دادا کی خریدی ہوئی جائداد میں ہوتا ہے، چند وکیل حق بتلاتے ہیں اور چند وکیل پوتوں کے حقوق کو والد کی حیات میں ناحق بتلاتے ہیں، اگر پوتوں کا حق جائز ہے تو ہم کو معہ حوالہ حدیث کے یا کوئی قانون اسلامی کے تحریر فرمادیں تاکہ ہم کو کوئی سہولت پیدا ہو، اور عدالت میں عذر پیش کرسکیں۔ (۳۲۳۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بیٹوں کی موجودگی میں پوتوں کو کچھ حصہ اور حق نہیں پہنچتا بہ قاعدہ الأقرب فالأقرب (۳) البتہ اگر دادا پوتوں کو کچھ جائداد مطابق قواعد شرعیہ ہبہ کردے اور ان کو مالک بنادے تو

(۱) لم أجده بهٰذا اللّفظ، قال في الشّامي: جعله في السّراجية وغيرها حديثًا. قال في "سكب الأنهر" ولم أقف على من خرجه، لكن أصله ثابت بخبر ابن مسعود رضي الله عنه، وهو ما رواه البخاري وغيره في بنت وبنت ابن وأخت للبنت النّصف، ولبنت الابن السّدس وما بقي فللأخت (الشّامي: ۱۰/ ۴۲۹، كتاب الفرائض، فصل في العصبات)

(۲) ومع الأخ لأب و أمّ للذّكر مثل حظّ الأنثيين يصرن به عصبة لاستوائهم في القرابة إلى الميّت. (السّراجي في الميراث، ص: ۱۶، فصل في النّساء)

(۳) ثمّ العصبات بأنفسهم أربعة أصناف: جزء الميّت، ثمّ أصله، ثمّ جزء أبيه ثمّ جزء جدّه، ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهٰذا التّرتيب، فيقدّم جزء الميّت كالابن ثمّ ابنه وإن سفل إلخ (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱۰/ ۴۲۷، كتاب الفرائض، فصل في العصبات)

پوتے مالک ہوجاتے ہیں، اور بیٹوں کے ذریعہ سے پوتوں کو بھی حصہ شرعاً مل سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کو وراثت نہیں ملتی

سوال: (۱۱۰) اللہ بخش نے بہ وقت انتقال ایک زوجہ اور ایک بھائی کا لڑکا اور دوسرے بھائی کی دو دختر وارث چھوڑے، اور زوجہ نے بعد انتقال اللہ بخش کے دین مہر معاف کردیا چند گواہ موجود ہیں، اور اب اللہ بخش کی زوجہ جائداد کو اپنے بھائی کے نام ہبہ کرنا چاہتی ہے اور زوجہ بہ عوض دین مہر کے جائداد پر قابض ہے، اور اللہ بخش کے بھائی کے لڑکے اور دختر یعنی دوسرے بھائی کی دختران کو حصہ ملے گا یا نہ؟ (۱۲۳۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں اللہ بخش کا ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چار سہام ہوکر ایک حصہ اس کی زوجہ کو اور تین سہام بھائی کے پسر یعنی برادر زادہ اللہ بخش کو ملیں گے، دوسرے بھائی کی ہر دو دختر محروم ہیں کیوں کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہیں اور بھتیجا عصبہ ہے، عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم ہوتے ہیں (۱) زوجہ اللہ بخش اپنے حصہ کو جو چہارم ترکہ اللہ بخش کا ہے اپنے بھائی کو بعد تقسیم کے ہبہ کرسکتی ہے کل جائداد کو نہیں دے سکتی کیونکہ کل جائداد اللہ بخش کی وہ مالک نہیں ہے اور مہر جب کہ اس نے معاف کردیا تو وہ ساقط ہوگیا۔ اور السّاقط لا یعود مسئلہ مسلمہ ہے (۲) كذا في الأشباه والنّظائر. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صرف ایک خالہ زاد بھائی وارث ہو تو ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال: (۱۱۱) زید کی خالہ زاد ہمشیرہ فوت ہوئی، اور اس کے بہ جز زید کوئی وارث نہیں ہے، اور وہ لاولد فوت ہوئی تو ترکہ متوفیہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ (۶۴/۷۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) ولايرث مع ذي سهم ولاعصبة سوى الزّوجين لعدم الرّدّ عليهما (الدّرّ مع الرّدّ: ۱۰/ ۴۴۸-۴۴۹، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام)

(۲) غمز عيون البصائر على الأشباه والنّظائر: ۲/۳۲۷، كتاب الإقرار، قبيل كتاب الصّلح. وأيضًا منه: ۳/۶۰ (بيان أنّ السّاقط لايعود، المطبوعة: زكريا بك ڈپو، ديوبند)

الجواب: اگر متوفیہ کا کوئی وارث بجز زید کے نہیں ہے نہ عصبہ ہے نہ ذوی الفروض ہے، صرف ایک خالہ زاد بھائی زید وارث ہے تو بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث تمام ترکہ زید کو ملے گا(۱) فقط

صرف شوہر کا بھتیجا موجود ہو تو ترکہ کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۱۱۲) سوال یہ ہے کہ مسماۃ ستارہ فوت ہوگئی، اس کا کوئی رشتہ دار وارث موجود نہیں ہے، صرف اس کے شوہر کا بھتیجا موجود ہے تو اس کے ترکہ کا کیا حکم ہے؟ (۵۵۲/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اصل میں تو ایسے ترکہ کا مستحق بیت المال ہے، لیکن جب کہ یہاں ہندوستان میں دارالحرب ہونے کی وجہ سے بیت المال اور دوسری منظّم ضروریات اسلامی کا فقدان ہے، تو پھر یہ ترکہ ان کو دیا جائے گا جو میت سے کسی حیثیت سے بھی قرب کا علاقہ رکھتے ہوں، صورت مسئولہ میں مسماۃ ستارہ کا جب کوئی شرعی وارث نہیں ہے، تو اس کے شوہر کا بھتیجا جو میت سے اجنبی محض نہیں ہے، بلکہ بہ واسطہ شوہر قرب کا علاقہ رکھتا ہے، اس کے ترکہ کا مستحق ہے، یہ استحقاق بہ حیثیت ارث نہیں صرف علاقۂ قرب کی وجہ سے ہے۔ شامی: ۵/ ۵۱۲ میں ہے: **وقیل: إن لم یترك إلاّ بنت المعتق یدفع المال إلیها لا إرثًا بل لأنّها أقرب إلخ وبه یفتی لعدم بیت المال إلخ**(۲) فقط

والدہ کے پھوپھی زاد بھائی کے علاوہ اور کوئی وارث نہ ہو تو ترکہ کا حق دار کون ہے؟ اور مرض موت میں ہبہ کرنے کا حکم

سوال: (۱۱۳) متوفی زید کا کوئی وارث نہیں، مگر ایک بکر ماموں وہ بھی حقیقی نہیں، یعنی اس کی والدہ کی پھوپھی کا بیٹا ہے، پس اب بکر کے ترکہ کا مستحق کون ہے؟ و نیز زید نے مرض الموت میں خالد کو جس کے ساتھ اپنی دختر متوفیہ کی منگنی کی تھی اس کے واسطے کہا کہ میرے مال کا یہ مالک ہے، تو

---

(۱) فیأخذ المنفرد جمیع المال بالقرابة (الدّرّ مع الرّدّ: ۱۰/ ۴۴۹، کتاب الفرائض، باب توریث ذوي الأرحام)

(۲) الشّامي: ۱۰/ ۴۴۴، کتاب الفرائض، أوائل باب العول.

اس صورت میں زید کا کہنا داخل وصیت سمجھا جاوے گا یا نہیں؟ اگر داخلِ وصیت ہے تو ثلث ترکہ میں یا کیا؟ بینوا توجروا (۳۱۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: زید کا اگر کوئی وارث عصبہ و ذوالفرض نہیں ہے، اور نہ ذوی الارحام میں کوئی مقدم اور اقرب بکر سے ہے تو بکر وارث زید کا ہوگا، پس بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث تمام ترکہ زید کا بکر کو مل جاوے گا، اور زید کا مرض الموت میں خالد کو یہ کہنا کہ میرے مال کا یہ مالک ہے ہبہ ہے، اور ہبہ بدون قبضہ کے تمام نہیں ہوتا، لہٰذا باطل ہے، اور حکمِ وصیت میں (بھی) نہیں ہے، اور اگر یہ کہہ کر کہ میرے مال کا یہ مالک ہے قبضہ بھی کرا دیا اور موہوب مشاع نہیں ہے، تو یہ ہبہ صحیح ہوا، مگر چوں کہ مرض الموت میں ہے اس لیے بہ حکم وصیت ہو کر ایک ثلث میں جاری ہوگا، اور ایک ثلث مال کا مالک خالد قرار پاوے گا۔ **كما في الدّرّ المختار، باب العتق في المرض: إعتاقه ومحاباته وهبته إلخ. كحكم وصية إلخ قال العلاّمة الشّامي: قوله: (وهبته) أي إذا اتّصل بها القبض قبل موته، أمّا إذا مات ولم يقبض فتبطل الوصية، لأنّ هبة المريض هبة حقيقية وإن كانت وصية حكمًا كما صرح به قاضي خان وغيره(۱)(شامي باب مذكور)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: شوہر اور ایک لڑکا ہے تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۱۴) ایک عورت کے مہر میں ایک مکان ہے اور اب وہ عورت انتقال کر گئی، اس کا ایک لڑکا ہے اور وہ عورت اس مکان کو ۱۲ روپیہ کے بالعوض گروی رکھ کر مر گئی، اس کے لڑکے نے اس مکان کا قرضہ بہ ذات خود ادا کیا، اور اس عورت کا خاوند بھی موجود ہے، مگر قرضہ کی بابت اس کے خاوند نے ایک پیسہ بھی نہیں دیا، اور وہ جب مری تو تجہیز و تکفین اس کے خاوند اور لڑکے نے کی، اب لڑکے کو کتنا حق ملنا چاہیے؟ اور خاوند کو کتنا ملنا چاہیے؟ بینوا توجروا (۱۰۸۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: لڑکا اپنے قرض کا روپیہ وصول کرے، پھر جو باقی رہے وہ شوہر و پسر پر اس طرح تقسیم ہوگا کہ من جملہ چار سہام کے ایک حصہ شوہر کو اور تین سہام پسر کو ملیں گے بہ شرطیکہ اور کوئی وارث نہ ہو۔ **قال في الدّرّ المختار من شهادة الأوصياء: أو كفن الوارث الميّت أو قضى**

(۱) الدّرّ والرّدّ: ۱۰/۳۱۳-۳۱۴، كتاب الوصايا، باب العتق في المرض.

دینه من مال نفسه، فإنّه یرجع ولایکون متطوّعًا اهـ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: ایک لڑکی دو حقیقی بھائی ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۱۵) زید برادر کلاں، بکر برادر ثانی، عمر برادر خورد یہ تین حقیقی بھائی ہیں، زید کے تین لڑکے ایک لڑکی ہے، بکر کے صرف ایک دختر ہے، عمر کے دو دختر ہیں، بکر کا انتقال ہوگیا، اب بکر کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ (۱۴۲۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بکر کی جائداد بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث اس صورت میں چار سہام ہوکر دو سہام اس کی دختر کو اور ایک حصہ زید کو اور ایک حصہ عمر کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: شوہر، ایک لڑکی، دو علاتی بھائی اور دو علاتی بہنیں ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۱۶) مسماۃ کلثوم کا انتقال ہوا اس نے شوہر و دختر اور دو بھائی سوتیلے اور دو بہن سوتیلی اور ایک چچا حقیقی اور ایک چچا زاد بہن اور دیور اور دیوروں کی اولاد چھوڑی ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ (۱۴۲۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کلثوم کا ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چوبیس سہام ہوکر چھ سہام اس کے شوہر کو اور بارہ سہام اس کی دختر کو اور دو دو سہام ہر ایک علاتی بھائی کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک علاتی بہن کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: شوہر، لڑکا، دو بھائی اور ایک بہن ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۱۷) مسماۃ زاہدہ نے ایک بہن دو بھائی ایک پسر سات سالہ و شوہر چھوڑا ہے، مرحومہ کے مال کی تقسیم کیوں کر ہوگی؟ (۱۸۰۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

(۱) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۱۰/ ۳۵۸، کتاب الوصایا، باب الوصي وهوالموصٰی إلیه، فصل في شهادة الأوصیاء.

الجواب: تقسیم ترکہ مرحومہ بعدادائے حقوق مقدمہ علی المیراث اس صورت میں اس طرح ہے کہ من جملہ چار سہام کے ایک حصہ شوہر کواور تین سہام پسر کو ملیں گے، بہن بھائی محروم ہیں۔فقط

وارثوں میں: شوہر،لڑکا،اور ماں باپ وغیرہ ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۱۸)......(الف) مسماۃ ہندہ فوت ہوئی ایک لڑکا نابالغ اور شوہراور والدین اور چار بھائی اور دو ہمشیرہ موجود ہیں؛ ترکہ کیوں کر تقسیم ہوگا؟

(ب) ہندہ کے زیورات کو کیا کرنا چاہیے؟

(ج) جواسباب وغیرہ ہندہ کے پاس خاوند کی طرف کا ہے کیا وہ بھی ترکہ میں تقسیم ہوگا یا کیا؟

(د) ہندہ کا خاوند چاہتا ہے کہ جو کچھ متروکہ ہے اس کا ایصال ثواب ہندہ کی روح کو کردیا جائے ،یعنی اس کو کسی نیک کام میں لگا کر ہندہ کو ثواب پہنچایا جاوے، کل متروکہ کو اس طور سے کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۹۶۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) ہندہ کا ترکہ جو اس کا مملوکہ تھا اس کے مرنے کے بعد اس صورت میں بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث بارہ سہام ہوکر تین سہام اس کے شوہر کو اور دو دو سہام اس کے ماں باپ کو اور پانچ سہام پسر کو ملیں گے، بھائی بہن محروم ہیں۔

(ب) وارثوں کو تقسیم کردیا جاوے اور نابالغ لڑکے کا حصہ اس کا باپ یعنی متوفیہ کا شوہر اپنے پاس رکھے۔

(ج) جہیز کا سب سامان متوفیہ کی ملک ہے، اس کو سب پر موافق تفصیل مذکور تقسیم کیا جاوے اور جو مال واسباب خاوند کی طرف کا ہے اگر وہ خاوند نے اس متوفیہ کی ملک کردیا تھا تو اس میں بھی وہی تقسیم جاری ہوگی اور اگر وہ سامان زوجہ کے پاس عاریۃً تھا تو اس کو شوہر خود رکھے۔

(د) خاوند اپنے حصہ میں ایسا کرسکتا ہے اور ماں باپ اگر راضی ہوں تو ان کے حصص میں بھی ایسا ہوسکتا ہے مگر نابالغ کے حصہ کو محفوظ رکھنا چاہیے اور باپ خود اس کے حصہ کو امانت رکھے۔فقط

وارثوں میں: بیوی، لڑکی، اور ایک حقیقی بھائی وغیرہ ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۱۹) مرنے والے نے ایک بیوی، بیٹی، بھائی حقیقی اور ایک بھتیجی یتیم چھوڑی، تو ترکہ میت کا کیوں کر تقسیم ہوگا؟ (۴۱۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: متوفی کا ترکہ اس صورت میں بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث آٹھ سہام ہوکر ایک حصہ اس کی زوجہ کو اور چار سہام اس کی دختر کو اور تین سہام بھائی حقیقی کو ملیں گے، بھتیجی محروم ہے۔

وارثوں میں: بیوی، لڑکی اور ماں باپ وغیرہ ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۰) زید مرا، ورثہ حسب ذیل چھوڑے: زوجہ، دختر، والدہ، والد، ایک اخ، تین اخت، ترکہ کیوں کر تقسیم ہوگا؟ (۴۸/۷۴۸-۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس صورت میں متوفی کا ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چوبیس سہام ہوکر تین سہام اس کی زوجہ کو اور بارہ سہام اس کی دختر کو اور چار سہام اس کی والدہ کو اور پانچ سہام اس کے باپ کو ملیں گے، بھائی اور بہنیں محروم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: ماں اور ایک علاتی چچا وغیرہ ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۱) ولید فوت ہوا، ورثاء میں ہندہ مادر حقیقی، زید چچا علاتی، بکر برادر چچازاد علاتی، زبیدہ عمہ علاتی ہیں، ولید کو جاگیر عطیہ سلطانی میں بہ شمول چچا و برادر چچازاد وغیرہ مساوی حصہ ملتا تھا، اور تنخواہ بھی معاوضہ جاگیر عطیہ سلطانی تھی، لہٰذا حصہ یافتنی جاگیر ولید و نیز تنخواہ کے کون ہیں؟ اور کیا سہام پائیں گے؟ (۴۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں ترکہ مملوکہ ولید متوفی کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث تین سہام ہوکر ایک حصہ اس کی والدہ کو اور دو سہام اس کے چچا علاتی کو ملیں گے، برادر چچازاد اور عمہ علاتی محروم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: زوجہ، دولڑکی، ایک لڑکا ہے تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۲) شیخ محمد ہاشم متوفی کا ترکہ شرعًا کس طرح تقسیم ہوگا؟ یعنی اگر جدی جائداد ہو اوران کے روپیہ سے نہ خریدی گئی ہو، شیخ محمد ہاشم کے ورثاء یہ ہیں: ایک زوجہ ثانیہ اور دو دختران از بطن زوجہ ثانی اور ایک پسر از زوجۂ اولیٰ۔ (۱۳۴۱/۴۰۱ھ)

الجواب: محمد ہاشم متوفی کا ترکہ خواہ وہ جدی ہو یا ان کا زرخرید ہو؛ وہ سب ان کے وارثوں کو ملے گا، اوراس صورت میں ترکہ محمد ہاشم مرحوم کا ورثہ موجودین پراس طرح تقسیم ہوگا کہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث اس کے بتیس سہام ہوکر چار سہام ان کی زوجہ کواور چودہ سہام پسر کواور سات سات سہام ہر ایک دختر کو ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: بیوی، لڑکا اور دو یتیم پوتے ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۳) حامد فوت ہوا، اس کی ایک زوجہ، ایک پسر عابد، اور دو یتیم پوتے ہیں، ترکہ حامد کا کیوں کر تقسیم ہوگا؟ (۱۳۴۳/۲۰۹۰ھ)

الجواب: اس صورت میں ترکہ حامد کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث آٹھ سہام ہوکر ایک حصہ اس کی زوجہ کواور سات سہام اس کے پسر عابد کو ملیں گے، پوتے دونوں محروم ہیں (۱) فقط واللہ اعلم

وارثوں میں: بیٹا، پوتا اور بیٹے کی بہو ہو تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۴) ایک شخص نے تین وارث چھوڑا: ایک بیٹی ایک پوتا ایک بیٹے کی بہو، تو اب ترکہ متوفی میں سے ہر ایک کا کتنا حصہ ہے؟ (۱۳۴۵-۴۴/۳۵۸ھ)

الجواب: اس صورت میں ترکۂ متوفی کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث دو سہام ہوکر ایک حصہ اس کی دختر کواور ایک حصہ اس کے پوتے کو ملے گا اور بیٹے کی بہو محروم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) وبعد التّرجيح بالجهة إذا تعدّد أهل تلك الجهة اعتبر التّرجيح بالقرابة، فيقدم الابن على ابنه .... لقرب الدّرجة (الشّامي: ۱۰/۴۲۷، كتاب الفرائض، فصل في العصبات)

وارثوں میں: ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ماموں کے مرحوم لڑکے کی بیوہ ہے تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۵) کوئی شخص جائداد چھوڑ کر مر گیا ہو، اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی حقیقی چھوڑ کر مرا ہو، اور اس مرنے والے کے ماموں کے لڑکے کی زوجہ بیوہ موجود ہو تو وہ بیوہ عورت اس جائداد پر دعویٰ کردے تو ایسی حالت میں کون مستحق جائداد ہوگا؟ یا کس طرح تقسیم ہونی چاہیے؟ (۶۱۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: متوفی کا ترکہ اس صورت میں بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث تین سہام ہوکر دو حصہ اس کے پسر کو اور ایک حصہ اس کی دختر کو ملے گا، اور ماموں کے لڑکے کی بیوہ کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: دو لڑکے، ایک لڑکی، ایک بہن اور ایک پوتا ہے تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۶) ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اس نے دو لڑکے، ایک لڑکی، ایک ہمشیرہ، ایک پوتا چھوڑا، اور اس شخص نے ایک سو روپیہ نقد اور ایک حویلی جس میں کئی مکانات ہیں چھوڑا، تو اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟ (۹۱۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں اس کا ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث پانچ سہام ہوکر دو دو سہام ہر ایک پسر کو اور ایک حصہ اس کی دختر کو ملے گا اور بہن اور پوتا محروم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: والدین، تین بھائی، دو بہنیں اور ایک زوجہ حاملہ ہے تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۷) زید فوت ہوا، تین برادر، دو بہنیں اور ایک زوجہ حاملہ چھوڑی، اور زید کے والدین بھی حیات ہیں، تو ترکہ متوفی کا کس طور پر تقسیم ہونا چاہیے؟ بینوا توجروا۔ (۶۴۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں بہتر تو یہ ہے کہ جب تک زوجہ حاملہ کی ولادت ہو اس وقت تک

ترکہ کی تقسیم کو ملتوی رکھیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی، پھر اسی کے موافق ترکہ تقسیم ہو جائے، کیونکہ پسر اور دختر کے حصہ میں فرق ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ایک بچہ پیدا ہوا یا زیادہ لیکن اگر ابھی ترکہ تقسیم کرنا ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ زوجہ کو من جملہ چوبیس سہام کے تین سہام اور ماں باپ کو چار چار سہام دیئے جائیں، اور باقی ۱۳ سہام حمل کے لیے رکھے جائیں۔ اگر لڑکا پیدا ہوا تو یہ ۱۳ سہام اس کو ملیں گے، اور اگر دختر پیدا ہوئی تو بارہ سہام اس کو ملیں گے، اور ایک حصہ جو باقی رہا وہ باپ کو ملے گا، اور بھائی بہن ہر حال میں محروم ہیں، خواہ لڑکا پیدا ہو یا لڑکی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: پانچ بھانجے اور دو بھانجیاں ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۸) ہندہ نے صرف پانچ بھانجے مذکر اور دو بھانجیاں وارث چھوڑی، تو ترکہ محض لڑکوں کو ملے گا یا لڑکیوں کو بھی؟ (۱۰۱۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ترکۂ ہندہ میں سے اس صورت میں بھانجیوں کو بھی ملے گا، بھانجے اور بھانجیاں دونوں ذوی الارحام ہیں، ان میں ترکہ ہندہ کا بہ حساب ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ تقسیم ہوگا، پس ترکہ ہندہ کا بہ حالت موجودہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث بارہ سہام ہو کر دو دو سہام ہر ایک بھانجے کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک بھانجی کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: چچازاد بھائی کے بیٹے، بھتیجیاں بھانجا اور ماموں زاد بھائی ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۲۹) زید نے لاولد انتقال کیا، اور ورثاء حسب ذیل چھوڑے: اپنے حقیقی چچازاد بھائی کے بیٹے، اور اپنے حقیقی بھائی کی بیٹیاں، اور اپنی حقیقی ہمشیرہ کا فرزند، اور ماموں کا بیٹا، ایسی صورت میں کس کس کو کیا کیا ملے گا؟ بینوا وتوجروا. (۹۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں چچازاد بھائی کے پسران وارث زید متوفی کے ہیں، بھتیجیاں اور بھانجا اور ماموں زاد بھائی یہ سب محروم ہیں، کیوں کہ یہ سب ذوی الارحام ہیں، عصبات صرف

چچازاد بھائی کے پسران ہیں، اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے۔ کما في السّراجي وغیرہ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارثوں میں: ایک بھائی، نواسی اور داماد ہیں تو ترکہ کی تقسیم

سوال: (۱۳۰) میرا بھائی مرگیا، اس نے ایک نواسی اور داماد اور میں بھائی چھوڑے، ترکہ کس کو ملے گا؟ (۱۳۳۵/۱۷۶ھ)

الجواب: تمہارے بھائی کا ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث اس صورت میں تمام تم کو ملے گا، نواسی اور داماد محروم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
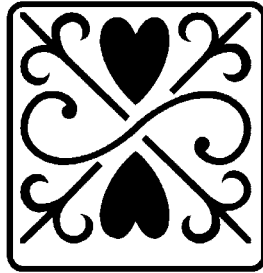
(۱) ولا یرث مع ذي سهم ولا عصبة سوی الزّوجین لعدم الرّد علیهما (الدّرّ مع الرّد: ۱۰/ ۴۴۸-۴۴۹، کتاب الفرائض، أوائل باب توریث ذوي الأرحام)

فتاویٰ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

مرتب : حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ

مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۱	الطّهارة
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۲	الصّلاة
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۳	بقية الصّلاة
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۴	بقية الصّلاة
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۵	بقية الصّلاة
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۶	الزّكاة – الصّوم – الحجّ
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۷	النّكاح
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۸	بقية النّكاح
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۹	الطّلاق
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۱۰	بقية الطّلاق
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۱۱	ثبوت النّسب – حضانة – نفقة
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۱۲	الأيمان والنّذور– تا – اللّقطة

مرتب : حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۱۳	الشّركة – تا – الوقف
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۱۴	بقية الوقف– تا– القمار والتّأمين
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۱۵	القرض– تا – الأضحية والعقيقة
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۱۶	الحظر والإباحة
مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند	جلد: ۱۷	بقية الحظر والإباحة – تا– الفرائض

دارالعلوم دیوبند کی مطبوعات

- ألفية الحديث
- قصائد منتخبة من ديوان المتنبي
- المقامات الحريرية
- الحسامي
- مبادي الفلسفه
- تسهيل الأصول
- باب الأدب من ديوان الحماسة
- مفتاح العربية (اوّل، دوم)
- علماؤ ديوبند اتجاههم الدّيني ومزاجهم......
- دارالعلوم ديوبند
- الحديث الحسن
- حسن غريب (مکمل دوجلد)
- الحالة التّعليمية في الهند
- حجّة الإسلام (عربي)
- تفسير النّصوص
- مناهل العرفان
- شيوخ الإمام أبي داوٗد السّجستاني......
- علماؤ ديوبند خدماتهم في الحديث
- فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۱ تا ۱۷)
- دارالعلوم کا فتویٰ اوراس کی حقیقت
- فتاویٰ اور فیصلے
- تاریخ دارالعلوم دیوبند (مکمل، دوجلد)
- هداية المعتدى فی قراءۃ المقتدی (اردو)
- الرأی النجیح فی عدد رکعات التراویح (اردو)
- علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج
- ختم نبوت (کامل)
- ردمرزائیت کے زریں اصول
- نماز کے چند اہم مسائل کی تحقیق
- نیک بیبیاں نماز کہاں پڑھیں؟
- سوانح قاسمی (مکمل، دوجلد)
- ادلہ کاملہ
- ایضاح الادلہ
- آب حیات
- بریلویت طلسم فریب یا حقیقت؟
- حیات اور کارنامے مولانا قاسم صاحبؒ
- خیرالقرون کی درس گاہیں
- تدوین سیر ومغازی
- اجودھیا کے اسلامی آثار
- مختصر سوانح ائمۂ اربعہ
- شوریٰ کی شرعی حیثیت
- اوثق العریٰ
- احسن القری فی توضیح اوثق العری

حیات اور کارنامے حضرت گنگوہیؒ	اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ
مجموعہ ہفت رسائل	تحقیق الکفر والایمان
عہد رسالت	ختم نبوت خورد
حجۃ الاسلام (اردو)	دعاوی مرزا
اسلام اور عقلیات	مسیح موعود کی پہچان
علوم القرآن	قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ
فقہائے صحابہؓ	اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف
ثبوت حاضر ہیں	تناقضات مرزا
نزول عیسیٰ علیہ السلام وظہور مہدی	فلسفۂ ختم نبوت
قرآنی پیشین گوئیاں	مسئلہ ختم نبوت اور قادیانی وسوسے
مثنوی فروغ (دارالعلوم دیوبند کی قدیم منظوم تاریخ)	ختم نبوت اور بزرگان ملت
نظریۂ دو قرآن پر ایک نظر	قادیانی مردہ
حکمت قاسمیہ	قادیانی ذبیحہ
جماعت اسلامی کا دینی رخ (مکمل ۴: حصے)	آخری اتمام حجت
اجتماع گنگوہ	مرزا طاہر کے جواب میں
درر منثورہ (مکمل دو حصہ)	کثرتِ رائے کا فیصلہ شریعت کی نظر میں
دو ضروری مسئلے	قادیانی اقرار
غلط فہمیوں کا ازالہ	قادیانی فیصلے
نکاح وطلاق عقل وشرع کی روشنی میں	اسلام دشمن کفریہ عقائد
اسلامی عقائد اور سائنس	قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
قرآن محکم	تاریخ دارالعلوم دیوبند (انگریزی، مکمل، دوجلد)
مسلمان ہوشیار رہیں	کلمہ طیبہ کی توہین (ہندی)